مغلِ اعظم
اسلم راہی ایم اے

ایک ناول ...... ایک تاریخ

مغل اعظم

اسلم راہی ایم۔اے

مکتبہ القریش
قذافی مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور۔
فون: 7231595۔7352835

Marfat.com

98285

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر	:	عبدالحفیظ قریشی
مطبع	:	نیراسد پرنٹرز لاہور
کمپوزنگ	:	کلاسکس کمپیوٹرز
تعداد	:	600
سن اشاعت	:	2007ء
قیمت	:	-/450روپے

فون: 7352835،7231595

مکتبہ القریش اُردو بازار، لاہور

Marfat.com

پیش لفظ

ناول ''مغل اعظم'' جلال الدین اکبر کے عہد پر لکھا گیا ایک تحقیق و تجسس پر مبنی ناول ہے۔ اکبر 13 سال کا تھا جب وہ تخت و تاج کا مالک ہوا۔ اس ناول میں آپ کو بہت سے تاریخی ابہام کا جواب ملے گا۔

* کیا انارکلی کا کوئی وجود تھا؟ اگر نہیں تھا تو انارکلی کا موجودہ مزار کس کا ہے اور جہانگیر سے اس کا کیا تعلق ہے؟
* کیا جہانگیر نے کبھی انارکلی کی خاطر اکبر کے خلاف بغاوت کی؟ اگر نہیں کی تھی تو پھر اس بغاوت کا ذکر کیسے اور کیوں آیا؟
* اکبر نے کیوں ہندو رانیوں کی شہ پر نئے مذہب یعنی دین الٰہی کی ابتداء کی؟
* اکبر کے نو رتن کون تھے؟ کیا اکبر کا رتن اور وزیر ابوالفضل واقعی ملحد ہو گیا تھا اور اس نے اکبر کو دین الٰہی جاری کرنے کی ترغیب دی تھی؟
* کیا اکبر کے دوسرے رتن ابوالفضل کے بھائی فیضی نے واقعی قرآنِ مقدس کی بے نقط تفسیر لکھ کر اور ایک درخت کی جڑ تلے دفن کر کے مشہور کیا تھا کہ وہ اکبر پر نازل ہوئی ہے؟
* اکبر ہیمو بقالی پر کیسے غالب آیا؟
* اکبر نے اپنے اتالیق اور خانِ خاناں بیرم خان کے خلاف کیوں تادیبی کارروائی کی؟
* اکبر نے چاند بی بی کو کیوں ہدف بنایا؟
* کیا اکبر نے واقعی ایک ہزار چیتے پال رکھے تھے؟
* کیا باز بہادر اور روپ متی کے عشق کی داستان اکبر کے عہد میں ہوئی؟ اور اس کا کیا انجام ہوا؟

ان سب سوالوں کے علاوہ اور بہت سے سوالوں کے جواب آپ کو ناول ''مغل اعظم'' میں ملیں گے۔

☆☆☆

Marfat.com

Marfat.com

★★★

برسات کے موسم کی بارش اپنے عروج پر تھی۔

موسلا دھار بارش نے چاروں طرف دھرتی کو جل تھل کر کے رکھ دیا تھا۔ ایسے میں جنوبی ہند کی ریاست گونڈوانہ کے مرکزی شہر چوڑھ گڑھ کے نواح میں دموہ نام کے میدانوں کے اندر دو گھوڑوں کی ایک بگھی اس شاہراہ پر رواں دواں تھی جو ریاست گونڈوانہ کے مرکزی شہر چوڑھ گڑھ کی طرف جاتی تھی۔

بگھی کے اندر ریاست گونڈوانہ کی رانی دُرگا وتی کی بہن راجکماری کملا دیوی اور رانی کی بھتیجی راجکماری رتن کماری سوار تھیں۔ دونوں ابھی نو عمر اور معصوم تھی اور ہر روز اپنی ریاست کے شہسواروں کے ساتھ گھوڑ دوڑ کے لئے اپنے مرکزی شہر چوڑھ گڑھ سے نکلتی تھیں۔

اُس روز بھی وہ گھوڑ دوڑ کے لئے نکلی تھیں اور موسلا دھار بارش نے آن لیا تھا۔ تیز بارش کی وجہ سے بگھی کے اطراف میں جو چمڑے کے پردے تھے وہ نیچے گرا دیئے گئے تھے تاکہ بارش کا پانی بگھی کے اندر داخل نہ ہو۔

بگھی کا سائیس ڈھلی ہوئی عمر کا ایک شخص عبداللہ خان تھا جو بہت ہی احتیاط سے گھوڑوں کو چوڑھ گڑھ کی طرف جانے والی شاہراہ پر ہانک رہا تھا۔ شاہراہ پر کیونکہ پانی کھڑا تھا لہٰذا کبھی کبھی بگھی کے پہیے لحہ بہ لحہ دلدل بنتے کیچڑ کے اندر دھنس جاتے تھے جس پر عبداللہ خان گھوڑوں کو چابک رسید کرتے ہوئے ان کی رفتار تیز کر دیتا تاکہ بگھی کہیں پھنس کر اس کے لئے مصیبت کا باعث نہ بن جائے۔

بگھی کے دائیں بائیں محافظوں کے علاوہ وہ شہسوار بھی تھے جو راجکماری کملا دیوی اور راجکماری رتن کماری کو گھوڑ دوڑ سکھاتے تھے۔

Marfat.com

دو گھوڑوں کی بگھی تھوڑا سا ہی آگے گئی ہو گی کہ وہی کچھ ہوا جس کا عبداللہ خان کو ڈر تھا۔ تیز بارش کے باعث شاہراہ جس پر کوئی زیادہ آمد و رفت نہ ہوتی تھی، دلدل کی صورت اختیار کر گئی تھی۔ لہٰذا ایک جگہ گھوڑوں کے زور لگانے کے باوجود بگھی کے پہیے کیچڑ میں دھنس گئے اور گھوڑے بگھی کو کھینچ نکالنے میں ناکام رہے

عبداللہ خان نے بار بار گھوڑوں کو چابک رسید کئے لیکن جب اس نے دیکھا کہ گھوڑے تنگ آ کر بدکنے والے ہیں تب اس نے ہاتھ کھینچ لیا اور گہری سوچوں میں ڈوب گیا۔ اس موقع پر دونوں راجکماریوں کے محافظوں کا جو سردار تھا جس کا نام کیدار سنگھ تھا وہ انتہائی غصے اور غضب ناکی میں عبداللہ خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''عبداللہ خان! بوڑھے ہو گئے ہو لیکن گھوڑوں کو ہانکنا ابھی تک نہ آیا۔''

کیدار سنگھ کے ان الفاظ پر عبداللہ خان کس قدر غصہ کھا گیا تھا، کہنے لگا۔

''کیدار سنگھ! بارش شروع ہونے سے پہلے ہی میں نے آپ لوگوں کو تنبیہہ کر دی تھی کہ ہمیں واپس جانا چاہئے۔ لیکن آپ لوگوں نے میری بات نہیں مانی۔ اب جبکہ تیز بارش کی وجہ سے شاہراہ دلدل کی صورت اختیار کر گئی ہے تو اس میں نہ گھوڑوں کا قصور ہے نہ میرا کوئی دوش۔ میں اگر گھوڑوں کو چابک پہ چابک رسید کرتا ہوں تو یاد رکھنا گھوڑے بدک جائیں گے اور بگھی کو الٹا کر رکھ دیں گے۔ اس بناء پر میں نے چابک سے ہاتھ کھینچ لیا ہے۔ غلطی آپ لوگوں کی ہے کہ آپ لوگوں نے واپسی کے لئے میری بات نہیں مانی۔''

عبداللہ کے ان الفاظ پر کیدار سنگھ غضب ناک ہو گیا تھا۔ کچھ دیر سرخ آنکھوں سے انتہائی غضب ناکی میں اُس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

''اپنی غلطی تسلیم نہ کرنا، سارا دوش ہم پر ڈالنے کی کوشش نہ کرو۔ نیچے اُترو، جس طرح تم نے بگھی کو دلدل میں پھنسایا ہے اسی طرح اسے نکالو۔ دیکھو بارش لحہ بہ لحہ تیز ہوتی جا رہی ہے۔ مغرب میں سورج غروب ہونے والا ہے۔ اور اگر رات ہو گئی تو یاد رکھنا دونوں راجکماریوں کے واپس نہ پہنچنے پر رانی ہم سب کی گردنیں کاٹ دینے کا حکم صادر کر دے گی۔''

کیدار سنگھ کے ان الفاظ کی پرواہ کئے بغیر عبداللہ خان اپنی جگہ پر بیٹھا رہا، پھر کہنے لگا۔

Marfat.com

مجھ اکیلے کے نیچے اُترنے سے بگھی دلدل سے نکل نہیں جائے گی۔ آپ سب لوگ اپنے گھوڑوں سے اُتریں اور بگھی کے پہیوں کو پکڑ کر زور لگائیں تاکہ بگھی دلدل سے نکل جائے۔ میں بڑی نرمی اور ملائمت سے گھوڑوں کو ہانکنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

عبداللہ خان کے ان الفاظ پر کیدار سنگھ مزید تاؤ کھا گیا تھا، غضب ناک ہو کر بول اٹھا۔ "تو ہم تمہارے داس ہیں کہ تم خود تو بگھی میں بیٹھے رہو اور ہم اپنے گھوڑوں سے اُتریں، کیچڑ میں لت پت ہو کر بگھی کو نکالیں اور تم راجہ بن کر اپنی نشست پر بیٹھے رہو۔"

اس کے ساتھ ہی کیدار سنگھ کو نجانے کیا سوجھی، ایک دم ہاتھ آگے بڑھا کر عبداللہ خان کو ایک جھٹکے کے ساتھ کھینچا اور بگھی سے نیچے گرا دیا۔

عبداللہ خان ڈھلی ہوئی عمر کا شخص تھا۔ کیدار سنگھ کے اس طرح جھٹکا دینے سے پلٹیاں کھاتا ہوا بگھی کے پہیے کے قریب کیچڑ میں گر گیا تھا۔

دونوں راجکماریوں کے ان محافظوں میں ایک نوجوان جو بگھی کے دائیں جانب اپنے گھوڑے پر سوار تھا، یہ صورتِ حال برداشت نہ کر سکا۔ اس کا چہرہ غصے میں سرخ ہو گیا تھا، آنکھیں قہرمانیت برسانے لگی تھیں۔ اس لئے کہ وہ بگھی کے سائیس عبداللہ خان کا بیٹا آصف خان تھا۔

اپنے باپ عبداللہ خان کے اس طرح کیچڑ میں گرنے سے اس کی حالت آتشی لاوے جیسی ہو گئی تھی۔ کیدار سنگھ کے اس فعل کو اس نے ناپسند کیا۔ آگے بڑھا، اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر اس طرف آیا جہاں کیدار سنگھ کھڑا تھا۔ عبداللہ خان جس وقت بگھی سے گرا تھا اس کے ہاتھ میں جو چابک تھا وہ بگھی کے ایک حصے سے اٹک کر رہ گیا تھا۔ آصف خان نے آگے بڑھ کر وہ چابک لیا اور غصے کی حالت میں وہی چابک اُس نے پورے زور سے کیدار سنگھ پر برسا دیا تھا۔

کیدار سنگھ کیونکہ دونوں راجکماریوں کے محافظوں کا نہ صرف سالارِ اعلیٰ تھا بلکہ ایک طرح وہ دونوں راجکماریوں کا شہسوار بھی تھا اور انہیں گھڑ سواری سکھاتا تھا۔ جس وقت آصف خان نے اس پر چابک برسائے تب دو اور محافظ جو کیدار سنگھ کے حمایتی تھے وہ بپھر گئے۔ ایک دم انہوں نے اپنی تلواریں بے نیام کیں اور آصف خان کی طرف بڑھے۔

اس وقت آصف خان اپنے گھوڑے سے اُتر کر اپنے باپ عبداللہ خان کو اٹھا رہا تھا

Marfat.com

کہ دونوں محافظ جب ان پر حملہ آور ہونے کے لئے قریب آئے تب عبداللہ خان اپنے بیٹے آصف خان کے سامنے آیا اور ان دونوں محافظوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”جو ہوا سو ہوا، اس پر مٹی ڈالو .... اب ہمیں یہاں سے بگھی کو نکالنے کی تدبیر کرنی چاہئے۔“

عبداللہ خان نے جب ان دونوں محافظوں کو روکنا چاہا تو ان میں سے ایک نے غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک دم اپنی تلوار بلند کی، عبداللہ خان پر گرائی اور عبداللہ خان کا اس نے خاتمہ کر کے رکھ دیا۔

معاملہ بگڑ گیا تھا۔ دونوں محافظ اب آصف خان کے درپے ہونے والے تھے کہ آصف خان نے ایک دم اپنی ڈھال اور تلوار پر گرفت مضبوط کی، پھر ان دونوں محافظوں پر حملہ آور ہوا اور پلک جھپکتے میں ہی اس نے ان دونوں کی گردنیں کاٹ کر رکھ دی تھیں۔

دو محافظوں کے مارے جانے کے بعد باقی محافظ اب آصف خان کے درپے ہونے والے تھے۔ آصف خان بھی جان گیا تھا کہ دوسرے سارے محافظ جو کیدار سنگھ کے خاص آدمی ہیں وہ اس پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دیں گے لہٰذا اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور ریاست گونڈوانہ کے مرکزی شہر چوڑھ گڑھ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا تھا۔

جب دو سواروں نے اس کا تعاقب کرنا چاہا تب کیدار سنگھ غصے میں بھڑک اٹھا۔ کہنے لگا۔

”اس وقت اس کا تعاقب کرنے کی ضرورت نہیں ہے .... یہ بھاگ کر کہاں جائے گا؟ .... اس کے باپ کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ پہلے آؤ مل کر بگھی کو اس دلدل سے نکالتے ہیں اس کے بعد شہر پہنچ کر سب سے پہلے اس آصف خان اور اس کے اہل خانہ کا خاتمہ کیا جائے گا۔“

کیدار سنگھ کے ان الفاظ کے جواب میں محافظ اپنے گھوڑوں سے اترے۔ ایک سائیس کی نشست پر بیٹھ گیا، باقی پہیوں پر زور لگاتے ہوئے بگھی کو دلدل سے نکالنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ دونوں راجکماریاں اب تک بڑے صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے بگھی کے اندر خاموش رہی تھیں۔ جب انہوں نے دیکھا باہر جھگڑا ہو رہا ہے تب

Marfat.com

رانی درگا وتی کی چھوٹی بہن کملا دیوی نے بگھی کا پردہ ہٹا کر باہر دیکھا اور غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"یہ کیا جھگڑا ہو رہا ہے؟ ...... بگھی اگر دلدل میں پھنس گئی ہے تو سب مل کر اس کو نکالو۔ آپس میں جھگڑا کیوں کرتے ہو؟"

کملا دیوی کو شاید ابھی تک یہ علم نہ ہوا تھا کہ عبداللہ خان کو قتل کیا جا چکا ہے اور اس کا بیٹا آصف خان دو محافظوں کا خاتمہ کر کے بھاگ چکا ہے۔ لہٰذا اس حادثے پر پردہ ڈالنے کے لئے کیدار سنگھ کہنے لگا۔

"راجکماری! آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بگھی دلدل میں پھنسی ہے لیکن ہم اس کو نکالنے لگے ہیں۔ اور بہت جلد شہر کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔"

کیدار سنگھ کے ان الفاظ پر شاید کملا دیوی مطمئن ہو گئی تھی۔ پردہ گرا کر وہ پھر بگھی کے اندر خاموش ہو رہی۔ کیدار سنگھ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر بگھی کو دلدل سے نکالا، اس کے بعد بگھی پھر پہلے کی طرح ریاست گونڈوانہ کے مرکزی شہر چوڑھ گڑھ کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔

●●●

دوسری طرف آصف خان اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا گونڈوانہ کے مرکزی شہر چوڑھ گڑھ کے ایک محلے میں داخل ہوا۔ ایک مکان پر دستک دی۔ دروازہ ایک بوڑھی خاتون نے کھولا۔ اس وقت تک آصف خان اپنے گھوڑے سے اتر کر گھوڑے کی باگ پکڑ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ جس وقت ڈھلی ہوئی اس خاتون نے دروازہ کھولا اُسے دیکھتے ہی بڑی رازداری میں آصف خان بول اٹھا۔

"اماں! اچھا ہوا دروازہ تم نے کھولا ہے۔ ہمارے ساتھ ایک حادثہ پیش آیا ہے۔ اور اس کی اطلاع میری بہنوں میں سے کسی کو نہیں ہونی چاہئے۔"

آصف خان کے ان الفاظ پر اس کی ماں پریشان اور فکر مند ہو گئی تھی۔ کچھ پوچھنا چاہتی تھی کہ مختصر الفاظ میں آصف خان نے وہیں کھڑے کھڑے تفصیل کہہ دی تھی۔

ساری تفصیل جان کر اس کی ماں پریشان اور فکر مند ہو گئی تھی۔ آصف خان نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"ماں! میں گھر میں داخل نہیں ہوں گا ...... اگر میں گھر میں داخل ہوا تو ساری

Marfat.com

بہنیں مجھ سے باپ سے متعلق پوچھیں گی اور مجھ سے طرح طرح کے سوال کریں گی۔ اور اگر میں نے سچائی سے کام لیتے ہوئے ان سے تفصیل کہہ دی تو ان کی جو حالت ہو گی میری ماں! وہ میرے لئے ناقابل برداشت ہو گی۔ میرا باپ مارا جا چکا ہے۔ کیدار سنگھ بگھی کو نکال کر شہر کا رخ کر رہا ہو گا اور یہاں پہنچ کر سب سے پہلے وہ میرے خلاف ہی حرکت میں آئے گا...... رانی کو بھی میرے خلاف بھڑکایا جائے گا اور ہر صورت میں میرا خاتمہ کر کے رہے گا۔

اماں! تم اندر جاؤ، میرے چھوٹے بھائی عادل خان کو باہر بھیجو، میں اسے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں...... مجھے امید ہے کہ ہم دونوں بھائیوں کی غیر موجودگی میں رانی یا کیدار سنگھ کے کارندے عورتیں سمجھ کر تم پر ہاتھ نہیں ڈالیں گے...... اپنے چھوٹے بھائی عادل خان کو میں اس لئے یہاں نہیں چھوڑنا چاہتا کہ کیدار سنگھ اس کے خلاف انتقامی کارروائی کرے گا...... اور اگر ایسا نہ بھی ہوا تو رانی درگا وتی سے کہہ کر ہم سے انتقام لینے کے لئے عادل خان کو زندان میں ڈلوا سکتا ہے۔ اور میں نہیں چاہتا کہ میرا چھوٹا اور معصوم بھائی اپنے بچپنے ہی میں زندان کی تلخیوں کا شکار ہو جائے۔ ماں! اندر جاؤ۔ جانے سے پہلے دروازہ بند کر دینا، علیحدگی میں لے جا کر عادل خان کو ساری صورت حال سے آگاہ کر دینا اور پھر اسے باہر بھیج دینا۔ میں اُسے لے کر یہاں سے سارنگ پور کے حکمران باز بہادر کا رخ کروں گا۔ وہ ہمارے باپ کا پرانا جاننے والا ہے اور اس کا باپ بھی ہمارے باپ کا بڑا مربی تھا...... مجھے اُمید ہے ہم دونوں بھائیوں کو وہاں پناہ مل جائے گی۔ اور وہاں رہتے ہوئے میں اپنے کچھ جاننے والوں کے ذریعے تم لوگوں کے حالات بھی معلوم کرتا رہوں گا۔ اس سلسلے میں، میں اپنے کچھ ملنے والوں سے پہلے ہی ملاقات کر کے آ رہا ہوں۔"

ساری صورت حال جاننے کے بعد آصف خان کی ماں نے اپنے آپ کو کسی قدر سنبھالا پھر بڑی جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"تم نے اچھا کیا اپنے باپ کے قاتلوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ یہیں رُکو، میں عادل خان کو باہر بھیجتی ہوں...... ساتھ ہی کچھ نقدی اور چرمی چادریں بھی بھیجتی ہوں۔ اور تمہارے اور اس کے کپڑے بھی چمڑے کی خرجینوں میں ڈال کر بھجواتی ہوں۔ بیٹے! اب یہاں زیادہ دیر نہ رکنا، چھوٹے بھائی کو لے کر فی الفور مالوہ نکل جانا...... اس

Marfat.com

لئے کہ کیدار سنگھ تم دونوں کے در پے ضرور ہو گا۔

اس کے ساتھ ہی آصف خان کی ماں نے دروازہ بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ پھر کھلا۔ اس بار آصف خان کی ماں کے ساتھ اُس کا چھوٹا بھائی عادل خان بھی تھا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں دونوں بھائیوں نے کوئی اشارہ کیا، پھر عادل خان نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی زین کے ساتھ چمڑے کی دو خرجینیں باندھ دی تھیں۔ ہاتھ میں اُس نے دو چادریں پکڑی ہوئی تھیں۔ چمڑے کی ایک چادر اُس نے اپنے بھائی کو تھما دی، ایک خود اپنے اوپر لے لی .... بارش اب بھی ہلکی ہلکی جاری تھی۔ اس کے بعد جب آصف خان نے اشارہ کیا تو عادل خان نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ آصف خان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور اسے اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ اس کے ساتھ ہی دونوں بھائیوں نے ہاتھ ہلا کر اپنی ماں کو الوداع کہا۔

سورج اب دُور مغرب میں غروب ہو گیا تھا۔ فضاؤں کے اندر تاریکی پھیلنے لگی تھی۔ گھوڑے کا رُخ موڑ کر آصف خان نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اُسے ایک سمت سرپٹ دوڑا دیا تھا........

جب تک ان کی ماں کو ان کا گھوڑا دکھائی دیتا رہا وہ دروازے پر کھڑی رہی۔ اور جب دونوں بھائی اُس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو اس نے گھر کا دروازہ بند کر لیا تھا۔ جبکہ آصف خان اپنے چھوٹے بھائی عادل خان کے ساتھ ریاست گونڈوانہ کے مرکزی شہر چوڑھ گڑھ سے نکلا اور گمنام راستوں سے ہوتا ہوا وہ لمحہ بہ لمحہ گہری ہوتی تاریکی میں سارنگ پور کا رُخ کر رہا تھا۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

جس وقت ریاست گونڈوانہ میں یہ المناک حادثہ پیش آیا انہی دنوں دہلی میں بھی ایک بہت بڑا حادثہ پیش آیا۔

ہوا یوں کہ ساتویں ربیع الاول 963ھ کو ہندوستان کا شہنشاہ ہمایوں اپنے کتب خانے میں بیٹھ کر مطالعہ کر رہا تھا۔ یہ کتب خانہ دوسری منزل پر تھا۔ مطالعہ کرنے کے بعد شام کے وقت ہمایوں نیچے اترنے لگا۔ ابھی اُس نے ایک ہی زینہ طے کیا تھا کہ اس کے کان میں اذان کی آواز سنائی دی۔ اِس لئے کہ مغرب کا وقت ہو چکا تھا اور مؤذن نے مغرب کی اذان دینی شروع کی تھی۔

اذان کی آواز سنتے ہی ہمایوں اذان کے احترام میں دوسرے زینے پر بیٹھ گیا۔ اذان ختم ہونے کے بعد لاٹھی کے سہارے اپنی جگہ سے اٹھا لیکن قضائے الٰہی سے لاٹھی ڈگمگا کر ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ اس طرح بادشاہ زینے سے نیچے گر پڑا۔

یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے خدام بدحواس ہو کر بادشاہ کی طرف لپکے لیکن بادشاہ پر غشی کا عالم طاری ہو چکا تھا۔ خدام اسے اسی حالت میں محل سرا میں لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد اس کی طبیعت سنبھلی، کچھ باتیں بھی کیں۔ شاہی طبیبوں نے علاج شروع کیا۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس کے بعد گیارہویں ربیع الاول 963ھ کو غروبِ آفتاب کے وقت بادشاہ نے رحلت کی۔ ہمایون کی وفات کا تاریخی مصرعہ کچھ اس طرح رقم کیا گیا۔

"ہمایوں بادشاہ ازبام افتاد"

ہمایوں کی رحلت کے بعد اُسے نئی دہلی میں دریائے جمنا کے کنارے دفن کیا گیا۔ ہمایوں فطری طور پر بہادر تھا۔ سخاوت اور مروت اس کی سرشت میں داخل تھی۔ علمِ ریاضی میں دسترس حاصل تھی۔ بادشاہ عالموں اور فاضلوں کی صحبت کو ہمیشہ پسند کرتا تھا۔

Marfat.com

اس کی مجلس میں علمی مذاکرے اکثر ہوتے رہتے تھے۔

اس کے علاوہ ہمایوں ہمیشہ باوضو رہتا تھا اور بلا وضو اس نے کبھی خدا کا نام نہیں لیا تھا۔

ایک دن ہمایوں نے اپنے ایک مصاحب کو عبدل کہہ کر پکارا۔ حالانکہ اس کا پورا نام میر عبدالحیٔ تھا۔ میر عبدالحیٔ کو جب ہمایوں نے عبدل کہہ کر پکارا تو میر عبدالحیٔ نے اسے بڑا محسوس کیا اس لئے کہ اس سے پہلے ہمایوں نے کبھی اس طرح اسے نہ پکارا تھا۔ ہمایوں کو بھی احساس ہوگیا کہ اس کے اس طرح پکارنے سے میر عبدالحیٔ نے محسوس کیا ہے۔ اس کے بعد ہمایوں نے وضو کیا، میر عبدالحیٔ کو بلایا اور معذرت طلب انداز میں اسے مخاطب کر کے کہا۔

''جس وقت میں نے تمہیں مخاطب کیا اس وقت میں باوضو نہ تھا اور چونکہ الحیٔ نام اللہ تعالیٰ کا ہے اس لئے میں تمہیں تمہارے پورے نام سے نہ پکار سکا صرف عبدل کہہ کر پکارا۔''

اس پر میر عبدالحیٔ نے بے پناہ خوشی اور طمانیت کا اظہار کیا۔

ہمایوں کا قد درمیانہ، رنگ گندمی تھا۔

جس وقت ہمایوں نے انتقال کیا اس وقت اس کا اکلوتا بیٹا اکبر اپنے اتالیق بیرم خان کے ساتھ پنجاب کے ایک مقام کلانور کے پاس قیام کئے ہوئے تھا۔ جس وقت ہمایوں سیڑھیوں سے گرا تو سلطنت کے اراکین اور سالاروں نے ایک امیر جس کا نام شیخ جولی تھا اسے قاصد بنا کر ہمایوں کے سیڑھیوں سے گرنے کی اطلاع دینے کے لئے اکبر اور بیرم خان کی طرف پنجاب کے مقام کلانور کی طرف روانہ کیا۔

بیرم خان جہاں ہمایوں کا وزیر تھا وہاں وہ اکبر کا اتالیق بھی تھا۔

شیخ جولی نے کلانور کے مقام پر اکبر اور بیرم خان سے ملاقات کی اور سیڑھیوں سے گر کر ہمایوں کے زخمی ہونے کی اطلاع دی۔ ابھی شیخ جولی وہاں پہنچا ہی تھا کہ اس کے بعد ایک اور قاصد وہاں پہنچا اور اس نے اکبر اور بیرم خان دونوں کو ہمایوں کی وفات کی اطلاع دی۔

ہندوستان کے حالات ان دنوں بڑے دگرگوں تھے۔ ہمایوں کی وفات کی اطلاع ملتے ہی بیرم خان اور دوسرے سالاروں اور امیروں نے اتفاقِ رائے سے کلانور ہی کے

Marfat.com

مقام پر دوسری ربیع الثانی 963ھ کو اکبر کو تخت پر بٹھایا، اُسے ہندوستان کا شہنشاہ تسلیم کیا۔ اکبر کی عمر اس وقت صرف تیرہ برس کی تھی۔

اکبر جس نے آنے والے دور میں مغلِ اعظم، مہابلی، اکبرِ اعظم اور شہنشاہِ معظم کہلانا تھا وہ ان دنوں پیدا ہوا جس وقت اس کا باپ اور ہندوستان کا شہنشاہ ہمایوں صحراؤں کی خاک چھان رہا تھا۔ ہمایوں کی شادی پٹ کے مقام پر تینتیس سال کی عمر میں چودہ سالہ حمیدہ بانو کے ساتھ ہوئی تھی۔ حمیدہ بانو ہمایوں کے سوتیلے بھائی ہندال مرزا کے استاد اکبر جامی کی بیٹی تھی۔

شادی کے کچھ عرصہ بعد جب ہمایوں کھویا ہوا اقتدار حاصل کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھا تو اس کے لشکر کے سالار نے اُسے خبر دی کہ اس کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔

اکبر کی پیدائش 23 نومبر 1542ء کو ہوئی۔ ہمایوں اپنے اس بچے کی پیدائش پر بے حد خوش تھا۔ چونکہ اکبر چاند کی چودھویں رات کو پیدا ہوا تھا لہٰذا ہمایوں نے اس کا نام بدرالدین رکھا تھا۔

جس وقت اکبر پیدا ہوا اس وقت اُن کے باپ ہمایوں کے حالات بڑے ابتر تھے اور وہ انتہائی ناسازگار حالات میں شیر شاہ سوری سے شکست کھانے کے بعد اِدھر اُدھر بھٹکتا پھر رہا تھا۔

جس وقت اکبر پیدا ہوا ان دنوں ہمایوں کے پاس اپنی جدوجہد جاری رکھنے کے لئے بھی رقم نہ تھی۔ چنانچہ جب اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو اس نے بیٹے کی پیدائش کی خوشی میں خوشبو کا ایک نافہ منگوا کر توڑا اور اُسے اپنے امراء اور سالاروں میں تقسیم کیا۔ ساتھ ہی انہیں مخاطب کر کے اپنی مجبوری اور بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"اس وقت اپنے بیٹے کی خوشی کا اظہار کرنے کے لئے میرے پاس یہی کچھ ہے۔ تاہم مجھے امید ہے اور میں توقع رکھتا ہوں کہ ایک دن میرا بیٹا اپنے کارناموں سے دنیا کو اس طرح معطر کر دے گا جیسے نافہ کی خوشبو نے محفل کو معطر کر دیا ہے۔"

ابھی اکبر کی عمر صرف ایک سال تھی کہ ہمایوں کو سندھ سے قندھار جانا پڑا۔ اس وقت قندھار پر ہمایوں کے بھائی کامران مرزا کی نگرانی تھی۔ نظم و نسق اس کے دوسرے بھائی عسکری کے ہاتھ میں تھا۔

جونہی عسکری کو ہمایوں کے آنے کی اطلاع ملی، اس نے ہمایوں پر حملہ کر دیا جس

Marfat.com

کے نتیجے میں ہمایوں کو ایک بار پھر اپنی بیوی حمیدہ بانو اور چند جانثاروں کے ساتھ فرار ہونا پڑا اور اس فرار اور افراتفری میں اکبر اپنے ماں باپ سے بچھڑ کر اپنے چچا عسکری کے ہاتھ لگ گیا۔

عسکری نے اکبر کو اپنی بیوی کے سپرد کر دیا اور اس نے اُس کی پرورش شروع کر دی۔ اس طرح اکبر کی پرورش اپنے چچا کے گھر میں ہونے لگی۔

کچھ عرصہ بعد اس کی پرورش کی ذمہ داری اس کی پھوپھی خانزادہ بیگم نے اپنے ذمے لے لی۔

آخر 1545ء میں ہمایوں نے کابل فتح کیا تو اکبر بھی وہاں پروان چڑھ رہا تھا۔ اکبر بچپن سے ہی بے حد ذہین ثابت ہوا تھا۔ جس وقت وہ اپنے والدین سے بچھڑا اس وقت اس کی عمر صرف ایک سال تھی لیکن جب مزید دو سال بعد ہمایوں کابل میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوا تو اکبر نے فوراً اپنے والدین کو پہچان لیا تھا۔

اکبر جس کا اصل نام بدرالدین تھا، شروع ہی سے کھلنڈرا شہزادہ واقع ہوا تھا۔ حصول تعلیم میں اُسے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ بچپن ہی سے اُسے دو ہی شوق تھے۔ شکار کھیلنا اور کبوتر پالنا۔ اُس نے مختلف جانوروں کے علاوہ تقریباً بیس ہزار کبوتر پال رکھے تھے۔ لطف یہ ہے کہ دس سال کی عمر تک اکبر اپنے دستخط تک نہیں کر سکتا تھا۔

جس وقت ہمایوں فوت ہوا اور کلانور کے مقام پر اکبر کے اتالیق بیرم خان اور دوسرے سالاروں نے اکبر کی تخت نشینی کا اہتمام کیا اس وقت حالات یکسر اکبر کے خلاف تھے۔ صرف ایک بیرم خان تھا جس پر اکبر برے سے برے حالات میں بھی اعتماد اور بھروسہ کر سکتا تھا اور یہ بیرم خان جہاں ہمایوں کا وزیر رہا تھا وہاں۔ اکبر کا اتالیق بھی تھا۔

جہاں تک بیرم خان کا تعلق تھا تو بیرم خان بدخشاں کا رہنے والا تھا۔ اس نے ہمایوں کے دور میں نہایت وفاداری سے ہمایوں کا ساتھ دیا تھا۔ اُس نے اپنی صلاحیتوں اور دیانت داری کے بل پر جو مقام حاصل کیا وہ تاریخ میں بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا۔

پانی پت کی دوسری جنگ کے بعد ہی برصغیر میں مغل سلطنت کا حقیقی آغاز ہوا تھا اور اسے وسعت حاصل ہونا شروع ہوئی تھی۔ جونہی قدرے سکون کا احساس ہوا، محلاتی سازشوں، امراء کے درمیان چپقلش اور رقابت اور حرم کی عورتوں کی طرف سے لگائی

Marfat.com

بھائی کا آغاز ہو گیا تھا۔

اکبر کی تخت نشینی کے وقت گو برصغیر میں سوری خاندان زوال پذیر تھا لیکن جب ہمایوں کی موت کی خبر پھیلی تو پورے ہندوستان میں ایک طرح سے بغاوتوں کا اندیشہ اٹھ کھڑا ہوا۔ گو اکبر بہت ذہین تھا لیکن تیرہ سال کی عمر حکومت کرنے کے لئے بہر حال بہت کم تھی۔ علاوہ ازیں برصغیر مین مغلوں کے خلاف بغاوتوں کا مقابلہ کرنا ایک کم سن لڑکے کے بس کا روگ نہ تھا۔ چنانچہ بیرم خان پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی کہ جس وقت اکبر کو اپنے باپ ہمایوں کی موت کی اطلاع کلانور میں ملی اس وقت ہی اکبر نے بیرم خان سے کہہ دیا تھا کہ وہ حالات کو اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کرے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس وقت اگر کوئی مغل سلطنت کو بچا سکتا تھا تو وہ بیرم خان تھا۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں:

> ''اکبر کو بیرم خان سے زیادہ قابل استاد، بہادر جرنیل اور بہترین منتظم میسر نہ آ سکتا تھا۔ بلاشبہ یہ اکبر کی خوش قسمتی تھی کہ بیرم خان ہی تھا جس نے مغل حکومت کو قدم قدم پر بچایا اور اس کی بے لوث خدمت اس وقت تک کی جب تک اکبر جوان ہو کر تمام اختیارات خود سنبھالنے کے قابل نہ ہو گیا تھا۔''

ہمایوں کے بعد لاتعداد مشکلات اکبرؒ کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ بہت سے امراء نے اکبر کی حکومت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ ہمایوں کے ایک درباری ابوالمعالی نے سب سے پہلے اکبر کی حکومت کو نہ صرف تسلیم کرنے بلکہ اس کے دربار میں حاضر ہونے سے صاف انکار کر دیا۔ اور جب اس شخص کو حاضری دینے پہ مجبور کیا گیا تو اس نے روپوشی اختیار کر لی۔

اس کے علاوہ ہندوستان میں دو بڑی قوتیں تھیں جو مغلوں کی سلطنت کے درپے تھیں اور اس کے خاتمے کے لئے جدوجہد میں لگ گئی تھیں۔

پہلی طاقت شیر شاہ سوری کی نسل کے تین افراد تھے جو دلی کے تخت پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔

ان میں پہلا محمد عادل شاہ تھا جو تقریباً ایک سال تک دلی کے تخت پر قابض بھی رہ چکا تھا۔ دوسرا ابراہیم جس نے 1553ء میں عادل شاہ کو تخت سے معزول کر دیا تھا۔

Marfat.com

تیسرا اسکندر شاہ جس نے 1554ء میں ابراہیم کو معزول کیا جسے 1555ء میں ہمایوں نے سرہند کے مقام پر شکست دے کر دلی سے آگرہ کی طرف دھکیل دیا تھا۔

ان کے علاوہ ہندوستان میں مختلف راجپوت راجاؤں کی قوت تھی جو اکبر کے خلاف منظم ہونا شروع ہو گئی تھی۔

تخت نشین ہونے کے بعد اکبر کے لئے سب سے بڑا خطرہ سوری خاندان سے تھا۔ دراصل شیر شاہ سوری کی وفات کے بعد اس کے دو لڑکے عادل خان اور جلال خان بقید حیات تھے۔ شیر شاہ کا سب سے بڑا لڑکا عبدالرشید شیر شاہ کی زندگی ہی میں مالوہ کے مقام پر 1539ء میں ہمایوں کا مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا تھا۔ شیر شاہ کی وفات کے بعد اس کے قریب ترین اور مخلص امراء تخت نشینی کے لئے کسی قسم کی کشمکش سے بچنے کے لئے تاخیر سے گریز کرنا چاہتے تھے۔

شیر شاہ سوری کو اپنی زندگی میں سب سے زیادہ اعتماد اپنے بیٹے قطب خان پر تھا لیکن وہ بھی مغلوں کے خلاف ایک جنگ میں مارا جا چکا تھا۔ جہاں تک زندہ بچنے والے بیٹوں میں عادل خان اور جلال خان کا تعلق تھا تو جلال خان کو تاریخ کے اوراق میں زیادہ تر اسلام شاہ کے نام سے پکارا گیا۔

عادل خان اور اسلام خان دونوں کچھ زیادہ ذہین اور معاملہ فہم واقع نہ ہوئے تھے۔ شیر شاہ نے اپنی زندگی ہی میں ان دونوں کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا۔

> ''عادل خان تن آسان، عشرت پسند ہے لہٰذا وہ سلطنت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کا اہل نہیں۔ اور جلال خان یعنی اسلام شاہ میں سخت گیری، غرور اور تکبر ہے جسے افغان سردار یقیناً پسند نہ کریں گے۔ کیونکہ وہ خود مغرور واقع ہوئے ہیں۔''

شیر شاہ کے اس اظہارِ خیال ہی سے بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے دونوں بیٹوں میں سے کسی ایک کو بھی حکومت کی ذمہ داریاں سونپنے کے لئے تیار نہ تھا۔

ممکن ہے شیر شاہ سوری کوئی متبادل راستہ اختیار کرتا لیکن اس کی اچانک موت نے اسے کوئی فیصلہ کرنے کی مہلت نہ دی۔

شیر شاہ سوری اپنے دوسرے بیٹے عادل خان کے لڑکے محمود خان کو اپنے بیٹوں کے

Marfat.com

مقابلے میں حکومت کے لئے زیادہ اہل سمجھتا تھا۔ بہرحال شیر شاہ سوری کی وفات کے بعد پچیس مئی 1541ء کو افغان امراء نے پٹنہ سے جلال خان یعنی اسلام خان کو بلا بھیجا اور کالنجر میں اس کو تخت نشین کر دیا تھا۔ تخت نشینی کے بعد جلال خان نے اسلام شاہ کا لقب اختیار کر لیا تھا۔

ان دنوں شیر شاہ سوری کا دوسرا بیٹا عادل خان دیوا میں مقیم تھا۔ تخت نشین ہوتے ہی اسلام شاہ نے اپنے بڑے بھائی عادل خان کو ایک تحریری پیغام بھیجا اور اس کے حق میں تخت سے دستبردار ہونے کا وعدہ کرتے ہوئے فوری طور پر آگرہ پہنچنے کے لئے کہا۔

لیکن عادل خان اُپنے بھائی کے ارادوں کو مشکوک نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اُس نے اسلام شاہ سے چار نمایاں امراء کی ضمانت اور تحفظ کی درخواست کی۔

اسلام شاہ نے اس کی یہ درخواست قبول کر لی۔ یوں عادل خان اپنے بھائی سے ملاقات کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ دونوں بھائیوں کی ملاقات فتح پور سیکری میں ہوئی جہاں سے وہ آگرہ روانہ ہو گئے۔ لیکن وہاں بھی عادل خان نے محسوس کیا کہ اسلام شاہ کا رویہ غیر مخلصانہ اور خودغرضی پر مبنی تھا۔

گو عادل خان نے اسلام شاہ سے یہ وعدہ کر لیا تھا کہ اپنے بھائی کے ساتھ مکمل تعاون کرے گا لیکن اس کے باوجود اسلام شاہ کے ارادے مختلف نظر آتے تھے۔ انہی حالات کے پیش نظر عادل خان نے کوشش کی کہ جلد از جلد آگرہ سے لوٹ جائے۔

اس نے اسلام شاہ پر واضح کر دیا کہ وہ تخت کا امیدوار ہے نہ ہی کسی اعلیٰ عہدے کا لالچ رکھتا ہے۔ لہٰذا اسے کسی عام عہدے پر فائز کر دیا جائے۔ اس طرح وہ جانب داری اور خلوص کے ساتھ بھائی کی خدمت کرتا رہے گا۔

اسلام شاہ دراصل بھائی کو براہِ راست اپنی نگرانی میں رکھنا چاہتا تھا مگر اس موقع پر جن چار افغان امراء نے عادل خان کے تحفظ کی ضمانت دی تھی انہوں نے اسلام شاہ پر زور دیا کہ وہ اپنے وعدے پر قائم رہے اور ایسا کوئی قدم نہ اٹھائے جس کی وجہ سے نہ صرف تخت بلکہ چاروں امراء کے وقار پر بھی حرف آئے۔

چنانچہ اسلام شاہ نے اپنی خواہش کے برعکس عادل خان کو جانے کی اجازت دے دی۔ لہٰذا عادل خانہ بیانہ چلا گیا۔

اس جگہ کا انتخاب اس نے خود کیا تھا۔ لیکن اسلام شاہ اپنے ارادوں سے باز نہ آیا۔

Marfat.com

اس نے دو ماہ بعد ہی عادل خان کو گرفتار کر کے دربار میں پیش کیے جانے کی سازش کی۔ عادل خان کو اس سازش کا علم ہو گیا اور وہ بیانہ سے فرار ہو کر اپنے باپ شیر شاہ سوری کے ایک سالار خواص خان کے پاس سرہند میں پناہ گزین ہوا۔ خواص خان ہمیشہ ہی سے عادل خان کو پسند کرتا تھا، اب اُس نے کھلے بندوں عادل خان کی حمایت کر دی۔ خواص خان اور عادل خان نے اس امید کے تحت کہ انہیں آگرہ پہنچ کر اسلام شاہ کے مخالفین کی حمایت حاصل ہو جائے گی، آگرہ کی طرف پیش قدمی کی۔ لیکن ناگزیر وجوہات کی بناء پر راستے میں تاخیر ہو گئی۔

دریں اثناء اسلام شاہ کو بھی اس بات کا علم ہو گیا۔ چنانچہ وہ ان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا۔ آگرہ سے تقریباً دس میل پر ان کی مڈبھیڑ ہوئی۔ اسلام شاہ کو فتح ہوئی۔ عادل خان تن تنہا فرار ہو کر پٹنہ کی طرف بھاگا اور غائب ہو گیا۔

جہاں تک شیر شاہ سوری کے سالار خواص خان کا تعلق ہے تو خواص خان میوات کی طرف نکل گیا۔ لیکن اسلام شاہ کی فوج نے اس کا تعاقب کیا اور فیروز پور کے مقام پر شکست دی۔ اس کے بعد خواص خان دوبارہ اپنے علاقے سرہند کی طرف چلا گیا۔

دوسری طرف آگرہ پہنچ کر اسلام شاہ نے چالیس ہزار گھڑ سواروں کا ایک لشکر خواص خان کے خلاف روانہ کیا۔ آخر خواص خان کو کٹھر سے ہوتے ہوئے کماؤں کی پہاڑیوں میں پناہ گزین ہونا پڑا۔

اب اسلام شاہ اپنے ہر وزیر اور امیر کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھنے لگا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ شاید بیشتر امراء عادل خان کو اُکسا کر اُسے تخت سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ انہی شکوک کے تحت اسلام شاہ نے کچھ امیروں کو ان کی جاگیروں سے محروم اور عہدوں سے علیحدہ کر کے زندان میں ٹھونس دیا۔ کچھ لوگوں کو گوالیار میں نظر بند کر دیا اور کچھ کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

گوالیار کے بہت سے امراء کو خشخاش سے ایک خاص قسم کی دوا بنا کر پلائی جس کے باعث یہ امراء چند ماہ میں انتہائی ناتواں ہو گئے اور ان کے دماغ ماؤف ہو گئے۔ اسلام شاہ نے ان پرانے امراء کی جگہ نئے امراء کو مقرر کیا اور یہ وہ افسر تھے جنہیں اسلام شاہ نے تخت نشینی سے قبل تحائف اور عہدے دیئے تھے۔

Marfat.com

اسلام شاہ کے ان اقدامات کا نتیجہ یہ نکلا کہ رہے سہے امیر اور سالار بھی اس کے خلاف ہو گئے۔ خصوصیت کے ساتھ نیازی قبائل میں فتنہ فساد پیدا ہو گیا۔ نیازیوں میں سب سے پہلے ایک شخص سعید خان نے اپنے بھائی اور لاہور کے حاکم ہیبت خان نیازی کو اسلام شاہ کے خلاف بغاوت اور سرکشی کرنے پر اُکسانا شروع کیا۔

ایک اور سالار قطب خان بھی ان کے ساتھ مل گیا۔ اسلام شاہ نے ہیبت خان نیازی سے قطب خان کی واپسی کا مطالبہ شروع کر دیا۔ مگر مسئلہ یہ تھا کہ مختلف قبائل کے افغان سردار ذاتی اختلافات کے باعث باہم اتحاد سے محروم تھے۔ آخر کار ہیبت خان نیازی نے قطب خان کو اسلام شاہ کے سپرد کر دیا۔ اُسے چودہ دیگر پرانے امراء کے ساتھ گوالیار میں قید کر دیا گیا۔ لیکن اب پنجاب میں اسلام شاہ کے خلاف بغاوت سر اٹھا چکی تھی۔ اسلام شاہ کو اس کا سد باب کرنا پڑا۔ دلی میں شجاعت خان بھی اسلام شاہ کے ساتھ ہو لیا۔ دریں اثناء باغی انبالہ کی طرف بڑھے جہاں اسلام شاہ اور باغی امراء آمنے سامنے ہوئے۔

اس ٹکراؤ سے صرف ایک روز پہلے شیر شاہ سوری کے نامور سالاروں میں سے ہیبت خان اور خواص خان نے یہ مشورہ کیا کہ اسلام شاہ کو اس جنگ میں شکست ہو گئی تو کون تخت نشین ہو گا۔ خواص خان نے عادل خان کے حق میں رائے دی کہ وہ اس کو سوری خاندان کا جائز حکمران اور شیر شاہ کا جانشین تصور کرتا ہے۔

جبکہ ہیبت خان کا موقف یہ تھا کہ جو شخص بھی تلوار کا دھنی ثابت ہو اسے تخت پر رہنا چاہئے۔

دوسرے دن جب جنگ کا آغاز ہوا، خواص خان نے ہیبت خان نیازی کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا اور اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ کماؤں کی طرف لوٹ گیا۔

اس مقابلے میں نیازیوں کو اسلام شاہ کے مقابلے میں شکست ہوئی اور وہ فرار ہوتے وقت بھی اس کوشش میں رہے کہ کسی نہ کسی طرح اسلام شاہ کو قتل کر دیا جائے۔

لیکن ان کو کامیابی نہ ہوئی۔ اسلام شاہ نے نیازیوں کا تعاقب بڑی دور تک کیا۔ آخر کار وہ آگرہ واپس آ گیا۔ اسلام شاہ کے لشکر میں سے کچھ حصے نیازیوں کے تعاقب میں رہے جنہوں نے دریائے سندھ کے قریب ڈنکوت کے مقام پر نیازیوں کو ایک بار پھر شکست دی۔ جس پر نیازی، گکھڑوں کے پاس پناہ گزین ہوئے اور بعد ازاں کشمیر کی

Marfat.com

طرف نکل گئے۔

اسلام شاہ نے خواص خان کی گرفتاری کے سلسلے میں کماؤں کے راجہ پر خاصا دباؤ ڈالا لیکن ناکامی کے باعث براہِ راست خواص خان سے تعلق پیدا کیا۔ اسلام شاہ نے خواص کو یقین دلایا کہ اگر وہ دربار میں حاضر ہو جائے تو اس کے تمام قصور معاف کر دیئے جائیں گے۔

خواص خان شیر شاہ سوری کے دور کا ایک نامور، انتہائی متقی اور انتہائی راست باز سالار تھا۔ اسلام شاہ نے خواص خان سے یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ آتے ہی میواڑ کے رانا کے خلاف مہم پر روانہ ہو جائے۔ کیونکہ رانا نے نہ صرف شاہی علاقوں میں لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا ہے بلکہ مسلمانوں کی عورتوں کو بھی اغوا کیا جا رہا ہے۔

اسلام شاہ اپنی ذات میں ایک کینہ پرور شخص تھا۔ اس نے ایک طرف تو خواص خان کو یہ پیغام بھیجا اور دوسری طرف سانبھل کے اپنے حاکم کو حکم دیا کہ جونہی خواص خان اس کے علاقے میں داخل ہو اس پر حملہ کر کے اسے فوراً موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

گو خواص خان کے میزبان اور کماؤں کے راجہ نے خواص خان کو متنبہ کیا تھا کہ وہ اسلام شاہ پر یقین نہ کرے لیکن خواص خان نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جونہی خواص خان سانبھل سے صرف چھ میل دور سرسی کے مقام پر پہنچا، سانبھل کا حاکم اس پر حملہ آور ہوا اور اس کے خیمے میں اسے قتل کر دیا۔

خواص خان کا سر ایک نیزے پر رکھ کر اس کے تمام جسم میں کانٹے چبھو کر اسلام شاہ کے حوالے کر دیا گیا۔ اس طرح 1546ء میں اسلام شاہ ایک انتہائی مخلص، دیانت دار، قابل اعتماد اور بہادر امیر اور سپہ سالار سے محروم ہو گیا۔

اسلام شاہ اب اس تاک میں تھا کہ جیسے بھی ہو شیر شاہ سوری کے پرانے ساتھیوں کو قتل کر دے۔ حالانکہ ان لوگوں نے نہ صرف اس کے باپ شیر شاہ کی گراں قدر خدمات سرانجام دی تھیں بلکہ اسلام شاہ کی بھی اتنی ہی خدمت کی تھی۔ اسلام شاہ نے مالوہ کے شجاعت خان کو موت کے گھاٹ اتارنے کا کام ایک افغان کے سپرد کیا۔ ایسا ہی ہوا اور شجاعت خان شدید زخمی ہوا۔

- اسلام شاہ نے خود اس کی عیادت کی اور اس واقعہ پر اظہارِ تشویش کیا۔ جونہی

Marfat.com

شجاعت خان کے زخم بھر گئے تو وہ بلا اجازت مالوہ چلا گیا۔ کیونکہ اسے اصلیت اور اسلام شاہ کی ریاکاری کا علم ہو چکا تھا۔

اسلام شاہ نے اس کا تعاقب کیا۔ حالانکہ شجاعت خان کے ہاتھوں اسلام شاہ کی شکست یقینی تھی لیکن شجاعت خان نے اپنے حکمران پر حملہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور خود بنسواڑہ کے دشوار گزار راستوں پر چل دیا۔

اسلام شاہ نے اسے مالوہ کی حکومت سے معزول کرنے کے بعد پنجاب کی طرف توجہ دی جہاں اب تک نیازی قبائل باغیانہ سرگرمی میں مصروف تھے۔ باغیوں نے دوبارہ بغاوت کر کے ڈنگوٹ میں حکومت قائم کر لی تھی لیکن انہیں اسلام شاہ نے ایک بار پھر شکست دی اور اس شکست کے نتیجے میں ہیبت خان کی ماں اور لڑکیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ بچے کھچے نیازیوں نے دوبارہ گکھڑوں کے پاس پناہ لی۔ اسلام شاہ بھی گزشتہ دو سال سے گکھڑوں کو مطیع کرنے کے لئے جتن کر رہا تھا۔

دریں اثناء اسلام شاہ کو قتل کرنے کی سازش بھی کی گئی۔ ایک بار ایک حملہ آور کو گرفتار کر کے موقع پر ہلاک کر دیا گیا۔ لیکن اس کے قبضے سے جو تلوار برآمد ہوئی وہ پیادہ لشکر کے ایک سالار اقبال خان کی تھی اور یہ تلوار خود اسلام شاہ نے ایک موقع پر اقبال خان کی خدمات کے صلے میں اُس کو دی تھی۔ تاہم اس سازش میں اقبال خان کی شرکت ثابت نہ ہو سکی۔ اس کی جان بخشی کر دی گئی لیکن اس کا عہدہ کم کر دیا گیا۔

اس طرح ایک بار اسلام شاہ کو اپنے خلاف ایک سازش کا علم ہوا کہ اس کا چچا زاد اور برادرِ نسبتی مبارز خان اسے تخت سے ہٹانا چاہتا تھا۔ لیکن اسلام شاہ کے لئے مشکل یہ تھی کہ مبارز خان کو اسلام شاہ قتل نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس کی بیوی اور مبارز خان کی بہن اس کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی تھی۔ چنانچہ اسلام شاہ نے یہ ظاہر کیا کہ اسے اس سازش کا علم ہی نہیں۔ البتہ اس نے اپنے حفاظتی اقدام سخت کرنے پر قناعت کر لی تھی۔

دوسری طرف انہی دنوں نیازیوں نے محسوس کیا کہ گکھڑ زیادہ دیر تک انہیں پناہ نہیں دے سکتے۔ لہٰذا وہ کشمیر کی طرف نکل گئے۔ وہاں یہ لوگ کشمیر کے فاتح اور حکمران مرزا حیدر اور چک قبیلہ کے تنازعہ میں ملوث ہوئے۔ چک قبیلے نے بعد ازاں ہیبت خان نیازی پر حملہ کیا اور فتح یاب ہوا۔ گو نیازیوں نے بڑی بہادری سے ان کا مقابلہ کیا لیکن فتح یاب نہ ہو سکے۔

98285

Marfat.com

ہیبت خان نیازی کی بیوی رابعہ مردوں کی طرح دشمنوں کے خلاف نبرد آزما رہی۔ خود بھی میدانِ جنگ میں جنگ کے دوران ماری گئی۔

جن دنوں یہ واقعات رونما ہو رہے تھے انہیں دنوں اسلام شاہ دریائے چناب کے قریب خیمہ زن تھا۔ اب اُسے اپنے بہت سے پرانے دشمنوں سے نجات مل چکی تھی۔ لہٰذا اس نے ایک نیا کھیلنے کی کوشش کی۔ اس نے ہمایوں کے مفرور بھائی کامران مرزا سے اپنے دربار میں ملاقات کی مگر کامران مرزا کے ساتھ انتہائی توہین آمیز سلوک کیا اور اس پر طنز کیے گئے۔ کامران مرزا افغانوں کی زبان سے ناواقف تھا لیکن اس نے ان کے اندازِ تخاطب سے محسوس کیا کہ اس کی توہین کی جا رہی ہے۔

اس نے بادشاہ کے بارے میں کچھ فارسی اشعار پڑھے۔ چنانچہ اُسے اسی وقت گرفتار کر لیا۔ بعد ازاں وہ فرار ہو کر گکھڑوں کے سلطان اعظم کے پاس پناہ لینے میں کامیاب ہو گیا۔ سلطان اعظم نے جان بخشی کا وعدہ کر کے اسے پھر ہمایوں کے سپرد کر دیا تھا۔

ادھر اسلام شاہ اپنے پرانے سالاروں کو ختم کر رہا تھا۔ دوسری طرف اکبر کا باپ ہمایوں جسے شیر شاہ سوری نے ہندوستان سے نکال کر ایران جانے پر مجبور کر دیا تھا وہ پھر ہندوستان کی طرف لوٹ رہا تھا اور سخت علالت کے باوجود دریائے سندھ عبور کر کے لاہور کی طرف پیش قدمی شروع کر چکا تھا۔ لیکن جب اسلام شاہ لاہور پہنچا تو علم ہوا کہ ہمایوں کابل چلا گیا تھا۔

اسلام شاہ خود بھی گوالیار چلا گیا تاکہ کچھ دن آرام کر سکے۔ گوالیار میں اس کا تمام وقت لہو ولعب میں گزرتا۔ اس دوران وہ اپنے امراء کو یہ کہہ کر مسلسل پریشان کرتا کہ وہ اس کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں اور اسے موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے ہیں۔ لیکن قسمت اسے بچاتی رہی ہے۔

اس بہانے اس نے کچھ مزید امراء کو موت کے گھاٹ اتروا دیا اور کچھ کو زندان میں ڈال دیا۔ اسلام شاہ نے اپنی بیوی پر بھی دباؤ ڈالنا شروع کر دیا کہ وہ اپنے بھائی مبارز خان کے ساتھ سازش میں شریک ان تمام لوگوں کو ملازمت سے ہٹا دے جو اسلام شاہ کے محل میں موجود تھے۔ کیونکہ سازش کی کامیابی کی صورت میں ان کے بیٹے کی تخت نشینی میں پیچیدگی پیدا ہونے کا امکان تھا۔ اس کی بیوی یہی کہہ کر ٹالتی رہی کہ اس کا بھائی

Marfat.com

مبارز خان صرف موسیقی اور عیش و عشرت کا دلدادہ ہے۔ لہٰذا اسلام شاہ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس دوران مبارز خان کے ساتھیوں نے شاہی دربار میں بیک وقت حاضر ہونے سے گریز شروع کر دیا تاکہ انہیں کسی سازش کے تحت قتل نہ کروا دیا جائے۔ اسلام شاہ کے لئے ان لوگوں کو الگ الگ قتل کرانا مشکل تھا کیونکہ ایک قتل کے بعد باقی لوگ بھی اس کے خلاف بغاوت کر سکتے تھے۔ اس دوران اسلام شاہ کی اپنی صحت بھی بہت گر چکی تھی لیکن وہ اپنی بیماری کو چھپانے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہا۔

اسلام شاہ نے جو اپنی بیماری کے ہاتھوں تنگ آ چکا تھا، اپنی بیوی سے آخری بار درخواست کی کہ وہ اپنے بھائی مبارز خان اور اس کے ساتھیوں کو الگ کر دے یا اسے قتل کرانے کی اجازت دے دے۔ لیکن اس کی بیوی نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ اسلام شاہ نے اپنا منہ دیوار کی طرف کیا اور دم دے دیا۔

اسلام شاہ نے اپنے مختصر سے دورِ حکومت میں شیر شاہ سوری کی تعمیر کردہ سراؤں میں اضافہ کیا۔ پہلے ہر دو کوس پر سرائے تھی مگر اسلام شاہ نے ہر ایک کوس پر مزید سرائے بنوائی۔ اس طرح ملک میں کل تین ہزار چار سو سرائیں قائم ہو گئیں۔ ہر سرائے میں ایک خیرات خانہ بھی قائم کیا گیا۔ اپنے باپ کی طرح اسلام شاہ نے بھی عوامی بہبود کے لئے کام کیے۔

ذہین طلباء کی زیادہ سے زیادہ حوصلہ افزائی کی اور مزید علماء کے وظائف مقرر کیے۔ اس نے شیر شاہ سوری کے بنائے ہوئے قوانین میں سے کچھ منسوخ کر دیئے، کچھ میں ترمیم کر دی۔ اُس نے جاگیرداری نظام ختم کر کے تمام سرکاری اہل کاروں کی تنخواہیں مقرر کر دیں جو سرکاری خزانہ سے ادا کی جاتی تھیں۔ اپنے باپ کی طرح اسلام شاہ نے بھی غیر مسلموں کے ساتھ عمدہ سلوک جاری رکھا۔ تاہم کسی جرم کی صورت میں سزاؤں کا معیار سبھی کے لئے یکساں تھا۔ ہر جمعہ کو دربارِ عام منعقد کرتا اور خود مقدموں کی سماعت کرتا۔ اس کے اس اقدام کی وجہ سے ماتحت عدالتیں بہت محتاط ہو گئیں۔

اس نے جاسوسی کے جال کو مزید مضبوط کیا۔ یوں اس کو اپنے دشمنوں کے بارے میں پل پل کی اطلاعات ملتی رہتی تھیں۔

Marfat.com

شیر شاہ سوری کا یہ بیٹا اسلام شاہ انتہائی جابر، کینہ پرور اور شکی مزاج تھا اور بے حد مغرور اور ضدی تھا۔

وہ ہر جمعہ کو کسی بلند مقام پر خیمہ نصب کرواتا اور تخت کے نزدیک اپنے جوتے اور ہتھیار رکھوا دیتا۔ اس کے بعد پانچ ہزاری سے بیس ہزاری تک منصب دار آتے اور اس کے جوتوں کے سامنے کورنش بجا لاتے۔ اسلام شاہ کا مقصد اتنا تھا کہ اس اقدام سے اپنی قوت کا سکہ جمائے رکھے۔ یہی وجوہات تھیں جن کی بناء پر اسلام شاہ نے اپنی راہ میں خود کانٹے بوئے اور لوگوں کی ہمدردیاں کھو دیں۔ اس لئے افغانوں میں بھی اتحاد قائم نہ رہ سکا جس کا منفی نتیجہ برآمد ہو کر رہا۔ اسلام شاہ نے پرانے اور بہت سے مخلص امراء کو زندان میں ڈالا اور کچھ کو ناحق موت کے گھاٹ اتار دیا اور تمام امراء بھی اس کے خلاف ہو گئے۔ اس کی عہد شکنیوں نے بھی عام اور خاص میں اس کی عزت کم کر دی تھی۔

اسلام شاہ نے اپنی زندگی ہی میں فیصلہ کر لیا تھا کہ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا فیروز خان تخت نشین ہوگا۔ لیکن سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ فیروز خان کم عمر تھا اور اسلام شاہ کے دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ عین ممکن تھا کہ فیروز کو حکومت کرنے کا موقع نہ دیا جاتا۔ پر اسلام شاہ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی بیوی سے بار بار کہا تھا کہ وہ اپنے بھائی مبارز خان کی حمایت نہ کرے اور اسے قتل کروا دے۔ کیونکہ وہ ان کے بیٹے کو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔ لیکن اسلام خان کی بیوی ہمیشہ اپنے بھائی کا ساتھ دیتی رہی۔

آخر کار اسلام شاہ کی آنکھیں بند ہوتے ہی وہ دن بھی آ گیا کہ اس کے خدشات درست ثابت ہوئے۔ اسلام شاہ کی وفات کے دن ہی بائیس نومبر 1554ء کو گوالیار میں اس کے بیٹے فیروز خان کو تخت نشین کر دیا گیا۔ اس وقت فیروز خان کی عمر صرف بارہ سال تھی۔ اسلام شاہ کے وزیر تاج خان کو فیروز خان کا اتالیق مقرر کیا گیا۔ یہ وہی تاج خان تھا جس نے خواص خان کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ بہت سے امراء تاج خان کے عروج سے حسد کرنے لگے تھے۔

اسلام شاہ کی وفات کے تقریباً ایک ماہ بعد نئے بادشاہ فیروز خان کا ماموں اور اسلام خان کی بیوی کا بھائی مبارز خان گوالیار پہنچا۔ مبارز خان کو عادل شاہ کے نام سے

Marfat.com

بھی پکارا جاتا تھا۔

اس کے ساتھ ایک خاصا بڑا لشکر تھا۔ اس نے اپنے بھانجے فیروز خان کو مبارک باد دینے کی غرض سے اس تک رسائی حاصل کی۔ ملاقات کے دوران مبارز خان نے فیروز خان کا سرتن سے جدا کر دیا۔ حالانکہ فیروز خان کی ماں نے دو بار اس کی جان بچائی تھی۔ اس مبارز خان یعنی عادل شاہ نے اپنی بہن کی منت سماجت کے باوجود بھانجے کو ہلاک کر دیا۔ بھانجے کو ہلاک کرنے کے سات دن بعد وہ تخت نشین ہوا اور مبارز خان کی جگہ اُس نے عادل شاہ یا محمد عادل کا لقب اختیار کر لیا۔

اسی عادل شاہ نے شیر شاہ سوری کے نامور سالار خواص خان کے چھوٹے بھائی شمشیر خان کو اپنا وزیر اور ایک نومسلم دولت خان کو نائب وزیر مقرر کیا۔ لیکن عادل شاہ کے اعتماد کا مرکز ایک چھوٹی ذات کا ہندو ہیمو تھا۔

یہ ہیمو، ریواڑی شہر کی گلیوں میں نمک بیچا کرتا تھا۔ بعد ازاں اسے منڈی میں اوزان کی نگرانی پر مقرر کر دیا گیا تھا۔ اس طرح وہ اسلام شاہ کی نظروں میں آ گیا۔ اسلام شاہ نے کچھ عرصہ بعد خفیہ امور کے سلسلے میں اُسے اپنے ساتھ منسلک کر لیا۔ اسلام شاہ کی وفات کے بعد عادل شاہ کے دربار کا اُسے اثر و رسوخ حاصل ہوتا رہا۔

گو ہیمو کو سپہ گری کا کوئی تجربہ نہ تھا۔ نہ ہی وہ ہندوؤں کی جنگ جو ذات سے تعلق رکھتا تھا لیکن اس میں انتظامی اور فوجی صلاحیتیں موجود تھیں۔

عادل شاہ نے تخت نشین ہونے کے بعد یہ محسوس کیا کہ بہت سے امراء اور عسکری سالار اس کے خلاف اس لئے ہو گئے تھے کہ اس نے اپنے بھانجے فیروز خان کے ساتھ انتہائی جابرانہ سلوک کیا تھا۔ لہٰذا عادل شاہ نے ان امیروں اور سالاروں کو مٹھی میں لینے کی غرض سے ان میں بھاری رقوم تقسیم کیں اور مختلف خطابات سے نوازتا رہا تھا تاکہ بغاوت کے آثار پیدا نہ ہوں۔ اس کے بعد وہ چنار روانہ ہوا جہاں شیر شاہ سوری کا کچھ خزانہ بھی تھا۔ اس دوران ایک شخص سلیم خان نے کم سن فیروز خان کے قتل کا انتقام لینے کی غرض سے بغاوت کی لیکن یہ کوشش ناکام ہو گئی اور سلیم خان بھاگ نکلا۔ عادل شاہ نے چنار کو اپنی رہائش اور اپنا دارالحکومت مقرر کیا۔

اس عادل شاہ کی دوستی زیادہ تر ایسے لوگوں کے ساتھ تھی جو عشرت پسند اور غلط چال چلن کے لوگ تھے۔ اس کا زیادہ وقت بھی ان لوگوں کے ساتھ گزرتا تھا اس لئے

Marfat.com

افغان امراء عادل شاہ کے مزید خلاف ہو گئے۔ حقیقت یہ تھی کہ برصغیر میں افغانوں کے زوال کے آثار اسلام شاہ کے ہی دور میں پیدا ہو گئے تھے۔ لیکن عادل شاہ نے تخت نشین ہونے کے بعد حالات کو سنوارنے کی طرف کوئی توجہ مبذول نہ کی۔

بنیادی طور پر وہ معمولی پڑھا لکھا شخص تھا لہٰذا ان صلاحیتوں سے محروم تھا جو اسلام شاہ کو ورثہ میں ملی تھیں۔ وہ ایک تن آسان شخص ہونے کے باعث زیادہ وقت آرام اور عیش و عشرت میں گزارتا اور امورِ مملکت اپنے ملازموں پر چھوڑ دیتا۔ وہ جانتا تھا کہ اس نے ایک کمسن بادشاہ یعنی اپنے بھانجے فیروز خان کو قتل کر کے ظالمانہ اور گھٹیا اقدام کیا تھا جس کی بناء پر سارا خزانہ لٹا دینے کے باوجود عوام اور افغان امراء اس سے محبت نہ کر سکتے تھے۔

چنانچہ اس نے افغان امراء کو حقیر نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا اور ایک ہندو ہیمو کو اپنا وزیر بنا لیا۔ اس بناء پر عادل شاہ سے افغان امراء کی نفرت اور بڑھ گئی۔

عادل شاہ موسیقی میں استاد سمجھا جاتا تھا لیکن موسیقی سے لگاؤ کے باعث ہی وہ حکومت سے بے خبر ہو چکا تھا۔

عادل شاہ کے تخت نشین ہونے کے کچھ عرصہ بعد ہی مختلف مقامات پر بغاوتوں کے شعلے اٹھ کھڑے ہوئے۔ عادل شاہ کے دور میں بدعنوانیاں بے حد بڑھ گئیں اور جاگیردار اس کے حکم کی اطاعت سے کھلم کھلا انکار کر دیتے۔ عادل شاہ ایک امیر کی جاگیر چھین کر دوسرے کے حوالے کر دیتا جس کی وجہ سے امراء میں پھوٹ پڑ گئی تھی۔

ایک بار ایک امیر نے اپنی جاگیر چھن جانے پر بھرے دربار میں اس امیر کو قتل کر دیا جسے اس کی جاگیر دی گئی تھی۔ اس طرح حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مختلف صوبوں کے گورنر بھی بغاوت کے منصوبے بناتے رہے اور خودمختاری کے لئے راہ تلاش کرتے رہے۔

بنگال میں تاج خان نے اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا۔ بیانہ میں ابراہیم خان نے بغاوت کر کے چنار میں اپنی حکومت قائم کر لی۔ شاہی لشکر بھی اس کی حکومت ختم کرنے میں ناکام رہا۔ ابراہیم خان جو عادل شاہ کا رشتہ دار تھا، دِلّی پر بھی قابض ہو گیا اور اُس نے چند دنوں بعد آگرہ پر بھی قبضہ کر لیا اور اپنے نام کے سکے جاری کر دیئے۔

ابراہیم خان کو بہت سے افغان امراء کی ہمدردی بھی حاصل ہو گئی۔ جبکہ دوسری

Marfat.com

طرف عادل شاہ کی حکومت متزلزل تھی۔ اس کی عسکری طاقت بھی کمزور پڑ چکی تھی۔ رفتہ رفتہ ہندوستان میں پانچ حکومتیں قائم ہو گئیں۔

عادل شاہ کی حکومت اس قدر کمزور ہو چکی تھی کہ وہ ابراہیم خان کے دِلّی اور آگرہ پر قبضہ کو چیلنج نہ کر سکی۔ حتیٰ کہ کچھ عرصے بعد اس نے ابراہیم خان کی حکومتوں کو تسلیم بھی کر لیا۔

پنجاب کے بہت سے علاقوں پر ایک شخص احمد خان کی حکومت قائم ہو گئی جس نے بعد ازاں سکندر شاہ کا لقب اختیار کر لیا۔ اس نے اپنے نام کے سکے بھی جاری کیے۔

تیسری حکومت مالوہ کے علاقے میں شجاعت خان نے قائم کر لی۔ چوتھی حکومت بنگال میں سلطان محمد شاہ نے قائم کر لی۔ سلطان محمد شاہ نے جون پور کو بھی اپنی حکومت کا حصہ بنا لیا تھا اور جلال الدین شاہ کا لقب اختیار کرنے کے بعد حکومت کرنے لگا تھا۔

پانچویں حکومت خود عادل شاہ کی تھی اور عادل شاہ کی حکومت اب بہار اور جون پور کے علاقوں تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ اور وہ ایک برائے نام حکمران ہو کر رہ گیا تھا۔

ان حالات میں عادل شاہ نے کچھ پَر پُرزے نکالے۔ اُس نے چنار سے گوالیار کی طرف پیش قدمی کرنے کے بعد اُجین کے ہندو حکمران کی بغاوت فرو کی۔ ہندو حکمران خود بھی اس جنگ کے دوران مارا گیا۔ عادل شاہ نے دشمن کی فوج کا تعاقب اجین تک کیا۔ اس کامیابی کے بعد اس نے مالوہ کی طرف توجہ دینا چاہی لیکن دِلّی کے ابراہیم شاہ نے اس عدم موجودگی سے پورا فائدہ اٹھایا اور پنجاب کے بہت سے اضلاع کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ ان حالات میں عادل شاہ ایک بار پھر گوالیار پہنچا کہ اپنے بہنوئی احمد خان کی سرکوبی کر سکے جو اس کے خلاف ہو چکا تھا۔ وہ یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ احمد خان کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے یا اُسے بینائی سے محروم کر دیا جائے۔

لیکن جب ایک روز عادل شاہ شراب کے نشے میں دھت تھا، احمد خان چار ہزار گھڑ سواروں کے ساتھ دِلّی کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کی بیوی نے اسے اپنے بھائی عادل شاہ کے ارادوں سے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا۔ دِلّی پہنچ کر احمد خان نے ابراہیم سے پنجاب کی حکومت طلب کی مگر ابراہیم نے قدرے پس و پیش سے کام لیا۔ چنانچہ احمد خان نے ابراہیم کے خلاف جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

اٹھارہ مارچ 1555ء کو آگرہ کے شمال مغرب میں تقریباً اٹھارہ میل کے فاصلے پر

Marfat.com

دونوں میں جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں احمد خان کے لشکر نے جو ابراہیم کے لشکر کے مقابلے میں کم تھا، ابراہیم کو شکست دی اور سانبھل کی طرف بھاگ جانے پر مجبور ہو گیا۔ ابراہیم کے بہت سے دستوں نے احمد خان کے ساتھ وفاداری کا اعلان کر دیا۔ اس طرح احمد خان نے دِلّی پر قبضہ کر لیا اور دِلّی کے تخت پر سکندر شاہ کے لقب سے بیٹھا اور حکومت کرنے لگا۔ اس کے نام کے سکے جاری ہوئے اور خطبہ پڑھا گیا۔ عادل شاہ نے سکندر شاہ سے یہ مقبوضہ علاقے حاصل کرنے کی سرتوڑ جدوجہد کی مگر اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس طرح اب ہمایوں کے دوبارہ ہندوستان میں داخل ہو کر ہندوستان کا بادشاہ بنتے وقت تک ہندوستان میں تین مختلف حکومتیں طاقت اور قوت پکڑ گئی تھیں۔

پہلی حکومت عادل شاہ کی تھی جو آگرہ اور مالوہ پر اور مشرق میں جونپور کے علاقوں تک قابض رہا۔ دوسری حکومت سکندر شاہ کی تھی جو دِلّی سے پنجاب میں روہتاس تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور تیسری حکومت ابراہیم شاہ کی تھی جو ہمالیہ کی ڈھلانوں سے پنجاب کے شہر گجرات تک پھیلی ہوئی تھی۔

اب سکندر شاہ مزید علاقوں کو حاصل کرنے کے بعد اپنی سلطنت کو وسعت دینا چاہتا تھا۔ گو ابراہیم خان کی خواہش تھی کہ پنجاب کے حکمران سکندر شاہ کے ساتھ مصالحت ہو جائے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ دونوں ایک بار پھر نبرد آزما ہوئے اور ابراہیم سوری کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

اس دوران بہت سے افغان امراء سکندر شاہ کو اپنا حکمران تسلیم کر چکے تھے یا کچھ نے اعلانیہ خودمختاری کا اعلان کر دیا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان کے اندر جہاں بہت سی حکومتیں قائم ہو گئیں وہاں انتشار کی حالت بھی پھیل گئی اور اس حالت سے اکبر کے باپ ہمایوں نے فائدہ اٹھانے کا تہیہ کر لیا تھا۔ ہمایوں اس وقت ایک عرصہ سے جلاوطنی کی حالت میں تھا۔ ہندوستان کی صورتِ حال سے اب اس نے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہا۔

اُس نے پچیس دسمبر 1554ء کو کابل سے پشاور کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ دریائے سندھ عبور کرنے کے بعد اس کا وزیر بیرم خان بھی ایک لشکر لے کر اس سے آن ملا۔ اس کے علاوہ قندھار کے بہت سے اعلیٰ سالار اپنے اپنے لشکر لے کر ہمایوں سے آن ملے۔ اس لئے کہ لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ ہمایوں اب ہر صورت میں ہندوستان

Marfat.com

میں اپنی حکومت بحال کر کے رہے گا۔ اس موقع پر گکھڑ کا سلطان اعظم ہمایوں کی مدد کا وعدہ کرنے کے باوجود مدد سے قاصر رہا۔ کیونکہ وہ دہلی کے نئے حکمران سکندر شاہ کے ساتھ نہ صرف معاہدہ کر چکا تھا بلکہ اس کا لڑکا بھی سکندر شاہ کے پاس بطور یرغمال تھا۔

ہمایوں نے بہرحال جس قدر لشکر اس کے ساتھ تھا اس کے ساتھ لاہور کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ جونہی وہ لاہور کے قریب پہنچا، افغان سردار اور سالار اس کی آمد کا سنتے ہی بھاگنا شروع ہو گئے۔ رہتاس میں اس وقت دہلی کا حکمران سکندر کا نائب تاتار خان کاشی تھا۔ وہ ہمایوں کی آمد کا سنتے ہی بھاگ کھڑا ہوا۔ چنانچہ ہمایوں نے آگے بڑھ کر جالندھر، سرہند اور حصار کے علاقوں کی طرف کسی مزاحمت کے بغیر اپنے لشکر روانہ کر دیئے۔

ہمایوں کی ان کامیابیوں کو دیکھتے ہوئے وہاں کے حکمران سکندر نے جو اس وقت دِلّی میں موجود تھا ہمایوں کے خلاف کارروائی کا فیصلہ کر لیا۔ اُس نے تیس ہزار گھڑ سواروں کا لشکر سرہند روانہ کیا جہاں ہمایوں کے لشکر کے مقدمۃ الجیش کے عسکری پہنچ چکے تھے۔ ہمایوں کے تمام عسکری سردار اس وقت جالندھر میں جمع ہو گئے اور انہوں نے اپنے پاس کم لشکر ہونے کے باوجود دِلّی کے حکمران سکندر شاہ کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ سکندر کا مقابلہ کرنے کے لئے انہوں نے پھر آگے بڑھنا شروع کیا اور دریائے ستلج کو عبور کر لیا۔ اس دوران سکندر شاہ کے لشکر نے پوری کوشش کی کہ ہمایوں کے لشکری دریائے ستلج کے دوسرے کنارے نہ پہنچ سکیں۔ لیکن اسے ناکامی ہوئی۔

غروبِ آفتاب کے وقت مغل لشکر نے اپنی کارروائی کا آغاز کیا اور دشمن کے پڑاؤ میں آگ کے اتنے تیر برسائے کہ سکندر شاہ کے لشکری اپنا سامان تک چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

ہمایوں کے لشکر کی کمانداری اس وقت اس کے وزیر بیرم خان کے ہاتھ میں تھی۔ اب بیرم خان نے سرہند کی طرف پیش قدمی کی اور شہر پر قبضہ کرنے کے بعد قلعہ بندی کر دی۔ ہمایوں اس وقت لاہور میں تھا۔ جس وقت بیرم خان سرہند پہنچا اور سرہند کی فتح کی خبر جب اسے لاہور میں ہوئی تو مؤرخین لکھتے ہیں اس نے اس خوشی میں لاہور میں ایک جشن کا اہتمام کیا۔

دہلی کے حکمران سکندر شاہ کو اپنے لشکر کی شکست کی اطلاع ملی تو اس نے لشکر کی

Marfat.com

کمانداری خود سنبھالنے کا فیصلہ کیا۔

اسی ہزار گھڑسواروں کے علاوہ ہاتھیوں اور توپ خانے کے ساتھ وہ دلّی سے سرہند روانہ ہوا۔ اس نے شہر کے سامنے خندقیں کھودلیں۔ دوسری طرف مغل لشکر نے اپنی قلعہ بندی کو مضبوط کر لیا۔ مغل سالاروں نے ہمایوں کو پیغام بھیجا کہ وہ اب بلا تاخیر سرہند پہنچے۔ ہمایوں اس وقت سخت بیمار تھا لیکن اپنے سالاروں کو مایوس نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ خود تو بیماری کی حالت میں لاہور ہی میں رہا اور اپنے بیٹے اکبر کو سرہند کی طرف بھیجا۔ اور جونہی اس کی طبیعت ٹھیک ہوئی خود بھی سرہند پہنچ گیا۔

ستائیس مئی 1555ء کو وہ سرہند پہنچا اور تقریباً ایک ماہ تک دفاعی اقدامات میں مصروف رہا۔ اس دوران مغلوں اور سکندر شاہ کے درمیان جھڑپیں ہوتی رہیں۔ بائیس جون کو ہمایوں کی طرف سے سکندر شاہ کے لشکر پر ایک بڑا حملہ کیا گیا۔ اس طرح دِلّی کے حکمران سکندر شاہ اور ہمایوں کے درمیان باقاعدہ جنگ کا آغاز ہو گیا۔

سکندر شاہ کے گھڑسواروں کی تعداد اب اسی ہزار سے ایک لاکھ تک پہنچ چکی تھی اور سکندر شاہ اور ہمایوں کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی۔ گو سکندر کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی اس کے باوجود ہمایوں نے سکندر شاہ کو بدترین شکست دی۔ اس جنگ میں سکندر شاہ کو زبردست نقصان ہوا اور وہ پسپا ہونے پر مجبور ہو گیا۔ میدانِ جنگ سے سکندر شاہ ہمالیہ کی نواحی پہاڑیوں کی طرف بھاگا۔

اس موقع پر ہمایوں اُس کا تعاقب کرنا چاہتا تھا پر اس کے لئے ایک مصیبت اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اس فتح کے بعد اُس نے اپنے سالاروں کی بہت حوصلہ افزائی کی لیکن اس دوران بہت سے سالاروں میں اس بات پر اختلاف پیدا ہو گیا کہ جنگ جیتنے کا سہرا کس کے سر تھا کیونکہ ہر سالار زیادہ سے زیادہ خطابات اور انعامات سمیٹنا چاہتا تھا۔

یہ صورتِ حال ہمایوں کے لئے بڑی فکر انگیز تھی لہٰذا سوچ و بچار کے بعد ہمایوں نے سارے سالاروں کو خاموش کرنے کے لئے سارے خطابات کا مستحق اپنے بیٹے کو قرار دیا کیونکہ اس وقت لشکر کی کمانداری تیرہ سالہ اکبر ہی کے ہاتھ میں تھی۔

سرہند کے نواح میں لڑی جانے والی جنگ میں شاندار کامیابی حاصل کرنے کے بعد ہمایوں نے اپنے کچھ دستے سمانہ کی طرف روانہ کئے۔ اس نے خود بھی پیش قدمی کی۔ کچھ دستے پنجاب کے مختلف علاقوں کی طرف روانہ کر دیئے تاکہ سکندر شاہ کی آمد کی

Marfat.com

کسی کوشش کو ناکام بنایا جا سکے۔ اس کے علاوہ ہمایوں نے نظم ونسق کے سلسلے میں اپنے کچھ سالاروں کو پنجاب اور دِلّی روانہ کیا اور خود کچھ عرصہ سمانہ ہی میں قیام کرنے کا فیصلہ کیا۔

دِلّی بھی کسی مزاحمت کے بغیر آخر ہمایوں کے قبضے میں آ گیا۔ ہمایوں سمانہ میں قیام کرنے کے بعد بیس جولائی کو سلیم گڑھ پہنچا اور تیس جولائی کو وہ دِلّی میں داخل ہوا جہاں اُس نے اپنی پوری توجہ نظم ونسق کی طرف مبذول کی۔

دِلّی میں داخل ہونے کے بعد ہمایوں نے جو سب سے پہلا فیصلہ کیا وہ یہ کہ اس نے اپنے لڑکے اکبر کو پنجاب کا حاکم مقرر کیا۔ اپنے وزیر بیرم خان کو اپنے بیٹے اکبر کا اتالیق بنا کر بھیجا اور حکومت کے فرائض کی تمام ذمہ داریاں بیرم خان کے کندھوں پر ڈال دیں۔ اسی دوران سکندر شاہ پنجاب میں داخل ہوا اور اس نے مختلف علاقوں پر حملے شروع کر دیئے۔ حالات کی ستم ظریفی کہ انہی دنوں ہمایوں فوت ہو گیا اور کلانور کے مقام پر اکبر ہندوستان کے تاج وتخت کا مالک بنا۔

ہمایوں کی موت کے بعد سیاسی صورتِ حال نازک تھی۔ گو باغیوں کو شکست دی جا چکی تھی لیکن ابھی تک ان کا مکمل طور پر خاتمہ نہ ہوا تھا اور اب یہ تمام ذمہ داریاں تیرہ سالہ اکبر کے کندھوں پر آن پڑی تھیں۔ اقتصادی حالات بھی اچھے نہ تھے۔ زرخیز اور گنجان آبادی پر مشتمل اضلاع قحط کے باعث ویران تھے۔ دو سال سے بارش نہ ہوئی تھی۔ بلکہ مختلف گروہوں کے درمیان جنگوں نے بھی تباہ کن اثرات مرتب کئے تھے۔

بہت سے مقامات پر طاعون کی وبا پھیل جانے کے باعث لاتعداد اموات ہو چکی تھیں۔ بھوک اور افلاس نے لوگوں کو گھیر لیا تھا۔ ان حالات میں تیرہ سالہ اکبر ہندوستان کا بادشاہ بنا۔ بادشاہ بننے کے بعد اسے سب سے پہلے دو بڑے خطرات کا سامنا کرنا پڑا۔

پہلا خطرہ دِلّی کے سابق حکمران سکندر کی طرف سے اٹھا جو ہمالیہ کی ڈھلانوں سے نکل کر پنجاب میں داخل ہو چکا تھا اور مختلف علاقوں پر حملہ آور ہونا شروع ہو گیا تھا۔

دوسرا خطرہ مالوہ کے حکمران عادل شاہ کے وزیر ہیمو بقال سے تھا۔ ہیمو بقال، ریواڑی کا ایک ہندو تھا جسے عادل شاہ نے وزیر بنا دیا تھا اور وہ عادل شاہ کا دستِ راست ہونے کی حیثیت سے مغلوں کو برصغیر سے باہر نکالنے کی ترکیب سوچ رہا تھا۔ ہیمو بقال بظاہر عادل شاہ کا وفادار تھا لیکن درحقیقت ایک ایسے موقع کی تلاش میں تھا کہ

Marfat.com

عادل شاہ کو بھی ختم کر کے ہندوستان کے تخت و تاج پر قابض ہو جائے اور برصغیر میں ایک بار پھر ہندو حکومت کی بنیاد ڈالے۔

عادل شاہ ہیمو بقال پر اس درجہ اعتماد کرتا تھا کہ اس کے سارے لشکری ہیمو بقال کے اشارے پر چلتے تھے۔ اب اکبر کو سب سے پہلے انہی دو قوتوں سے ٹکرانا تھا۔ پہلی قوت دِلّی کا سابق حکمران سکندر اور دوسری بڑی طاقت جس سے اس نے ٹکرانا تھا وہ مالوہ کے حکمران عادل شاہ کا وزیر ہیمو بقال تھا۔

جہاں کلانور کے مقام پر اکبر اور بیرم خان اپنے دشمنوں کا صفایا کرنے کے لئے اپنی جنگی تیاریوں میں مصروف تھے، وہاں سکندر شاہ اور ہیمو بقال بھی اکبر اور بیرم خان کو ہندوستان سے نکال باہر کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

چوڑھ گڑھ کے راج محل کے ایک کمرے میں رتن کماری اُداس اور افسردہ بیٹھی ہوئی تھی کہ کمرے کے دروازے پر اسی لمحہ راجکماری کملا دیوی نمودار ہوئی۔ اُس کی گردن جھکی ہوئی تھی، آنکھیں پُرنم تھیں۔ سرخ اور سفید گال بھیگے ہوئے تھے جیسے روتی رہی ہو۔ کچھ دیر تک وہ شرمندہ شرمندہ سی اس کمرے کے دروازے پر کھڑی رہی جو ان دونوں کی خواب گاہ تھی۔

اُسے اس حالت میں دیکھتے ہوئے کمرے میں بیٹھی رتن کماری بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ کملا دیوی کمرے میں داخل ہوئی۔ رتن کماری نے آگے بڑھ کر اُسے بازو سے پکڑ کر اپنے قریب بٹھا لیا۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر رتن کماری نے اُسے مخاطب کیا۔

''اب کیا خبر لائی ہو؟ ــــــ پہلے تو تم اپنی دیدی کے پاس گئی تھیں تاکہ عبداللہ خان کے اہل خانہ کو بچایا جا سکے۔ لیکن تم ناکام آئیں۔ اب کیا خبر لے کر آئی ہو؟''

کملا دیوی اپنے آپ کو کسی حد تک سنبھال چکی تھی۔ دُکھ اور درد بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''میری دیدی انتہائی قسم کی کٹھور اور ظالم ہو چکی ہے ــــــ کئی لوگوں نے اُسے مشورہ دیا کہ عبداللہ خان کا قتل ایک بھیانک جرم ہے اور جن لوگوں نے انہیں قتل کیا ہے انہیں قتل کیا جانا چاہئے۔ لیکن دیدی پر کیدار سنگھ کے علاوہ ہماری سلطنت کے سیناپتی سنسار سنگھ کا بڑا عمل دخل ہے۔ لہٰذا ان دونوں کے کہنے پر عبداللہ خان کی بیوی اور بیٹیوں کو قتل کر دیا گیا ہے۔ جبکہ پتہ چلا ہے کہ آصف خان اور اس کا چھوٹا بھائی عادل خان دونوں کہیں بھاگ گئے ہیں۔''

Marfat.com

یہاں تک کہتے کہتے کملا دیوی خاموش ہوگئی۔ اس لئے کہ اُس کی آواز بھرا گئی تھی۔ جواب میں رتن کماری روتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

''کملا، میری بہن! یہ بڑا ظلم، بڑا جبر اور انتہا درجہ کا ستم ہے ـــــ پہلے تو عبداللہ خان کو اس کیدار سنگھ نے اپنے ساتھیوں کے ذریعے ناحق قتل کروا دیا اور اب اس کی بیوی اور بیٹیوں کو بھی انہوں نے مروا دیا ہے ـــــ کملا میری بہن! اس میں ہم دونوں بھی قصور وار ہیں ـــــ جس وقت بارش ہو رہی تھی، بگھی دلدل میں پھنس گئی تھی اور وہ آپس میں تکرار کر رہے تھے تو کم از کم ہم دونوں کو پردہ ہٹا کر یہ تو دیکھنا چاہئے تھا کہ معاملہ کیا ہے۔ اور پھر انہوں نے عبداللہ خان کو قتل کر دیا اور آصف خان ہمارے دو محافظوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد بھاگ بھی گیا اور ہماری بدقسمتی کہ ہمیں خبر تک نہ ہوئی۔ بہرحال یہ بڑا جبر، بڑا ظلم ہے۔ اب آصف خان نجانے کہاں بھاگ گیا ہوگا۔ اُس نے ہمیشہ ہمارے ساتھ ایک بڑے بھائی جیسا سلوک کیا، ہمیں پیار دیا اور ہمیشہ ہماری بہترین دیکھ بھال کی۔''

رتن کماری کے خاموش ہونے پر دکھ بھرے انداز میں کملا دیوی بول اٹھی۔

''آصف خان تو ایسا بھائی تھا جس کا بدل ہی نہیں۔ مجھے تو عادل خان بڑا یاد آتا ہے۔ تُو نے دیکھا ہمارے ساتھ کھیلتے ہوئے اُس نے کبھی بے ایمانی نہیں کی۔ سب کو خبر تھی کہ وہ بہترین سوار ہے لیکن جب اس کا اور ہمارا مقابلہ ہوتا تھا تو آخری دموں پر آکر وہ جان بوجھ کر اپنے گھوڑے کی رفتار سست کر لیتا تھا تاکہ ہم دونوں جیت جائیں۔ اب نجانے وہ اپنے بڑے بھائی آصف خان کے ساتھ کہاں دھکے کھاتا پھر رہا ہوگا۔ یہاں رہتے ہوئے بھی اس نے ہمارا بہترین ساتھ دیا۔ ہمارے گھوڑوں پر زینیں ڈالنا اس کا کام تھا۔ دونوں گھوڑوں کو دہانے چڑھاتا تھا، ان کے دانے چارے کا اہتمام کرتا تھا۔ ہمارے ساتھ ہر روز گھڑ دوڑ کے لئے جاتا تھا۔ اس کے بعد خود تیغ زنی کی مشق کرنے کے بعد راج محل میں آکر ہمیں بھی تیغ زنی کی مشق کرایا کرتا تھا۔''

کملا دیوی خاموش ہوگئی۔ کچھ دیر کمرے کے اندر کاٹ کھانے والی خاموشی طاری رہی یہاں تک کہ رتن کماری پھر بول اٹھی۔

''میں سمجھتی ہوں تمہاری دیدی اپنی حدود سے گزر گئی ہے ـــــ اُسے اتنا ظلم روا نہیں رکھنا چاہئے۔ عبداللہ خان قتل ہوگیا تھا اس کے بدلے میں آصف خان نے ان

Marfat.com

دو محافظوں کو ٹھکانے لگا دیا جنہوں نے عبداللہ خان کو قتل کیا تھا اور ایسا ہونا چاہئے تھا۔ اس کے بعد اس معاملے کو یہیں دبا دینا چاہئے تھا۔ لیکن تمہاری دیدی نے ظلم و جبر اور بدسلوکی کی انتہا کر دی۔ عبداللہ خان جس نے ساری عمر راج محل کی خدمت کی اسے کیا صلہ ملا۔ خود قتل ہوا، بیوی بچوں کو تمہاری دیدی نے موت کے گھاٹ اتروا دیا۔

اس موقع پر شکوہ بھرے انداز میں کملا دیوی نے رتن کماری کی طرف دیکھا پھر روتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

''وہ صرف میری دیدی نہیں ہیں، وہ تمہاری بھی کچھ لگتی ہیں۔''

''ہاں ــــــ میری بھی لگتی ہیں۔ پر میری تو وہ صرف بوا ہیں اور میں ان کی وریرہ ہوں۔ تمہاری تو دیدی ہیں۔ تمہارا رشتہ مجھ سے کہیں اعلیٰ ہے۔ اور پھر تم ان کی بڑی لاڈلی رہی ہو۔ تمہاری بات انہیں ماننی چاہئے تھی۔'' رتن کماری نے دکھ بھرے انداز میں کہا تھا۔

جواب میں کملا دیوی بھی ایک لمبا گہرا سانس لیتے ہوئے کہنے لگی۔

''دیدی اپنی حد سے گزر گئی ہے ــــــ اب وہ کسی کی بھی بات نہیں مانتی۔ من مانی کرتی ہے اور اُس کی یہ من مانی کسی روز اُسے تباہی کے گڑھے میں دھکیل کر رہے گی۔''

یہاں تک کہتے کہتے کملا دیوی کو رُک جانا پڑا۔ اس لئے کہ راج محل کا ایک داس دروازے پر نمودار ہوا اور ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''آپ دونوں کو کھانے پر بلایا گیا ہے۔''

جواب میں کملا دیوی بولی اور کہنے لگی۔

''تم چلو ــــــ ہم آتی ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی وہ داس وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ اس موقع پر کملا دیوی نے رتن کماری کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

''آؤ، ہم دونوں ہاتھ منہ دھوئیں، پھر کھانے کے لئے چلتی ہیں۔ ہم دونوں کی شکلیں بتاتی ہیں کہ ہم روتی رہی ہیں۔ ایسی حالت میں دیدی کے سامنے گئیں تو وہ ہم سے کھا جانے والا سلوک کریں گی۔''

رتن کماری نے اس سے اتفاق کیا۔ دونوں نے اپنے ہاتھ منہ دھوئے۔ پھر وہ راج محل کے ایک حصے کی طرف ہو لی تھیں۔

Marfat.com

•••

آصف خان اور عادل خان دونوں بھائی اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے ایک روز سارنگ پور شہر میں داخل ہوئے۔

سارنگ پور کا حاکم ان دنوں باز بہادر تھا۔ اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ ان علاقوں میں پہلے باز بہادر کا باپ شجاع خان حاکم ہوا کرتا تھا۔ جب وہ فوت ہو گیا تب اس کی جگہ یہ باز بہادر ان علاقوں کا حاکم بنا۔ لیکن حکمران بنتے ہی اس باز بہادر کے لئے ایک مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس لئے کہ ایک شخص نام جس کا دولت خان تھا جو کسی دور میں سلطان سلیم شاہ سوری کے دربار کا ایک معزز امیر تھا اور بڑی اہمیت رکھتا تھا اس نے ایک لشکر رکھ کر اچھی خاصی قوت پکڑ لی تھی۔

چنانچہ جب باز بہادر جس کا اصل نام بایزید تھا اپنے مرنے والے باپ شجاع خان کی گدی پر بیٹھا تو دولت خان نے اُس پر حملہ آور ہو کر اس کے علاقوں پر قبضہ کرنا چاہا۔ ساتھ ہی اُس نے یہ پسند ہی نہ کیا کہ شجاع خان کے بعد ان علاقوں پر اس کا بیٹا بایزید یعنی باز بہادر حکمران بنے۔

باز بہادر کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے اپنی ماں کو سارنگ پور کے چند معزز امراء کے ساتھ دولت خان کے پاس بھیجا تا کہ صلح ہو جائے اور دونوں کچھ علاقوں پر حاکم بن کر گزر بسر کرتے رہیں۔

چنانچہ بایزید کی ماں سارنگ پور کے معززین کو لے کر دولت خان کے پاس پہنچی تو ایک معاہدہ طے ہوا۔ اس معاہدے کے تحت اجین، مندو اور بعض دوسرے علاقے دولت خان کے قبضے میں دے دیئے گئے۔ جبکہ سارنگ، سیواس، سروہی، براہمہ اور بھلوارہ پر بایزید کی حکمرانی تسلیم کر لی گئی۔

یہ بایزید بڑا چالاک اور ایک طرح سے عیار اور مکار شخص تھا۔ اس نے ایک چال چلی اس لئے کہ ان ہی دنوں دولت خان کے خلاف اس باز بہادر نے ایک چال چلی۔ لہٰذا یہ بایزید اجین کی طرف روانہ ہوا۔ اجین کی طرف روانہ ہوتے وقت اس نے سب سے پہلے یہی کہا تھا کہ وہ دولت خان کے پاس تعزیت کے لئے جا رہا تھا۔ لیکن اصل معاملہ کچھ اور ہی تھا۔ وہ دولت خان کو قتل کر کے اس کے علاقوں پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔

دوسری طرف دولت خان کو بایزید کی اس مکاری کا علم نہ ہوا اور وہ بے خبری اور

Marfat.com

غفلت کے عالم میں بایزید کے ہاتھوں مارا گیا۔ چنانچہ بایزید نے دولت خان کا سر کاٹ کر اپنے مرکزی شہر سارنگ پور روانہ کیا اور شہر کے ایک دروازے پر اس کا سر لٹکا دیا۔ اس کے بعد یہی بایزید مالوہ کے بیشتر علاقوں پر قابض ہو گیا۔

اب اس کے ماتحت مزید علاقے آ گئے تھے لہٰذا ان علاقوں میں اس نے اپنی بادشاہت اور حکمرانی کا اعلان کیا، اپنے نام کا خطبہ جاری کیا اور اپنا نام بایزید سے بدل کر اس نے باز بہادر رکھ دیا۔

اب اس باز بہادر کی ہوس کی ردا اس قدر پھیلی کہ اس نے ایک اور علاقے رائے سین پر نظریں گاڑ دیں۔ حالانکہ رائے سین پر اس کا چھوٹا بھائی مصطفیٰ حاکم تھا لیکن اس پر بھی اس بایزید نے قبضہ کرنے کی ٹھان لی۔

چنانچہ اس علاقے کی وجہ سے ان دونوں بھائیوں کے درمیان زبردست جنگ چھڑ گئی۔ اگرچہ چھوٹا بھائی مصطفیٰ بڑا دلیر اور شجاع نوجوان تھا۔ لیکن باز بہادر کے لشکر کی تعداد زیادہ تھی لہٰذا متعدد معرکہ آرائیوں کے بعد مصطفیٰ کو شکست ہوئی اور اس طرح رائے سین اور بھیلسہ باز بہادر نے اپنے تحت کر لیا۔

اس کے بعد اس باز بہادر کی ہوسِ اقتدار مزید بڑھی۔ اس کی نگاہیں اب ایک اور شہر پر پڑیں۔ اس شہر کا نام کدوالہ تھا۔ جب اس نے کدوالہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا تو اس کے بہت سے سالاروں نے اس کے اس ارادے کی جب مخالفت کی اور اسے اس مہم سے باز رہنے کے لئے کہا تو باز بہادر نے ان سب کو گرفتار کر کے ایک اندھے کنوئیں میں پھینک دیا۔ اس طرح وہ اپنی موت آپ مر گئے۔

اس کے بعد لشکر لے کر باز بہادر نکلا۔ کدوالہ پر حملہ آور ہوا اور اسے بھی فتح کر کے اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔ کدوالہ کی فتح کے دوران باز بہادر کا خالو فتح خان چونکہ جنگ میں کام آ گیا تھا لہٰذا باز بہادر نے اپنے خالو فتح خان کی جگہ اس کے بیٹے کو کدوالہ کا حاکم نامزد کیا اور خود لشکر لے کر سارنگ پور آ گیا اور بڑے اطمینان اور دلجمعی کے ساتھ وسیع علاقوں پر حکمرانی کرنے لگا۔

●●●

آصف خان اور عادل خان دونوں بھائیوں کو جب سارنگ پور میں باز بہادر کے سامنے لے جایا گیا تو باز بہادر نے ان کا پُرجوش استقبال کیا۔ ان کی حالت دیکھتے

Marfat.com

ہوئے باز بہادر پہلے تو بڑا پریشان اور فکر مند ہوا تاہم انہیں اپنے پاس بٹھایا پھر بڑے بھائی آصف خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم دونوں کی حالت بتاتی ہے کہ تم ابتر حالت میں میری طرف آئے ہو۔"

جواب میں آصف خان نے اپنے باپ عبداللہ خان کے مارے جانے اور اس کے بعد جو کچھ اس پر بیتی تھی تفصیل کے ساتھ کہہ سنائی تھی۔

اس پر باز بہادر نے برہمی کا اظہار کیا اور کہنے لگا۔

"تمہارے باپ عبداللہ خان کے میرے باپ پر بڑے احسانات تھے۔ گونڈانہ کی دُرگا وتی کے چہیتے کیدار سنگھ نے تمہارے باپ کو قتل کر کے اچھا نہیں کیا۔ لیکن تمہارے باپ کے قتل کا بدلہ ضرور لیا جائے گا۔ سب سے پہلے تو میں تم دونوں کی رہائش اور تم دونوں کے کھانے پینے کا اہتمام کرتا ہوں۔ اس کے بعد ایک قاصد ریاست گونڈوانہ رانی دُرگا وتی کی طرف بھجواتا ہوں اور اس سے مطالبہ کرتا ہوں کہ کیدار سنگھ کے علاوہ وہ محافظ جو عبداللہ خان کے قتل کے وقت اس کے ساتھ تھے ان کو میرے حوالے کر دیا جائے تاکہ ہم ان سے قتل کا قصاص لیں۔ اور اگر درگا وتی نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو آصف خان میرے بھائی! میں خاموش نہیں رہوں گا ـــــ تمہارے باپ کا بدلہ لینے کے لئے رانی دُرگا وتی سے ٹکرا جاؤں گا۔ ایک لشکر تیار کر کے اس پر حملہ آور ہوں گا اور تمہارے باپ کا انتقام اس سے ضرور لوں گا۔"

آصف خان اور عادل خان دونوں باز بہادر کی اس گفتگو سے خوش ہو گئے۔ پھر باز بہادر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ ان دونوں کو ساتھ لیا۔ پہلے ان کے کھانے کا اہتمام کیا اس کے بعد ان دونوں کی رہائش کا اہتمام کرنے کے بعد اس نے اپنے دو مسلح جوانوں کو قاصد بنا کر ریاست گونڈوانہ کی رانی دُرگا وتی کی طرف بھجوا دیا تھا۔

●●●

رانی دُرگا وتی کو جب سارنگ پور کے حاکم باز بہادر کی طرف سے قاصد آنے کی اطلاع دی گئی تب رانی نے اپنی سلطنت کے سارے عمائدین، سالاروں اور سرکردہ امراء کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔ باز بہادر کے دونوں قاصدوں کو جب رانی کے سامنے پیش کیا گیا تب رانی کی مجلس میں بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ جس شہ نشین پر رانی براجمان تھی اس کے دائیں جانب اس کا بیٹا بیر نرائن بیٹھا ہوا تھا جبکہ بائیں جانب اس

Marfat.com

کی چھوٹی کمسن بہن کملا دیوی اور عمر میں اس سے ملتی جلتی رانی دُرگا وتی کی بھتیجی رتن کماری بیٹھی ہوئی تھی۔

دونوں قاصد جب رانی کے سامنے آئے تب رانی نے چند ثانیوں تک گہری نگاہ سے ان کا جائزہ لیا پھر کڑکتی آواز میں انہیں مخاطب کیا۔

''مجھے بتایا گیا ہے کہ تم سارنگ پور کے حاکم باز بہادر کی طرف سے آئے ہو۔ میرے لئے کوئی پیغام رکھتے ہو ـــــ کہو، کیا کہنا چاہتے ہو؟''

اس پر ان دو قاصدوں میں سے ایک رانی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''آپ کے علاقوں کے دو آدمی جن میں سے ایک جوان اور ایک لڑکا ہے، جوان کا نام آصف خان، لڑکے کا نام عادل خان ہے، آپ کے ہاں سے بھاگ کر باز بہادر کے پاس پہنچے ہیں۔ ان کے باپ کا نام عبداللہ خان تھا اور وہ آپ کے راج محل کا ملازم تھا۔ جبکہ سارنگ پور کے حاکم باز بہادر کے باپ کے وہ محسنوں میں سے تھا۔ آصف خان اور عادل خان دونوں بھائی بھاگ کر سارنگ، باز بہادر کے پاس پہنچے ہیں۔ انہوں نے آپ کی شکایت کی ہے۔ لہٰذا باز بہادر نے ہمیں قاصد بنا کر آپ کی طرف روانہ کیا ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ آپ اپنے راج محل کے ایک شخص کیدار سنگھ کے علاوہ ان مسلح جوانوں کو بھی پا بہ زنجیر کر کے باز بہادر کی طرف روانہ کریں جنہوں نے کیدار سنگھ کا ساتھ دیا تھا۔ تاکہ عبداللہ خان کے بیٹے آصف خان اور عادل خان کی طرف سے ان سب سے ان کے باپ عبداللہ کے قتل کا قصاص لیا جا سکے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قاصد جب خاموش ہوا تب رانی دُرگا وتی کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کچھ دیر سوچتی رہی، پھر انتہائی برہم لہجے میں قاصدوں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''سارنگ پور کے معمولی حکمران کو یہ جرأت اور جسارت کیسے ہوئی کہ وہ ہم سے ہمارے عزیزوں کا مطالبہ کرے ـــــ جہاں تک کیدار سنگھ کا تعلق ہے تو وہ ہمارے راج محل کی ایک اہم شخصیت ہے۔ جہاں تک دو قاتلوں کا تعلق ہے تو ان کو تو آصف خان نے قتل کر دیا تھا اور یہاں سے بھاگ گیا تھا۔ اگر باز بہادر نے مرنے والے ہمارے دو لشکریوں کے ساتھ جو مزید لشکری تھے ان کا مطالبہ کیا ہے تو اس نے بہت بڑی حماقت کی ہے ـــــ واپس جا کر باز بہادر سے کہنا کہ ہمیں تو [illegible] آصف [illegible]

Marfat.com

اور اس کے چھوٹے بھائی عادل خان کی تلاش تھی اچھا ہوا اُس نے خود ہی تم دونوں کو ہماری طرف بھیج کر ہم پر یہ ظاہر کر دیا کہ آصف خان اور عادل خان جو ہماری نگاہوں میں قاتل ہیں انہوں نے اس کے پاس جا کر پناہ لی ہے۔ واپس جا کر باز بہادر پر یہ بھی انکشاف کرنا کہ ہم نے آصف خان کی ماں اور بہنوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور ان کے گھر کو آگ لگا دی ہے۔ باز بہادر سے کہنا کہ میں اُسے صرف پندرہ دن کی مہلت دیتی ہوں۔ اس مہلت کے اندر اندر وہ آصف خان اور عادل خان دونوں بھائیوں کو پابہ زنجیر کر کے سارنگ پور سے میرے مرکزی شہر چوڑھ گڑھ روانہ کر دے۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو پھر جب میں اپنا لشکر لے کر اُس کے علاقوں پر حملہ آور ہوں گی تو پھر اپنے کئے پر اُس کے پاس پچھتاوے کے علاوہ کچھ نہیں رہے گا۔

میری طرف سے باز بہادر سے یہ بھی کہنا کہ وہ جن علاقوں پر حکمرانی کر رہا ہے، اُن کا نیا نیا حاکم بنا ہے۔ جبکہ ہماری ریاست برسوں سے ہمارے خاندان میں چلی آ رہی ہے۔ اور یہاں ہماری حکومت مستحکم ہے ــــــــ میری طرف سے اُسے یہ بھی کہنا کہ اُس کی جس بالکونی پر کھڑے ہو کر وہ ہمیں دھمکی دے رہا ہے، اسے ہم اس کے لئے نزاس کا پھندا بنا دیں گے ــــــــ اُسے یہ بھی کہہ دینا کہ میرا پتی تو پہلے ہی فوت ہو چکا ہے، میرے پاس بیوگی کے نشان اور سوگ کی تان کے علاوہ کچھ نہیں۔ اگر اُس نے آصف خان اور عادل خان دونوں بھائیوں کو ہمارے حوالے نہ کیا تو میں ایسے خوفناک انداز میں اُس کے خلاف حرکت میں آؤں گی کہ اس کے سر پر سوگ کی راکھ، اس کے بالوں میں درد کی دھول اور اس کے من میں غموں کی بھاپ اچھالتی چلی جاؤں گی۔ اگر اُسے یہ وہم ہو گیا ہے کہ وہ ہم پر حملہ آور ہو کر اپنے مطالبات منوانے میں کامیاب ہو جائے گا تو یہ اُس کی بھول اور حماقت ہے۔

اُس سے کہنا کہ ہم سے ٹکرانے کی کوشش نہ کرے۔ ساتھ ہی ہمارا مطالبہ فی الفور پورا کرے۔ یعنی آصف خان اور عادل خان دونوں کو ہماری طرف بھیج دے۔ ورنہ جب میں اپنے لشکر کے ساتھ اُس کے خلاف حرکت میں آؤں گی تو اُس کے جیون کے سارے مرحلے کھوٹے سکوں میں تبدیل کر دوں گی اور اُس کے دیدوں کے کشکول میں دکھ کی شکنیں اور لہو کی بوندیں بھر دوں گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد رانی درگا وتی خاموش ہوئی۔ پھر اپنے قریب ہی بیٹھے اپنے

Marfat.com

سلطنت کے سیناپتی سنسار سنگھ کی طرف دیکھا اور اُسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''سنسار سنگھ! کیا اس موقع پر تم ان قاصدوں کے پیغام کے جواب میں باز بہادر کو کوئی پیغام بھیجنا چاہتے ہو؟''

جواب میں رانی کا سیناپتی مسکرایا اور مؤدب ہو کر کہنے لگا۔

''رانی نے جو پیغام ان قاصدوں کو دے دیا ہے میرے خیال میں وہ کافی ہے۔ اور اگر باز بہادر نے اس پر عمل نہ کیا یا عمل کرنے میں تاخیر سے کام لیا تو پھر اس باز بہادر اور اس کی سلطنت کو ہم جڑ سے ہلا کر رکھ دیں گے۔''

اپنے سیناپتی کے ان الفاظ سے رانی دُرگا وتی مسکراتے ہوئے مطمئن ہو گئی تھی۔ پھر اُس نے قاصدوں کو چلے جانے کا حکم دیا اور وہ مجلس اُس نے برخاست کر دی تھی۔

●●●

باز بہادر نے آصف خان اور عادل خان دونوں بھائیوں کو جو رہائش مہیا کی تھی اس میں ایک روز آصف اپنی تلوار کو صیقل کر رہا تھا جبکہ عادل خان جو ابھی بچہ ہونے کے باوجود بہترین تیغ زن ہونے کے علاوہ عمدہ قسم کا تیر انداز بھی تھا، تیروں کی نوکیں رگڑ کر انہیں تیز کر رہا تھا۔

ایسے میں ان قاصدوں میں سے ایک ان کے پاس آیا جو باز بہادر کا پیغام لے کر دُرگا وتی کے پاس گئے تھے۔

اُسے دیکھتے ہی دونوں بھائی ایک دم اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر وہ قاصد ان کے قریب آیا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ آصف خان نے اُسے مخاطب کرنے میں پہل کی۔

''میرے بھائی! تم کب آئے؟ ______ اور رانی دُرگا وتی سے کیا جواب لے کر آئے ہو؟''

اس پر وہ شخص اُداس اور افسردہ ہو گیا۔ کہنے لگا۔

''ہمیں رانی کے ہاں سے لوٹے ہوئے کئی دن ہو گئے ہیں۔ لیکن باز بہادر نے ہمیں آپ سے ملنے یا آپ کے سامنے آنے سے منع کر دیا تھا۔ دراصل رانی کی طرف سے ہم بری خبر لے کر آئے تھے۔ اور وہ بری خبر باز بہادر آپ تک پہنچانا نہیں چاہتا تھا۔ اب باز بہادر نے اپنے لشکر کی تیاری مکمل کر لی ہے اور آج شام تک ایک لشکر لے کر وہ دُرگا وتی پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہو گا۔ آپ کو اس کی اطلاع اس لئے

Marfat.com

نہیں دی گئی کہ آپ کے لئے ہم رانی کے مرکزی شہر چوڑھ گڑھ سے بری خبر لے کر آئے تھے اور وہ بری خبر یہ ہے کہ آپ دونوں بھائیوں کے ادھر بھاگ آنے کے بعد رانی کے آدمیوں نے آپ کی ماں اور بہنوں کو قتل کر کے آپ کے گھر کو آگ لگا دی تھی۔''

یہ خبر سن کر جہاں آصف خان دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ کر رہ گیا تھا وہاں ننھا عادل خان ہونٹ کاٹتے ہوئے بڑی تیزی سے آنکھیں جھپکانے لگا تھا۔ پھر وہ ایک طرف ہٹا، قرآنِ مقدس پر ہاتھ رکھا اور پھر اپنے بھائی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے بھائی! گواہ رہنا ـــــــ میں مقدس کتاب پر ہاتھ رکھ کر عہد کرتا ہوں کہ اگر قدرت نے مجھے موقع فراہم کیا تو میں اس رانی سے اپنی ماں، اپنے باپ اور اپنی بہنوں کے قتل کا انتقام ضرور لوں گا ـــــــ اور اگر مجھے موقع نہ ملا تو میں اکیلا اس کے راج محل میں داخل ہوں گا اور رانی کا خاتمہ ضرور کر کے رہوں گا۔''

اپنے چھوٹے بھائی عادل خان کے ان الفاظ پر آصف خان اور کٹ کر رہ گیا تھا کچھ دیر ایسی ہی کاٹ کھانے والی خاموشی رہی۔ پھر آصف خان آنے والے اُس شخص کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ہم دونوں بدقسمت بھائیوں کے لئے اس کے علاوہ بھی کوئی پیغام ہے تو کہہ دو۔''

اس پر وہ آنے والا قاصد بول اٹھا۔

''آصف خان! میں باز بہادر کا یہ پیغام لے کر گیا تھا کہ کیدار سنگھ کو ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ رانی نے کہا کہ کیدار سنگھ کے دو ساتھیوں کو آصف خان نے قتل کیا تھا۔ لہٰذا اُس کی اور اُس کے چھوٹے بھائی عادل خان کی تو ہمیں تلاش تھی۔ اُس نے اُلٹی دھمکی دے دی ہے کہ اگر پندرہ دن کے اندر اندر آصف خان اور عادل خان دونوں کو پابہ زنجیر کر کے سارنگ پور سے اُس کے مرکزی شہر چوڑھ گڑھ نہ روانہ کیا گیا تو وہ لشکر لے کر نکلے گی اور باز بہادر پر حملہ آور ہو گی۔ دراصل وہ تم دونوں بھائیوں سے اپنے مرنے والے دو لشکریوں کا انتقام لینا چاہتی ہے۔''

قاصد جب خاموش ہوا تب آصف خان اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''تم چلو ـــــــ ہم دونوں بھائی تیاری کر کے لشکر گاہ پہنچ جاتے ہیں۔''

آصف خان کے کہنے پر وہ شخص چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک

Marfat.com

خاموشی رہی، پھر آصف خان اپنے چھوٹے بھائی عادل خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''عادل خان! میرا اندازہ ہے کہ حالات مزید ہمارے خلاف ہو جائیں گے۔ ٹھیک ہے باز بہادر ہماری طرف داری کرتے ہوئے رانی دُرگا وتی سے ٹکرانے کا عزم کئے ہوئے ہے اور اپنا لشکر لے کر روانہ ہونا چاہتا ہے۔ لیکن مجھے باز بہادر کی کامیابی کی کوئی اُمید نہیں۔ یہاں رہتے ہوئے میں نے اندازہ لگا لیا ہے کہ باز بہادر عیش و عشرت کا دلدادہ ہی نہیں، رقص و موسیقی کا بھی بڑا شوقین ہے۔ اپنے دربار کے اندر اُس نے خوبصورت گانے والیاں اور رقاصائیں جمع کرنی شروع کر دی ہیں۔ اور جو شخص ایسے انداز اپناتا ہے، جنگ میں کامیابی اور فوزمندی اس سے دور بھاگتی ہے۔ بہرحال دیکھتے ہیں حالات ہمارے خلاف کیا پردہ اٹھاتے ہیں۔ فی الحال لشکر میں شامل ہوتے ہیں۔ میرے بھائی! ہمارے پاس مختصر سا سامان ہے۔ باز بہادر کی بہرحال ہم پر مہربانی ہے کہ اس نے ہمیں کچھ رقم بھی دے دی ہے اور ایک اچھا فالتو گھوڑا بھی ہمیں دے دیا ہے۔ دونوں بھائی جنگی لباس پہن کر لشکر میں شامل ہوتے ہیں۔ میں جنگ میں حصہ لوں گا، تم پیچھے پڑاؤ میں رہنا۔''

یہاں تک کہتے کہتے آصف خان کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی طرف گھورتے ہوئے عادل خان کہنے لگا۔

''میں پڑاؤ میں کیوں رہوں گا؟ ـــــ میں لشکر کی اگلی صفوں میں رہوں گا۔ اگر میں چھوٹا ہوں، منجھے ہوئے تیغ زنوں کے ساتھ تیغ زنی نہیں کر سکتا تو دو چار صفوں کو چھوڑ کر، پیچھے رہ کر تیر اندازی تو کر سکتا ہوں۔''

آصف خان آگے بڑھا، بڑے پیار بے انداز میں عادل خان کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا، پھر تقریباً روتی ہوئی آواز میں وہ کہنے لگا۔

''میرے بھائی! میں نہیں چاہتا کہ تم ایسا کرو۔ ہمارا باپ، ہماری ماں، ہماری بہنیں ماری جا چکی ہیں ـــــ پورے خاندان میں اب تم ہی خاندان کی نشانی میرے پاس ہو اور میں تمہیں گنوانا نہیں چاہتا۔ اسی بناء پر میں چاہتا ہوں تم پڑاؤ میں رہنا۔''

اس موقع پر عادل خان کی چھاتی تن گئی۔ کہنے لگا۔

''میرے بھائی! جو الفاظ آپ نے مجھ سے کہے ہیں وہ الفاظ میں آپ سے بھی کہہ سکتا ہوں۔ اس لئے کہ اب بھی میرے لئے میرے خاندان کی آخری نشانی ہیں۔

Marfat.com

میرے بڑے بھائی ہیں۔ میرا باپ مارا جا چکا ہے اور اب آپ ہی میرے باپ کی جگہ ہیں۔ میں آپ سے بھی کہہ سکتا ہوں کہ آپ پڑاؤ میں رہیں، اپنی حفاظت کریں۔ میرے بھائی! میں دو تین صفیں چھوڑ کر پیچھے رہوں گا اور خداوند نے چاہا تو اپنی تیر اندازی سے رانی کے کئی لشکریوں کو گرا ماروں گا۔ اب رانی دُرگا وتی سے انتقام لینا میری فطرت کی ضد، میری انا کی ہٹ دھرمی بن گئی ہے اور یہ انتقام میں ضرور لوں گا۔''

اس موقع پر آصف خان تھوڑی دیر تک عادل خان کی طرف دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔

''اچھا جلدی کرو ـــــ پہلے لباس تبدیل کرو۔ اپنا سامان سمیٹتے ہیں اور گھوڑوں پر سوار ہو کر لشکر گاہ کی طرف چلتے ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی دونوں بھائی بڑی تیزی سے حرکت میں آئے اور دونوں نے اپنا لباس تبدیل کیا۔ گھر میں جو ان کے فالتو لباس تھے وہ بھی جلدی جلدی انہوں نے چمڑے کی خرجینوں میں ڈالے، نقدی اور ضروریات کی دوسری چیزیں بھی خرجینوں میں ڈالنے کے بعد وہ اس جگہ آئے جہاں صحن میں دونوں کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ دونوں گھوڑوں پر زینیں ڈالنے کے بعد انہیں دھانے چڑھائے پھر گھوڑوں کی باگیں پکڑ کر باہر نکلے۔ اپنی رہائش گاہ کو باہر سے تالا نہیں لگایا، ویسے ہی زنجیر لگا دی تھی اس لئے کہ گھر میں ان کے پہننے کے کپڑوں کے علاوہ رکھا ہی کچھ نہیں تھا اور وہ کپڑے انہوں نے اپنے ساتھ لے لئے تھے۔

اس کے بعد دونوں بھائی اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور لشکر گاہ کی طرف چلے گئے تھے۔

وہاں باز بہادر لشکر کے کوچ کے لئے پہلے ہی تیار کھڑا تھا۔ دونوں بھائیوں کے وہاں پہنچنے کے بعد پہلے تو کچھ دیر باز بہادر ان کی ماں اور بہنوں کے مرنے پر افسوس کرتا رہا پھر دونوں بھائیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیزو! میں نے جو اپنے دو قاصد رانی دُرگا وتی کی طرف روانہ کئے تھے۔ ان کے علاوہ میں نے اپنے چند مخبر بھی رانی کے علاقوں کی طرف روانہ کئے تھے تاکہ وہ مجھے وہاں کے حالات کی تبدیلی اور رانی کے ارادوں سے آگاہ کریں۔

جہاں قاصدوں نے واپس آ کر یہ خبر دی ہے کہ رانی نے مجھ سے تم دونوں کا مطالبہ کیا ہے، ساتھ یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ رانی نے تمہاری ماں اور بہنوں کا خاتمہ کر

Marfat.com

دیا ہے، وہاں ان مخبروں نے واپس آ کر مجھے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ رانی کی ایک چھوٹی بہن راجکماری کملا دیوی اور اُس کی ایک بھتیجی رتن کماری ہے۔ انہوں نے تمہاری ماں اور بہنوں کے قتل کی سخت مخالفت کی تھی اور رانی کو ان پر ہاتھ ڈالنے سے منع کیا تھا۔ لیکن وہ باز نہیں آئی۔ انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ ان دونوں لڑکیوں یعنی کملا دیوی اور رتن کماری نے تمہارے باپ عبداللہ خان کے قتل پر کیدار سنگھ کے خلاف رانی دُرگا وتی کے سامنے سخت احتجاج بھی کیا تھا لیکن ان دونوں بچیوں کے احتجاج کا رانی دُرگا وتی پر کوئی اثر نہ ہوا۔"

باز بہادر جب خاموش ہوا تب آصف خان کہنے لگا۔

"میں ان دونوں راجکماریوں کو اچھی طرح جانتا ہوں ــــــ وہ مجھے ایک بڑے بھائی کی حیثیت سے میری عزت اور احترام کرتی ہیں۔ ان دونوں کا مزاج رانی دُرگا وتی سے بڑا مختلف ہے۔"

اس کے بعد باز بہادر نے آصف کو اپنے لشکر کے متعلق کچھ تفصیل بتائی پھر تھوڑی دیر بعد لشکر سارنگ پور سے ریاست گونڈوانہ کے مرکزی شہر چوڑھ گڑھ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

دُرگا وتی کو بھی اس کے مخبروں نے اطلاع کر دی تھی کہ باز بہادر ایک لشکر لے کر اُس پر حملہ آور ہونے کے لئے آندھی اور طوفان کی طرح اس کے مرکزی شہر چوڑھ گڑھ کا رخ کئے ہوئے ہے۔ لہٰذا رانی اپنے لشکر کے ساتھ نکلی اور دموہ کے وسیع اور تاریخی میدانوں میں آ کر اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔

دوسری طرف باز بہادر کو بھی اس کے مخبر رانی کے لشکر کی نقل و حرکت سے متعلق آگاہ کر رہے تھے۔ لہٰذا وہ بھی سیدھا دموہ کے میدانوں کی طرف آیا اور رانی کے سامنے آ کر اُس نے پڑاؤ کر لیا تھا۔

ایک دن اور ایک رات دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کئے رہے۔ اس سے اگلے روز صبح ہی صبح دونوں لشکریوں نے اپنی اپنی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں۔

رانی کے لشکر کی تعداد باز بہادر کے لشکر سے کہیں زیادہ تھی۔ اس بناء پر حملہ آور ہونے کی ابتداء رانی نے ہی کی۔ چنانچہ رانی دُرگا وتی اور اُس کا سینا پتی سنسار سنگھ

Marfat.com

دونوں اپنے لشکر کو حرکت میں لاتے ہوئے دشتِ جنوں سے نکلتے حشرات الارض اور کرب خیز وحشت کاری کرتے برساتی کیڑوں اور اندیشوں کے سیل بے اماں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دوسری طرف باز بہادر اور اس کے سالار اور لشکری بھی جوابی کارروائی کرتے ہوئے غاروں کے اندھے دھانوں سے نکلتی اذیتوں کی ساعتوں، فنا کے لمحے پھیلاتی عذاب رتوں اور پانی کی تہوں تک کو اتھل پتھل کر دینے والے وحشی، بے باک طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دموہ کے میدانوں میں دونوں لشکریوں کے اس طرح ٹکرانے سے بڑے بڑے سرکشوں کی سرکشی، بڑے بڑے بے مثال بخت آزماؤں کا مقدر، بے خوف ظالموں کی ستم کوشی اور بڑے بڑے سورماؤں کا تہور خاک وخون ہونے لگا تھا۔

تھوڑی دیر تک دونوں لشکریوں کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی۔ لیکن جنگ کوئی زیادہ طول نہ پکڑ سکی۔ رانی کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی جو رنگ لائی۔ آخر باز بہادر کو رانی کے ہاتھوں بدترین شکست ہوئی اور باز بہادر اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر سارنگ پور کی طرف بھاگ گیا۔

جہاں تک آصف خان اور عادل خان دونوں بھائیوں کا تعلق تھا، باز بہادر کی شکست کے بعد وہ اس کے ساتھ سارنگ پور نہیں بھاگے۔ دونوں بھائیوں نے مشورہ کیا، پھر وہ اپنے گھوڑوں کو شمال کے رخ پر بھگاتے ہوئے میدانِ جنگ سے دور ہونے لگے تھے۔

چند میل آگے جانے کے بعد ایک جگہ کافی بلند جھاڑ جھنکاڑ اور سرکنڈے تھے۔ وہاں آصف خان نے اپنے گھوڑے کو روک دیا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے عادل خان بھی اپنے گھوڑے کو روک چکا تھا۔ پھر عادل خان کو مخاطب کرتے ہوئے آصف خان بول اٹھا۔

''میرے عزیز اور چھوٹے بھائی! ہماری بدقسمتی کہ باز بہادر کو شکست ہوئی۔ مجھے پہلے ہی اس کا اندازہ تھا۔ اس لئے کہ ایسا عیاش شخص میدانِ جنگ میں جم کر مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میں تمہیں لے کر سارنگ پور کی طرف اس لئے نہیں بھاگا کہ اب وہاں ہم دونوں بھائی غیر محفوظ ہو جائیں گے۔ اس لئے میں تمہیں ادھر لے کر آیا ہوں۔ ہو سکتا

Marfat.com

ہے باز بہادر کی اس شکست کے بعد رانی پہلے کی نسبت زیادہ سختی کے ساتھ باز بہادر سے ہم دونوں کا مطالبہ کرے۔ اسی وجہ کو سامنے رکھتے ہوئے میں سارنگ پور نہیں بھاگا اور ادھر آیا ہوں۔ اب میرے بھائی! تُو بتا، ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

آصف خان جب خاموش ہوا تب کچھ دیر تک عادل خان کچھ سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔ "میرے محترم بھائی! اگر آپ بسارنگ پور کی طرف بھاگتے تو میں خود آپ کی راہ روکتا اور آپ کو اُدھر نہ جانے دیتا۔ اس لئے کہ سارنگ پور میں ہمارے لئے اب خطرات ہی خطرات ہیں ـــــ میں چاہتا ہوں کہ آگرہ کا رخ کریں۔ وہاں قسمت آزما کر دیکھیں۔ لیکن آگرہ کی طرف جاتے ہوئے بھی ہمیں بہت محتاط رہنا ہوگا ہوسکتا ہے رانی کے مسلح جوان ہمیں حاصل کرنے کے لئے ہمارا تعاقب کریں اور آگرہ کی طرف جانے والی شاہراہوں کو مسدود کر دیں۔ اس بناء پر ہمیں آگرہ کی طرف جاتے ہوئے بڑی احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ ساتھ ہی وقت بھی ضائع نہیں کرنا ہوگا ـــــ میں چاہتا ہوں کہ منزل پر منزل مارتے ہوئے جس قدر ممکن ہو، رانی کے علاقوں سے دور نکل جائیں۔ ایک بار ہم رانی کے علاقوں سے دور نکل گئے تو پھر مجھے امید ہے ہم محفوظ ہو جائیں گے۔ رانی کے آدمی ہمارا تعاقب نہیں کر پائیں گے ـــــ لہٰذا میرے بھائی! آؤ، اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائیں اور انہیں سرپٹ دوڑاتے ہوئے اپنی جان بچانے کی کوشش کریں۔"

آصف خان نے اپنے چھوٹے بھائی کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ پھر دونوں بھائیوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور انہیں شمال کی طرف سرپٹ دوڑا دیا تھا

◎......◎

Marfat.com

★★★

دونوں بھائی دشمن کے تعاقب سے بچتے ہوئے منزل پر منزل مارتے لگاتار سفر کرتے ہوئے جالندھر کے نواح میں پہنچے جہاں اکبر نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہوا تھا۔ لشکر میں داخل ہونے کے بعد آصف خان سب سے پہلے اکبر کے نامور سالاروں سے متعلق تفصیل جاننے کے بعد اکبر کے ایک انتہائی جنگجو اور فدا کار قسم کے سالار عبداللہ خان ازبک کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس لئے کہ آگرہ سے انہیں خبر ہو گئی تھی کہ اکبر اپنے لشکر کے ساتھ جالندھر کے نواح میں ہے۔

آصف خان اور عادل خان دونوں ترک تھے۔ اس بناء پر انہوں نے عبداللہ خان ازبک کا انتخاب کیا تھا۔ جب وہ عبداللہ خان ازبک کے ایک چھوٹے سالار کے ذریعے عبداللہ خان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عبداللہ خان نے دونوں بھائیوں کی طرف توجہ کی۔ اس لئے کہ دونوں طویل سفر کرتے ہوئے آ رہے تھے۔ دونوں کی حالت ایسی ہو رہی تھی کہ کوئی بھی دیکھنے والا انہیں رحم کی نظر سے دیکھنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ عبداللہ خان نے انہیں بلایا، ان کی تواضع کی اور جب آصف خان نے اپنے حالات عبداللہ خان سے کہے تو عبداللہ خان بڑا متاثر ہوا اور رحم دلی سے کام لیتے ہوئے عبداللہ خان ازبک نے آصف خان اور عادل خان دونوں بھائیوں کو اپنے حصے کے لشکر میں شامل کر لیا تھا۔

اب دونوں بھائیوں کو ایک طرح سے اطمینان اور آسودگی سی میسر آ گئی تھی۔ ایک تو وہ دشمن کے خطرے سے محفوظ ہو گئے تھے دوسرے اکبر کے لشکر میں شامل ہونے کے بعد غم معاش سے بھی آسودہ ہو کر رہ گئے تھے۔ اب آصف خان کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ اکبر کے لشکر میں شامل ہو کر عبداللہ خان ازبک کے تحت ایسی جانثاری،

Marfat.com

ایسی ہمت اور جواں مردی کا مظاہرہ کرے کہ اسے اور اس کے بھائی عادل خان دونوں کو اکبر کے لشکر میں آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کا موقع مل جائے۔

اکبر اور اس کے وزیر بیرم خان نے چند دن جالندھر کے نواح میں قیام کرنے کے بعد حالات کا جائزہ لیا۔ ان کے سامنے دو بڑی قوتیں تھیں جو انہیں تخت و تاج سے محروم کر سکتی تھیں۔ ایک پنجاب میں تگ و دو کرنے والا سکندر شاہ اور دوسرا مالوہ کے حاکم عادل شاہ کا وزیر ہیمو بقال ـــــ ہیمو بقال بڑی تیزی سے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر رہا تھا تاکہ ہمایوں کے بعد اکبر کو تخت و تاج پر قبضہ نہ کرنے دے۔

دوسری طرف اکبر اور بیرم خان دونوں نے باری باری اپنے سارے دشمنوں سے نمٹ کر اپنی کامیابی، اپنی فوزمندی کو یقینی بنانے کا عہد کر لیا تھا۔ چنانچہ اپنے سارے سالاروں سے فیصلہ کرنے کے بعد آخر یہ طے کیا گیا کہ پہلے سکندر شاہ کے خلاف حرکت میں آیا جائے جو کوہستانِ سوالک کے سامنے کے علاقوں کے اندر تباہی و بربادی کا کھیل کھیل رہا تھا۔ لوگ اس سے نالاں تھے اور اس کی کوشش یہ تھی کہ زیادہ سے زیادہ علاقوں پر قبضہ کر کے مغل سلطنت کے اندر انتشار اور افراتفری پیدا کر کے ان علاقوں میں اپنی حکومت کو مضبوط اور مستحکم کر لے۔

سکندر شاہ کے ان ارادوں کو دیکھتے ہوئے اکبر اور بیرم خان دونوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ عادل شاہ کے وزیر ہیمو بقال سے نمٹنے سے پہلے سکندر شاہ پر حملہ آور ہو کر اس کی قوت کو توڑ دینا چاہئے۔ اس لئے کہ ہیمو بقال ابھی تک اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں نہیں آیا تھا جس کی بناء پر اکبر اور بیرم خان نے یہ فیصلہ کیا کہ پہلے سکندر شاہ پر ضرب لگائی جائے۔

سکندر شاہ اپنے لشکر کے بڑے حصے کے ساتھ تھا۔ جبکہ اس کے لشکر کا ایک ہراول مختلف بستیوں اور قصبوں پر حملہ آور ہو کر نہ صرف تباہی اور بربادی کا کھیل، کھیل رہا تھا بلکہ اپنے لئے رسد اور ضروریات کا دوسرا سامان بھی جمع کر رہا تھا۔ ایسے میں اکبر اور بیرم خان نے اپنے سالار عبداللہ خان ازبک کو ہراول کے طور پر لشکر دے کر سکندر خان کے ہراول لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔

عبداللہ خان ازبک نے سکندر شاہ کے ہراول لشکر کو کوہستانِ سوالک کے دامن سے ذرا آگے جا لیا۔ آصف خان اور عادل خان دونوں بھائی اس کے لشکر میں شامل تھے۔

Marfat.com

عبداللہ خان ازبک ابھی جوان تھا، جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا تھا لہٰذا دشمن کے سامنے آتے ہی اس نے اپنے کام کی ابتداء کی اور وہ سکندر شاہ کے ہراول لشکر پر بے نام لحد میں اترتی موت کی اندھی چاپ، سمتوں کا تعین، راستوں کا تیقن تک بھلا دینے والی نفرتوں کی بھڑکتی آگ اور کھلیانوں کے تنکے تک اُڑا دینے والی خوفناک آندھیوں کے جان لیوا جھکڑوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس ٹکراؤ میں آصف خان نے یہ جان کر کے تخت یا تختہ، یا تو اپنے سالاروں کی نگاہوں میں آ جائے گا یا اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا، اگلی صفوں میں رہتے ہوئے بڑی بے باکی اور جرأت مندی کا اظہار کیا تھا اور حرب وضرب کا بہترین مظاہرہ کیا تھا جس کی بناء پر وہ عبداللہ خان ازبک کی نگاہوں میں آ گیا تھا۔

اس طرح عبداللہ خان نے سکندر شاہ کے ہراول لشکر کو بدترین شکست دے کر مار بھگایا تھا۔ دوسری طرف سکندر شاہ کو خبر ہوئی کہ اکبر کے سالار عبداللہ خان ازبک نے اس کے ہراول لشکر پر حملہ آور ہو کر نہ صرف لشکر کے ان گنت لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے بلکہ اس کو بدترین شکست بھی دی ہے۔ تب اپنی اس ہزیمت کا بدلہ لینے کے لئے وہ اپنے پورے لشکر کے ساتھ آگے بڑھا۔

دوسری طرف اکبر اور بیرم خان بھی اپنے دیگر سالاروں اور باقی لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے تھے۔ یوں کوہستانِ سوالک کے وسیع دامن کے اندر دونوں لشکر خوفناک آندھیوں کے جان لیوا جھکڑوں اور کالی راتوں کے طول میں تمناؤں کے سرابوں، وقت کی رفتار میں اندیشوں کی ریت اور جنوں خیز صحراؤں میں کرب خیزیوں کی برق کی طرح ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے تھے۔

کوہستانِ سوالک کے سامنے دونوں لشکروں کے درمیان یہ ہولناک ٹکراؤ تھا۔ جس وقت دونوں لشکر ایک دوسرے سے بری طرح ٹکرا رہے تھے، صفیں ایک دوسرے کے اندر گھس گئی تھیں، موت چاروں طرف رقص کر رہی تھی، سکندر شاہ اپنے لشکریوں کو للکارتے ہوئے جان لیوا حملہ کرنے کے لئے ترغیب دے رہا تھا، ایسے میں عادل خان نے ایک بہترین کارنامہ انجام دیا۔

وہ تیر اندازی کا ماہر تھا، بے خطا نشانہ رکھتا تھا۔ اس کا بھائی اگلی صفوں میں بڑی جانثاری اور سرفروشی سے اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ عادل خان جو ابھی کم سن تھا

Marfat.com

اس کے پیچھے تھا۔ اس موقع پر اس نے یکے بعد دیگرے دو تیر چلاتے ہوئے اس قدر بے خطا نشانے کا مظاہرہ کیا کہ دونوں تیر سکندر شاہ کے لگے۔ ایک تیر اس کے دائیں بازو پر اور دوسرا بائیں بازو پر۔

اس صورتِ حال نے سکندر شاہ کو بوکھلا کر رکھ دیا تھا۔ تیر لگنے سے وہ زخمی ہوا تھا۔ لہٰذا اس کو اس نے اپنے لئے بدفال سمجھا اور شکست قبول کرتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا۔

سکندر شاہ کے خلاف اکبر اور بیرم خان کی یہ شاندار فتح تھی جبکہ سکندر شاہ بدترین شکست اٹھا کر کوہستانِ سوالک کے اندر روپوش ہو گیا تھا۔ جب جنگ اپنے انجام کو پہنچ گئی، سکندر شاہ بھاگ گیا، زخمیوں کی دیکھ بھال ہونے لگی، تب اکبر اور بیرم خان کے کان میں یہ بات کسی نے ڈال دی کہ سکندر شاہ تیر اندازی کی وجہ سے زخمی ہوا تھا۔ اس کے دائیں بائیں بازو پر تیر لگے تھے جن کی وجہ سے اسے بدفال قرار دیتے ہوئے وہ شکست اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔

اس انکشاف پر اکبر اور بیرم خان دونوں کو بہت تجسس ہوا۔ لہٰذا سالاروں کو کہا گیا کہ جس نے بھی سکندر شاہ پر تیر چلائے ہیں اُسے اکبر کے سامنے پیش کیا جائے۔ آخر وہ لشکری جو اگلی صفوں میں اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کر رہے تھے اور جنہوں نے اپنی آنکھوں سے عادل خان کو تیر اندازی کرتے ہوئے دیکھا تھا انہوں نے اس کا نام لیا۔ چنانچہ عادل خان کو طلب کیا گیا۔ عادل خان اپنے بڑے بھائی آصف خان کے ساتھ اس جگہ آیا جہاں اکبر، بیرم خان، عبداللہ خان اور دوسرے سالار کھڑے ہوئے تھے۔

اکبر کو جب بتایا گیا کہ اس چھوٹے بچے نے سکندر پر تیر اندازی کی ہے تو اکبر نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے پاس بلایا اور بڑی ہمدردی سے اُسے مخاطب کر کے پوچھا۔

''تم کون ہو؟ اور کس کے ساتھ ہو؟''

اس پر عادل خان نے اپنے بڑے بھائی آصف خان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''میرا نام عادل خان ہے ـــــ میں اپنے بڑے بھائی آصف خان کے ساتھ لشکر میں شامل ہوں اور........''

عادل خان یہیں تک کہنے پایا تھا کہ قریب کھڑا عبداللہ خان ازبک بول پڑا اور اکبر

Marfat.com

کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"یہ دونوں بھائی ہیں ــــــ جس وقت میں ہراول لشکر لے کر سکندر شاہ کے ہراول لشکر پر حملہ آور ہوا تو اس آصف خان کی کارکردگی پر میں نے نگاہ رکھی تھی۔ اس کی کارکردگی بہترین اور جان فروشانہ تھی۔ میں نے نگاہ اس لئے اس پر رکھی تھی کہ یہ میرے لشکر میں نو وارد ہے۔"

اس کے بعد عبداللہ خان نے ان دونوں بھائیوں کی داستان تفصیل کے ساتھ اکبر اور بیرم خان سے کہہ دی تھی۔

اکبر ان کے حالات سن کر متاثر ہوا۔ کچھ سوچا، بیرم خان سے مشورہ کیا پھر وہیں کھڑے کھڑے آصف خان کو تو اپنے چھوٹے سالاروں میں شامل کر لیا جبکہ عادل خان کے لئے یہ حکم جاری کیا گیا کہ اسے اکبر کے محافظ دستوں میں شامل کر لیا جائے۔ اس کی دیکھ بھال کے علاوہ تیغ زنی اور دوسرے حرب وضرب کے فنون میں اس کی بہترین تربیت کا کام بھی سرانجام دیا جائے۔ یوں آصف خان اور عادل خان دونوں بھائیوں کو اکبر کے لشکر میں ایک اچھا مقام مل گیا تھا۔

سکندر شاہ سے نمٹنے کے بعد اکبر اور بیرم خان دونوں ہیمو بقال کے لئے نکلنا چاہتے تھے کہ ان کے لئے ایک بہت بڑا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا۔ جس وقت انہوں نے جالندھر کے نواح میں کلانور کے مقام پر قیام کیا ہوا تھا، انہیں خبر ملی کہ ان کا بدخشاں کا حاکم سلیمان مرزا شورش، بغاوت اور سرکشی پر اُترا آیا تھا۔ ایک لشکر لے کر وہ بدخشاں سے نکلا اور کابل کا اُس نے محاصرہ کیا۔ اس وقت ہمایوں اور اکبر کے اہل خانہ سب کابل میں قیام کئے ہوئے تھے۔ لہٰذا جب بدخشاں کے حاکم سلیمان مرزا نے کابل کا محاصرہ کیا تب اکبر کے اہل خانہ ایک طرح سے خطرے میں پڑ گئے تھے۔

کابل میں اس وقت ہمایوں کے دور کا ایک شخص منعم خان حاکم تھا۔ منعم خان بڑا تجربہ کار، معاملہ شناس تھا۔ وہ کابل کے اندر محصور ہو گیا۔ ساتھ ہی تیز رفتار قاصد اکبر اور بیرم خان کی طرف بھجوائے اور بدخشاں کے حاکم سلیمان مرزا کے خلاف مدد طلب کی۔

اکبر اور بیرم خان اب کلانور سے ہیمو بقال کے لئے روانہ ہونا چاہتے تھے۔ لیکن یہ خبر آنے کے بعد انہوں نے اپنا ایک لشکر اپنے کچھ سالاروں کی سرکردگی میں کابل کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ لہٰذا ہیمو بقال کی طرف روانہ نہ ہو سکے۔

Marfat.com

دوسری طرف بدخشاں کے حاکم کو جب خبر ہوئی کہ کابل کا حاکم منعم خان شہر کے اندر محصور ہو گیا ہے اور اس کا مقابلہ کر رہا ہے اور محاصرہ طول پکڑ رہا ہے، ساتھ ہی اُسے یہ بھی خبریں ملنا شروع ہوئیں کہ اکبر اور بیرم خان نے اس کی سرکوبی کے لئے کلانور سے ایک خاصا بڑا لشکر اس پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا ہے تب سلیمان مرزا نے چاہا کہ کابل کے حاکم کے ساتھ اگر کوئی باعزت معاہدہ ہو جائے تو وہ اپنی جان چھڑا کر واپس بدخشاں چلا جائے گا۔

چنانچہ اس نے کابل کے حاکم منعم خان کو پیغام بھیجا کہ اگر کابل کے خطبے میں اس کا نام شامل کیا جائے تو وہ واپس بدخشاں چلا جائے گا۔

منعم خان کو اس سے بڑھ کر کیا چاہئے تھا۔ ایک تو محاصرہ ترک ہو رہا تھا اور پھر خطبے مین نام شامل کرنے سے اس کا جاتا بھی کچھ نہیں تھا۔ اس نے سوچا کہ جب یہ بدخشاں چلا جائے گا تو پھر دیکھا جائے گا کہ اس کا نام خطبے میں جاری رکھا جا سکتا ہے کہ نہیں۔ چنانچہ جب سلیمان مرزا نے یہ پیشکش کی تو اس کی پیشکش کو منعم خان نے قبول کر لیا اور سلیمان مرزا فوراً کابل کا محاصرہ ترک کر کے بدخشاں کی طرف بھاگ گیا تھا۔

●●●

اکبر اور بیرم خان اپنے بڑے بڑے سالاروں کے ساتھ چونکہ کچھ عرصہ کے لئے سکندر شاہ کے علاوہ کابل کی طرف سے بھی بڑے پریشان حال رہے تھے، بدخشاں کے حاکم نے کابل کا محاصرہ کر لیا تھا جس کے نتیجے میں اکبر اور بیرم خان کو اپنے لشکر کا ایک کافی بڑا حصہ کابل کی طرف روانہ کرنا پڑا تھا۔ اس لشکر کی روانگی کی وجہ سے بدخشاں کا حاکم سلیمان خان کابل کا محاصرہ ترک کر کے تو چلا گیا تھا لیکن اکبر اور بیرم خان کو کچھ عرصہ جالندھر کے مقام کلانور پر بے کار بیٹھنا پڑا۔ اس دوران جو لشکر اکبر نے کابل کی طرف بھجوایا تھا اس لشکر کے ساتھ اکبر کے اہل خانہ بھی کابل سے اس کے پاس کلانور پہنچ گئے تھے۔

ان ساری کارروائیوں اور اکبر اور بیرم خان کی مصروفیات کو دیکھتے ہوئے ہیمو بقال نے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا تہیہ کیا۔ چنانچہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر وہ نکلا اور آگرہ کا رخ کیا۔ آگرہ کی ان دنوں بڑی اہمیت تھی۔ اس لئے کہ وہ مغل سلطنت کا مرکزی شہر تھا

Marfat.com

اور ہیمو بقال نے پہلے مغلوں کے مرکز پر ہی ضرب لگانے کا فیصلہ کیا تھا۔

جس وقت ہیمو بقال گوالیار سے نکل کر آگرہ کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا، ان دنوں مغلوں کے چھوٹے چھوٹے لشکر تین مقامات پر متعین تھے۔ ایک لشکر آگرہ میں تھا جس کی کمانداری ایک سالار سکندر خان کے ہاتھ میں تھی۔ دوسرا لشکر دِلّی میں تھا جس کی کمانداری تردی بیگ کر رہا تھا۔ اور مغلوں کا تیسرا لشکر سرہند کے مقام پر قیام کئے ہوئے تھا اور اس لشکر کی سالاری علی قلی خان شیبانی کے ہاتھ میں تھی۔

آگرہ میں مغلوں کے لشکر کے سالار سکندر خان کو جب ہیمو بقال کی پیش قدمی اور یورش کی اطلاع ملی تو جو لشکر اس کے پاس اس وقت آگرہ میں تھا اسے لے کر وہ ہیمو بقال کی راہ روکنے کے لئے آگرہ کے نواحی میدانوں میں نکلا۔ اتنی دیر تک ہیمو بقال بھی اپنا لشکر لے کر وہاں پہنچ گیا۔ ہیمو بقال بڑی زبردست تیاری کے بعد اس مہم پر نکلا تھا اور اس کے پاس اس وقت کم از کم پندرہ سو جنگ کے لئے سدھائے ہوئے ہاتھی تھے جو دشمن کی صفوں کو تہس نہس کر سکتے تھے۔

آگرہ کے نواح میں سکندر خان اور ہیمو بقال کا ایک دوسرے سے ٹکراؤ ہوا۔ ہیمو بقال کے مقابلے میں سکندر خان کے لشکر کی کوئی حیثیت ہی نہ تھی۔ لہٰذا آگرہ کے نواح میں پہنچتے ہی ہیمو بقال سکندر کے لشکر پر موت اور دہشت کے سایوں کے ہجوم، حرص و ہوس کی اندھی سوداگری اور تہذیب کو دھواں دھواں کرتے بدی کے طوفانوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ اپنے لشکر کے ساتھ سکندر خان نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ ہیمو بقال پر جوابی کارروائی کرتے ہوئے آگرہ کا اس سے دفاع کر سکے لیکن اُسے ناکامی ہوئی۔ ایک تو ہیمو کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی، اس کے علاوہ ہاتھیوں نے سکندر خان کے لشکر میں افراتفری اور بے ترتیبی سی پھیلا کر رکھ دی تھی۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ ان ہاتھیوں کی آڑ میں رہتے ہوئے ہیمو بقال کے لشکری پُر غضب اور برہم طوفانوں اور بدمست قہرمانیوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ لہٰذا سکندر خان آگ اور خون کے اس کھیل میں زیادہ دیر تک ہیمو بقال کے سامنے ٹھہر نہ سکا اور بھاگ کھڑا ہوا۔

ہیمو بقال کی خوش قسمتی کہ اُسے فتح نصیب ہوئی۔ آگے بڑھ کر پہلے اُس نے آگرہ پر قبضہ کیا، اس کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ اس نے مزید پیش قدمی کی۔ اب وہ اس سمت نکلا تھا جدھر سکندر خان اپنے لشکر کے ساتھ شکست اٹھا کر بھاگ گیا تھا۔

Marfat.com

اب ہیمو بقال اپنے لشکر کے ساتھ آندھی اور طوفان کی طرح آگے بڑھتے ہوئے تغلق آباد تک جا پہنچا۔

دوسری طرف آگرہ کے نواح سے شکست اٹھا کر بھاگنے والے سکندر خان کو بھی پتہ چلا کہ دِلّی میں جو مغلوں کا لشکر ہے اس کا سالار تردی بیگ اس لشکر کے ساتھ سکندر خان کی مدد کے لئے بڑی تیزی سے اس کا رخ کئے ہوئے ہے۔ اس طرح سکندر خان اور تردی بیگ جب یکجا ہوئے، اتنی دیر تک ہیمو بقال بھی ان کے سر پر پہنچ گیا۔ ہیمو بقال اب قہرمانی اور طوفان کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ اس کے لشکر کے آگے پندرہ سو ہاتھی دندناتے ہوئے پیش قدمی کر رہے تھے۔ تردی بیگ اور سکندر خان کا متحدہ لشکر بھی ہیمو بقال کا مقابلہ نہ کر سکا۔ ہیمو بقال نے دونوں کو بدترین شکست دی۔ اتنی دیر تک مغلوں کا تیسرا لشکر جو سرہند کے مقام پر علی قلی خان کی سرکردگی میں تھا وہ بھی حرکت میں آیا۔ علی قلی خان شیبانی نے ارادہ کیا تھا کہ بڑی تیزی سے آگے بڑھے گا، سکندر خان اور تردی بیگ کے ساتھ مل کر ہیمو بقال کی راہ روکے گا اور دِلّی کو بچانے کی کوشش کرے گا۔

لیکن علی قلی خان شیبانی ابھی پیش قدمی کرتا ہوا میرٹھ ہی پہنچا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ سکندر خان اور تردی بیگ دونوں کو ہیمو بقال کے مقابلے میں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے اور دونوں اپنے لشکر کو لے کر نوشہرہ کی طرف بھاگ گئے ہیں۔ چنانچہ علی قلی خان نے بھی اپنی بقا اسی میں جانی کہ سرہند کے مقام پر جا کر پڑاؤ کرنے کی بجائے بہتر یہی ہے کہ وہ بھی نوشہرہ ہی کا رخ کرے۔ چنانچہ اپنے حصے کے لشکر کو لے کر وہ بھی نوشہرہ چلا گیا۔

اب ہیمو بقال کے لئے میدان صاف تھا۔ مغلوں کے تین سالاروں سکندر خان، تردی بیگ اور علی قلی خان کو وہ اپنے راستے سے ہٹا چکا تھا۔ اب کوئی قوت ایسی نہ تھی جو دِلّی کی طرف جانے سے اس کی راہ روکتی۔ لہٰذا ہیمو بقال نے بڑی برق رفتاری سے دہلی کا رخ کیا۔ دہلی میں داخل ہوا اور دہلی پر اُس نے قبضہ کر لیا۔ اس طرح ہیمو بقال مغلوں کی سلطنت کے دو بڑے شہروں آگرہ اور دِلّی پر قبضہ کر بیٹھا تھا۔

اب صورتِ حال یہ تھی کہ مغلوں کے پاس صرف پنجاب رہ گیا تھا، باقی سب علاقوں پر افغان اور ان کا حمایتی ہیمو بقال قبضہ کر چکے تھے اور یہ صورتِ حال کم از کم اکبر اور بیرم خان دونوں کے لئے انتہائی نازک اور تکلیف دہ تھی۔

Marfat.com

آگرہ اور دِلّی فتح کرنے کے بعد ہیمو کے حوصلے بہت بلند ہو گئے تھے اور اُسے یقین ہو چکا تھا کہ اب ہندوستان کی حکومت اور سلطنت مغلوں کی بجائے اس کے مقدر میں لکھی جا چکی ہے۔ چنانچہ دِلّی میں داخل ہونے کے بعد ہیمو کا دماغ اس قدر خراب ہوا اور فتوحات کا کچھ ایسا نشہ اُس پر سوار ہوا کہ اُس نے راجہ بکرماجیت کا لقب اختیار کیا اور اسی نام سے اُس نے دہلی میں اپنے سکے جاری کئے۔

ہیمو جانتا تھا کہ آگرہ اور دہلی کو اُس نے فتح تو کر لیا ہے لیکن ابھی ایک قوت ایسی ہے جسے اس نے زیر کرنا ہے اور وہ قوت اکبر اور بیرم خان کی تھی۔ لہٰذا دہلی میں قیام کے دوران اُس نے بڑی تیزی سے اپنی عسکری تیاریوں کو عروج پر پہنچا دیا تھا۔

ہیمو کو اب اکبر اور بیرم خان کے مقابلے میں اپنی فتح کو یقینی بنانے کے لئے اپنے لشکر کے دو عوامل پر بھروسہ اور یقین تھا۔ پہلا اس کے پاس ایک طاقتور توپ خانہ تھا جو وہ مغلوں کے خلاف حرکت میں لا سکتا تھا ____ دوسری بڑی علت جس کی وجہ سے اُسے یقین تھا کہ کامیابی اسی کے قدم چومے گی، وہ ہاتھی تھے جن کی تعداد پندرہ سو سے بھی زائد تھی جنہیں خصوصیت کے ساتھ جنگوں میں حصہ لینے کے لئے تربیت دی گئی تھی۔ لہٰذا ہیمو بقال دہلی میں رہتے ہوئے اپنی جنگی تیاریوں کو عروج پر لے گیا تھا ____ اُس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اب آخری ضرب اکبر اور بیرم خان پر لگائے گا اور انہیں پنجاب کے علاقے سے بھی محروم کر کے راجہ بکرماجیت کی حیثیت سے پورے ہندوستان پر حکومت کرے گا۔

جالندھر ہی کے نواح میں اکبر اور بیرم خان کو خبر ملی کہ آگرہ کے بعد ہیمو بقال نے دہلی پر بھی قبضہ کر لیا ہے اور یہ صورتِ حال یقیناً ان کے لئے تکلیف دہ تھی۔ لہٰذا ان حالات میں اکبر اور بیرم خان نے اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی شروع کی اور نوشہرہ کے مقام پر پہنچے جہاں ان کے تینوں شکست خوردہ سالار سکندر خان، تردی بیگ اور علی قلی خان پہنچ چکے تھے۔

نوشہرہ پہنچ کر اکبر نے اپنے سالاروں کے علاوہ وہ عمائدین جو اس وقت لشکر میں شامل تھے اُن کا اجلاس طلب کر لیا۔ جو صورتِ حال درپیش تھی اسے ان کے سامنے رکھا اور ان کی آراء جاننے کی کوشش کی۔ اس موقع پر اکبر کے سالار دو حصوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ ایک گروہ کا خیال تھا کہ ہیمو کے پاس اس وقت لاکھوں کا لشکر ہے۔ اکبر کے

Marfat.com

پاس ایک چھوٹا سا لشکر ہے۔ وہ لشکر ہیمو کا مقابلہ نہیں کر سکتا لہٰذا دہلی کی طرف پیش قدمی کرنے کی بجائے واپس کابل کا رخ کیا جائے۔ وہاں قیام کر کے اپنی عسکری طاقت اور قوت کو مضبوط اور مستحکم کیا جائے۔ اس کے بعد ہیمو سے ٹکرانے کے لئے دہلی پر حملہ آور ہوا جائے۔ جن سالاروں نے یہ رائے دی تھی ان سارے سالاروں کی سربراہی تردی بیگ کر رہا تھا۔

دوسرا گروہ سختی سے اس کا مخالف تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ ہمیں کسی بھی صورت پسپا ہو کر کابل کا رخ نہیں کرنا چاہئے بلکہ اپنے لشکر کو استوار کر کے بڑی تیزی اور برق رفتاری سے دہلی کا رخ کرنا چاہئے اور ہیمو بقال سے ٹکرا کر اور اُسے شکست دے کر اُس سے دہلی اور آگرہ واپس لے لینا چاہئے۔

جو سالار اس خیال کے حامی تھے، ان کی سربراہی بیرم خان کر رہا تھا اور اس میں بڑے بڑے اعلیٰ سالار شامل تھے جن میں علی قلی خان شیبانی اور عبداللہ ازبک جیسے لوگ تھے۔

تردی بیگ نے چونکہ بیرم خان کے مشورے کی مخالفت کی تھی اور دہلی کی طرف پیش قدمی کرنے کی بجائے مشورہ دیا تھا کہ لشکر کو ہیمو بقال سے ٹکرانے کی بجائے کابل جا کر پہلے اپنی تیاری کر لینی چاہئے اس کے بعد ہیمو پر حملہ آور ہونا چاہئے۔ تردی بیگ کے اس مشورے کو چونکہ بیرم خان نے ناپسند کیا تھا لہٰذا ایک طرح سے اندر ہی اندر بیرم خان تردی بیگ کے خلاف ہو گیا تھا۔ بیرم خان کا خیال تھا کہ تردی بیگ لشکر کے اندر بددلی، انتشار اور افراتفری مچانا چاہتا ہے اور نہیں چاہتا کہ اکبر آگے بڑھ کر دہلی پر ضرب لگائے اور دہلی واپس لینے کے ساتھ ساتھ ہیمو بقال کو نکال باہر کر کے آگرہ پر قبضہ کر لے۔ بیرم خان کو یہ خدشہ تھا کہ تردی بیگ کی وجہ سے اس کے بہت سے سالار بھی اس کے ہم نوا ہو جائیں گے۔ اس طرح آہستہ آہستہ لشکر کے اندر نہ صرف بددلی پھیلے گی بلکہ لشکر کے اندر ایک مخالف گروہ بھی پیدا ہو جائے گا جو آنے والے دور میں اکبر اور بیرم خان کے لئے مشکلات پیدا کر سکتا تھا۔ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے بیرم خان نے تردی بیگ کے خلاف حرکت میں آنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

چنانچہ نوشہرہ ہی میں قیام کے دوران ایک روز جبکہ اکبر شکار کے لئے نکلا ہوا تھا، بیرم خان نے تردی بیگ کو اپنے خیمے میں بلایا اور چونکہ تردی بیگ نے پیش قدمی کی

Marfat.com

مخالفت کی تھی لہٰذا بیرم خان نے اُس کی اس تجویز کو جرم قرار دیا اور اس نے وہیں تردی بیگ کا سر قلم کر دیا۔

اکبر کو شکارگاہ ہی میں خبر ہو گئی تھی کہ بیرم خان نے تردی بیگ کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اور جب اکبر واپس اپنے پڑاؤ میں آیا تو بیرم خان اکبر کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُسے کہنے لگا۔

''مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ آپ تردی بیگ خان کو اس کے جرائم کے باوجود قتل کرنے میں تامل فرمائیں گے۔ لیکن میں نے آپ کے حکم کے بغیر ہی تردی بیگ کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے ـــــ اس ہنگامہ خیز زمانے میں جبکہ ایک طرف ہیمو جیسے زبردست دشمن کا لشکر ہمارے قریب ہی خیمہ زن ہے اور دوسری طرف خونخوار افغان سارے ہندوستان پر چھائے ہوئے ہیں، تردی بیگ خان جیسے غلط مشورہ دینے والے شخص کا خاتمہ نہ کرنا دانشمندی سے بہت دور ہے۔''

اس موقع پر اکبر نے کوئی باز پرس نہ کی بلکہ اس نے بیرم خان کی عقل مندی کی تعریف کی۔ اس طرح تردی بیگ کے قتل کا معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

کچھ مؤرخین خیال کرتے ہیں کہ بیرم خان نے تردی بیگ کو قتل کر کے اچھا نہیں کیا۔ لیکن زیادہ مؤرخین یہ کہتے ہیں کہ اگر بیرم خان تردی بیگ کو قتل نہ کرتا تو مغل ہندوستان میں پھیل جانے والی شورشوں پر قابو نہ پا سکتے اور سوری خاندان پھر اپنی طاقت اور قوت کو بحال کر کے مغلوں کے لئے مشکلات پیدا کر سکتا تھا۔

جب بیرم خان نے تردی بیگ کو قتل کر دیا تو اس واقعے کے بعد تمام امراء نے جن میں ہر ایک اپنے آپ کو بجائے خود ایک حکمران تصور کرنے لگا تھا، بیرم خان کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس طرح ہر کوئی اپنے دل و دماغ سے بغاوت اور باہمی نفاق کی آلودگیوں کو دور کر کے اکبر کا ساتھ دینے پر کمر بستہ ہو گیا تھا۔

مشہور مؤرخ دی سمتھ کے مطابق:

''بہت سے لوگ حالات کی نزاکت کو محسوس نہیں کرتے اس لئے وہ بیرم خان کو موردِ الزام قرار دیتے ہیں کہ اس نے ناحق تردی بیگ کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن ایسے لوگ ان شدید خطرات کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں جو اس وقت اکبر اور بیرم خان کو درپیش تھے۔ لہٰذا بیرم خان کے ہاتھوں تردی

Marfat.com

بیگ خان کے قتل کو انتقامی کارروائی قرار دینا غلط ہے۔"

بہر حال چند روز تک نوشہرہ میں قیام کرنے اور اپنے لشکر کی ترتیب اور تنظیم بہتر کرنے کے بعد اکبر اور بیرم خان حرکت میں آئے۔ اپنے لشکر کو انہوں نے مختلف حصوں میں تقسیم کیا۔ اس کے بعد ایک ہر اول لشکر تیار کیا۔ اس لشکر کی کمانداری دو بڑے سالاروں علی قلی خان اور عبداللہ خان ازبک کے تحت رکھی گئی اور ان دو کے علاوہ اور سرکردہ سالار بھی اس مقدمۃ الجیش میں شامل تھے۔ سکندر خان، علی قلی خان اندرابی جیسے سالار بھی شامل تھے۔ اس طرح اکبر اور بیرم خان کا یہ مقدمۃ الجیش ہیمو بقال پر ضرب لگانے کے لئے نوشہرہ سے دہلی کی طرف بڑھا تھا۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

ہیمو بقال کا ہر اول لشکر جو مشہور اور نامور افغان سالار شادی خان کی کمانداری میں تھا بڑی برق رفتاری سے مغلوں اور تُرکوں پر ضرب لگانے کے لئے پیش قدمی کر رہا تھا۔
دوسری طرف علی قلی خان اور عبداللہ خان ترکوں کے نامور اور انتہائی جہاں دیدہ اور تجربہ کار سالار تھے، وہ بھی ہیمو بقال کے ہراول لشکر کی نقل وحرکت سے آگاہ تھے۔ لہٰذا بڑی تیزی سے وہ بھی اپنے مقدمہ الجیش کو لے کر ہیمو کے ہراول کی طرف بڑھے تھے۔
دونوں ہراول لشکروں کا ٹکراؤ ہوا ــــــ اس ٹکراؤ میں ہیمو بقال کے ہراول لشکر کو فوقیت یہ تھی کہ ان کے پاس ایک بہت بڑا توپ خانہ تھا جسے حرکت میں لاتے ہوئے اور توپوں سے گولے داغتے ہوئے وہ ترکوں کے لشکر پر مشتمل مغلوں کے اس لشکر کو بے پناہ نقصان پہنچا سکتے تھے اور ہیمو بقال کے ہراول نے یہی فیصلہ کیا ہوا تھا۔
علی قلی خان شیبانی اور عبداللہ خان دونوں جب اپنے لشکر کو لے کر ہیمو بقال کے ہراول لشکر کے سامنے آئے تب انہوں نے لشکر کو روکا اور اس کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں۔ اس موقع پر آصف خان اور عادل خان دونوں بھائی عبداللہ خان ازبک کے لشکر میں شامل تھے۔ اکبر نے سکندر شاہ کے خلاف بہترین کارکردگی کی بناء پر گو عادل خان کو اپنے محافظ لشکر دستوں میں شامل کیا تھا اور اس کی تربیت کا بھی اس نے بہترین اہتمام کیا تھا۔ تاہم جنگوں کے دوران آصف خان اس وقت تک اُسے اپنے ساتھ رکھنا چاہتا تھا جب تک وہ جوان ہو کر حرب وضرب کی تربیت کی تکمیل کو نہیں پہنچ جاتا۔

ہیمو بقال کے ہراول لشکر کے سامنے علی قلی خان اور عبداللہ خان نے اپنے لشکر کو روکا، پھر دونوں ایک دوسرے کے قریب آئے۔ اس موقع پر علی قلی خان، عبداللہ خان کو

Marfat.com

مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''عبداللہ میرے بھائی! آؤ ہیمو بقال کے اس ہراول لشکر سے ٹکراؤ۔ یہ تیری میری عزت اور وقار کا سوال ہے۔ ذرا سامنے دیکھو، ہیمو بقال کے ہراول میں خاصا بڑا توپ خانہ ہے۔ حالانکہ ہیمو بقال کے پاس ڈیڑھ ہزار سے زائد ہاتھی ہیں پر نجانے کیا سوچ کر اس نے اپنے ہراول لشکر میں ہاتھی نہیں رکھے، صرف ہراول لشکر کو توپ خانے کی مدد مہیا کی ہے۔''

یہاں تک کہتے کہتے علی خان رُکا۔ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بیچ میں عبداللہ خان بول اٹھا تھا۔

''علیؔ قلی خان! میرے بھائی! ذرا سامنے غور سے دیکھو ــــــ ہیمو بقال کے ہراول لشکر کے سالارِ اعلیٰ شادی خان نے اپنے توپ خانے کو وسطی حصے میں رکھا ہے۔ میرے بھائی! اسی سے ہم نے فائدہ اٹھانا ہے۔ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد جس انداز میں ہم نے حملہ آور ہونا ہے میرے بھائی! اس کی تفصیل میں تم سے کہتا ہوں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد عبداللہ رکا، اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر وہ کہہ رہا تھا۔

''علی قلی! شادی خان نے جو یہ توپ خانہ اپنے لشکر کے بالکل وسط میں ٹھہرایا ہے تو جب وہ اپنی توپوں کو حرکت میں لائے گا اور ان سے گولے داغے گا تو یاد رکھنا ان توپوں کے رخ کو اگر غور سے دیکھا جائے تو وہ گولے آ کر ہمارے لشکر کے وسطی حصے پر گریں گے۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو ہمارے لشکریوں کو بے پناہ نقصان اٹھانا پڑے گا۔ ایسی صورت میں ہم نے اپنے لشکریوں کو بھی بچانا ہے، فتح بھی حاصل کرنی ہے اور ہیمو بقال کے مقدمہ الجیش کو مار بھگانا بھی ہے۔''

عبداللہ خان رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا کہہ رہا تھا۔

''اب ہم نے ہیمو بقال کے ہراول پر ضرب کی ابتداء کچھ اس طرح کرنی ہے کہ جونہی ہیمو بقال کا ہراول ہم پر حملہ آور ہونے کی ابتداء کرتا ہے، ہم فوراً اپنے اپنے حصے کے لشکر کو لے کر دائیں بائیں ہٹ جائیں گے اور اپنے لشکر کے دونوں حصوں کے درمیان خاصا فاصلہ پیدا کر لیں گے۔ میں دائیں جانب رہوں گا، تم بائیں جانب۔ اس طرح میں شادی خان کے لشکر کے بائیں پہلو پر ضرب لگاؤں گا اور اس کے لشکر کے

Marfat.com

دائیں پہلو پر تم حملہ آور ہونا۔ جب درمیانی حصہ بالکل خالی ہو جائے گا تو ہمارے لئے شادی خان کا یہ توپ خانہ بالکل بے ضرر ہو جائے گا۔ یقیناً جب وہ گولے داغیں گے تو گولے آ کر اس جگہ گریں گے جہاں اس وقت ہمارا کوئی بھی لشکر موجود نہیں ہو گا۔ میدان خالی ہو گا اور ہم دشمن پر اس کے پہلو کی طرف سے ضرب لگا چکے ہوں گے۔

جس وقت جنگ شروع ہو جائے گی تو یاد رکھنا شادی خان کے لشکریوں کو توپوں کا رخ موڑنے کی مہلت نہیں ملے گی اور اگر وہ توپوں کا رخ موڑ کر ہماری طرف کرتے ہیں اور گولے داغنا بھی چاہتے ہیں تو تب بھی وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے کہ اس وقت تک ان کے لشکریوں پر حملہ آور ہو کر ہم ان میں گھس چکے ہوں گے اور ایک طرح سے ان کی صفوں کے اندر گھس کر ان کا قتل عام کر چکے ہوں گے۔ ایسی صورت میں کوئی بھی توپچی توپ کا گولہ داغنے کا خطرہ مول نہیں لے گا۔ اس لئے کہ وہ گولے ان کے اپنے لشکر کو بھی نقصان پہنچا سکتے ہوں گے۔ اس لئے کہ ہم تو ان کے لشکر کے اندر گھس چکے ہوں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد عبداللہ خان ازبک جب رکا تو سوالیہ انداز میں علی قلی کی طرف دیکھنے لگا۔ جواب میں علی قلی مسکرا رہا تھا۔ عبداللہ خان نے پھر اُسے مخاطب کیا۔

''علی قلی! اس وقت میرے خیال میں یہی تجویز آتی ہے ــــــ اب تم کہو، کیا کہنا چاہتے ہو؟''

علی قلی خان جواب میں کھل کر مسکرایا پھر بڑے خوش کن انداز میں عبداللہ خان ازبک کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''میں نے کچھ بھی نہیں کہنا ــــــ میرے بھائی نے جو کچھ کہہ دیا ہے یہی کافی ہے اور یہی حرفِ آخر ہے۔ میرے بھائی! جو تجویز تم نے پیش کی ہے اس پر اگر ہم عمل کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو جہاں ہم شادی خان کے توپ خانے کو ناکارہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے وہاں ہم ہیمو بقال کے اس ہراول لشکر کو بدترین شکست دے کر اپنی فتح اور کامرانی کو آخری شکل دینے میں بھی فوزمند ہو جائیں گے۔''

یہ آخری فیصلہ کرنے کے بعد عبداللہ خان اور علی قلی خان نے فوراً لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا اور ہیمو بقال کے ہراول کے سالارِ اعلیٰ شادی خان کے حملہ آور ہونے کا انتظار کرنے لگے تھے۔

Marfat.com

شادی خان کے لشکر کی تعداد زیادہ تھی۔ اس کے علاوہ اس کے پاس توپ خانہ بھی تھا۔ لہٰذا اس کے حوصلے جوان، اس کے ولولے عروج پر تھے۔ جنگ کی ابتداء اُسی نے کی۔ شادی خان کا ارادہ یہ تھا کہ پہلے حملہ آور ہو گا، دشمن کی اگلی صفوں کو نچوڑ کر رکھ دے گا اور پھر توپ خانے کے ذریعے جب دشمن کے پچھلے حصے پر وہ گولے داغتے ہوئے انہیں نقصان پہنچائے گا تو اپنی فتح کو یقینی بنا لے گا۔

انہی خیالات کے تحت اس نے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا۔ پھر اس کے حکم پر اس کے لشکری آکاش کے بگڑتے تیور تلے قضا کے سایوں کے ہجوم کی طرح حرکت میں آئے۔ پھر وہ عبداللہ خان اور علی قلی خان کے لشکر پر دشتِ عقوبت میں زیست کے نغموں کو زخموں کے پیوند دیتے ظلم کے سیاہ باب کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

اس موقع پر عبداللہ خان اور علی قلی خان نے بھی اپنی تجویز کو آخری شکل دی۔ انہوں نے اپنے لشکر کے جو دو حصے کر لئے تھے ان حصوں کو حرکت میں لاتے ہوئے علی قلی خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بالکل بائیں جانب ہٹ گیا جبکہ اپنے حصے کے لشکر کو عبداللہ نے بڑی تیزی سے دائیں جانب سمیٹ لیا تھا۔ پھر وہ بھی اپنے کام کی ابتداء کرتے ہوئے شادی خان کے لشکر کے دائیں اور بائیں پہلوؤں پر نشاط انگیز اور سحر خیز ماحول میں شبنم کی آسودگی، خوشبوئے عروساں کو شعلوں کی بے تابی میں تبدیل کرنے والے آتشی لاوے کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ علی قلی خان اور عبداللہ خان نے شادی خان کے لشکر کے پہلوؤں پر اس طرح ضربیں لگانا شروع کی تھیں جیسے نفرت کے طوفان ہر آہنی عزم اور استقلال کو برباد اور ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیتے ہیں۔

شادی خان کیونکہ اپنے لشکر کے وسطی حصے میں تھا۔ وہ عبداللہ خان اور علی قلی خان کی اس جنگی چال کو سمجھ نہ سکا۔ جس وقت اس کا لشکر عبداللہ خان اور علی قلی خان سے ٹکرایا، اُس نے فوراً توپچیوں کو گولے داغنے کا حکم دے دیا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ دشمن کے سامنے کے حصے سے اس کے لشکری ٹکرا گئے ہیں، پشت پر جب گولے گریں گے اور ان گنت لشکری موت کے گھاٹ اترتے ہوئے شور وغوغا بلند کریں گے تب عبداللہ خان اور علی قلی خان کے لشکر میں افراتفری اور بدنظمی پھیل جائے گی۔ لہٰذا وہ شکست اٹھا کر بھاگ نکلیں گے۔

لیکن جس وقت شادی خان نے توپچیوں کو گولے داغنے کا حکم دیا اس وقت تک تو

Marfat.com

عبداللہ خان اور علی قلی خان دائیں بائیں ہٹتے ہوئے بیچ کی جگہ کو بالکل خالی کر چکے تھے اور اب وہ تیزی سے حملہ آور ہوتے ہوئے شادی خان کے پہلوؤں سے اس کے لشکر میں گھسنا شروع ہو گئے تھے۔ جب توپچیوں نے گولے داغے تو وہ کھلے میدان میں گرے اور کسی کا کوئی نقصان نہ ہوا۔

عبداللہ خان اور علی قلی خان کے دائیں بائیں پہلوؤں کی طرف سے حملہ آور ہونے کی وجہ سے جنگ کی بھٹی پوری طرح بھڑک اٹھی تھی۔ دونوں طرف کے لشکری زمین پر اترتے بھوکے کوؤں کی طرح ایک دوسرے پر وارد ہونے لگے تھے ـــــ آنکھوں کا مرہم، لبوں کا تریاق بنتے جذبے خاک و خون ہونے لگے تھے ـــــ میدانِ جنگ کے اندر بھاگتی مرگ بڑے بڑے طاقت ور لشکریوں کی چڑھی ہوئی تیوریوں اور اینٹھی ہوئی گردنوں اور جوانی کے سجیلے پن کو اپنے سامنے جھکانے لگی تھی۔ موت خیر نا آشناسی کا لبادہ اوڑھے چاروں طرف نفس کی بھوک اور جوع القلب کی طرح رقص کرنے لگی تھی۔

شادی خان کو بڑی اُمید تھی کہ اس کا لشکر عبداللہ خان اور علی قلی خان کے لشکر کے اگلے حصے پر ٹوٹ پڑا ہے اور اس کے لشکر کے اگلے حصے کو کاٹ کر رکھ دے گا۔ جبکہ توپوں کے گولے ان دونوں کے لشکر کے پشتی حصے کو ڈھیر کر کے رکھ دیں گے۔ لیکن ہوا کچھ بھی نہیں۔ توپوں کے گولے بے کار جگہ گرے جبکہ دوسری طرف عبداللہ خان اور علی قلی خان نے شادی خان کے لشکر کے پہلو پر حملہ آور ہوتے ہوئے کئی صفوں کو بری طرح کاٹتے ہوئے نہ صرف شادی خان کے لشکر کی تعداد کافی حد تک کام کر دی تھی بلکہ موت اور مرگ کا کھیل انہوں نے شادی خان کے لشکر کے وسطی حصے تک پھیلانا شروع کر دیا تھا۔

اب اس دوطرفہ حملے کے سامنے شادی خان کے لشکر کی حالت بڑی تیزی سے دل کے صحراؤں میں محرومیوں کی داستانوں، زندگی کی دشواریوں میں مسمار خوابوں اور روح کی فضاؤں میں جاں سوز کراہوں سے بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

شادی خان نے دیکھا کہ دائیں بائیں سے حملہ آور ہوتے ہوئے عبداللہ خان اور علی قلی خان بڑی تیزی سے اس کے لشکریوں کا خاتمہ کرتے ہوئے اس کے لشکر کی صفوں کی صفوں کو بساط کی طرح لپیٹتے جا رہے ہیں۔ تب اُسے اندیشہ ہوا کہ اگر جنگ اسی

Marfat.com

طرح جاری رہی تو تھوڑی دیر تک عبداللہ خان اور علی قلی خان اس کے لشکر کے وسطی حصے تک پہنچ کر نہ صرف پورے لشکر کا خاتمہ کر دیں گے بلکہ اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ لہٰذا اس نے اپنی شکست قبول کر لی۔

یہاں مؤرخین لکھتے ہیں کہ ہیمو بقال کے ہراول لشکر کو نہ صرف عبداللہ خان اور علی قلی خان اور ان کے ساتھی سالاروں کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا بلکہ شکست اٹھانے کے بعد جب وہ گھبراہٹ کی صورت میں بھاگے تب اپنا توپ خانہ وہ ساتھ نہ لے جا سکے۔ لہٰذا ہیمو بقال کا وہ توپ خانہ عبداللہ خان اور علی قلی خان کے ہاتھ آیا اور اس پر انہوں نے قبضہ کر لیا تھا۔

اکبر اور بیرم خان کے مقدمہ الجیش کے ہاتھوں ہیمو بقال کے ہراول لشکر کی یہ ایک بدترین شکست تھی۔ ہیمو بقال کو جب اپنے ہراول لشکر کی شکست کا علم ہوا تو وہ بڑا برہم اور غضب ناک ہوا۔ اکبر اور بیرم خان دونوں کا خاتمہ کر کے اور ہندوستان سے مغلوں کی حکومت کی بساط لپیٹ کر ختم کرنے کی خاطر وہ اپنے باقی ماندہ توپ خانے، ڈیڑھ ہزار سے زائد ہاتھیوں کے ساتھ پورے لشکر کو لے کر دہلی سے نکلا تاکہ اکبر اور بیرم خان پر حملہ آور ہو کر ان پر اپنی برتری ثبت کرے اور بلا شرکت غیرے راجہ بکرماجیت کی حیثیت سے پورے ہندوستان کا حکمران بن بیٹھے۔

◎......◎

Marfat.com

* * *

علی قلی شیبانی اور عبداللہ خان ازبک اپنے دیگر سالاروں کے ساتھ اس لشکر کو لے کر پانی پت کے میدانوں کی طرف بڑھے جو ان کے ماتحت تھا اور جو مقدمہ الجیش کہلاتا تھا۔ دوسری طرف ہیمو بقال کو یہ تو خبر ہو چکی تھی کہ اکبر کے مقدمۃ الجیش نے اس کے ہر اول لشکر کو بدترین شکست دی ہے لہٰذا اس شکست کا انتقام لینے کے لئے اس نے اپنی تیاریاں پہلے ہی کر رکھی تھیں۔ اور جب اس کے مخبروں نے یہ خبر دی کہ اکبر کا مقدمۃ الجیش اس کے ہر اول لشکر کو بدترین شکست دینے کے بعد پانی پت کے میدانوں کی طرف بڑھا ہے اور وہاں اس نے پڑاؤ کیا ہے تب ہیمو بقال کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس لئے کہ ہیمو بقال کے مخبروں نے اسے یہ بھی اطلاع کر دی تھی کہ پانی پت کے میدان میں اکبر کے صرف مقدمۃ الجیش نے پڑاؤ کیا ہے جبکہ باقی ماندہ مغل لشکر اکبر اور بیرم خان کی سرکردگی میں ابھی پانی پت سے کافی دور ہے۔

مخبروں کی لائی ہوئی یہ خبریں ہیمو بقال کے لئے بڑی حوصلہ افزا تھیں۔ لہٰذا اس نے یہ فیصلہ کیا کہ اکبر اور بیرم خان کے پورے لشکر کے ساتھ پانی پت کے میدانوں میں پہنچنے سے پہلے وہ پانی پت پہنچے اور اکبر کے مقدمۃ الجیش پر حملہ آور ہو کر نہ صرف اپنے ہر اول کی تباہی و بربادی اور شکست کا انتقام لے بلکہ اکبر اور بیرم خان کے پانی پت پہنچنے سے پہلے ہی پہلے وہ ان کے مقدمۃ الجیش کا خاتمہ کر دے اور پھر اکبر اور بیرم خان پر کاری ضرب لگانے کے لئے تیار اور مستعد ہو جائے۔

یہ سوچتے ہوئے ہیمو بقال نے بھی بڑی برق رفتاری سے پانی پت کے میدانوں کا رخ کیا تھا۔

پانی پت میں وسیع میدان بھی تھے۔ جہاں اکثر و بیشتر مختلف لشکر ٹکراتے رہے

Marfat.com

تھے۔ جبکہ پانی پت نام کا قصبہ بھی تھا۔ یہ ہندوستان کے ضلع کرنال کا ایک قصبہ تھا اور اسی نام کی تحصیل دریائے جمنا کے کنارے تھی۔ یہ قدیم ترین شہروں میں شمار کیا جاتا تھا۔ اس کی تاریخ مہا بھارت کے زمانے سے پہلے کی ہے۔

پانڈووں اور کوروں کی جنگ میں جو میدان مقابلے کے لئے منتخب کیا گیا تھا وہ پانی پت کا ہی میدان تھا۔ بقول سر سید احمد خان دہلی کے راجہ ڈنڈ پانی نے پانی پت بسایا اور اُس نے 707 قبل مسیح سے 691 قبل مسیح تک ان علاقوں میں حکومت کی۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ عین ممکن ہے کہ پانی پت کی قدیم آبادی ویران ہو گئی ہو اور عمارت تباہ و برباد ہو گئی ہو اور بعد میں راجہ ڈنڈ پانی نے اسے ازسرِ نو آباد کیا ہو۔

بعد کے زمانے میں راجہ ارجن نے شہر کے وسط میں ایک عظیم الشان قلعہ بنایا اور شہر کے چاروں طرف مضبوط فصیل تیار کرائی جس کے اندر پندرہ دروازے تھے۔ آج کل قلعہ ایک ٹیلے کی شکل اختیار کر چکا ہے جو کافی وسیع ہے۔

پانی پت کے یہ میدان ہمیشہ شمال مغربی دروں سے ہندوستان پر حملہ آور ہونے والوں کی جولان گاہ بنے رہے تھے۔ وسط ایشیا سے نمودار ہونے والی مختلف اقوام مغربی دروں سے ہوتی ہوئی 1500 قبل مسیح سے 400 قبل مسیح تک انہی میدانوں میں فیصلہ کن جنگ کرتی رہیں۔

آخر 1001ء بمطابق 402 ہجری میں سلطان محمود غزنوی نے پانی پت اور تھانیسر پر حملہ کیا سلطان محمود غزنوی کی واپسی پر ہندو راجہ دوبارہ اس علاقے پر قابض ہو گیا تھا۔

اس کے بعد 1030ء بمطابق 421 ہجری میں محمود غزنوی کے لڑکے مسعود نے دوبارہ اس علاقے پر قبضہ کیا لیکن حالات کے تغیر نے پھر کروٹ لی اور 1043ء بمطابق 434 ہجری میں پانی پت پر دوبارہ ہندوؤں نے قبضہ کر لیا تھا۔

اس زمانے میں عرب، شام ایران اور عراق سے مسلمانوں کے مختلف خاندان ہندوستان کے مختلف شہروں میں آ رہے تھے تو پانی پت اپنی بہتر آب و ہوا کے لحاظ سے ان لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گیا تھا۔ اب آہستہ آہستہ یہ مقام اہل علم و ہنر کا مرکز بھی بن گیا۔ پانی پت کی عظمت کا زمانہ خاص طور پر وہ تھا جب بوعلی یہاں تصوف سلوک اور روحانیت کا درس دیتے رہے۔ چنانچہ اس وقت پانی پت ہندوستان کے مختلف بزرگوں کا مرکز بنا ہوا تھا ـــــ کہتے ہیں اس زمانے میں پانی پت میں سات سو علماء اور فضلاء

Marfat.com

موجود تھے۔

پانی پت کی سیاسی اہمیت اس لحاظ سے بھی مسلم ہے کہ یہاں پر ہمیشہ قوموں، سلطنتوں اور حکومتوں کے فیصلے ہوتے رہے۔ مثلاً 1529ء یعنی 932 ہجری میں بابر نے اس میدان میں ابراہیم لودھی کو فیصلہ کن اور بدترین شکست دی۔ اور اب 1556ء یعنی 946 ہجری کو اکبر کا مقدمۃ الجیش اور ہیمو بقال کے لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھے۔

(اس کے بعد 1761ء یعنی 1174ھ میں پانی پت کے انہی میدانوں کے اندر مسلمانوں کے رجلِ عظیم احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں کو بدترین شکست دی تھی۔ شہر کی سیاسی اہمیت کی وجہ اس کا محل وقوع تھا۔ کیونکہ شمال مغربی دروں سے جو بھی حملہ آور ہندوستان کے دارالسلطنت دہلی پر حملہ کرتا تھا پانی پت اس کے راستے میں آتا تھا۔ نو ستمبر 1803ء میں پانی پت انگریزوں کے قبضے میں چلا گیا تھا۔ 1824ء میں پانی پت کو ضلع بنا دیا گیا۔ کرنال اور سونی پت اس کی تحصیلیں قرار پائی تھیں)

بہرحال اکبر اور بیرم خان کا مقدمۃ الجیش اور ہیمو بقال کا جرار لشکر پانی پت کے میدان میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے۔ ہیمو بقال بہت جلد اس جنگ کو نمٹانا چاہتا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ اکبر اور بیرم خان کے پانی پت کے میدانوں میں پہنچنے سے پہلے وہ ان کے مقدمۃ الجیش کو شکست دے کر میدانِ جنگ کو اپنے حق میں صاف کر لے۔

اپنے انہی ارادوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہیمو بقال اپنے لشکر کو کالی راتوں کے دروازے پر دستک دیتی بدبختی کے تیز جھکڑوں کی طرح حرکت میں لایا۔ پھر اس نے گمنامیوں کے بے انت اندھیروں میں ظلم اور ظلمات کے بھنور کھڑے کرتے ذلت و خواری کے جوار بھاٹے اور زندگی کا لہو نچوڑتی، دلوں کی راحت اور آسودگی چھینتی بے پناہ اذیتوں کی طرح علی قلی خان اور عبداللہ خان کے لشکر پر یلغار کر دی تھی۔

دوسری طرف علی قلی خان اور عبداللہ خان نے بھی اکبر اور بیرم خان کے آنے کا انتظار نہ کیا۔ جب ہیمو بقال ان کے سامنے آ گیا تو وہ سمجھ گئے تھے کہ ہیمو بقال فی الفور جنگ کی ابتداء کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ جوابی کارروائی کرتے ہوئے ان دونوں نے بھی لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے لشکر کو فنا کے گھاٹ اتارتی موت اور مرگ کے سایوں کی

Marfat.com

طرح آگے بڑھایا۔

پھر علی قلی خان اور عبداللہ خان دونوں ہیمو بقال ہی کی طرح اپنی جوابی کارروائی کی ابتداء کرتے ہوئے چہروں کے عکس تک کو شکستہ کر دینے والی عداوتوں کی چلچلاتی دھوپ، بے ثباتی، بے قراری اور شکستوں کا غبار طاری کرتے آسمان سے برستے آتشی اولوں اور کارگاہِ زیست کے خرمنوں پر گرتی، کڑکتی، گونجتی برق کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

پانی پت کے میدانِ جنگ میں چمکتی تلواروں، لچک دار نیزوں، برستی ڈھالوں، سنسناتے تیروں اور خوفناک نعروں کے سایوں میں نفس کی ذلت آمیزیوں، ہواؤں کی آہ زاریوں، انسانی نالوں اور ماتم کا ایک ہیجان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

شروع شروع میں ہیمو بقال نے علی قلی خان اور عبداللہ خان کے لشکر پر اندھی عفریت، وحشتوں کے رقص اور زہریلی آتش فشانی کی طرح تیز حملے شروع کیے تھے۔ وہ بہت جلد علی قلی خان اور عبداللہ خان دونوں کو شکست دے کر مار بھگانا چاہتا تھا لیکن پھر انتہائی خوفناک انداز میں علی قلی خان اور عبداللہ خان نے اپنی جوابی کارروائی کی تو ان کے حملوں کی سختی اور شدت کو دیکھتے ہوئے ہیمو بقال کو دن کے وقت بھی تارے نظر آنا شروع ہو گئے تھے۔ ہیمو بقال تو اس کوشش میں تھا کہ اکبر اور بیرم خان کے باقی لشکر کے ساتھ پہنچنے سے پہلے وہ اس کے مقدمۃ الجیش سے نمٹ لے اور پھر مطمئن انداز میں اکبر اور بیرم خان سے نمٹے۔ لیکن یہاں تو ان کا مقدمۃ الجیش ان کے لئے مصیبت اور جان نہ چھوڑنے والا کمبل ثابت ہو رہا تھا۔ ہیمو بقال جس قدر اس ٹکراؤ کو نمٹانے کی کوشش کر رہا تھا اسی قدر وہ طوالت کی دلدل میں دھنستا چلا جا رہا تھا۔

آخر کار جنگ کو جلد اپنے انجام تک پہنچانے کے لئے ہیمو بقال اپنے لشکر کے ہزاروں ہاتھیوں کو حرکت میں لایا تاکہ ان کے ذریعے مغلوں کے لشکر کے اندر ایک ہلچل، بدنظمی اور افراتفری پیدا کر کے اپنی کامیابی کو آخری شکل دے۔ لیکن یہاں بھی اس کے لئے مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی۔

جس وقت اس نے اپنے ہاتھیوں کو آگے بڑھایا اس وقت وہ خود بھی ہوائی نام کے ایک بڑے، سرکش، توانا ہاتھی پر سوار تھا۔ لیکن ہیمو بقال کی بدقسمتی کہ سامنے کی طرف سے علی قلی خان اور عبداللہ خان کے تیر اندازوں نے ایسی تیر اندازی کی کہ ہاتھیوں کے مہاوتوں کے علاوہ ہاتھیوں کی اوٹ میں اس کے جو لشکری پیش قدمی کر رہے تھے ان

Marfat.com

سب کو ان تیروں نے چھید کر رکھ دیا تھا۔ ہیمو بقال کو یقین تھا کہ مغلوں کا لشکر ان ہاتھیوں کی وجہ سے تتر بتر ہو جائے گا اور ہاتھیوں کا مقابلہ نہیں کر پائے گا۔ لہٰذا وہ خود بھی ہاتھیوں کے اس لشکر میں آگے بڑھ آیا تھا۔ اس موقع پر مغلوں کے کسی لشکری نے چلاّ کر ہیمو بقال کی طرف اشارہ کیا اور کہنے لگا۔

"یہی ہیمو بقال ہے۔"

یہ الفاظ آصف خان اور اس کے ساتھ ہی جنگ میں تیر اندازی کرنے والے اس کے چھوٹے بھائی عادل خان نے بھی سن لئے تھے۔ ان الفاظ کو سن کر عادل خان کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ وہ اپنے لشکر کی اگلی صفوں کے کچھ پیچھے تھا۔ اس وقت اس کے ہاتھ میں ایک کمان اور پیٹھ پر تیروں بھرا ترکش تھا۔ گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھے نیام میں تلوار بھی تھی۔ اس موقع پر عادل خان نے نجانے کیا سوچتے ہوئے وہ کمان جو اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی گھوڑے کی زین کے ہنے سے لٹکا دی اور ایک طرف بندھی ہوئی کافی بڑی کمان سنبھالی۔ اس کی پیٹھ پر جو ترکش تھا اس میں دو طرح کے تیر تھے۔ کچھ کافی بڑے اور لمبے اور کچھ چھوٹے۔ ان لمبے اور کڑے تیروں میں سے ایک تیر اُس نے لیا، بڑی کمان کو اپنے بائیں گھٹنے میں رکھ کر اسے استوار کیا، بڑا اور کڑا تیر اُس نے کمان پر چڑھایا، شست لی، سانس کو روکا اس کے بعد اُس نے جب تیر چلایا تو اس کا وہ تیر ہیمو بقال کی آنکھ میں پیوست ہوتا ہوا اس کے سر کی پچھلی سمت سے نکل گیا تھا۔

یہ صورتِ حال ہیمو بقال اور اس کے لشکریوں کے لئے بڑی اندیشہ ناک تھی۔ اس وقت تک دوسرے تیر اندازوں نے ہاتھیوں کے مہاوتوں اور ان کی اوٹ میں آنے والے لشکریوں کو کیونکہ چھلنی کر دیا تھا لہٰذا جب سنسناتا ہوا تیر ہیمو بقال کی آنکھ سے ہوتا ہوا سر کی پچھلی سمت نکل گیا اور ہیمو بقال درد کی شدت کا اظہار کرنے لگا۔ تب اس کے لشکریوں نے بھی دیکھ لیا تھا کہ ہیمو بقال کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی ہے اور اس کی حالت بری ہے۔ لہٰذا انہوں نے بدحواسی اور بدحالی کا شکار ہوتے ہوئے جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

مؤرخین تفصیل کے ساتھ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ ہیمو بقال کی آنکھ میں جو تیر لگا وہ اس کے سر کے پشتی حصے سے نکل گیا تھا۔ جس وقت ہیمو بقال اپنے لشکریوں

Marfat.com

کی بدحالی کو دیکھ رہا تھا اور اس کے لشکری جنگ سے منہ موڑ کر بھاگ رہے تھے۔ اس موقع پر اُس نے اپنے مہاوت کو حکم دیا کہ وہ بھی ہاتھی کو پھیر لے اور بھاگ کھڑا ہو۔ چنانچہ جس وقت مہاوت ہاتھی کو موڑ رہا تھا اس وقت تک کچھ مغل لشکری اس تک پہنچ چکے تھے۔ ایک مغل لشکری اپنے گھوڑے سے جست لگا کر ہاتھی پر چڑھ دوڑا تھا۔ مہاوت کو اُس نے گرا دیا اور ہیمو بقال کو اُس نے گرفتار کر لیا تھا۔

ہیمو بقال کے وہ لشکری جو میدانِ جنگ سے بھاگے تھے انہوں نے دہلی کا رخ کیا۔ وہ جانتے تھے کہ پانی پت کے میدانوں میں تو ان کا ٹکراؤ صرف اکبر کے مقدمۃ الجیش سے ہوا تھا، ابھی اکبر اور اس کا وزیر بیرم خان ایک خاصے بڑے لشکر کے ساتھ پانی پت کے میدانوں کا رخ کر رہے ہیں اور انہیں یقین تھا کہ پانی پت کے میدانوں سے نکل کر وہ دہلی کا رخ کریں گے۔ اور اگر انہوں نے دہلی میں جا کر محصور ہونا چاہا تو ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچے گا۔ لہٰذا وہ سب اپنی جانیں بچانے کی خاطر اِدھر اُدھر بکھر گئے تھے۔ یوں ہیمو بقال گرفتار ہوا۔ پانی پت کے میدان میں لڑی جانے والی جنگ کا خاتمہ ہوا اور جب ہیمو کے ماتحت جنگ کرنے والے لشکری اِدھر اُدھر بکھر گئے تو اس کے ساتھ ہی ہیمو بقال کی طاقت اور قوت بھی منتشر ہو کر رہ گئی تھی۔

کچھ ہی دیر بعد اکبر اور بیرم خان بھی باقی لشکر کے ساتھ پانی پت کے میدان میں پہنچ گئے تھے۔ میدان میں آتے ہی سب سے پہلے انہوں نے علی قلی خان اور عبداللہ خان ازبک کو ہیمو بقال کے خلاف ان کی شاندار فتح پر مبارک باد دی۔ اس کے بعد جنگ میں گرفتار ہونے والے ہیمو بقال کو اکبر کے سامنے پیش کیا گیا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ جنگ کے دوران جس لشکری نے ہیمو بقال کو گرفتار کیا تھا، اس کا نام شاہ قلی خان تھا اور اسی شاہ قلی خان نے ہیمو بقال کو رسیوں میں جکڑ کر اکبر کے سامنے پیش کر دیا تھا۔ اکبر نے دیکھا کہ ہیمو بقال کی ایک آنکھ ضائع ہو چکی تھی تاہم وہ تیر جو اس کی آنکھ سے ہوتا ہوا اس کے سر کے پشتی حصے کی طرف نکل گیا تھا وہ نکال دیا گیا تھا۔ اس موقع پر اکبر کچھ دیر تک بڑے غور اور کسی قدر نفرت آمیز انداز میں ہیمو بقال کی طرف دیکھتا رہا پھر اُسے گرفتار کرنے والے لشکری شاہ قلی خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اسے گرفتار کرنے پر میں تمہیں مبارک باد دیتا ہوں۔ اس کا تمہیں پورا انعام ملے گا۔ پہلے یہ کہو کیا تم نے پہلے اس کی آنکھ میں تیر مارا اس کے بعد اُسے بے بس کر کے

Marfat.com

گرفتار کیا؟“

شاہ قلی خان نے انتہائی مؤدب ہو کر اکبر کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”شہنشاہِ معظم! اسے میں نے صرف گرفتار کیا ہے۔ اس نے اپنے ہزاروں ہاتھیوں کو ہمارے لشکر کو نقصان پہنچانے کے لئے آگے بڑھایا تھا اور اس کی بدقسمتی کہ انہی ہاتھیوں میں سے ایک ہاتھی پر یہ بھی سوار تھا اور وہ ہاتھی سب سے زیادہ زور آور اور قد آور تھا۔ نام اس کا ہوائی تھا۔ میں اس وقت اپنے لشکر کی دوصفوں کے پیچھے تھا کہ وہی لڑکا جس نے اس سے پہلے تیر اندازی کر کے سکندر شاہ کے دونوں بازو زخمی کئے تھے، ہیمو بقال کے خلاف بھی وہی حرکت میں آیا۔ گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے اُس نے اپنی کمان بدلی، چھوٹی کی بجائے بڑی کمان سنبھالی اور پھر ایک تیر ایسا تاک کر اُسے مارا کہ وہ تیر اس کی آنکھ سے ہوتا ہوا سر کے پچھلے حصے کی طرف نکل گیا۔ اُس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے اس کے لشکریوں پر بددلی اور بدنظمی طاری ہو گئی جس کی وجہ سے اس کے لشکر کو شکست ہوئی۔ جب اس کے لشکری بھی گر رہے تھے، اس نے بھی بھاگنے کی کوشش کی۔ اسی تگ و دو میں، میں اپنا گھوڑا اس کے قریب لے گیا۔ اس کے مہاوت کا خاتمہ کر دیا اور اس پر گرفت کر کے اسے گرفتار کر لیا۔

اس موقع پر اکبر نے اپنے پہلو میں کھڑے ہوئے بیرم خان کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اس لڑکے کا کیا نام ہے جس نے سکندر شاہ کے خلاف جنگ میں اس کے بازو زخمی کئے تھے۔ بھلا سا نام ہے اس کا، میرے ذہن سے نکل گیا ہے۔“

بیرم خان کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس موقع پر قریب ہی کھڑا عبداللہ خان ازبک بول اٹھا اور دل کھول کر دونوں بھائیوں کی کارکردگی کی تعریف کی۔

عبداللہ خان جب خاموش ہوا تب اکبر نے ایک گہری نگاہ اپنے قریب کھڑے سالاروں میں سے بیرم خان، علی قلی خان اور عبداللہ خان پر ڈالی پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

”اس لڑکے کو میرے پاس لاؤ ــــــ میں اس سے پھر ملنا پسند کروں گا۔ ایسے لڑکے جوان ہو کر اجاڑ پھیلاتی کرب خیزیوں میں اپنی روح زخمی کر سکتے ہیں، جسم گھائل کر سکتے ہیں لیکن جفا کاری سے کام نہیں لیتے۔ یہ لڑکا یقیناً بڑا ہو کر سرفروش اور

Marfat.com

سربلند ہوگا اور اپنے دل کی قندیلوں سے ہر شے کا ضمیر روشن کرے گا۔ اس جیسے نوجوان ہی بازارِ حیات کی ویرانیوں میں جانثاری کی کتھائیں، فداکاری کی داستانیں رقم کر سکتے ہیں ـــــ اگر تقدیر نے اس لڑکے کو کسی حادثے سے دوچار نہ کر دیا اور یہ جوان ہو گیا تو میرا دل کہتا ہے کہ یہ کوچۂ قاتل میں وفا شعار ساتھی اور مجلسِ یاراں میں امیدوں کا بادبان ثابت ہوگا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اکبر خاموش ہو گیا تھا۔ عبداللہ خان کے کہنے پر ایک لشکری عادل خان کو بلانے چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ایک سمت سے آصف خان اور عادل خان دونوں بھائی آتے دکھائی دیئے۔ انہیں دیکھتے ہی اکبر کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا۔ جب دونوں بھائی قریب آئے تب اکبر نے آگے بڑھ کر باری باری دونوں کے شانے تھپتھپائے۔ پھر عادل خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں نے تمہیں اپنے محافظ دستوں میں شامل کیا تھا تاکہ وہاں تمہاری تربیت کے علاوہ تمہاری خوب دیکھ بھال بھی ہو۔ یہ تمہاری جانثاری ہے کہ محافظ دستوں سے نکل کر تم نے جنگ میں حصہ لینا چاہا اور اپنے بھائی کے پہلو بہ پہلو جنگ میں عملی کردار ادا کیا۔ تم نے جو بے خطا تیر اندازی کر کے اس ہیمو بقال کو زخمی کیا جس کی وجہ سے یہ گرفتار ہوا تو تمہاری یہ کارگزاری میں زندگی بھر فراموش نہ کر سکوں گا۔"

اس موقع پر عبداللہ خان ازبک نے جہاں عادل خان کی تعریف کی وہاں اس نے آصف خان کی بھی جنگ کے دوران کارکردگی کو سراہا اور اکبر کے سامنے اس کی بھی تعریف کی۔ اکبر نے دونوں سے مل کر خوشی کا اظہار کیا۔ دونوں بھائیوں کو نقد انعامات سے نوازا اور پھر شاہ قلی خان جس نے ہیمو بقال کو گرفتار کیا تھا اسے بھی اکبر نے نقد انعام دیا۔

اس کے بعد اکبر نے عبداللہ خان ازبک کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"جب ہم آگرہ جائیں تو ہمیں یاد دلانا، وہاں ان دونوں بھائیوں کے لئے رہائش کا اہتمام کیا جائے گا۔ اس کے بعد ان کی کارروائیوں پر مزید نگاہ رکھی جائے گی اور انہیں بہتر سے بہتر مراعات سے نوازا جائے گا۔"

اس تمام کارروائی کے بعد اکبر نے اپنے سامنے بے بسی کی حالت میں کھڑے ہیمو بقال کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

Marfat.com

"تو تم ہو ہیمو بقال جس نے گوالیار سے آندھی اور طوفان کی طرح نکل کر پہلے آگرہ میں لوگوں کا خون بہایا اس کے بعد دہلی میں لوگوں کے مفادات پر ضرب لگائی اور پھر تمہارے حوصلے ایسے بڑھ گئے کہ تم پانی پت کے میدانوں میں ہمارے ساتھ فیصلہ کن جنگ کرنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے ـــــ ذرا اپنی بے بس اور لاچارگی کو دیکھو کہ میرے صرف مقدمۃ الجیش نے تمہارے پورے لشکر کو بدترین شکست دی، تمہیں ایک آنکھ سے محروم کر دیا اور اب تم ایک قیدی اور اسیر کی حالت میں میرے سامنے کھڑے ہو۔"

اس موقع پر اکبر نے بیرم خان کی طرف دیکھا پھر اُسے مخاطب کر کے کہا۔

"تمہارے خیال کے مطابق ہیمو بقال کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے؟"

جواب میں بیرم خان مسکرایا اور کہنے لگا۔

"آپ اپنی تلوار بے نیام کریں اور اپنے ہاتھ سے اپنے اس نامور دشمن کو موت کے گھاٹ اتار دیں۔"

اس موقع پر مؤرخین کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ اکبر نے اپنی تلوار بے نیام کی اور ہیمو بقال کا سر کاٹ کر رکھ دیا اور اس کارروائی کی وجہ سے اکبر کو غازی کا لقب دیا گیا تھا۔

جبکہ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا تھا۔ بیرم خان نے ضرور اکبر کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ ہیمو بقال کی گردن کاٹ کر رکھ دے لیکن اکبر نے ایک دشمن پر وار کرنا مناسب نہ سمجھا لہٰذا اکبر کی بجائے بیرم خان نے اپنی تلوار بے نیام کی اور ہیمو بقال کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

اس طرح پانی پت کے تاریخی میدانوں میں ہیمو بقال کو بدترین شکست دینے کے بعد ایک فاتح کی حیثیت سے اکبر دہلی میں داخل ہوا تھا۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

ریاست گونڈوانہ کی رانی دُرگا وتی ایک روز اپنے بیٹے بیر نرائن کے علاوہ کملا دیوی اور رتن کماری کے ساتھ اپنے راج محل کے ایک کمرے میں بیٹھی تینوں سے کسی موضوع پر گفتگو کر رہی تھی کہ راج محل کے محافظوں کا سرکردہ دروازے پر نمودار ہوا۔ رانی دُرگا وتی کو اس نے زمین کی طرف جھکتے ہوئے تعظیم دی پھر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہنے لگا۔

''مالکن! اپنا سیناپتی سنسار سنگھ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ کہنا چاہتا ہے۔''

یہ الفاظ سن کر درگا وتی سنبھل کر بیٹھ گئی اور سنسار سنگھ کو اس نے اندر بھیجنے کے لئے کہا۔

تھوڑی دیر بعد سنسار سنگھ راج محل کے اس کمرے میں داخل ہوا۔ ہاتھ کے اشارے سے رانی درگا وتی نے اسے ایک نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''تمہارا چہرہ بتاتا ہے کہ ہمارے لئے تم کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو۔''

اس موقع پر سنسار سنگھ نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر دبی دبی مسکراہٹ میں کہنے لگا۔

''مالکن! آپ کا اندازہ درست ہے ___ آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں دو کاموں کی تکمیل کروں۔ پہلا یہ کہ ہم سے شکست کھانے کے بعد سارنگ پور کے حکمران باز بہادر کے کیا ارادے ہیں، دوسرا حکم آپ نے یہ دیا تھا کہ باز بہادر سے آصف خان اور عادل خان دونوں بھائیوں کو حاصل کر کے آپ کے سامنے پیش کیا جائے۔

جہاں تک آصف خان اور عادل خان دونوں بھائیوں کا تعلق ہے تو جس وقت باز

Marfat.com

بہادر ہم سے ٹکرایا تھا اور اُسے شکست ہوئی تھی، اس شکست کے نتیجے میں جب اپنے لشکر کو لے کر باز بہادر سارنگ پور کی طرف بھاگا تھا تو آصف خان اور عادل خان دونوں اس کے ساتھ سارنگ پور نہیں گئے تھے۔

باز بہادر نے کیونکہ آصف خان اور عادل خان کو اپنے ہاں پناہ دی تھی اور یہ پناہ اس بناء پر دی تھی کہ اس کے باپ کے تعلقات آصف خان اور عادل خان کے باپ سے اچھے تھے۔ لیکن جب شکست کے بعد باز بہادر سارنگ پور داخل ہوا تو اس نے آصف خان اور عادل خان کو بلایا لیکن ان کا کچھ پتہ نہ چلا۔ اس نے مختلف لشکریوں سے ان کے متعلق پوچھا تو باز بہادر کو بتایا گیا کہ شکست کے بعد جب باز بہادر کا لشکر بھاگا تو آصف خان اور عادل خان دونوں بھائی سارنگ پور جانے کی بجائے آگرہ کی طرف بھاگ گئے تھے۔

اس سلسلے میں میرے آدمیوں نے ذاتی طور پر تحقیق کی اور سارنگ پور میں مختلف لوگوں سے رابطہ قائم کر کے آصف خان اور عادل خان سے متعلق معلومات حاصل کیں تو یہی پتہ چلا کہ آصف خان اور عادل خان واقعی جنگ کے بعد سارنگ پور نہیں گئے بلکہ آگرہ کی طرف بھاگ گئے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سنسار سنگھ رکا، پھر کہنے لگا۔

"مالکن! جہاں تک باز بہادر کا تعلق ہے تو ہم سے شکست کھانے کے بعد اس کے سارے ولولے، سارے ارادے، اُس کا سارا استقلال غبار اور راکھ ہو کر رہ گیا ہے۔ اب آنے والے دور میں وہ کبھی بھی ہم سے ٹکرانے یا ہمارے مفادات کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کرے گا۔ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ اب وہ عشق و موسیقی اور ساز و آواز کے ماحول میں کھو گیا ہے۔ اس نے ان گنت گانے والیوں کو اپنے اردگرد جمع کر لیا ہے اور ہر وقت مجلس و سنگت سے لطف اندوز ہوتا رہتا ہے۔ اب وہ جنگ کے قابل نہیں رہا۔ لہٰذا باز بہادر سے کسی مرحلہ پر ہمارے لئے کوئی خطرہ نہیں اٹھ سکتا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سنسار سنگھ جب خاموش ہوا تو کچھ دیر خاموش رہ کر رانی دُرگا وتی گہری سوچوں میں ڈوبی رہی پھر سنسار سنگھ کی طرف دیکھتے ہوئے اندیشوں بھری آواز میں بول اٹھی۔

"سنسار سنگھ! یہ جو آصف خان اور عادل خان دونوں آگرہ کی طرف بھاگ گئے ہیں

Marfat.com

تو کہیں مغلوں کے لشکر میں شامل ہو کر وہ مغلوں کو ہمارے خلاف کارروائی کرنے پر نہ اُکسانا شروع کر دیں۔ اگر ایسا ہوا تو میں سمجھتی ہوں حالات ہمارے لئے بڑے سنگین ہو جائیں گے۔

مالکن! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آصف خان اور عادل خان کی حیثیت ہی کیا ہے۔ سنسنار سنگھ نے ایک طرح سے رانی دُرگا وتی کو خوش کرنے کے لئے کہنا شروع کیا تھا۔ جہاں تک عادل خان کا تعلق ہے تو وہ ابھی بچہ ہے۔ آصف خان ابھی جوان ہے۔ لیکن مغل لشکر میں جانے کے بعد اس کی کیا حیثیت ہو گی۔ زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتا ہے کہ مغل لشکر میں ایک عام لشکری کی حیثیت سے شامل ہو کر غمِ روزگار سے بے فکر ہو جائے گا۔ وہ کسی ایسے عہدے، کسی ایسے منصب، کسی ایسے مقام پر تو نہیں پہنچ جائے گا کہ اس عہدے کو استعمال کرتے ہوئے وہ اکبر کو متاثر کر کے ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے کوئی لشکر ترتیب دینے کی ترغیب دے سکے۔ جہاں تک عادل خان کا تعلق ہے وہ ویسے ہی ابھی بچہ ہے ــــــ وہ ہمارے لئے نقصان کا باعث ہی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ آصف خان اور عادل خان دونوں اگر مغلوں کے لشکر میں شامل ہونے کے لئے آگرہ کی طرف بھاگ گئے ہیں تو ان کا بھاگ کر ادھر جانا ہمارے لئے خدشات کا باعث نہیں ہو سکتا۔

سنسار سنگھ کے خاموش ہونے پر سنجیدہ سے لہجے میں رانی دُرگا وتی کہہ رہی تھی۔

''یہ امر تو ہمارے لئے سکون اور آسودگی کا باعث ہے کہ باز بہادر اب گانے بجانے والیوں کے جھرمٹ میں کھو گیا ہے ــــــ اب وہ کسی کے خلاف جنگ کرنے کے قابل نہیں رہے گا۔ ورنہ جس وقت وہ ہمارے ہاتھوں شکست اٹھا کر بھاگا تھا تو مجھے خدشہ ہوا تھا کہ اس شکست کے بعد وہ ہمارے خلاف کوئی جوابی کارروائی کرے گا اور مالوہ کے حاکموں کو اپنے ساتھ ملا کر ایک طرح سے ہم سے اپنی شکست کا بدلہ لینے کی کوشش کرے گا۔ لیکن اچھا ہوا کہ وہ گانے بجانے والیوں میں ہی کھو گیا ہے اب اس سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔

لیکن جہاں تک آصف خان اور عادل خان کا تعلق ہے وہ دونوں اس وقت تک میری آنکھوں کا کانٹا بنے رہیں گے جب تک مجھے یہ سکون اور اطمینان حاصل نہیں ہو جاتا کہ آگرہ جا کر ان دونوں نے ہمارے خلاف کسی انتقامی کارروائی کی بنیاد نہیں رکھی۔

Marfat.com

یقیناً انہیں یہ تو خبر ہو چکی ہو گی کہ ان دونوں کی ماں اور بہنوں کو ختم کر کے ان کے مکان کو آگ لگا دی گئی ہے اور پھر ان کا باپ عبداللہ خان تو ان کی موجودگی میں مارا گیا تھا۔ ان حادثات کی وجہ سے وہ دونوں بھائی ہمارے خلاف حرکت میں آنے کے لئے کوئی بھی قدم اٹھا سکتے ہیں ـــــ بہر حال میں تمہارے ذمے یہ کام لگاتی ہوں کہ اس معاملے پر نگاہ رکھی جائے کہ آصف خان اور عادل خان کہیں مغلوں کے ذریعے ہمارے خلاف کوئی بڑا قدم اٹھانے میں کامیاب نہ ہوں۔

سنسار سنگھ نے اپنی گردن کو خم کرتے ہوئے درگا رانی کو یقین دلایا کہ آصف خان اور عادل خان کے حالات پر گہری نگاہ رکھی جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی درگا وتی سے اجازت لے کر سنسار سنگھ راج محل کے اُس کمرے سے نکل گیا تھا۔

رانی دُرگا وتی کو اس کے سیناپتی نے باز بہادر کے متعلق جو معلومات فراہم کی تھیں وہ حقیقت پر مبنی تھیں۔ اس لئے کہ رانی دُرگا وتی سے بدترین شکست اٹھانے کے بعد باز بہادر واپس سارنگ پور کی طرف بھاگا اور شکست کی صورت حال سے وہ سخت پریشان بھی ہوا۔ میدانِ جنگ سے بھاگتے وقت اُسے یہ بھی بڑا صدمہ ہوا کہ اس کے لشکر کا ایک خاصا بڑا حصہ رانی دُرگا وتی کے ہاتھوں مارا جا چکا تھا۔ اس طرح باز بہادر بڑی مشکل سے سفر کی منزلیں طے کرتا ہوا سارنگ پور پہنچا۔

سارنگ پور پہنچ کر چاہیے تو یہ تھا کہ باز بہادر اپنی کچلی مسلی عسکری طاقت کو پھر سے بحال کرتا، لشکر میں اضافہ کرتا اور رانی دُرگا وتی سے اپنی اس شکست کا انتقام لیتا۔ لیکن باز بہادر نے ایسا نہیں کیا۔ اُس نے اپنی شکست کا بدلہ لینے کی طرف مطلق کوئی دھیان ہی نہ دیا اور اپنی تھکن، شکست کی کوفت اور ذہنی دباؤ کو دور کرنے کے لئے اس نے عیش و عشرت میں مصروف رہنے کا سہارا پکڑ لیا۔ باز بہادر کو ذاتی طور پر بچپن ہی سے فنِ موسیقی سے بے انتہا دلچسپی تھی۔ لہٰذا رانی دُرگا وتی سے شکست اٹھانے کے بعد اس نے پھر کبھی کسی کے خلاف سر اٹھانے یا جنگ جاری رکھنے کا نام نہ لیا۔ غم دور کرنے اور وقت گزارنے کے لئے اس نے بہت سی گانے والی عورتوں کو اپنے اردگرد جمع کر لیا تھا اور انہی گانے اور ناچنے والیوں کی وجہ سے باز بہادر دن بہ دن امورِ سلطنت سے بالکل بیگانہ ہو گیا اور اس کا تمام وقت موسیقی کے شغل ہی میں گزرنے لگا۔ انہی دنوں باز بہادر کی ایک اور بدبختی کی ابتدا ہوئی۔ اس لئے کہ اُس کی اس روش اور عیش و عشرت کی

Marfat.com

طرف توجہ کو دیکھتے ہوئے بہت سی گانے والیاں اور رقص و سرود کی شوقین عورتیں اس کے شہر سارنگ پور کا رخ کرنے لگی تھیں۔ سارنگ پور پہنچنے والی عورتوں میں سے ایک گانے والی عورت جس کا نام روپ متی تھا وہ باز بہادر کی نظروں میں کھب سی گئی تھی۔

اس عورت نے اپنے حُسن اور موسیقی میں کمال کی وجہ سے باز بہادر کے دل کو خوب لبھایا۔ باز بہادر کو اس عورت سے بے پناہ محبت ہو گئی۔ جبکہ روپ وتی بھی اس سے سچی محبت کرنے لگی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں ایک دوسرے سے ایک لمحے کے لئے بھی جدا نہ ہوتے تھے۔ یوں آہستہ آہستہ ان دونوں کی محبت کے چرچے پورے ہندوستان میں پھیلنا شروع ہو گئے تھے جس کے نتیجے میں باز بہادر اپنے علاقوں کی حکومت احسن طریقوں سے چلانے کی بجائے حکومت کے ہر کام سے بے خبر ہو کر صرف روپ متی کے عشق میں کھو کر رہ گیا تھا۔

●●●

پانی پت کے میدان میں چونکہ عبداللہ خان ازبک اور علی قلی خان شیبانی نے ہیمو بقال کے خلاف کارہائے نمایاں سرانجام دیئے تھے اور ہیمو بقال کو بدترین شکست دی تھی لہذا ان کی اس کارگزاری سے خوش ہوتے ہوئے اکبر نے عبداللہ خان ازبک کو کالپی کے علاقے کا حاکم مقرر کیا۔ جہاں تک علی قلی خان کا تعلق تھا تو یہ شخص جنگ کا خوب تجربہ رکھتا تھا لیکن اخلاق و کردار کا اتنا مضبوط نہیں تھا۔ اندر ہی اندر سازشیں کرنے کا بڑا ماہر تھا اور عموماً اس کے جاننے والے اسے ایک متعصب انسان سمجھتے تھے۔ تاہم اکبر نے اس کی ان ساری خامیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے پانی پت کے میدان میں اس کی اچھی کارگزاری کو دیکھتے ہوئے اسے خان زمان کا خطاب دیا۔ ساتھ ہی اسے مشرق کے کچھ علاقوں کا حاکم مقرر کر دیا تھا۔ جہاں تک آصف خان اور عادل خان دونوں بھائیوں کی کارگزاری کا تعلق تھا تو ان سے بھی اکبر نے بے پناہ خوشی اور طمانیت کا اظہار کیا اور آگرہ میں چہار باغ کے سامنے انہیں ایک مکان رہائش کے لئے دے دیا گیا تھا۔ آگرہ میں چہار باغ بابر نے اپنے دور میں بنوایا تھا اور یہ بڑا خوبصورت باغ تھا۔ بعد میں اس کا نام باغِ ارم بھی مشہور ہو گیا تھا۔

دہلی میں قیام کے دوران اکبر کو خبر مل گئی کہ ہیمو بقال کی بیوی ہیمو بقال کے سارے خزانے اور مال و متاع لے کر اپنے اہل و عیال کے ہمراہ میوات کی طرف بھاگ گئی

Marfat.com

ہے۔ چنانچہ اکبر نے بیرم خان کے ساتھ کام کرنے والے ایک شخص پیر محمد خان کو ایک لشکر دے کر ہیمو بقال کی بیوی کا تعاقب کرنے کے لئے روانہ کیا۔ ساتھ ہی ہیمو بقال کے باپ کو بھی گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔ ہیمو بقال سے نجات ملی ہی تھی کہ اکبر کو پنجاب کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ جالندھر سے پانی پت کی طرف کوچ کرتے وقت اکبر نے ایک شخص خواجہ خصر خان کو لاہور کی طرف روانہ کیا تھا۔ اُسے پنجاب کا حاکم مقرر کیا تھا اور اس کے ذمے یہ کام لگایا گیا تھا کہ وہ سکندر شاہ سوری پر گہری نگاہ رکھے جو وقتی طور پر شکست اٹھا کر کوہستانِ سوالک کی طرف بھاگ گیا تھا۔

سکندر شاہ سوری کو خبر ملی کہ اکبر اور بیرم خان دونوں اپنے سارے لشکر کو سمیٹتے ہوئے پانی پت کی طرف روانہ ہو گئے ہیں تاکہ وہاں ہیمو بقال سے مقابلہ کریں۔

سکندر شاہ سوری کو قوی امید تھی کہ ہیمو بقال اکبر اور بیرم خان پر غالب آئے گا۔ اس لئے کہ سکندر شاہ کو خبریں مل رہی تھیں کہ ہیمو بقال نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا ہے اور اپنے لشکر کے اندر اس نے لگ بھگ ڈیڑھ ہزار ہاتھی بھی رکھے ہیں جنہیں خصوصیت کے ساتھ جنگ کے لئے سدھایا گیا تھا۔ اس بناء پر اسے امید تھی کہ ہیمو بقال اکبر اور بیرم خان کو پانی پت کے میدان میں شکست دے گا۔ لہٰذا اس نے یہ سوچا کہ اگر اکبر اور بیرم خان کو شکست ہوئی تو ہندوستان کا اصل حکمران تو ہیمو بقال ہو جائے گا لہٰذا شکست اٹھانے کے بعد اکبر اور بیرم خان یقیناً پنجاب کا رخ کریں گے۔ چنانچہ اس نے ارادہ کیا کہ ان دونوں کے پنجاب کی طرف آنے سے پہلے پہلے وہ پنجاب کو فتح کر کے لاہور میں مقیم ہو جائے اور ایک خاصا بڑا لشکر تیار کر کے لاہور میں قلعہ بند ہو جائے گا۔ اگر اکبر اور بیرم خان نے اس پر ضرب لگانے کی کوشش کی تو شہر میں محصور رہ کر ان کا مقابلہ کرتا رہے گا اور انہیں پنجاب کے کسی علاقے پر قبضہ نہیں کرنے دے گا۔

اپنے ذہن میں ان خیالات کو جنم دیتے ہوئے سکندر شاہ سوری ایک بار پھر قسمت آزمانے کے لئے ایک خاصا بڑا لشکر لے کر کوہستانِ سوالک سے نکلا اور لاہور کا رخ کیا۔

خواجہ خضر خان کو جب خبر ہوئی کہ اکبر اور بیرم خان کے علاوہ دوسرے سالاروں کی مصروفیت کو دیکھتے ہوئے سکندر شاہ سوری قسمت آزمانے پر آمادہ ہو گیا ہے اور ایک لشکر لے کر اس نے لاہور کا رخ کیا ہے تب پنجاب کا حاکم خضر خان بھی جو لشکر اس کے

Marfat.com

پاس تھا اسے لے کر نکلا تا کہ سکندر شاہ سوری کا مقابلہ کرے اور اسے واپس کوہستانِ سوالک کی طرف مار بھگائے۔

لاہور سے پینتیس میل کے فاصلے پر خواجہ خضر خان اور سکندر شاہ سوری ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ اس ٹکراؤ کے نتیجے میں سکندر شاہ سوری نے خواجہ خضر خان کو شکست دی اور خواجہ خضر خان اپنے لشکر کے ساتھ بھاگ کر لاہور میں قلعہ بند ہو گیا۔
ان حالات کی خبر جب اکبر اور بیرم خان کو ہوئی تو وہ بڑے پریشان ہوئے۔ لہٰذا اپنے ایک سالار خان اعظم کو ایک لشکر دے کر فی الفور لاہور کے حاکم خواجہ خضر خان کی مدد کے لئے روانہ کیا اور پھر اس کے پیچھے پیچھے اکبر اور بیرم خان خود بھی سارے لشکر کو لے کر لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔

اگر بات خواجہ خضر خان تک ہی محدود رہتی تو شاید سکندر شاہ سوری آگے بڑھ کر لاہور کا محاصرہ کر لیتا اور خواجہ خضر خان سے حکمرانی چھین کر پنجاب پر اپنا تسلط مضبوط کر لیتا۔ اُسے یہ بھی خبر مل گئی تھی کہ اکبر اور بیرم خان نے اپنے ایک سالار خان اعظم کو ایک لشکر دے کر خواجہ خضر خان کی مدد کے لئے روانہ کیا ہے۔ لیکن سکندر شاہ سوری نے خان اعظم کو بھی کوئی اہمیت نہ دی۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جہاں وہ شہر کے نواح میں خان اعظم پر حملہ آور ہو کر اسے تہس نہس کر دے گا اور اس کے بعد لاہور کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے شہر کا محاصرہ کر کے شہر خواجہ خضر خان سے خالی کرا لے گا۔
خانِ اعظم کا ایک لشکر کے ساتھ لاہور کی طرف آنا ہی سکندر شاہ سوری کے لئے اطمینان کا باعث تھا۔ اس لئے کہ اس نے اپنے دل میں یہ بات ٹھان لی تھی کہ اکبر اور بیرم خان خود لاہور کا رخ نہیں کریں گے۔ اسی بناء پر انہوں نے خواجہ خضر خان کی مدد کے لئے اپنے ایک چھوٹے سالار خان اعظم کو ایک لشکر دے کر روانہ کر دیا ہے اور یہ صورت حال یقیناً سکندر شاہ سوری کے لئے حوصلہ افزا تھی۔
لیکن اپنے چھوٹے سالار خان اعظم کے پیچھے پیچھے جب خود اکبر اور بیرم خان بھی لشکر لے کر لاہور کی طرف روانہ ہوئے تب سکندر شاہ سوری کے اوسان خطا ہو گئے۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اکبر اور بیرم خان کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا جو ارادے اس نے باندھ رکھے تھے ان سے وہ باز آیا۔ پہلے تو وہ خانِ اعظم کی پرواہ کیے بغیر لاہور کی طرف پیش قدمی کیے ہوئے تھا اور جب اکبر اور بیرم خان کے آنے کی اُسے اطلاع ملی تو بڑی

Marfat.com

تیزی سے پلٹا اور بڑی برق رفتاری سے سفر کرتا ہوا مان کوٹ نام کے قلعے میں جا کر محصور ہو گیا۔

یہ قلعہ جموں کی پہاڑیوں کے قریب ہوا کرتا تھا اور اب کشمیر کا ایک حصہ ہے۔ اکبر اور بیرم خان کو جب خبر ہوئی کہ لاہور کی طرف پیش قدمی کرتے کرتے سکندر شاہ سوری رک گیا ہے اور ان کی آمد کا سن کر وہ مان کوٹ کی طرف بھاگا ہے اور وہاں قلعے میں محصور ہو گیا ہے تب اکبر اور بیرم خان نے بھی اپنے لشکر کے ساتھ قلعہ مان کوٹ کا رخ کیا تھا۔

مان کوٹ نام کا یہ قلعہ شیر شاہ سوری کے بیٹے سلیم شاہ سوری نے اپنے دورِ حکومت میں جنگجو گکھڑوں کی بیخ کنی کے لئے پہاڑی علاقے میں ایک بلند ترین مقام پر تعمیر کروایا تھا۔ اکبر اور بیرم خان بھی اپنے لشکر کو لے کر مان کوٹ پہنچے اور قلعے کا انہوں نے محاصرہ کر لیا۔

سکندر شاہ سوری نے یہ خیال کیا کہ اگر اکبر نے بزورِ شمشیر قلعہ فتح کیا تو پھر یقیناً اُسے موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ چنانچہ اس نے اکبر کا مقابلہ کرنے کی بجائے اپنا ایک معتبر آدمی اکبر کی طرف روانہ کیا اور یہ گزارش کی کہ آپ اپنا کوئی امیر میرے پاس بھیجیں تا کہ میں اپنا مدعا بیان کر کے بادشاہ کے حکم کے مطابق عمل کر سکوں۔

اکبر کو سکندر شاہ سوری کی یہ بات پسند آئی۔ چنانچہ اس سے بات کرنے کے لئے ایک شخص شمس الدین محمد خان کا انتخاب کیا گیا جسے تاریخ کے اوراق میں خان اعظم کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہ شخص جہاں اکبر کا بڑا وفادار تھا وہاں اکبر بھی اسے بہت زیادہ پسند کرتا تھا۔ چنانچہ خان اعظم شمس الدین، مان کوٹ کے قلعے میں سکندر شاہ سوری سے ملنے کے لئے گیا۔

جب دونوں کی ملاقات ہوئی تب سکندر شاہ سوری خان اعظم شمس الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مجھ سے بڑی غلطی اور خطا ہوئی کہ اکبر کی مصروفیات کو دیکھتے ہوئے میں کوہستانِ سوالک سے نکلا اور خواجہ خضر خان پر حملہ آور ہوا ـــــ ان حالات میں، میں سمجھتا ہوں میرے جرائم اتنے زیادہ ہیں کہ بادشاہ کے سامنے جاتے ہوئے مجھے شرم محسوس ہوتی ہے۔ لیکن میں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ اپنے بیٹے شیخ عبدالرحمٰن کو شاہی حضور میں بھیجوں

Marfat.com

اور خود بنگال چلا جاؤں۔ ساتھ ہی میں اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ بنگال پہنچ کر پُرسکون زندگی بسر کروں گا اور آئندہ کبھی بھی بادشاہ کی اطاعت سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کروں گا۔"

سکندر شاہ سوری کی اس گفتگو سے خان اعظم شمس الدین بھی بے حد خوش ہوا تھا۔ وہاں سے وہ واپس اکبر اور بیرم خان کے پاس آیا اور جو گفتگو سکندر شاہ سوری سے ہوئی تھی اس کی تفصیل اکبر سے اس نے کہہ دی تھی۔ اکبر یہ گفتگو سن کر بہت خوش ہوا۔ چنانچہ اس نے سکندر شاہ سوری کی درخواست کو قبول کر لیا۔ اس موقع پر بیرم خان نے بھی اکبر سے سکندر شاہ سوری کی سفارش کی اور بیرم خان کے کہنے پر ہی سکندر شاہ سوری کو اخراجات کے لئے چند اضلاع اس کے ماتحت کر دیئے۔ چنانچہ بنگال جا کر جو اضلاع اس کے ماتحت کئے گئے تھے وہاں اُس نے رہائش اختیار کر لی اور اسی حال میں وہ بارہ سال بعد انتقال کر گیا تھا۔

سکندر شاہ سوری کا معاملہ نمٹانے کے بعد اکبر اور بیرم خان نے اپنے لشکر کے ساتھ لاہور کا رخ کیا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ جولائی کے مہینے میں اکبر لاہور پہنچا۔ چونکہ اکبر لاہور کو پسند کرتا تھا لہٰذا اپنے لشکر کے ساتھ اس نے چند ماہ لگاتار لاہور ہی میں قیام کئے رکھا۔ اس کے بعد دسمبر میں لاہور سے نکل کر وہ دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں جالندھر کے مقام پر اکبر نے اپنی پھوپھی زاد سلیمہ بیگم کی شادی بیرم خان سے کر دی تھی۔ جالندھر میں خوشی کی یہ رسم ادا کرنے کے بعد اکبر نے اپنے لشکر کے ساتھ پھر دہلی کا قصد کیا۔ راستے میں اکبر کے مخبروں نے اُسے اطلاع دی کہ میوات کے ایک شخص حاجی خان نے جو کبھی ہیمو بقال کے لشکر میں ایک سالار کی حیثیت سے کام کرتا رہا تھا، پانی پت کے میدان میں ہیمو کی شکست کے بعد وہ نرنول کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں اُس نے مغلوں کے خلاف بغاوت کھڑی کر دی۔ اکبر کو یہ بھی اطلاع دی گئی کہ بغاوت کھڑی کرنے کے بعد اس نے کچھ علاقوں پر قبضہ کر لیا اور اب وہ اپنے لشکر کے ساتھ سرہند شہر میں مقیم ہے۔

یہ پہلا موقع تھا کہ اکبر کی نظرِ عنایت آصف خان اور عادل خان دونوں بھائیوں پر پڑی۔ چنانچہ ایک لشکر آصف خان کی کمانداری میں دے کر میوات کے حاجی خان کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے روانہ کیا گیا۔ چنانچہ اکبر اور بیرم خان تو اپنے لشکر کو لے کر

Marfat.com

دہلی کی طرف چلے گئے جبکہ آصف اور عادل خان دونوں بھائی جو لشکر اکبر نے مہیا کیا تھا اسے لے کر سرہند کی طرف بڑھے۔ حاجی خان نے پہلے تو سرہند سے باہر نکل کر ان کا مقابلہ کیا لیکن جو لشکر اکبر نے آصف خان اور عادل خان کے حوالے کیا تھا اس سے کام لیتے ہوئے دونوں بھائیوں نے حاجی خان کو بدترین شکست دی۔ اسی دوران اکبر نے احتیاط کی خاطر اپنے دو اور سالاروں کو بھی سرہند کی طرف روانہ کیا۔ اس صورتِ حال کو باغی حاجی خان نے اپنے لئے خطرہ جانا لہٰذا اپنی جان بچانے کی خاطر وہ گجرات بھاگ گیا اور وہاں اُس نے پناہ لے لی تھی۔

اس طرح آصف خان اور عادل خان دونوں کامیابی سے اس مہم کو سر کر کے اکبر کے لشکر میں واپس آ گئے تھے۔ اور یوں اکبر کی نگاہوں میں ان دونوں بھائیوں کی قدر و قیمت بڑھ گئی تھی۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

اسی دوران مغل سلطنت کے اندر بیرم خان کی وجہ سے ایک کہرام اور انقلاب اٹھ کھڑا ہوا۔ بیرم خان جو خانِ خاناں تھا اور سلطنت کے سارے امور پر اس کی گرفت تھی اس سے کچھ ایسی غلطیاں اور کوتاہیاں ہوئیں کہ وہ اکبر جو اس سے پہلے ہر کام بیرم خان کے مشورے سے کرتا تھا اب وہی بیرم خان اس کی نگاہوں میں تیزی سے گرنے لگا۔ یہ انقلاب بیرم خان کی چند غلطیوں، کوتاہیوں یا کچھ بدگمانیوں کی وجہ سے رونما ہوا۔

پہلی بدگمانی کچھ اس طرح تھی کہ مان کوٹ میں جب اکبر نے سکندر شاہ سوری پر قابو پایا اور وہاں سے وہ لاہور کی طرف لوٹا تو راستے میں اکبر اور بیرم خان کے درمیان پہلی بدگمانی پیدا ہوئی۔ ہوا یوں کہ ایک روز بادشاہ نے دو نامی گرامی ہاتھیوں کو آپس میں لڑانے کے لئے میدان میں چھوڑا۔

مغلوں کا یہ طریقہ کار تھا کہ اکثر و بیشتر وہ ہاتھیوں کو لڑا کر خود اور دوسروں کو بھی خوش کیا کرتے تھے اور ان کے پاس یہ وقت گزارنے کا بہترین شغل تھا۔ اس سے پہلے بھی بادشاہ ہاتھیوں کو آپس میں لڑایا کرتے تھے۔

جب دونوں ہاتھیوں کو آپس میں ٹکرانے کے لئے چھوڑا گیا تو ہاتھی اس جگہ لڑائے گئے جہاں پڑاؤ قائم کیا گیا تھا۔ ایک طرف اکبر تھا دوسری طرف بیرم خان کا خیمہ تھا۔ اب ہاتھی آپ سے آپ لڑتے ہوئے بیرم خان کے خیمے کے پاس پہنچ گئے۔ اس موقع پر تماشائیوں کے شور وغل سے پورا میدان گونج اٹھا تھا۔

بیرم خان نے جب دیکھا کہ دونوں مست ہاتھی لڑتے ہوئے اس کے خیمے کی طرف گئے ہیں تو اس نے اپنے لئے بدشگونی سمجھا اور اپنے دل میں یہ ٹھانی کہ شاید اکبر کے اشارے پر یہ کام کیا گیا ہے اور ہاتھیوں کو اکبر کے اشارے پر اس کے خیمے کی

Marfat.com

طرف دھکیلا گیا ہے۔ حالانکہ ہاتھی خود بخود گئے تھے۔ چنانچہ اس بدگمانی کے تحت بیرم خان نے اکبر کی رضاعی ماں کے شوہر ماہم اتکہ کو پیغام بھجوایا۔

''ان دو مست ہاتھیوں کا لڑتے ہوئے میرے خیمے کی طرف جانا جس کے اشارے پر عمل میں آیا؟ ــــــ میں ہاتھیوں کا خیمے کی طرف جانے کا سبب سمجھنے سے قاصر ہوں۔ اگر کسی چغل خور نے میری طرف سے کوئی ناگوار بات بادشاہ سے کہی ہے اور اس بات سے بادشاہ مجھ سے ناراض ہو گیا ہے تو مجھے بتایا جائے۔ میں آپ کا بہت ممنون ہوں گا۔''

جواب میں ماہم اتکہ نے کہا۔

''ہاتھیوں کا لڑتے ہوئے آپ کے خیمے کے قریب پہنچ جانا محض ایک اتفاقی امر ہے۔ اس میں نہ کسی کا ہاتھ ہے اور نہ اسے کسی سازش کا نتیجہ سمجھنا چاہئے۔''

لیکن بیرم خان کی بدقسمتی کہ وہ ماہم اتکہ کے اس جواب سے مطمئن نہ ہوا۔

اکبر کی نگاہوں میں بیرم خان کے گرنے کی دوسری وجہ کچھ اس طرح ہوئی کہ ایک صاحب خواجہ کلام بیگ تھے۔ ان کے بیٹے کا نام مصاحب بیگ تھا۔ یہ مصاحب بیگ کبھی بیرم خان کے ملازموں میں شامل تھا اور پھر کسی وجہ سے اس نے بیرم خان کی ملازمت ترک کر دی اور ایک طرح سے وہ بیرم خان کے مخالف گروہ میں شامل ہو گیا۔ بیرم کو اس کا بڑا دکھ اور صدمہ ہوا اور اس نے مصاحب بیگ کو اس کی اس حرکت پر ٹوکا بھی لیکن مصاحب بیگ نے دوبارہ بیرم خان کے پاس آ کر اس کے حلقے میں شامل ہونا پسند نہ کیا۔ چنانچہ بیرم خان نے اس موقع پر انتہا پسندی سے کام لیا۔ بجائے اس کے کہ مصاحب بیگ کو وہ اس کے حال پر چھوڑ دیتا کیونکہ وہ اس کے لئے نقصان دہ ثابت نہیں ہو سکتا تھا، بیرم خان نے مصاحب بیگ کو دہلی میں قتل کرا دیا۔ مصاحب بیگ چونکہ مغل تھا لہٰذا اس کے قتل کئے جانے پر مغل امراء اور سالاروں نے بیرم خان کے خلاف سخت احتجاج کیا۔

اکبر اور بیرم خان کے درمیان نفرت اور دوری کی خلیج کی تیسری وجہ کچھ اس طرح پیدا ہوئی کہ ایک شخص پیر محمد تھا۔ یہ شخص بہترین سالار، بہترین لشکری ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بڑا عالمِ دین بھی تھا۔ اس کی انہی صفات کو دیکھتے ہوئے اکبر نے اسے اپنا استاد، اتالیق اور مقرب خاص مقرر کیا تھا۔ اب اس پیر محمد کی اکبر کی نگاہوں میں ایسی

Marfat.com

عزت، ایسا وقار ہو گیا تھا کہ اکثر اراکین سلطنت اور امراء اس کے گھر کے چکر کاٹتے تھے۔لیکن ملاقات کی نوبت نہ آتی تھی۔ بیرم خان کو پیر محمد کے بڑھتے ہوئے اس اقتدار اور عزت و وقار سے مخالفت پیدا ہوئی۔ چنانچہ اس نے پیر محمد کو بھی اپنے راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کر لیا۔

اتفاق سے انہی دنوں پیر محمد بیمار پڑ گیا اور بیرم خان اس کی عیادت کے لئے اس کے گھر گیا۔

پیر محمد کے گھر کے سامنے دربان کھڑے ہوئے تھے۔ جب بیرم خان اپنے کچھ مسلح ساتھیوں کے ساتھ وہاں گیا تو دربانوں نے بیرم خان کو روکا اور کہنے لگے پہلے ہم پیر محمد سے اجازت لیں گے، پھر آپ کو اندر جانے دیں گے۔

دربانوں کی اس حرکت پر بیرم خان بڑا برہم ہوا۔ اسی دوران پیر محمد کو بھی اطلاع ہو گئی کہ بیرم خان اس سے ملنے کے لئے آیا ہے۔ لہٰذا پیر محمد سکونتی حصے سے بھاگا بھاگا باہر آیا۔ دربانوں نے جو بیرم خان کو روکا تھا، اس کی پیر محمد نے بیرم خان سے معذرت طلب کی اور بیرم خان کو اپنے ساتھ اندر لے گیا۔ لیکن چونکہ بیرم خان اپنے ساتھ بہت سے مسلح جوان لے کر گیا تھا لہٰذا سب کو اندر نہیں آنے دیا گیا۔ چند ملازموں کو بیرم خان کے ساتھ اندر جانے کی اجازت دے دی۔ اس حرکت پر بھی بیرم خان پیر محمد کے خلاف چراغ پا ہو گیا تھا۔

اس ملاقات کے بعد جب پیر محمد صحت یاب ہو گیا تب بیرم خان ایک دم اس کے خلاف حرکت میں آیا اور اکبر سے مشورہ کئے بغیر اس نے پیر محمد کو گرفتار کر کے بیانہ کے قلعے میں بند کر دیا۔ پیر محمد اکبر کا استاد، مقرب خاص اور اتالیق تھا۔ اس کے خلاف یہ حرکت بیرم خان کی طرف سے ایک بہت بڑا جرم تھا اور اکبر کو بتائے بغیر پیر محمد کو پکڑ کر قید خانے میں ڈال دینا ایک بہت بری حرکت بھی تھی۔

چند روز تک پیر محمد بیانہ کے قلعے میں قیدی کی حیثیت سے پڑا رہا۔ پھر بیرم خان کو خدشہ ہوا کہ کہیں وہاں سے نکل کر وہ اکبر سے اس کی شکایت ہی نہ کر دے۔ لہٰذا اُسے ہندوستان سے نکال کر بذریعہ کشتی مکہ معظمہ روانہ کر دیا اور خود ہی فیصلہ کرتے ہوئے بیرم نے پیر محمد کی جگہ حاجی محمد خان سیستانی کو اکبر کا اتالیق اور مقرب مقرر کر دیا۔ اس لئے کہ حاجی محمد خان سیستانی بیرم خان کا اپنا آدمی تھا۔

Marfat.com

اکبر اور بیرم خان کے درمیان چوتھی غلط فہمی کچھ یوں پیدا ہوئی کہ علی قلی خان جو کسی دور میں اکبر کا بہترین سالار تھا اور جس کو مشرق کے صوبوں کا حاکم بنا دیا تھا، ایک غلام کے سلسلے میں اس کے اور اکبر کے درمیان سخت اختلافات پیدا ہو گئے تھے۔ اکبر کی اس مخالفت کی پرواہ کئے بغیر بیرم خان علی قلی کو اپنا بہترین ساتھی، بہترین مصاحب اور اس کو اپنا طرف دار خیال کرنے لگا تھا۔

بیرم خان کی ان کوتاہیوں، غلطیوں، زیادتیوں اور قتل کی وارداتوں کی صدائے بازگشت چاروں طرف گونجنے لگی تھی لہٰذا اکبر کے اہل خانہ کے علاوہ اس کے قریبی حلقے بھی اکبر سے بیرم خان کی شکایات کرنے لگے۔ اس طرح اکبر کے عزیز و اقارب اور اس کے حلقہ احباب میں سے دہلی کا حاکم شہاب الدین احمد خان نیشا پوری جو اکبر کی رضاعی ماں کا داماد تھا اس کے علاوہ ماہم اتکہ جو اکبر کی رضاعی ماں کا شوہر تھا وہ کھل کر بیرم خان کے خلاف اکبر سے بات چیت کرنے لگے۔ اس کے بعد اس بات چیت میں ماہم اتکہ کا بیٹا ادھم خان اور اکبر کی ماں حمیدہ بیگم بھی شامل ہو گئی تھی۔ اس لئے کہ حمیدہ بیگم بیرم خان کو اس کی ان غلطیوں کی وجہ سے سخت ناپسند کرنے لگی تھی۔

بیرم خان کے علاوہ اس کے قریبی ساتھی اور دوست علی قلی خان شیبانی جسے علی قلی خان سیستانی بھی کہا جاتا ہے دونوں کو خبر ہو گئی تھی کہ ان کی غلطیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے اکبر کا حلقہ احباب ان کے خلاف ہو چکا ہے۔ علی قلی خان کو خان زمان بھی کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ اب دونوں نے تہیہ کر لیا کہ کچھ ایسی کارروائیاں کریں کہ جو غلطیاں، جو کوتاہیاں ان سے ہوئی ہیں ان کی تلافی کر کے اکبر کی نگاہوں میں پھر پہلے جیسا مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اسی دوران بیرم خان کو اس کے ساتھیوں نے یہ بھی خبر دی تھی کہ بیرم خان نے جو اکبر کے استاد پیر محمد کی بے عزتی کر کے اسے ہندوستان سے ملک بدر کر دیا ہے تو اس کی اس حرکت کی وجہ سے اکبر کے دل میں اس کے خلاف بدگمانیاں گہری ہو چکی ہیں۔ چنانچہ بیرم خان اپنے کئے پر پچھتانے لگا۔ لہٰذا اپنی ان ساری غلطیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے اس نے اکبر کو یہ ترغیب دی کہ گوالیار کے قلعے پر حملہ آور ہو کر اس کو اپنی مملکت میں شامل کر لینا چاہئے۔ یہ مشورہ دے کر بیرم خان ایک طرح اکبر کی توجہ اپنے معاملات سے ہٹا کر فتوحات کی طرف کرنا چاہتا تھا۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بیرم خان نے اکبر سے مشورہ کرنے کے بعد

Marfat.com

عادل خان کے بڑے بھائی آصف خان کو ایک لشکر کا کماندار بنا کر گوالیار پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کر دیا۔

گوالیار کسی دور میں شیر شاہ سوری کے بیٹے سلیم پاشا سوری کا مسکن ہوا کرتا تھا اور اس کے بعد عادل شاہ کی طرف سے اس کا ایک غلام جس کا نام سہیل تھا وہ اس قلعے پر قابض تھا۔ سہیل نام کے اس غلام کو جب خبر ہوئی کہ بیرم خان کے مشورے پر گوالیار پر حملہ آور ہونے اور اس پر قبضہ کرنے کے لئے اکبر نے ایک لشکر گوالیار کی طرف روانہ کیا ہے تب مغلوں سے اس قلعے کو بچانے کے لئے غلام سہیل نے اندر ہی اندر ایک سازش تیار کی۔

اُس نے راجہ مان سنگھ کے پوتے راجہ رام شاہ کو یہ پیغام دیا کہ تمہارے آباؤ اجداد اس قلعے کے حاکم تھے اور تمہارے اسلاف سے سوری خاندان نے یہ قلعہ چھین کر قبضہ کر لیا تھا ـــــــ اب بیرم خان کے کہنے پر اکبر کی نظریں اس قلعے پر جم گئی ہیں اور قلعے پر قبضہ کرنے کے لئے ایک لشکر بھی روانہ کر دیا ہے۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ اکبر کے لشکر کے پہنچنے سے پہلے پہلے تم خود آ کر اپنے اس آبائی قلعے پر قبضہ کر لو اور اس کے معاوضے میں مجھے کچھ رقم دے دو۔

سہیل کے اس پیغام کو رام شاہ نے اپنے لئے خوشخبری اور غیبی امداد جانا۔ چنانچہ ایک لشکر لے کر گوالیار پر قبضہ کرنے کے لئے وہ روانہ ہوا۔

اتنی دیر تک آصف خان بھی اپنے لشکر کو لے کر گوالیار کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔ ساتھ ہی ایک مقامی جاگیردار جس کا نام اقبال خان تھا اور وہ مغل سلطنت کا وفادار تھا، اپنے ذاتی لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا۔ اس طرح وہ رام شاہ سے ٹکرائے۔ آصف خان اور اقبال خان نے رام شاہ کو بدترین شکست دی اور اسے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ رام شاہ کے ساتھ جہاں بہت سا مال و اسباب تھا وہاں بے شمار لڑکیاں بھی تھیں۔ اس لئے کہ رام شاہ تو گوالیار میں مستقل رہائش اختیار کرنے کے لئے روانہ ہوا تھا اور اسے یقین تھا کہ ایک بار وہ گوالیار کے قلعے پر قابض ہو گیا تو مغلوں نے اگر اس پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو وہ گوالیار میں محصور ہو کر ان کا مقابلہ کرتا رہے گا اور گوالیار پر اپنے قبضے کو برقرار رکھے گا۔ اب رام شاہ کی بدقسمتی کہ اقبال خان اور آصف خان دونوں نے اسے بدترین شکست دی۔ رام شاہ کے پاس جس قدر مال و متاع تھا اس پر بھی قبضہ ہو

Marfat.com

گیا اور جو لڑکیاں اس کے لشکر میں شامل تھیں جن کے ساتھ وہ گوالیار کا رخ کیے ہوئے تھا وہ بھی گرفتار کر لی گئیں۔ دوسری طرف غلام سہیل خان کو جب خبر ہوئی کہ اس نے تو رام شاہ سے معاوضہ لے کر گوالیار کا قلعہ اس کے حوالے کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن رام شاہ کو بدترین شکست دے کر بھاگنے پر مجبور کر دیا گیا ہے تو قلعے کے اندر محصور ہو گیا۔ اقبال خان اور آصف خان نے آگے بڑھ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا تھا۔

سہیل خان کو اب اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ اس نے سوچا کہ وہ زیادہ دن تک تو قلعے میں محصور رہ کر اقبال خان اور آصف خان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اس نے خفیہ طور پر تیز رفتار قاصد اکبر کی طرف روانہ کیے اور اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کیا جس کے نتیجے میں اکبر نے ایک شخص حاجی محمد خان کو گوالیار کا حاکم بنا کر روانہ کیا اور اسے یہ حکم دیا کہ آصف خان سے کہے کہ وہ لشکر لے کر واپس آ جائے۔ ساتھ ہی گوالیار کے سابق حاکم سہیل کو بھی آگرہ لے آئے۔ جبکہ حاجی محمد خان کو ایک طرح سے گوالیار کا حاکم مقرر کر دیا گیا تھا یوں حاجی محمد خان گوالیار پہنچا اور سہیل کو اس نے آصف خان کے حوالے کر دیا۔ حاکم کی حیثیت سے وہ گوالیار میں داخل ہو گیا جبکہ آصف خان سہیل کو لیکر آگرہ کی طرف کوچ کر گیا۔

راجہ رام شاہ کے لشکر کو شکست دیتے وقت جو لڑکیاں ہاتھ لگی تھیں ان میں سے ایک انتہائی خوبصورت اور پُرکشش لڑکی تھی جس کا نام سندر دیوی تھا۔ آصف خان اس کی گرفتاری کے وقت ہی اس پر ریجھ گیا تھا اور گوالیار پر کارروائی کرنے کے دوران تک اس کی ملاقاتیں جاری رہیں۔ ان ملاقاتوں کے نتیجے میں سندر دیوی نام کی وہ لڑکی بھی آصف خان کو پسند کرنے لگی۔ جب آصف خان کامیاب ہو کر واپس گوالیار پہنچا تو اکبر نے اس کے منصب میں اضافہ کر دیا۔ ایک ہزاری سے اُسے پنج ہزاری امیر بنا دیا گیا۔ یعنی پہلے اس کے تحت ایک ہزار کا لشکر تھا تو اب اسے پانچ ہزار لشکریوں کا سالار بنا دیا گیا تھا۔ ساتھ ہی آصف خان کی خواہش پر سندر دیوی سے آصف خان کا نکاح ہو گیا تھا۔ سندر دیوی نے اسلام قبول کر کے اپنا نام فخر النساء رکھ لیا تھا۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے اکبر نے آصف خان کی شادی کے بعد اُسے آگرہ میں رہائش کے لئے چھوٹی سی حویلی بھی رہائش کے لئے دی تھی۔ اس سے پہلے جو چہار باغ کے سامنے دونوں بھائیوں کے پاس ایک چھوٹا سا مکان تھا وہ بھی انہی کے پاس رہنے دیا گیا تھا۔

Marfat.com

شادی کے بعد اپنی بیوی کے ساتھ آصف خان نئی حویلی میں رہنے لگا۔ شروع کے چند دنوں میں عادل خان بھی اپنے بھائی اور بھاوج کے ساتھ اسی حویلی میں رہا لیکن آہستہ آہستہ سندر دیوی یعنی فخر النساء عادل خان کے وہاں رہنے کو ناپسند کرنے لگی۔ اُس کے اس رویے کو عادل خان نے بھانپ لیا تھا لہٰذا بھائی کے پاس رہنے کی بجائے وہ پہلے والے مکان میں رہنے لگا تھا۔

اُس کے اس رویے کو آصف خان نے ناپسند کیا۔ کئی بار اس نے عادل خان کو اپنے ساتھ لے جانا چاہا لیکن عادل خان طرح طرح کے بہانے کر کے ٹال دیتا۔ اس نے کبھی فخر النساء کے رویے کی شکایت اپنے بھائی سے نہ کی تھی تاہم وہ بھائی کے کہنے پر کبھی کبھار اس کی حویلی میں ملنے کے لئے جاتا۔ اگر آصف خان گھر پر ہوتا تو وقت اچھا گزر جاتا۔ لیکن اگر کبھی اس کی غیر موجودگی میں عادل خان وہاں جاتا تو اسکی آمد کو فخر النساء انتہا درجہ کا ناپسند کرتی۔ نہ اس کی آؤ بھگت کرتی نہ اس سے بات چیت کرتی۔ اس سے عادل خان نے اندازہ لگا لیا کہ فخر النساء کو اس کا وہاں آنا جانا بھی پسند نہیں۔ اس بناء پر اس نے ایک طرح سے اپنے بھائی کے ہاں آنا جانا بھی کم کر دیا تھا۔

●●●

گوالیار کی مہم کا آغاز اور اُسے سر کر کے بیرم خان یہ خیال کرنے لگا تھا کہ اُس نے اکبر کا دل اپنی طرف سے صاف کر لیا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ بیرم خان سے جو زیادتیاں اور غلطیاں ہوئی تھیں وہ اکبر کے دل میں جڑ پکڑ چکی تھیں اور اب ان اختلافات کو کچھ لوگ جن میں زیادہ تر اکبر کے لواحقین تھے، ہوا دینے لگے تھے۔

جہاں تک بیرم خان کے ہم خیال، ہم پیالہ اور اس کے زبردست حمایتی علی قلی خان شیبانی کا تعلق تھا تو اکبر شروع میں اس کی کارگزاری سے بڑا خوش تھا اور اسے خان زمان کا خطاب بھی دیا تھا اور مشرق کے کچھ علاقوں کا اُسے حاکم بھی مقرر کیا تھا۔ بعد میں ایک غلام کی وجہ سے اکبر اور علی قلی خان کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے اور علی قلی خان ہی کی وجہ سے وہ غلام جو ایک عرصہ تک اکبر کی خدمت میں رہا تھا وہ مارا گیا تھا۔ اس طرح علی قلی خان کے خلاف بھی اکبر کے دل میں ایک گانٹھ سی لگ گئی تھی۔

علی قلی خان کو بھی پتہ چل گیا تھا کہ بیرم خان کی طرح اس کے لئے بھی اکبر کے دل میں نفرت پیدا ہو چکی ہے لہٰذا اس نے اس نفرت کو زائل کرنے کے لئے بیرم خان

Marfat.com

کا سا ہی طریقہ اختیار کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

ان دنوں جون پور اور بنارس کے علاقے مغل سلطنت میں شامل نہیں تھے۔ یہ علاقے ہمایوں کے عہد میں افغانوں کے قبضے میں چلے گئے تھے۔ اب علی قلی خان نے یہ سوچا کہ اگر وہ جون پور اور بنارس کے علاقے افغانوں سے چھین کر مغل سلطنت میں شامل کردے تو وہ اکبر کے دل میں پہلے کی طرح جگہ بنا سکتا ہے۔

چنانچہ علی قلی خان اس لشکر کو لے کر حرکت میں آیا جو اس وقت اس کی کمانداری میں تھا۔ پُر جوش انداز میں جون پور اور بنارس پر حملہ آور ہوا اور ان دونوں علاقوں کو فتح کر کے اس نے مغل سلطنت میں شامل کرلیا تھا۔ اکبر کو جب خبر ہوئی کہ علی قلی خان سیستانی نے یہ دونوں علاقے فتح کر کے مغل سلطنت میں شامل کر لئے ہیں تب اکبر نے علی قلی کے اس اقدام کو سراہتے ہوئے اُسے پسند کیا اور اکبر علی قلی خان سے مہربانی کا اظہار کرنے لگا۔ ساتھ ہی علی قلی خان کی اس کارگزاری کو سامنے رکھتے ہوئے اکبر نے علی قلی خان کے علاوہ اس کے بھائی بہادر خان کو بھی خلعت کے علاوہ کمر بند اور مرصع شمشیریں عنایت کی تھیں۔

اس طرح علی قلی خان تو اکبر کے دل میں جگہ بنانے میں کامیاب ہوگیا لیکن بیرم خان سے چونکہ بڑی اور انتہائی مہلک غلطیاں ہوئی تھیں لہٰذا گوالیار کی مہم اس کے حق میں اکبر کے دل کو صاف نہ کرسکی تھی۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

ریاست گونڈوانہ کی رانی دُرگا وتی ایک روز اپنی خواب گاہ میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی کہ اس کی خواب گاہ کے دروازے پر اس کی چھوٹی بہن کملا دیوی اور بھتیجی رتن کماری نمودار ہوئیں۔ رانی سے اجازت لے کر دونوں اندر داخل ہوئیں۔ رانی دُرگا وتی کے سامنے جو خالی نشست تھی دونوں اس پر بیٹھ گئیں، پھر عجیب سے انداز میں دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔

اس دوران رانی دُرگا وتی بھی گہری نگاہوں سے دونوں کا جائزہ لے رہی تھی۔ باری باری اس نے ان دونوں کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''میرا اندازہ ہے کہ تم دونوں کوئی اہم معاملہ لے کر میرے پاس آئی ہو____ اسی بناء پر گفتگو کا آغاز کرنے کے لئے بار بار ایک دوسرے کی طرف دیکھتی ہو____ کہو کیا معاملہ ہے؟''

رانی دُرگا وتی کے ان الفاظ پر دونوں کو کچھ حوصلہ ہوا۔ پھر کملا دیوی، دُرگا وتی کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''دیدی! میں نے اور رتن کماری نے آپس میں مشورہ کیا ہے کہ ہم دونوں چند ماہ دہلی رہ آئیں۔ دہلی سے آگرہ جائیں گی اور وہاں سے واپس آجائیں گی۔''

دراصل رتن کماری کے دو ماموں تھے۔ ایک کی رہائش دہلی اور دوسرے کی آگرہ میں تھی۔ اسی بناء پر رتن کماری اور کملا دیوی نے مل کر یہ منصوبہ بنایا تھا کہ وہ چند ماہ کے لئے دہلی، اس کے بعد آگرہ رہ کر واپس آجائیں گی۔

رانی دُرگا وتی نے بڑے غور سے ان کی بات سنی پھر کوئی جواب دینا ہی چاہتی تھی کہ اسی لمحہ کمرے کے دروازے کے قریب سیناپتی سنسار سنگھ نمودار ہوا اور اندر آنے کی

Marfat.com

اجازت چاہی۔

رانی نے جب اندر آنے کے لئے کہا تب وہ آگے بڑھا۔ رانی کے اشارے پر ایک نشست پر بیٹھ گیا پھر دُرگاوتی نے اُسے مخاطب کیا۔

''کیا تم کوئی اہم خبر لے کر آئے ہو؟''

سنسار سنگھ نے پہلے اثبات میں سر ہلایا پھر دھیمے لہجے میں کہنے لگا۔

''میرا دل کہتا ہے ہمارے لئے کچھ خدشات اٹھنے شروع ہو گئے ہیں۔''

سنسار سنگھ کے ان الفاظ پر رانی دُرگاوتی نے گھبرانے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر کسی قدر پریشانی کے آثار بھی نمودار ہو گئے تھے۔ پھر سنسار سنگھ کو اس نے مخاطب کیا۔

''کھل کر کہو ـــــ کیا کہنا چاہتے ہو؟''

جواب میں سنسار سنگھ نے گلا صاف کیا اور اس کے بعد وہ کہہ رہا تھا۔

''مالکن! میں نے پہلے آپ پر واضح کیا تھا کہ آصف خان اور عادل خان دونوں بھائی بھاگ کر مغلوں کے لشکر میں جا چکے ہیں۔ اب جو نئی خبر آئی ہے وہ کسی قدر پریشانی کا باعث ہے ـــــ وہ دونوں بھائی یہاں سے بھاگنے کے بعد مغلوں کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے اور وہاں انہوں نے اپنی بہترین کارگزاری کی بناء پر مغلوں کے لشکر میں ایک اچھا خاصا مقام بنا لیا ہے۔ چند دن پہلے کی جو خبر میرے پاس پہنچی ہے اس کے مطابق اکبر نے آصف خان کو پہلے ایک ہزاری سالار مقرر کیا تھا، اس کے بعد گوالیار کی مہم اس کے سپرد کی گئی تھی۔ مغل لشکر نے گوالیار فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا ہے اور آصف خان اب ایک ہزاری کی بجائے پنج ہزاری سالار ہے ـــــ اس وقت پانچ ہزار لشکری اس کی کمانداری میں ہیں۔

جہاں تک عادل خان کا تعلق ہے تو اس سے متعلق خبریں بھی تشویش کا باعث ہیں۔ آپ جانتی ہیں کہ وہ لڑکپن ہی میں بہترین نشانہ باز تھا اور اس کی تیر اندازی شبہے کی حد تک بے خطا تھی۔ اپنے اس فن، اپنی اس ہنرمندی کا مظاہرہ اس نے اکبر کے لشکر میں جا کر کیا۔ پہلے سکندر شاہ سوری کے ساتھ ٹکراؤ کے دوران اس نے بہترین تیر اندازی کی اور سکندر شاہ کے دونوں بازو زخمی کر کے اسے شکست سے دوچار کرنے کا ذریعہ بنا۔

Marfat.com

اس کے بعد جب مغل لشکر ہیمو بقال سے ٹکرایا تو اسی عادل خان نے ہیمو بقال پر ایسا تیر مارا کہ اس کا تیر ہیمو بقال کی آنکھ سے ہوتا ہوا سر کی پچھلی سمت جا نکلا اور اس کے اس تیر کی وجہ سے ہیمو بقال کے لشکر میں کھلبلی مچ گئی۔ اُسے شکست ہوئی۔ اُس کی انہی کارگزاریوں کو دیکھتے ہوئے اکبر نے عادل خان کو اپنے محافظ دستے میں شامل کر لیا ہے۔ گو ابھی وہ نوعمر ہے لیکن پھر بھی اکبر کی نگاہوں میں اس نے ایک مقام حاصل کر لیا ہے۔ نوعمری میں اگر اس کی یہ حالت ہے تو جوان ہو کر وہ اس سے بھی زیادہ ترقی کر سکتا ہے۔

آپ کے پاس آنے اور یہ ساری خبریں سنانے کا مقصد یہ ہے کہ آصف خان اور عادل خان جو بڑی تیزی سے مغل لشکر کے اندر ترقی کر رہے ہیں اور اکبر کی نگاہوں میں آ رہے ہیں تو کسی روز وہ ہماری ریاست پر حملہ آور ہونے کا سبب بھی بن سکتے ہیں۔ اس بنا پر میں چاہتا ہوں کہ ہمیں جہاں اپنے لشکر کو استوار کرتے ہوئے اس کی بہترین تربیت کا کام سرانجام دینا چاہیئے وہیں لشکر میں اضافہ بھی کرنا چاہیئے۔"

سنسار سنگھ کے ان الفاظ پر رانی دُرگا وتی کسی قدر پریشان ہو گئی تھی۔ کچھ سوچا، پھر کہنے لگی۔

"سنسار سنگھ! تم اپنے لشکر کی تعداد جس قدر بڑھانا چاہتے ہو بڑھا سکتے ہو۔ اس کے لئے جس قدر رقم تمہیں چاہیئے ہو گی وہ میں تمہیں مہیا کروں گی۔ بس میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ آنے والے دور میں اگر آصف خان یا عادل خان میں سے کسی نے اپنے باپ اور اپنے اہلِ خانہ کی ہلاکت کا ہم سے انتقام لینے کا کوئی ذریعہ پیدا کر لیا تو ہمیں اس قابل ہونا چاہیئے کہ ہم ان کے حملوں کو ناکام بنا کر نہ صرف ان کی انتقامی کارروائی سے بچ سکیں بلکہ انہیں پسپا کر کے اپنی بقا اور سالمیت کو بحال رکھ سکیں۔"

رانی دُرگا وتی جب خاموش ہوئی تب سنسار سنگھ پھر بول اٹھا۔

"جن لوگوں سے مجھے یہ خبریں ملی ہیں ان کا کہنا ہے کہ آصف خان نے شادی بھی کر لی ہے۔ دراصل جس وقت اکبر نے گوالیار کی مہم اس کے ذمے لگائی اور گوالیار اس نے فتح کیا تو گوالیار پر قبضہ کرنے کے لئے سب سے پہلے راجہ مان سنگھ کا پوتا رام شاہ اپنے لشکر کو لے کر نکلا تھا۔ پھر رام شاہ کو اس آصف خان نے شکست دی۔ رام شاہ شکست اٹھا کر جب بھاگا تو اس کے لشکر میں جو لڑکیاں تھیں وہ گرفتار ہو گئیں۔ ان میں

Marfat.com

ایک لڑکی جو رام شاہ کے خاندان سے تعلق رکھتی تھی جس کا نام سندر دیوی تھا اور انتہا درجہ کی خوبصورت تھی، آصف خان اس پر فریفتہ ہو گیا۔ دونوں کی ملاقاتیں ہوئیں۔ وہ لڑکی بھی آصف خان کو پسند کرنے لگی اور آخر کار آگرہ جا کر اس لڑکی نے اسلام قبول کر لیا۔ سندر دیوی سے وہ فخر النساء بن گئی اور اب وہ آصف خان کی بیوی ہے۔ بتانے والے نے مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ آصف خان کی بیوی کی وجہ سے آصف خان کے چھوٹے بھائی عادل خان نے اس سے علیحدہ رہائش اختیار کر لی ہے۔ اس لئے کہ فخر النساء اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ عادل خان ان کے ساتھ رہے۔ لہٰذا اب وہ دونوں بھائی علیحدہ ہو چکے ہیں ــــــ آصف خان اپنی بیوی کے ساتھ رہتا ہے اور عادل خان جو ابھی نوعمر ہے، وہ آگرہ میں چہارم باغ کے سامنے اپنے اس مکان میں رہتا ہے جو شروع شروع میں اکبر نے ان دونوں بھائیوں کو دیا تھا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سنسار سنگھ خاموش ہو گیا۔ پھر رانی دُرگا وتی سے اجازت لے کر وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔

اس کے جانے کے بعد رانی دُرگا وتی نے باری باری گھورنے کے انداز میں کملا دیوی اور رتن کماری کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"تم نے سنسار سنگھ کی گفتگو سنی؟ ــــــ تم دونوں پہلے دہلی، پھر آگرہ جانے کا ارادہ رکھتی ہو۔ کیا ان حالات میں تمہارا وہاں جانا محفوظ ہے؟ ہمارے لوگوں کی وجہ سے آصف خان اور عادل خان کا باپ عبداللہ مارا گیا اور پھر اس کی ماں بہنوں کا خاتمہ ہوا، اس کے مکان کو آگ لگا دی گئی۔ ان حالات میں اگر تم پہلے دہلی اور پھر آگرہ جاؤ گی تو کیا تم دونوں سلامت وہاں سے واپس آسکو گی؟ آصف خان اور عادل خان کو جب خبر ہوئی کہ تم دونوں وہاں پہنچی ہو تو کیا وہ تم دونوں سے انتقام نہیں لیں گے؟"

رانی دُرگا وتی جب خاموش ہوئی تب کملا دیوی بولی۔ پھر کہنے لگی۔

وہ دونوں بھائی ہم سے کیوں انتقام لیں گے؟ ــــــ ہم نے ان کا کیا بگاڑا ہے؟ اور پھر دیدی رتن کماری کے ماموں بھی تو دہلی اور آگرہ میں رہتے ہیں۔ اگر انہوں نے انتقام ہی لینا ہوتا تو کیا وہ رتن کماری کے ماموں جن میں سے ایک دہلی اور دوسرا آگرہ میں رہتا ہے، ان کے خلاف انتقامی کارروائی کرتے ہوئے ان کا خاتمہ نہیں کر سکتے تھے جبکہ انہیں کچھ نہیں کہا گیا۔"

Marfat.com

اپنی چھوٹی اور نو عمر بہن کملا دیوی کے ان الفاظ پر رانی دُرگا وتی مسکرائی، گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''تم کچھ زیادہ ہی بولنے نہیں لگ گئی ہو؟ ـــــ دیکھو، پہلے مجھے حالات کا جائزہ لینے دو۔ اگر میں نے دیکھا کہ تمہارا دہلی اور آگرہ جانا تم دونوں کے لئے نقصان دہ نہیں تو فکر مند نہ ہو۔ میں تم دونوں کو جانے کی اجازت دے دوں گی۔ فی الحال اس معاملے میں خاموشی اختیار کئے رہو۔''

کملا دیوی اور رتن کماری بھی کسی حد تک رانی دُرگا وتی کے اس فیصلے سے مطمئن ہو گئی تھیں۔ پھر وہ اس کی خواب گاہ سے نکل گئی تھیں۔

●●●

بیرم خان اپنی جگہ مطمئن تھا کہ گوالیار کی فتح کے بعد اس نے ایک طرح سے اپنی طرف سے اکبر کا دل صاف کر دیا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اکبر بظاہر خاموش تھا۔ اس لئے کہ اس وقت سلطنت کے سارے امور پر بیرم خان کی گرفت تھی لیکن انہی دنوں بیرم خان سے ایک ایسی غلطی ہوئی جس کی بناء پر اکبر اس کے خلاف حرکت میں آنے پر آمادہ ہوا۔

ہوا یوں کہ اکبر سلطنت کے سارے امور بیرم خان کے حوالے کر کے خود شکار کے لئے روانہ ہوا۔ جب وہ دہلی کے مضافات میں سکندر آباد پہنچا تب اس کی خدمت میں اس کی دودھ شریک ماں کا شوہر ماہم اتکہ اور اس کا بیٹا ادھم خان حاضر ہوئے اور اکبر پر یہ انکشاف کیا کہ اس کی ماں دہلی میں سخت بیمار ہے۔ اگر حضور اس کی عیادت کے لئے تشریف لے چلیں تو اُن سے ان کو خوشی ہو گی۔ چنانچہ اکبر نے ان کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے دہلی کا رخ کیا۔

دہلی پر اس وقت اکبر کی طرف سے شہاب الدین احمد خان نیشا پوری حاکم تھا جو ماہم اتکہ کا داماد تھا۔ سب نے مل کر اکبر کا بہترین استقبال کیا۔ بہت سے گراں قدر نادر تحائف بھی اکبر کی خدمت میں پیش کئے۔ آخر ایک روز شہاب الدین نیشا پوری اور ادھم خان دونوں آپس میں اتفاق کرنے کے بعد اکبر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شہاب الدین اکبر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ہمیں یقین ہے کہ ہمارے آخری دن قریب آ گئے ہیں۔ کیونکہ بیرم خان حضور

Marfat.com

کے اس سفر کو ہماری التجا اور درخواست کا نتیجہ سمجھ کر مصاحب بیگ کی طرح ہمیں بھی تلوار کے گھاٹ اتار دے گا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ حضور ہمیں مکہ معظمہ اور دیگر مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کرنے کی اجازت دیں تاکہ ہم خیر خواہانِ حکومت اپنی جان بچاسکیں اور حضور کے اقبال اور عمر کی زیادتی کے لئے دعا مانگتے رہیں۔"

ان دونوں کی یہ التجا سن کر اکبر بہت متاثر ہوا لیکن ان کے کہنے پر اس نے بیرم خان کو معذول کر دینا بھی مناسب نہ سمجھا۔ کیونکہ اس نے بڑی جانفشانی سے حکومت اور بادشاہ کی خدمت کی تھی۔ تاہم شہاب الدین نیشاپوری اور ادھم خان کی تسلی اور تشفی کے لئے اکبر نے ایک خط بیرم خان کے نام لکھا۔ اس خط کا مضمون کچھ اس طرح تھا۔

"میں دہلی میں اپنی والدہ کی احوال پرسی کے لئے آیا ہوں۔ دہلی کی طرف میرا آنا شہاب الدین اور ادھم خان کے مشورے کا نتیجہ نہیں ہے۔ اس لئے اگر تم دونوں کو ایک تسلی آمیز خط اپنے قلم سے لکھ کر بھیج دو تو یہ دونوں مطمئن ہو جائیں گے۔"

یہ خط بیرم خان کی طرف بھجوا دیا گیا اور دہلی میں قیام کے دوران شہاب الدین نے اکبر کے سامنے کھلم کھلا ایسی باتیں کیں جن سے بیرم خان کی غداری اور سرکشی کا پتہ چلتا تھا۔ اس طرح گویا شہاب الدین نے اکبر کو بیرم خان سے پوری طرح بدگمان اور بدظن کر کے رکھ دیا تھا۔

بیرم خان کو جب اکبر کا یہ خط ملا تو وہ بہت پریشان ہوا۔ اُس نے اسی وقت اکبر کو خط لکھا۔ اس کے خط کا مضمون کچھ اس طرح تھا۔

"اس قسم کی بدگمانیوں سے میں لاکھوں کوس دور ہوں۔ یہ ناممکن ہے کہ خیر خواہانِ حضور اور جاں نثارانِ سلطنت کے متعلق کوئی برا خیال میرے دل میں آئے۔"

بیرم خان نے یہ خط اپنے قلم سے لکھا اور ایک شخص حاجی محمد خان سیستانی اور ترسون بیگ کے ذریعے اکبر کی طرف دہلی روانہ کر دیا۔

لیکن بیرم خان کی بدقسمتی کہ انہی دنوں اس سے ایک اور غلطی سرزد ہوئی جو ناقابل معافی تھی اور جس کی وجہ سے اکبر اس کے خلاف حرکت میں آ گیا تھا۔

ہوا کچھ یوں کہ اکبر کی تخت نشینی کا وقت قریب آیا تو ایک شخص ابوالمعالی نے اس کی

Marfat.com

مخالفت کی جس کی بناء پر اسے گرفتار کر کے لاہور کے زندان میں ڈال دیا گیا تھا۔
چنانچہ یہی ابوالمعالی انہی دنوں لاہور کے قید خانے سے فرار ہو کر ایک شخص کمال خان گکھڑ کے پاس پناہ گزین ہوا اور اس نے کمال خان کو کشمیر کی فتح کے لئے اکسایا۔
کمال خان گکھڑ نے ابوالمعالی کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے کشمیر پر حملہ کیا لیکن شکست کھا کر واپس آ گیا۔ اس شکست کی وجہ سے اس نے ابوالمعالی کو اپنے ہاں سے نکال باہر کیا۔

چنانچہ وہ دیپالپور پہنچا۔ وہاں ایک سازش میں ملوث ہوا اور دیپالپور کے حاکم نے بھی اسے دیپالپور سے نکالا اور سندھ کی طرف بھیج دیا۔
سندھ میں داخل ہونے کے بعد ابوالمعالی گجرات چلا گیا۔ وہاں اس سے ایک قتل ہو گیا۔ لہٰذا گجرات سے بھاگ کر وہ جون پور علی قلی خان سیستانی کے پاس چلا گیا جو بیرم خان کا بہترین ساتھی تھا۔

چنانچہ علی قلی خان نے اس سلسلے میں بیرم خان سے مشورہ کیا۔ بیرم خان کے اشارے پر علی قلی خان نے اسے جون پور سے آگرہ روانہ کر دیا۔ ان دنوں اکبر نے دہلی میں قیام کیا ہوا تھا۔ چنانچہ بیرم خانؒ نے وقتی طور پر لوگوں کی زبانیں بند کرنے کے لئے ابوالمعالی کو بیانہ کے قلعے میں قید کر دیا۔ بعد میں بیرم خان نے اسے وہاں سے بھی آزاد کر دیا اور یہ ایسی غلطی تھی جسے اکبر برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔
ان حالات کی خبر جب دہلی میں اکبر کو ہوئی تو اس نے فی الفور اس کے خلاف کارروائی کی۔ اس نے ایک فرمان جاری کیا جس کے تحت اس نے سلطنت کا سارا اقتدار خود سنبھال لیا اور یہ بھی اعلان کر دیا کہ آئندہ ایسا کوئی حکم نہ مانا جائے جو شاہی مُہر کے بغیر جاری کیا گیا ہو۔

بیرم خان کو جب ان حالات کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے کچھ وفاداروں کو خفیہ طور پر دہلی بھیجا تاکہ وہ اکبر کو بیرم خان کی طرف سے وفاداری کا یقین دلائیں۔ لیکن اس میں اسے کامیابی حاصل نہ ہوئی۔

ان حالات میں بیرم خان ایسا بوکھلایا کہ اس سے غلطی پر غلطی سرزد ہونے لگی۔ چنانچہ سب سے پہلے اس نے ارادہ کیا کہ وہ آگرہ سے نکل کر مالوہ کا رخ کرے۔ جو لشکر اس کے تحت کام کرتا ہے اسے اپنے ساتھ لے جائے اور مالوہ کو فتح کر کے وہاں

Marfat.com

اپنی خودمختار حکومت قائم کرنے کا اعلان کر دے۔ ان دنوں وہاں کا اکثر و بیشتر حصہ باز بہادر کے تحت تھا جو گانے والیوں کے جھرمٹ میں پھنسا ہوا تھا۔ لہٰذا اُسے فتح کرنا آسان تھا۔

چنانچہ اپنے اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بیرم خان آگرہ سے بیانہ پہنچا۔ وہاں اس نے کچھ دیگر سالاروں اور لشکریوں کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ لیکن جب اس کا ساتھ دینے والے سالاروں کو خبر ہوئی کہ وہ تو اکبر کے خلاف بغاوت کرنا چاہتا ہے اور مالوہ پر حملہ آور ہو کر وہاں اپنی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے تو اکثر سالار اور لشکری بیرم خان کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ چنانچہ بیرم خان کو اپنی تباہی اور بربادی سامنے دکھائی دینے لگی۔ ان حالات میں بیرم خان اپنے مالوہ کے سفر پر بڑا نادم اور شرمندہ ہوا۔

اس کے بعد اس نے جون پور جانے کا ارادہ کیا۔ اس لئے کہ جون پور پر اس وقت علی قلی خان حاکم تھا جو بیرم خان کا دستِ راست تھا اور ایک طرح سے وہ بیرم خان کا طرف دار بھی تھا۔ بیرم خان کا ارادہ تھا کہ وہ جون پور پہنچ کر علی قلی خان سیستانی کی مدد سے بنگال پر حملہ آور ہو گا، وہاں سے افغانوں کو نکال کر بنگال کو فتح کر کے وہاں اپنی خودمختار حکومت قائم کرے گا۔

اس ارادے کے پیش نظر بیرم خان نے اب جون پور کا سفر اختیار کیا۔ لیکن وہ ایسا بدحواس ہوا تھا کہ چند منزل کا سفر طے کرنے کے بعد رک گیا، اپنا ارادہ بدل دیا اور پھر اُس نے بیت اللہ کا حج کرنے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ اس ارادے سے وہ ناگور کی طرف روانہ ہوا۔

چنانچہ بیرم خان جب اپنے لشکر کے ساتھ ناگور پہنچا تو اس کا ارادہ، اس کی نیت پھر بدل گئی۔ اس نے اپنے بعض ساتھیوں کو بہلانے پھسلانے پر حج کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس کے ساتھیوں نے اسے یہ ترغیب دی کہ وہ سارے علاقوں کو فراموش کر دے، پنجاب کا رخ کرے۔ پنجاب ایک وسیع اور مضبوط علاقہ ہے، وہاں پر قبضہ کرنا بھی آسان ہے۔ چنانچہ پنجاب پر قبضہ کر کے وہ اپنی خودمختار حکومت قائم کر کے اکبر کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

دوسری طرف اکبر بھی بڑا چوکنا تھا۔ اب سلطنت کے امور میں وہ ماہر ہو چکا تھا۔

Marfat.com

اور پھر اس کے مخبر بیرم خان کی نقل و حرکت سے اسے پوری طرح آگاہ کر رہے تھے۔ چنانچہ جن دنوں بیرم خان ناگور میں قیام کئے ہوئے تھا، اکبر نے فوری طور پر بیرم خان کو اس کے عہدے سے برطرف کر کے ایک فرمان جاری کیا جس کا مضمون کچھ اس طرح تھا:

''اب ہم براہِ راست اپنی رعایا پر حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ اور ہماری خواہش ہے کہ ہمارا خان خاناں بیرم خان دنیا داری سے دست بردار ہو کر مکہ چلا جائے اور عوامی زندگی سے لاتعلق ہو کر اپنی باقی زندگی خدا کی عبادت میں گزار دے۔''

بیرم خان کو اکبر کا یہ حکم نامہ ایک شخص امیر عبداللطیف کے ذریعے ملا اور اکبر کا یہ حکم نامہ پا کر بیرم نے حج کے لئے مکہ معظمہ جانے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ اس کے پاس سرکاری منصب کی جو علامات تھیں وہ سب اُس نے آگرہ روانہ کر دیں اور خود روانہ ہوا تاکہ گجرات کے راستے مکہ معظمہ کی طرف چلا جائے۔

اب بیرم خان کا ذہن کچھ اس طرح پراگندہ ہو چکا تھا کہ اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ہی مفقود ہو گئی تھیں۔ چنانچہ ناگور سے وہ حج کے لئے روانہ ہوا۔ اس کا ارادہ پہلے گجرات جانے کا تھا لیکن اس کی بدقسمتی کہ جب وہ بیکانیر پہنچا، وہاں اس نے آرام کا ارادہ کیا تو اس کی نیت، اس کے ارادے پھر بدل گئے۔ اُس نے حج کا ارادہ ترک کر دیا۔ ایک بار پھر اس نے پنجاب پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

اکبر کو جب بیرم خان کے ان ارادوں کا علم ہوا تو اُسے بے حد دکھ اور صدمہ ہوا اور غصے میں آ کر اس نے بیرم خان کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔

دوسری طرف بیرم خان بیکانیر سے پلٹ آیا۔ پہلے اُس نے بٹھنڈہ کا رخ کیا، اس کے پاس جو فالتو سامان تھا وہ اس نے بٹھنڈہ کے قلعے میں چھوڑا، اس کے بعد بیرم خان بٹھنڈا سے نکل کر دیپالپور کی طرف روانہ ہوا۔ بیرم خان کا ارادہ تھا کہ وہ دیپالپور کے حاکم درویش محمد ازبک کے پاس جائے گا اور اُس کے ساتھ مل کر اکبر کا مقابلہ کرے گا۔ کیونکہ درویش محمد ازبک کے ساتھ بیرم خان کے پرانے تعلقات تھے۔ لیکن درویش محمد نے اس سلسلے میں بیرم خان کی کوئی مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ بیرم خان کو درویش محمد کے اس رویے سے بڑی مایوسی ہوئی۔ لہٰذا جو لشکر اس کے ساتھ تھا، اسے لے

Marfat.com

کر وہ جالندھر کی طرف ہولیا۔

اکبر، بیرم خان کے خلاف حرکت میں آیا۔ ایک لشکر اُس نے خانِ اعظم شمس الدین کی کمانداری میں بیرم کی سرزنش کے لئے پنجاب کی طرف روانہ کیا۔

ماچھی واڑہ کے قلعے کے قریب خان اعظم شمس الدین اور بیرم خان کے لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئے اور ٹکرائے۔ چنانچہ ہولناک جنگ شروع ہوئی۔ شروع میں بیرم خان اور اس کے سالاروں نے تیز حملے کرتے ہوئے خان اعظم شمس الدین کے لشکر میں ایک طرح سے کھلبلی مچا دی۔ لیکن جب خان اعظم شمس الدین نے ہولناک انداز میں جوابی کارروائی کی تو اس کارروائی میں خان اعظم نے بیرم خان کے بڑے بڑے نامور سالاروں اور عہدے داروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

بیرم خان نے جب جنگ کا یہ رخ دیکھا تو اسے یقین ہو گیا کہ خانِ اعظم شمس الدین کے ہاتھوں اسے بدترین شکست ہو گی اور ہو سکتا ہے کہ خانِ اعظم فتح کی صورت میں اس کا سر کاٹ کر اکبر کے سامنے پیش کر دے۔ چنانچہ اپنی شکست کو قبول کرتے ہوئے بیرم خان ماچھی واڑہ کے میدانِ جنگ سے بھاگ کر کوہستانِ سوالک کی طرف چلا گیا تھا۔

یہ صورتِ حال بیرم خان کے لئے انتہائی نازک تھی۔ اس دوران اکبر بھی حرکت میں آیا۔ اس نے لاہور کا رخ کیا۔ چند دن لاہور میں قیام کرنے کے بعد اکبر نے کوہستانِ سوالک کا رخ کیا جہاں بیرم خان نے پناہ لی تھی۔ کوہستانی سلسلے کے پاس جا کر اکبر کے لشکر کا ایک حصہ کوہستان میں داخل ہوا۔ وہاں بیرم خان کے حامیوں نے مقابلہ کیا لیکن انہیں شکست فاش ہوئی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے بیرم خان نے مجبور اور معذور ہو کر اپنے غلام جس کا نام جمال خان تھا اُسے بادشاہ کی خدمت میں بھیجا اور اپنی سابقہ خدمات کا حوالہ دیتے ہوئے اکبر سے اپنے قصور کی معافی طلب کی۔ چنانچہ اکبر نے بیرم خان کی تسلی و تشفی کے لئے اپنے ایک امیر کو جس کا نام عبداللہ سلطان پوری تھا بیرم کی طرف روانہ کیا اور عبداللہ سلطان پوری بیرم کو لے کر اکبر کی طرف روانہ ہوا۔

اکبر کو جب خبر ہوئی کہ بیرم اس کی طرف آ رہا ہے تو اس نے اپنے امیروں اور اراکینِ سلطنت کو بیرم خان کے استقبال کے لئے روانہ کیا۔ یہ امیر بیرم خان کو بڑی

Marfat.com

عزت اور احترام کے ساتھ اکبر کے پاس لے کر گئے۔ چنانچہ اکبر کے پاس آتے ہی بیرم خان نے اظہارِ فرمانبرداری کے طور پر اپنی پگڑی گلے میں ڈال لی اور پھر اکبر کے قدموں میں گر کر زار و قطار رونے لگا۔

اکبر نے بہت خلوص اور محبت سے بیرم خان کا سر اپنے قدموں سے اٹھایا اور اس کی عزت افزائی کی۔ بیرم خان کی ندامت، اس کی شرمندگی اور خجالت کو مٹانے کے لئے اکبر نے اُسے خلعت سے سرفراز کیا اور اُسے مخاطب کر کے کہا۔

"اگر تم نظم و نسق کے کاموں سے دلچسپی رکھتے ہو تو میں کالپی اور چندریری کا علاقہ تمہارے حوالے کرنے کو تیار ہوں ـــــ اگر تم میری مصاحبت میں رہنا چاہتے ہو تو یہ بڑی خوشی کی بات ہے ـــــ اگر تم حرمین الشریفین کی زیارت کی تمنا رکھتے ہو تو میں تمہیں حج کے لئے مکہ معظمہ بھجوا دوں گا۔"

بیرم خان نے اکبر کی اس گفتگو کے جواب میں حج کے لئے جانے پر رضامندی کا اظہار کیا۔ جس پر اکبر نے بیرم کو پچاس ہزار روپے کی گراں قدر رقم عنایت کی اور اُسے حج پر جانے کی اجازت دے دی۔

بیرم خان کو رخصت کرنے کے بعد خود اکبر پنجاب میں شکار کھیلتا ہوا آگے بڑھا۔ حصار فیروز پور کے راستے آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ دوسری طرف بیرم خان مکہ معظمہ جانے کے لئے گجرات کی طرف چل دیا تا کہ وہاں کسی بندرگاہ سے بذریعہ کشتی مکہ معظمہ کا راستہ لے۔

بیرم خان گجرات پہنچا اور ایک نواحی علاقے میں مقیم ہوا۔ وہاں قیام کے دوران ایک افغان جس کا نام مبارک خان تھا، بیرم خان کے پیچھے پڑ گیا اور اُسے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ دراصل اس افغان کا باپ بیرم خان کے ان ساتھیوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا جنہوں نے پانی پت کی جنگ میں ہیمو بقال کا مقابلہ کیا تھا۔ اس لئے کہ اس مبارک خان نام کے افغان نوجوان کا باپ ہیمو بقال کا ساتھ دیتے ہوئے مغلوں کے خلاف لڑا تھا۔

چنانچہ جس وقت بیرم خان ان علاقوں میں مقیم تھا، مبارک خان اس کے پاس آیا اور اس نے اپنے خنجر سے بیرم خان پر تین وار کئے۔ بیرم خان لاعلمی کی وجہ سے اپنا تحفظ نہ کر سکا۔ زخم اتنے کاری تھے کہ وہ ان کی تاب نہ لا کر وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔

Marfat.com

بیرم خان کے قتل کے بعد افغانوں نے اس کے لشکر پر چھاپہ مارا اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کرنے لگے تھے۔

بیرم خان نے کئی شادیاں کی تھیں اور اس کی کئی بیویوں میں سے ایک بیوی حسن خان میواتی کے چچازاد بھائی جمال خان کی بیٹی تھی۔ اس سے بیرم خان کا ایک چار سالہ بیٹا عبدالرحیم بھی تھا جو اس وقت بیرم خان کے ساتھ تھا۔ چنانچہ بیرم خان کے ساتھی اس کے چار سالہ بیٹے عبدالرحیم کو لے کر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ کچھ مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ بیرم خان کے اس قتل میں کسی عورت کا ہاتھ تھا جو روانگی کے وقت بیرم خان کے ساتھ منسلک ہو گئی تھی۔

اس طرح بیرم خان کا بیٹا عبدالرحیم آگرہ میں اکبر کے پاس پہنچا دیا گیا۔ اکبر نے اس بچے کی تعلیم و تربیت کا بہترین اہتمام کیا۔ یہی وہ عبدالرحیم تھا جس نے اکبر کے آخری دور میں نہ صرف ایک اعلیٰ منصب حاصل کیا بلکہ اکبر نے اُسے خانِ خاناں کا بھی خطاب دیا تھا۔

بیرم خان بدخشاں کا رہنے والا تھا۔ اس کے پردادا کا نام شیر علی تھا۔ اپنے ابتر حالات کی وجہ سے شیر علی مختلف جگہوں سے ہوتا ہوا کابل پہنچا۔ وہاں اُس نے اپنے آٹھ سو سپاہیوں کا ایک لشکر تیار کیا اور شیراز کو فتح کرنے کے ارادے سے فارس کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں سیستانی اور ترکمانی نوجوانوں کے علاوہ دوسرے بہت سے لوگ بھی اس کے ساتھ ہو لئے اور جب وہ شیراز پہنچا تو اس کے ساتھ اچھا خاصا لشکر تھا۔ جب شیراز پر حملہ آور ہوا، لڑائی ہوئی تو اس معرکے میں شیر علی کو شکست ہوئی وہ اپنا تمام مال اسباب تباہ کر کے بحالِ خرابی خراسان کی طرف روانہ ہوا۔

خراسان کی طرف جاتے ہوئے بھی شیر علی ہر ممکن طریقے سے لشکر اور مال اسباب جمع کرتا رہا۔ اس سلسلے میں وہ طرح طرح کی دست درازیاں بھی کرتا رہا۔ مختلف قصبوں، بستیوں پر حملہ آور ہو کر اپنے لئے ضرورت کے سامان کے علاوہ لشکری بھی جمع کرتا رہا۔ چنانچہ ہرات کے حاکم مرزا سلطان حسین کو جب اطلاع ملی تو اس نے شیر علی پر راستے ہی میں حملہ کر دیا۔ فریقین میں معرکہ آرائی ہوئی، شیر علی میدانِ جنگ میں کام آ گیا۔ اس کی اولاد اور ملازم اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے۔

شیر علی کے فرزند کا نام یار علی بیگ تھا اور اس نے قندز پہنچ کر خسرو شاہ کی ملازمت

Marfat.com

اختیار کر لی۔ جب بابر نے خسرو شاہ کے علاقے پر قبضہ کر لیا تو یار علی بیگ اور اس کا بیٹا سیف علی بیگ بابر کے ملازم ہو گئے۔

یار علی بیگ کے بعد سیف علی بیگ باپ کا جانشین ہوا اور اسے غزنی کی جاگیرداری ملی۔ سیف علی نے جب غزنی ہی میں وفات پائی تو اس کا بیٹا بیرم خان اس وقت بہت چھوٹا تھا۔ اس لئے وہ اپنے عزیزوں کے پاس بلخ چلا گیا۔

بیرم کی تعلیم و تربیت بڑی اچھی ہوئی تھی۔ اس نے متعدد علوم میں کمال حاصل کیا۔ جب وہ جوان ہوا تو کابل چلا گیا۔ وہاں نصیر الدین ہمایوں جوان دنوں کابل میں ایک شہزادے کی حیثیت سے قیام کئے ہوئے تھا اس کے پاس ملازم ہو گیا۔

بیرم خان نے اپنی پسندیدہ عادات، موزوں طبع، بلند کرداری اور فنِ موسیقی میں مہارت کی وجہ سے ہمایوں کے دل میں گھر کر لیا اور اس کا مصاحبِ خاص بن گیا تھا۔

جب بیرم خان کی عمر سولہ سال کی تھی، اس نے ایک جنگ میں بڑی بہادری اور جواں مردی کا مظاہرہ کیا اور اس وجہ سے اُسے شہرت ملی۔ بابر نے بھی بیرم خان کا تذکرہ جب سنا تو اسے اپنے حضور میں طلب کیا۔ بابر نے اس سے گفتگو کی، بیرم خان کی قابلیت کا اندازہ لگاتے ہوئے اس نے حکم دیا کہ بیرم خان اس کے بیٹے ہمایوں کے ساتھ اس کی صحبت میں ہمیشہ رہا کرے۔

جہاں تک بیرم خان کی قابلیت کا تعلق تھا تو ہمایوں کے بعد بیرم خان ہی مغل سلطنت کو استحکام بخشنے کا ذمہ دار تھا۔ اس میں شک نہیں اس نے نہایت وفاداری اور دیانت داری کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیئے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اکبر بچپن ہی میں ایک سست اور پڑھائی سے دل چرانے والا شخص تھا۔ بیرم خان کی سب سے بڑی خواہش تھی کہ اکبر کی تعلیم و تربیت اس انداز میں ہو کہ وہ اتنی بڑی سلطنت کا نظم بطریق احسن سنبھال سکے۔ ہمایوں نے بھی کئی بار اکبر کو تنبیہ کی تھی کہ وہ اپنا رویہ پڑھائی کے سلسلے میں درست کرے۔ چنانچہ بیرم خان بھی ہمایوں کی خواہش کو پورا کرنا چاہتا تھا۔

جہاں تک اکبر کی ذات کا تعلق تھا تو اکبر میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ بے حد ذہین اور حافظے کا تیز تھا۔ بچپن میں اس نے تاریخ، فلسفہ اور دینیات سے جتنا دل چرایا، بڑے ہو کر ان علوم میں اسی قدر دلچسپی کا اظہار کیا۔ لیکن بنیادی تعلیم کی کمی کے

Marfat.com

باعث اس کا ذہن مختلف فرقوں اور تنازعات میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ اس کے باوجود اس کے نورتن میں سے ابوالفضل یہ سمجھتا تھا کہ اس کا آقا نہ صرف انتہائی عالم و فاضل، دانش مند بلکہ شاید انسان سے بھی آگے کوئی چیز ہے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ غالباً آج تک کسی شہنشاہ کو اتنا بڑا چاپلوس شخص نہیں ملا تھا جتنا ابوالفضل کی صورت میں اکبر کو ملا تھا۔

بہرحال بیرم خان کے مارے جانے کے بعد سلطنت کے سارے امور اکبر نے اپنے ہاتھ میں لے لئے تھے۔ سلطنت کے اندر اس نے کچھ تبدیلیاں بھی کیں۔ کابل کے حاکم کو اس نے دہلی طلب کر لیا۔ اس کا نام منعم خان تھا اور اُسے اپنی سلطنت کی وکالت کے عہدے پر مقرر کرتے ہوئے اُسے خانِ خاناں کا خطاب عطا کیا اور دہلی کے انتظامات ایک نئے شخص خواجہ عبدالمجید کے سپرد کر دیئے تھے۔

◎......◎

Marfat.com

★ ★ ★

اکبر ایک روز آگرہ کے مستقر کا جائزہ لے رہا تھا کہ اس کے محافظ دستوں کا سربراہ عادل خان کے بڑے بھائی آصف خان کو لے کر اکبر کے سامنے آیا۔

آصف خان نے اکبر کو تعظیم دی، کچھ دیر تک بڑے غور سے آصف خان کو دیکھتا رہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تھوڑی دیر پہلے تمہارا چھوٹا بھائی عادل خان بھی مجھ سے گفتگو کر کے گیا ہے۔ میں نے اسے بلایا تھا۔ اس کے طور طریقے، اس کا اٹھنا بیٹھنا اور حرب وضرب میں اس کی مہارت اور سنائی مجھے بے حد پسند ہے۔ اس بناء پر میں نے اب اسے اپنے محافظ دستوں میں شامل کرنے کے بعد اس کے منصب میں بھی اضافہ کر دیا ہے۔ جس وقت تم دونوں بھائی گونڈوانہ سے بھاگ کر یہاں آئے تھے اور میری تم لوگوں سے ملاقات ہوئی تھی تو تم نے مجھ پر انکشاف کیا تھا کہ تم دو ہی بھائی ہو۔ لیکن آج عادل خان کے ساتھ میری تفصیل کے ساتھ گفتگو ہوئی تو اس کا کہنا تھا کہ تم تین بھائی ہو اور تمہارا تیسرا بھائی اب چند روز تک آگرہ پہنچنے والا ہے۔ کیا اس کا کہنا درست ہے؟''

جواب میں آصف خان نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر کہنے لگا۔

''شہنشاہِ معظم! میرے بھائی عادل خان نے درست کہا ہے ـــــــ اب تک ہم پوچھنے والوں کو صرف یہی بتاتے تھے کہ ہم دو بھائی ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ہم تین بھائی ہیں۔ دراصل ہمارے ماموں کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی۔ ہمارے ماموں کی رہائش لاہور کے روشنی دروازے کے اندر تھی۔ لہٰذا بے اولاد ہونے کی وجہ سے میری ماں نے ہمارے ایک بھائی کو ماموں کے حوالے کر دیا تھا۔ لہٰذا اسے ہم ماموں کا بیٹا ہی خیال کرتے تھے اور ہم یہی سمجھتے تھے کہ ہم دو بھائی ہیں۔ پوچھنے والے کو بھی یہی بتاتے

Marfat.com

تھے۔اب ماموں اور ممانی کی چونکہ کوئی اولاد نہ تھی، ان کی محبت کا مرکز ہمارا بھائی تھا۔ پہلے ممانی فوت ہوئی، اب ماموں بھی فوت ہو گیا ہے۔لہٰذا ہمارا بھائی وہاں اکیلا نہیں رہ سکتا۔ ماموں کے مکان کو مقفل کرنے کے بعد وہ ہماری طرف آ رہا ہے۔ ہمارے اس تیسرے بھائی کا نام وزیر خان ہے۔ میرے چھوٹے بھائی عادل خان کا کہنا درست ہے۔ چند روز تک وہ آگرہ پہنچے گا۔"

آصف خان جب خاموش ہوا تب اس کی گفتگو سے اکبر نے اطمینان اور خوشی کا اظہار کیا تھا، پھر کہنے لگا۔

"اب تک تم نے اور تمہارے بھائی عادل خان نے انتہائی جانثاری سے میرے ہاں خدمات انجام دی ہیں۔ تمہارا تیسرا بھائی وزیر خان کیسا ہے، میں نہیں جانتا۔ لیکن تمہاری خدمات کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے تمہیں مانک پور کے علاقے کا حاکم بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہاں سے تم پانچ ہزار کا ایک لشکر لے کر جاؤ گے۔ باقی لشکر کو تم وہاں تیار کرو گے، ان علاقوں کی دیکھ بھال کیا کرو گے۔ ساتھ ہی ساتھ اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ بھی کرو گے۔اس کے بعد رانی دُرگا وتی پر ضرب لگاؤ گے۔

رانی دُرگا وتی کی ریاست مانک پور کے علاقوں سے بالکل متصل ہے۔ لہٰذا وہاں پہنچ کر تم اپنی عسکری طاقت اور قوت میں اضافہ کرنا۔ پھر رانی پر ضرب لگانا۔ اس کے دو فائدے ہوں گے۔ رانی کو اگر تم شکست دینے میں کامیاب ہو گئے تو تم اپنے باپ کے علاوہ اپنی ماں اور بہنوں کے قتل کا اس سے انتقام لے سکو گے۔ اور دوسرا فائدہ یہ ہو گا کہ رانی کا وسیع علاقہ ہماری مملکت میں شامل کر لیا جائے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اکبر رکا، اس کے بعد اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"اس سلسلے میں، میں نے عادل خان سے بھی بات کی ہے۔ وہ فی الحال تمہارے ساتھ جانے کے لئے تیار نہیں ہے۔ لیکن وہ ریاست گونڈوانہ کی رانی دُرگا وتی سے انتقام لینے کے لئے بھی بے چین ہے ــــــ اُس کا کہنا ہے کہ پہلے آصف خان مانک پور جائے، وہاں اپنے لشکر کو تیار کرے۔ اُس نے مزید یہ کہا ہے کہ جب تم وہاں جا کر اپنے لشکر کی تیاری کو آخری شکل دے دو گے اور اس قابل ہو جاؤ گے کہ رانی پر ضرب لگاؤ تو اطلاع دینا۔ اس اطلاع پر عادل خان بھی تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔ وہ

Marfat.com

رانی کے خلاف جنگ میں ضرور حصہ لینا چاہتا ہے۔ اور میں تم سے یہ بھی کہوں کہ وہ تمہاری فتح کا باعث بھی بن سکتا ہے۔"

اکبر جب رکا تب بڑا مؤدب ہو کر آصف خان کہنے لگا۔

"شہنشاہِ معظم! آپ کا کہنا درست ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے تیسرے بھائی وزیر خان کا انتظار کرلوں۔ جب وہ لوٹ کر یہاں میرے پاس پہنچے تو میں اسے اپنے ساتھ لے کر بانک پور چلا جاؤں گا اور دونوں بھائی وہاں لشکر کی تیاری کر کے رانی کے خلاف حرکت میں آنے کی کوشش کریں گے۔"

آصف خان کی اس گفتگو کو اکبر نے پسند کیا، کچھ سوچا پھر دوبارہ وہ آصف خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"عادل خان نے مجھ پر انکشاف تو نہیں کیا۔ لیکن اس کی گفتگو سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ وہ تم سے خوش نہیں ہے۔ آج پہلی بار مجھ پر یہ بھی انکشاف ہوا ہے کہ تمہاری شادی کے بعد جو حویلی میں نے تمہیں دی تھی، عادل خان اس حویلی میں تمہارے ساتھ قیام نہیں کرتا۔ بلکہ اس نے اپنے مکان میں قیام کیا ہوا ہے۔"

اکبر کے ان الفاظ پر آصف خان شرم سار سا ہو گیا تھا۔ کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

"آپ کا اندازہ درست ہے۔ دراصل میری بیوی کا رویہ میرے چھوٹے بھائی عادل خان کے ساتھ اچھا نہیں ہے۔ ـــــــ پہلے تو مجھے خبر نہ تھی لیکن بعد میں جب میں نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ میری بیوی کو میرے چھوٹے بھائی عادل خان کا اپنے ہاں آنا جانا اچھا نہیں لگتا تھا۔ اسے عادل خان نے محسوس کیا لہٰذا اس نے اپنے مکان میں رہائش اختیار کر لی ہے۔ عادل خان مجھے بڑا عزیز اور پیارا ہے اور وہ میرے پاس میرے ماں باپ کی نشانی ہے ـــــــ میں نے تو اسے یہ بھی پیشکش کی تھی کہ تم میرے ساتھ رہو۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میری بیوی کے ہوتے ہوئے تم وہاں نہیں رہ سکتے تو میں اسے چھوڑنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن عادل خان نے مجھے ایسا کرنے سے سختی سے منع کر دیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ اگر میں نے اپنی بیوی کو چھوڑا تو وہ زندگی بھر مجھ سے کلام نہیں کرے گا۔ اس بناء پر میں خاموش ہو رہا اور حالات سے سمجھوتہ کر لیا۔ آپ کا کہنا درست ہے۔ عادل خان واقعی پہلے والے مکان میں رہتا ہے۔ جبکہ حویلی میں، میں اپنی بیوی کے ساتھ رہائش رکھتا ہوں۔"

Marfat.com

اکبر نے خاموش رہ کر کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

''میں نے خانِ خاناں منعم خان سے کہہ دیا ہے ـــــ وہ تمہاری روانگی کا بندوبست کر دے گا۔ اس سلسلے میں اس سے مل لینا۔ تمہارا بھائی وزیر خان لاہور سے آگرہ پہنچ جائے تو اسے ساتھ لے کر مانک پور روانہ ہو جانا۔''

اس کے ساتھ ہی اکبر وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

چند دن بعد ہی آصف خان اور عادل خان کا تیسرا بھائی جو آصف خان سے چھوٹا اور عادل خان سے بڑا تھا لاہور سے آگرہ پہنچ گیا اور اس کی آمد کے چند روز بعد آصف خان اپنی بیوی کے ساتھ جو لشکر اسے مہیا کیا گیا تھا اسے لے کر مانک پور کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

●●●

اکبر نے جس طرح آصف خان اور وزیر خان دونوں بھائیوں کو مانک پور کی طرف روانہ کیا تھا اسی طرح اس نے ماہم اتکہ کے بیٹے ادھم خان کو ان علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا جن پر باز بہادر حکومت کرتا تھا اور یہ علاقے مالوہ کے تھے۔

رانی دُرگا وتی سے شکست اٹھانے کے بعد باز بہادر بالکل ہی عیش و عشرت اور رنگ و موسیقی میں کھو کر رہ گیا تھا۔ اس کی عیاشی، اس کی عیش و عشرت کی خبریں اور انتہائی خوبصورت گانے والی روپ متی کے عشق کی داستانیں آگرہ میں اکبر تک بھی پہنچنا شروع ہو گئی تھیں۔ چنانچہ باز بہادر کی انہی عیاشیوں کو سامنے رکھتے ہوئے اکبر نے فیصلہ کیا کہ مالوہ کے علاقے پر حملہ آور ہو کر اسے اپنی سلطنت میں شامل کر لینا چاہئے اور اسی مقصد کے لئے اس نے ادھم خان کو مالوہ پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا تھا۔

ایک طرف ادھم خان ایک لشکر کے ساتھ مالوہ کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا تو دوسری طرف باز بہادر مالوہ کے حاکم کا یہ حال تھا کہ وہ رنگ رلیوں اور موسیقی کے شغال میں اس قدر گم تھا کہ اُسے کچھ معلوم ہی نہ ہوا کہ اکبر کے کیا ارادے ہیں۔ اُس کی آنکھیں اس وقت کھلیں جب ادھم خان کی سرکردگی میں مغلوں کا لشکر مالوہ میں داخل ہوا۔ یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے باز بہادر نے جلدی جلدی لشکر کو تیار کیا تاکہ ادھم خان کا مقابلہ کر کے اسے اپنے علاقوں سے مار بھگائے۔

Marfat.com

چنانچہ سارنگ پور سے ایک کوس کے فاصلے پر دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ باز بہادر نے جنگ کا ارادہ کرتو لیا لیکن طاقت ور حریف کے سامنے ٹھہرنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ وہ مغلوں کے پہلے ہی حملے کی تاب نہ لا سکا اور شکست اٹھا کر مالوہ کے ایک انتہائی دور دراز گوشے میں چلا گیا۔

باز بہادر کی زندگی بھر کا سرمایہ بس گانے بجانے اور رقص و موسیقی والی عورتیں ہی تھیں اور ہندوؤں کی اصطلاح میں ان عورتوں کو پاتر کہا جاتا تھا۔ چنانچہ اودھم خان کے لشکر کا مقابلہ کرنے سے پہلے باز بہادر نے اپنے آدمیوں کے گروہ کے ذمے یہ کام لگایا تھا کہ اگر اُسے مغلوں کے لشکر کے مقابلے میں شکست ہو جائے تو پھر اس کے دربار میں جس قدر گانے ناچنے والیاں ہیں سب کو قتل کر دیا جائے۔

اودھم خان کے مقابلے میں جب باز بہادر کو شکست ہوئی تو اس نے جو اپنے آدمی ان حسین عورتوں کو قتل کرنے کے لئے مقرر کئے تھے وہ حرکت میں آ گئے۔ عورتوں پر انہوں نے تلواریں اٹھا لیں اور انہیں بری طرح گھائل کرنا شروع کر دیا۔ کیونکہ باز بہادر کو شکست دینے کے بعد اودھم خان کی سرکردگی میں مغلوں کا لشکر سارنگ پور کا رخ کئے ہوئے تھا۔ چنانچہ باز بہادر کے ان آدمیوں نے جلدی جلدی بدحواسی کے عالم میں عورتوں پر تلواریں برسائیں۔ انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ کون زیادہ زخمی ہوئی ہے کون کم۔ بس تلواریں برسانے کے بعد وہ بھاگ گئے۔ چنانچہ جب انہوں نے ان عورتوں پر تلواریں برسائیں تو اس وقت چونکہ بدحواسی کے عالم میں تھے۔ کچھ عورتیں ان سے بچ کر بھاگ گئیں۔ اب قاتلوں کو اتنی فرصت کہاں تھی کہ وہ تحقیق کرتے کہ کون سی عورت زندہ ہے، کون قتل ہونے سے بچ گئی ہے اور کون بھاگنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ چنانچہ جو عورتیں بچ گئیں جب انہوں نے بھاگ کر باز بہادر کے پیچھے جانا چاہا تو اسی وقت اودھم خان اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوا اور بھاگنے والی تمام عورتوں کو اُس نے اپنی تحویل میں لے لیا۔

اودھم خان نے آگرہ میں قیام کے دوران روپ متی کے عشق، اس کے حسن، اس کے گانے اور اس کی خوبصورتی کے چرچے سن رکھے تھے اور غائبانہ طور پر وہ اس پر فریفتہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ جن عورتوں کو اس نے گرفتار کیا ان سے اس نے پوچھا۔

''روپ متی کہاں ہے؟''

Marfat.com

ان عورتوں نے بتایا کہ روپ متی فلاں محل میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ قتل کر دی گئی ہے۔

چنانچہ اودھم خان نے اس بیان کی تصدیق کے لئے اپنے چند آدمیوں کو روپ متی کے محل میں بھیجا۔ ان آدمیوں نے جا کر دیکھا تو انہیں معلوم ہوا کہ روپ متی اور اس کی سہیلیاں زخمی ضرور ہوئی تھیں لیکن ابھی تک زندہ تھیں۔

اودھم خان کے آدمیوں نے یہ خبر جب اودھم خان کو سنائی تو وہ بڑا خوش ہوا۔ لہٰذا اس نے روپ متی کو سبز باغ دکھاتے ہوئے اسے پیغام دیا۔

''تم اچھی طرح اپنا علاج کراؤ ـــــ جب تم کامل صحت یاب ہو جاؤ گی تو میں تمہیں تمہارے چاہنے والے باز بہادر کے پاس پہنچا دوں گا۔''

یہ خوش خبری سن کر روپ متی کی جان میں جان آ گئی تھی۔ چنانچہ اس نے اودھم خان کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد روپ متی نے بڑی محنت سے اپنا علاج کرانا شروع کیا اور جلد ہی وہ اپنے زخموں سے صحت یاب ہو گئی۔ جب روپ متی کے زخم ٹھیک ہو گئے تو روپ متی نے اودھم خان کو مطلع کیا اور پیغام بھیجا۔

''میں اب خدا کے فضل و کرم سے صحت یاب ہو گئی ہوں ـــــ لہٰذا آپ اپنا وعدہ پورا کیجئے اور مجھے باز بہادر کے پاس بھجوا دیجئے۔ میں آپ کا احسان زندگی بھر نہ بھولوں گی اور تمام عمر دعا گو رہوں گی۔''

اودھم خان کے سر پر تو ہوس کا بھوت سوار تھا اس نے کون سا سچے دل سے وعدہ کیا تھا جو اس وعدے کو وفا کرتا۔ اُس نے روپ متی کو یہ جواب بھجوایا۔

''باز بہادر بادشاہ کا باغی ہے ـــــ اگر وہ اطاعت گزاری کرتا اور شاہی درگاہ میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتا تو میں تجھ کو اس کے پاس بھجوا دیتا۔ لیکن اب معاملہ دوسرا ہے ـــــ اگر اس وقت میں نے بادشاہ کی اجازت کے بغیر تجھے باز بہادر کے حوالے کر دیا تو بادشاہ مجھ سے ناراض ہو گا اور مجھ پر عتابِ شاہی نازل ہو گا۔''

روپ متی کو یہ جواب دینے کے بعد اودھم خان اب روپ متی کو پھانسنے کے حیلے بہانے کرنے لگا تھا۔ بالآخر اُس نے اپنے ایک انتہائی رازدار مقرب کو روپ متی کے پاس آدھی رات کے وقت بھیجا اور ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔

Marfat.com

روپ متی بڑی ذہین عورت تھی۔ وہ فوراً ادھم خان کی نیت کو بھانپ گئی اور اس نے سوچا اگر اس نے ادھم خان سے ملنے سے انکار کر دیا تو وہ زبردستی متصرف میں لائے گا اور اگر اقرار کیا تو اس سے محبت کی آبرو جاتی رہے گی۔ اس لئے کہ روپ متی باز بہادر کو دل سے پسند کرتی تھی، چاہتی تھی اور اس سے وعدہ کر چکی تھی کہ وہ زندگی بھر کسی دوسرے سے کوئی تعلق پیدا نہ کرے گی اور کسی سے محبت نہ کرے گی۔

چنانچہ بہت سوچ بچار کے بعد روپ متی نے یہ فیصلہ کیا کہ کوئی ایسی ترکیب کرنی چاہئے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ یہ سوچ کر اس نے ادھم خان کے قاصد سے کہا۔

''میں تو ادھم خان کی کنیز ہوں۔ وہ جو کہیں، میں کرنے کو تیار ہوں ــــــ ان کے پاس جانے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن اگر وہ خود یہاں تشریف لے آئیں تو یہ امر میری عزت افزائی کا باعث ہوگا۔''

جب قاصد یہ پیغام لے کر ادھم خان کے پاس گیا تو ادھم خان کی خوشی اور مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ چنانچہ وہ روپ متی سے ملاقات کرنے کی تیاری کرنے لگا۔ اب ادھم خان کو یہ بھی ڈر تھا کہ اس کی اس حرکت کا کہیں بادشاہ کو علم نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ اکبر نے جس وقت ادھم خان کو مالوہ پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا تھا تو اس کے لشکر میں اس کے نائب کی حیثیت سے پیر محمد کو روانہ کیا تھا۔ پیر محمد بھی اکبر کا ایک نامور سالار تھا اور وہ ادھم خان کے ساتھ لشکر میں شامل تھا۔

چنانچہ ادھم خان کو پیر محمد سے بھی ڈر تھا کہ کہیں وہ واپس جا کر اس کے ان کاموں کی اطلاع اکبر کو نہ کر دے۔ لہٰذا وہ اپنا حلیہ بدل کر صرف دو تین ساتھیوں کے ہمراہ روپ متی کے محل میں پہنچا۔

چنانچہ وہاں پہنچ کر ادھم خان نے کنیزوں سے دریافت کیا کہ روپ متی محل میں کس جگہ ہے۔ جواب ملا کہ وہ سو رہی ہے۔ کنیزوں نے اس کمرے کی طرف اس کی رہنمائی کی جہاں روپ متی سو رہی تھی۔ چنانچہ ادھم خان اس کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے پلنگ کے قریب گیا۔ اس نے دیکھا پلنگ پر روپ متی لیٹی ہوئی تھی اور ایک چادر سے اس نے اپنا جسم اور چہرہ تک ڈھانپ رکھا تھا۔ ادھم خان نے آگے بڑھ کر اس پر سے چادر ہٹائی۔ ادھم خان نے دیکھا اس وقت روپ متی ان گنت خوشبوؤں میں بسی

Marfat.com

ہوئی تھی۔ اس کے گلے میں پھولوں کے ہار تھے اور وہ بڑی طمانیت سے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ چنانچہ ادوھم خان نے جب اس کے جسم پر ہاتھ لگایا تو پتہ چلا کہ روپ متی کا جسم تو بے جان ہے اور وہ مر چکی ہے۔ اس پر ادوھم خان کانپ اٹھا۔

چنانچہ اپنے آپ کو سنبھالنے کے بعد ادوھم خان نے سوچا کہ اب وہ کیا کرے۔ اس لئے کہ روپ متی کو اس حالت میں دیکھ کر ادوھم خان سخت حیران ہوا تھا۔ چنانچہ محل میں جو روپ متی کے خدمت گار تھے ان سے اس معاملے کے متعلق پوچھا۔ تب ان خدمت گاروں میں سے ایک نے ادوھم خان کو بتایا۔

''آپ کا قاصد روپ متی کو بلانے کے لئے آیا تو اس نے جواب دے کر آپ کے قاصد کو رخصت کر دیا۔ بعد ازاں وہ باز بہادر کو یاد کر کے روتی رہی اور اسی رنج و الم کے عالم میں اس نے کافور اور روغن کنجد ملا کر کھا لیا۔ جب اس کی حالت بگڑنے لگی تو وہ پلنگ پر جا لیٹی اور اب وہ جیسی ہے آپ کے سامنے ہی ہے۔''

اس صورت حال کے تحت ادوھم خان نے باز بہادر کے تمام ساز و سامان، اس کی مغنیوں اور لونڈیوں پر قبضہ کر کے مالوہ کے امراء میں تقسیم کر دیا۔ ادوھم خان نے جو مال غنیمت اسے مالوہ سے حاصل ہوا تھا اس میں سوائے چند ہاتھیوں کے بادشاہ کے لئے کچھ نہ بھیجا حالانکہ وہاں سے اسے بہت کچھ ملا تھا۔

ادوھم خان ابھی یہ کام انجام دے ہی رہا تھا کہ اسے خبر ملی کہ اکبر بھی ایک لشکر کے ساتھ مالوہ کے علاقوں کا رخ کئے ہوئے ہے۔ یہ خبر سن کر ادوھم خان بڑا فکر مند ہوا۔ اکبر پہلے مالوہ کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے کاکرون نام کے قلعے میں پہنچا۔ یہ قلعہ باز بہادر کے ایک عامل کے تحت تھا۔ اُسے جب خبر ہوئی کہ اکبر ادھر ہی کا رخ کر رہا ہے تو وہ قلعے سے نکلا، اکبر کی اطاعت اختیار کی اور قلعہ اکبر کے حوالے کر دیا۔

اس کے بعد اکبر نے سارنگ پور کا رخ کیا اور صبح سویرے سارنگ پور جا پہنچا۔ چنانچہ سہا، ڈرا ادوھم خان اکبر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پہلے اُس نے چند ہاتھی مال غنیمت کے طور پر بھجوائے تھے لیکن اب ندامت اور معذرت کے ساتھ تمام مال غنیمت اکبر کے حوالے کر دیا۔ اکبر نے ادوھم خان کا قصور وقتی طور پر معاف کر دیا۔ لشکر کی کمانداری سے اسے معزول کر کے پیر محمد کو نہ صرف لشکر کا کماندار بلکہ مالوہ کا حاکم بھی مقرر کر دیا۔

Marfat.com

جس وقت اکبر سارنگ پور کا رخ کئے ہوئے تھا، ہندوستان میں ایک اور بڑا حادثہ اٹھا۔ ہوا یوں کہ عادل شاہ جس کا وزیر ہیمو بقال ہوا کرتا تھا اس کے بیٹے شیر خان نے چالیس ہزار کا ایک لشکر جمع کیا اور اپنی قسمت آزمانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے سوچا کہ جون پور پر حملہ آور ہو، وہاں قبضہ کرنے کے بعد مختلف علاقوں کو اپنے ساتھ ملاتے ہوئے بنگال پر بھی قبضہ کر کے اپنی مستحکم حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ شیر خان نے ایسا اس لئے سوچا تھا کہ جون پور میں اکبر کا سالار علی قلی خان تھا اور اس کے پاس صرف بارہ ہزار کا لشکر تھا۔

چنانچہ شیر خان چالیس ہزار کے لشکر کے ساتھ جون پور پر حملہ آور ہوا۔ علی قلی خان نے بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا، فریقین میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی۔ گو شیر خان کا لشکر علی قلی خان کے لشکر سے بہت زیادہ تھا لیکن علی قلی خان نے شجاعت اور بہادری کا ایسا مظاہرہ کیا کہ شیر خان کو شکست دی۔ شیر خان کے قدم ایسے اُکھڑے کہ بھاگ کھڑا ہوا۔ علی قلی خان کے ساتھ اس معرکے میں اس کا بھائی بہادر خان بھی شامل تھا۔ چنانچہ شیر خان کے چالیس ہزار کے لشکر کو شکست دینے کے بعد علی قلی خان اور بہادر خان کی شجاعت اور دلیری کی بڑی شہرت ہوئی۔ جہاں دوسروں نے ان کی بہادری کی تعریف کی وہاں یہ دونوں بھائی خود بھی خود ستائشی سے کام لیتے ہوئے اپنی بہادری کے نشے میں ایسے چُور ہوئے کہ انہوں نے اس ٹکراؤ کے نتیجے میں جس قدر ہاتھی ملے اور جو مالِ غنیمت ہاتھ لگا اس میں سے کچھ بھی اکبر کی طرف روانہ نہ کیا۔

اکبر کو جب ان دونوں بھائیوں کی اس حرکت کا علم ہوا تو سارنگ پور سے پلٹ کر اور ادھم خان کو اپنے ساتھ لے کر وہ کالپی کے راستے واپس ہوا۔ علی قلی خان اور بہادر خان کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ بادشاہ انہی کی طرف آ رہا ہے اور ان سے مالِ غنیمت کا حساب ضرور لے گا۔ چنانچہ وہ بڑے فکر مند ہوئے اور مانک پور کے نواح میں جا کر علی قلی اور بہادر خان دونوں اکبر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس جنگ کے نتیجے میں جو ہاتھی اور دوسری اشیاء ان کے ہاتھ لگی تھیں، اکبر کی خدمت میں پیش کیں۔

چنانچہ ایک بار پھر اکبر نے علی قلی خان کو معاف کر دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی اس سے کچھ غلطیاں سرزد ہوئی تھیں اور اکبر نے درگزر سے کام لیتے ہوئے اسے معاف کیا تھا۔ اس کے بعد اکبر آگرہ کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

Marfat.com

ادھر اکبر نے اپنے سالار پیر محمد کو مالوہ میں اپنے لشکر کا سالار بلکہ مالوہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ چنانچہ پیر محمد نے مندو کے مقام پر قیام کیا۔ سب سے پہلے اس نے مالوہ کے سارے علاقوں کو باز بہادر کے متعلقین اور بہی خواہوں کو صاف کر دیا۔ اس کے بعد اس نے مالوہ کے سب سے بڑے اور مضبوط اور مستحکم قلعے بجے گڑھ کا رخ کیا۔ اس پر حملہ آور ہوا اور اسے فتح کر لیا اور قلعے کے اندر جس قدر حفاظتی لشکر تھا اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

دوسری طرف مغل لشکر سے شکست کھا کر باز بہادر برہان پور کے حاکم کی پشت پناہی کی وجہ سے خان دیش میں قیام کیے ہوئے تھا۔ وہ اکثر و بیشتر کچھ لشکر جمع کر کے مالوہ پر حملہ آور ہونا شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ پیر محمد نے خان دیش پر حملہ کیا اور برہان پور میں اس نے قتل عام شروع کر دیا۔ اس قتل عام اور غارت گری میں بہت سے علماء اور مشائخ بھی مارے گئے۔

پیر محمد اپنے لشکر کے ساتھ ابھی برہان پور ہی میں تھا کہ باز بہادر برار کے حاکم مبارک شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پیر محمد کے خلاف اس سے مدد طلب کی۔ چنانچہ اُس نے ایک لشکر تیار کیا اور پیر محمد کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔

اس طرح ایک خاصا بڑا لشکر لے کر مبارک شاہ حاکم برار اور باز بہادر پیر محمد کی طرف بڑھے۔ مالوہ کا حاکم مقرر ہونے کے بعد پیر محمد کا دماغ بھی کسی حد تک خراب ہو گیا تھا اور وہ لوگوں پر ظلم اور جبر کرنے لگا تھا۔ اُس کے لشکری اُس کی بد اخلاقی اور ظلم کی وجہ سے اس سے دل برداشتہ ہو چکے تھے۔ لہٰذا جس وقت مبارک شاہ اور باز بہادر اپنے لشکر کے ساتھ اس کی طرف بڑھے تو اس کے لشکریوں نے پیر محمد کی اجازت کے بغیر ہی دریائے نربدا کو پار کر کے واپسی کا سفر اختیار کر لیا۔ مالوہ کے علاقے کے وہ امراء اور سالار جو پیر محمد کی مدد کے لئے آئے تھے وہ بھی ناراض ہو کر علیحدہ ہو گئے۔ یہ عالم دیکھ کر پیر محمد بھی واپس ہوا۔ اُسے خبر ہو گئی تھی کہ اس کے پاس چھوٹا سا لشکر رہ گیا ہے جس سے وہ باز بہادر اور مبارک شاہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

پیر محمد جب واپس ہوا تو باز بہادر اور مبارک شاہ نے اس کا تعاقب کیا۔ پیر محمد انتہائی پریشانی اور سراسیمگی کے عالم میں راستہ طے کرتے ہوئے دریائے نربدا کے قریب پہنچا۔ جس وقت وہ دریائے نربدا کو عبور کر رہا تھا تو اس وقت بار بردار اونٹوں کی

Marfat.com

قطار اس کے گھوڑے سے ٹکرا گئی جس کے باعث اس کا گھوڑا پل سے پھسلا اور دریا میں جا گرا۔ اس موقع پر پیر محمد کے ساتھیوں نے اس کی جان بچانے کی بہت کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی اور پیر محمد ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔

پیر محمد کے مارے جانے کے بعد اس کے لشکری اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ چنانچہ باز بہادر اپنے علاقوں میں داخل ہوا اور ایک بار پھر برار کے حاکم مبارک شاہ کی مدد سے وہ مالوہ پر قابض ہونے میں کامیاب ہو گیا اور برار کا حاکم مبارک شاہ واپس چلا گیا۔

اکبر کو خبر ہوئی کہ مالوہ کے حالات پھر ابتر ہو گئے اور باز بہادر پیر محمد کے مرنے کے بعد مالوہ پر پھر قابض ہو گیا ہے ــــــ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اکبر نے کالپی کے اپنے حاکم عبداللہ خان ازبک کی طرف حکم روانہ کیا کہ وہ مالوہ پر حملہ آور ہو کر اسے پھر مغل سلطنت میں شامل کرے۔

باز بہادر عیش و آرام کا عادی تھا۔ اُسے جب خبر ہوئی کہ عبداللہ خان ازبک ایک لشکر لے کر اس پر حملہ آور ہونے کے لئے آ رہا ہے تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکلنی شروع ہو گئی تھی ــــــ وہ عبداللہ خان ازبک کی بہادری، شجاعت اور اس کی کارگزاری سے خوب واقف تھا۔ چنانچہ عبداللہ سے ایک بار ٹکرا کر اپنی قسمت آزمانے کا فیصلہ کیا۔ جب ٹکراؤ ہوا تو عبداللہ خان ازبک نے اسے بدترین شکست دی اور باز بہادر بھاگ کھڑا ہوا۔

کچھ عرصہ باز بہادر مالوہ، خاندیش اور دکن کے پہاڑوں اور جنگلوں میں آوارگی کی زندگی بسر کرتا رہا۔ جب اُسے اپنے مقصد میں کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی تو آخر کار مجبور ہو کر اکبر سے امان طلب کی۔ اکبر نے اُسے امان دے دی۔ باز بہادر اُس کے دربار میں حاضر ہوا اور اکبر نے اُسے اپنے دو ہزار لشکریوں کا سالار مقرر کر دیا تھا۔ اس طرح باز بہادر کا قصہ مالوہ میں ختم ہوا۔

ادھم خان جو روپ متی کی موت کا باعث بنا تھا، اُسے جب اکبر نے معاف کر دیا تو اس کا دماغ خراب ہو گیا۔ وہ یہ سمجھنے لگا کہ چونکہ وہ اکبر کی دایہ کا بیٹا ہے لہٰذا وہ کتنا بھی بڑا قصور کر لے، اکبر اُسے معاف کر دے گا۔ اس لئے کہ اس کی ماں کی وجہ سے شاہی حرم میں اس کی بڑی عزت، اس کا بڑا احترام ہے۔

انہی دنوں خانِ اعظم شمس الدین کو اکبر کے ہاں بڑی عزت، بڑا وقار حاصل تھا اور

Marfat.com

اُس کے اس وقار سے اودھم خان حسد اور رشک کرنے لگا تھا۔ پہلے تو اودھم خان نے بیرم خان کی طرح خانِ اعظم شمس الدین کو بھی اکبر کی نگاہوں میں گرانے کی کوشش کی۔ اِس مقصد کے لئے اودھم خان نے چغل خوری اور دیگر حربوں کو استعمال میں لا کر اپنا مقصد حاصل کرنا چاہا لیکن اُسے کامیابی نصیب نہ ہوئی۔

آخر اُس نے ایک روز یہ بہانہ کر کے کہ خانِ اعظم سے وہ ملنے گیا تو خانِ اعظم نے اودھم خان کی تعظیم نہیں کی اور اس بات کو بہانہ بنا کر اودھم خان نے خانِ اعظم کو اس وقت قتل کر دیا جب وہ قرآنِ مقدس کی تلاوت کر رہا تھا۔

اودھم خان کو اپنی ماں کی وجہ سے چونکہ شاہی عنایات کا بڑا بھروسہ تھا۔ اس کا خیال تھا کہ بادشاہ اس سے کوئی باز پرس نہیں کرے گا اس لئے خان اعظم شمس الدین کو قتل کرنے کے بعد اودھم خان ایک ایسے مکان میں جو شاہی حرم کے قریب ہی واقع تھا، مقیم ہو گیا۔

خانِ اعظم جب قتل ہوا تو اس کے قتل کی خبر چاروں طرف شور وغل کی طرح پھیل گئی اور لوگ اس کے مرنے پر شور وغل کرنے لگے۔ اس وقت اکبر حرم سرا میں سو رہا تھا۔ اس شور کی وجہ سے اس کی آنکھ کھل گئی اور لوگوں سے اس شور وغل کا سبب دریافت کیا ——— اکبر کو بتایا گیا کہ اودھم خان نے آپ کے چہیتے خانِ اعظم شمس الدین کو قتل کر دیا ہے۔

یہ خبر سن کر اکبر ایسا غضب ناک ہوا کہ شب خوابی کے لباس ہی میں وہ شمس الدین کے مکان پر آیا اور شمس الدین کی لاش دیکھ کر وہ غصے کی وجہ سے تھر تھر کانپنے لگا۔

اس غصے کے عالم میں اکبر نے اپنی تلوار سنبھالی اور اس عمارت میں داخل ہوا جہاں اودھم خان موجود تھا۔ چنانچہ اودھم خان اکبر کے سامنے آیا تو اکبر نے پوچھا۔

"تم نے خانِ اعظم شمس الدین کو قتل کیوں کیا؟"

اکبر کے اس سوال پر اودھم خان نے کوئی جواب دینے کی بجائے بادشاہ کے پاؤں پکڑ لئے اور زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ اکبر اس بے ادبی پر اور بھی زیادہ برہم ہوا۔ اس نے نیچے جھک کر اودھم خان کو اٹھایا اور غصے کے عالم میں ادھم خان کے گال پر ایک گھونسہ دے مارا جس پر اودھم خان بے ہوش ہو کر فرش پر گر پڑا۔

اس کے بعد اکبر نے حکم دیا کہ اودھم خان کو اسی دیوان خانے کی چھت سے جس

Marfat.com

میں وہ مقیم تھا نیچے گرا کر ہلاک کیا جائے۔ وہ دیوان خانہ زمین سے بارہ گز بلند تھا۔ چنانچہ اکبر کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ اودھم خان کو نیچے گرایا گیا لیکن اس بلندی سے گرنے کے باوجود اودھم خان زندہ رہا۔ جب پتہ چلا کہ وہ زندہ ہے تو اکبر کے حکم پر اُسے دوبارہ چھت پر لے جایا گیا اور دوبارہ زمین پر پھینکا گیا۔ اس مرتبہ اودھم خان مر گیا۔ اس طرح اودھم خان کو بھی اپنے کئے کی سزا مل گئی۔

Marfat.com

★ ★ ★

عادل خان ایک روز چھوٹے سے ایک لشکر کے ساتھ مانک پور پہنچا۔
اس کی آمد کی اطلاع پہلے اس کے دونوں بھائیوں آصف خان اور وزیر خان کو ہو چکی تھی۔ لہٰذا دونوں نے مانک پور سے کافی باہر شاندار انداز میں اس کا استقبال کیا۔
آصف خان اور وزیر خان کے ساتھ مانک پور کے کچھ سرکردہ لوگ بھی آئے تھے۔ انہیں دیکھتے ہوئے عادل خان اور اس کے ماتحت جو سالار تھے وہ اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ سب پُر جوش انداز میں ایک دوسرے سے ملے۔ عادل خان سب سے پہلے اپنے بھائی آصف خان اور وزیر خان سے ملا۔ وزیر خان اور آصف خان شکل میں ایک دوسرے سے ملتے جُلتے تھے اور دونوں کی عادات بھی ایک جیسی تھیں۔ جبکہ عادل خان کافی حد تک ان سے مختلف تھا۔
جب سب لوگ آپس میں مل چکے تب آصف خان اور وزیر خان کی طرف دیکھتے ہوئے عادل خان کہنے لگا۔
"آپ دونوں بھائیوں نے شہنشاہ کو جو اپنی عسکری تیاریوں کی اطلاع دی تھی اس کے جواب میں مجھے اس لشکر کے ساتھ آپ کی مدد کے لئے بھیجا گیا ہے۔ لیکن جنگ سے پہلے گونڈوانہ کی رانی دُرگا وتی سے گفتگو کرنی ہے۔ اگر وہ لڑے بغیر صلح جوئی سے اپنا علاقہ مغل سلطنت میں شامل کرنے پر رضامند ہو جائے تو اس کے خلاف جنگ نہیں کی جائے گی۔"
عادل خان کے ان الفاظ پر اس کا بھائی وزیر خان جو اس سے بڑا تھا، بھڑک اٹھا۔ غصے کی حالت میں کہنے لگا۔
"یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو؟____ ہم رانی دُرگا وتی سے کیوں گفتگو

Marfat.com

کریں؟ ـــــــ وہ جہاں ہمارے باپ کے قتل کی ذمہ دار ہے، وہاں اس کے حکم پر ہماری ماں، بہنوں کا خاتمہ کیا گیا اور پھر ہمارے مکان کو آگ لگائی گئی۔ اس کے باوجود ہم اس سے صلح کی گفتگو کریں؟"

وزیر خان مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عادل خان نے گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

"تم ان علاقوں میں پہلے نہیں رہے۔ جذباتی ہو کر گفتگو نہ کرو ـــــــ جہاں تک اپنے باپ، اپنی ماں اور بہنوں کے انتقام کا تعلق ہے تو وہ رانی سے ہر صورت میں لیا جائے گا۔ بلکہ رانی کے علاوہ ہم نے کیدار سنگھ اور اس کے بیٹا پتی سنسار سنگھ کو بھی معاف نہیں کرنا ـــــــ ان میں سے کوئی بھی ہمارے انتقام سے بچ نہیں سکے گا۔ وزیر خان! تم چپ رہو۔ تم حالات سے واقف نہیں ہو۔ نہ ہی تمہیں جنگ کا کوئی اتنا تجربہ ہے ـــــــ تم نے لاہور میں بڑی پُر امن زندگی بسر کی ہے۔ پہلے مجھے اپنے بھائی آصف سے گفتگو کرنے دو اس کے بعد تم بیچ میں بولنا۔"

وزیر خان نے جب دیکھا کہ عادل خان اس سے چھوٹا ہونے کے باوجود اس کی گفتگو پر ناپسندیدگی کا اظہار کرنے کے ساتھ برہمی کا اظہار کر رہا ہے تو وہ چپ ہو گیا۔ اس موقع پر آصف خان مسکراتے ہوئے عادل خان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ عادل خان نے آصف خان کی طرف دیکھتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا۔

"میرے عزیز بھائی! آپ کو پتہ ہو گا۔ کہ رانی دُرگا وتی کے بھائی کے دو برادرِ نسبتی ہیں ـــــــ ان میں سے ایک دہلی میں رہائش رکھتا ہے اور ایک آگرہ میں۔ چوڑھ گڑھ میں جو لڑکی کملا دیوی کے ساتھ رہا کرتی تھی جس کا نام رتن کماری تھا وہ ان دونوں کی بھانجی ہے۔ اب اس رتن کماری کا وہ ماموں جو ان دنوں آگرہ میں قیام کئے ہوئے ہے اس کا نام سانول داس ہے۔ میری اس طرف روانگی سے قبل سانول داس شہنشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا ـــــــ اُس نے التماس کی تھی کہ رانی دُرگا وتی پر حملہ آور ہونے سے پہلے اسے اس سے گفتگو کرنے کی اجازت دی جائے تا کہ رانی دُرگا وتی اگر اپنے علاقے صلح صفائی سے مغل سلطنت میں شامل کرنے پر رضامند ہو جائے تو جنگ کی نوبت نہ آئے۔ شہنشاہ نے سانول داس کی اس پیشکش کو قبول کر لیا تھا۔ لہٰذا سانول داس اور اس کے بیٹے چندر سین دونوں کو میرے ساتھ روانہ کیا گیا ہے۔ پہلے یہ دونوں

Marfat.com

باپ بیٹا یہیں سے چوڑھ گڑھ کا رخ کریں گے اور رانی دُرگا وتی سے بات کریں گے۔ اگر دُرگا وتی مان گئی تو اس کے علاقوں پر قبضہ کر لیا جائے گا۔ لیکن اس کے باوجود دُرگا وتی، کیدار سنگھ اور سنسار سنگھ ہمارے انتقام سے نہیں بچ پائیں گے۔"

اس کے ساتھ ہی پیچھے مڑتے ہوئے عادل خان نے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ جس پر تھوڑے فاصلے پر سانول داس اور چندر سین دونوں باپ بیٹا اپنے گھوڑوں سے اُترے، اس جگہ آئے جہاں آصف خان، وزیر خان اور عادل خان کچھ دوسرے لوگوں کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کی طرف دیکھتے ہوئے عادل خان بول اٹھا۔

"یہ سانول داس اور ان کا بیٹا چندر سین ہیں ـــــ یہ یہیں سے چوڑھ گڑھ کا رخ کریں گے۔ جو گفتگو یہ دُرگا وتی سے کرنا چاہتے ہیں وہ گفتگو کر کے واپس ہمارے پاس آئیں گے۔ اس کے بعد ان کی کی ہوئی گفتگو کی روشنی میں اگلا قدم اٹھایا جائے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عادل خان جب رکا تب سانول داس آصف خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"رانی دُرگا وتی سے گفتگو کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ میں اپنی بھانجی رتن کماری کے علاوہ رانی دُرگا وتی کی بہن کملا دیوی دونوں کو بچا سکوں۔ ورنہ جہاں تک دُرگا وتی کا تعلق ہے تو میں جانتا ہوں وہ بڑی ضدی اور ہٹ دھرم عورت ہے۔ جس مقصد کے لئے میں جا رہا ہوں، میں جانتا ہوں وہ میری بات نہیں مانے گی۔ لیکن کوشش کرنا کوئی بری بات نہیں ـــــ یہ کوشش میں صرف کملا دیوی اور رتن کماری کے تحفظ کی خاطر کر رہا ہوں۔"

سانول جب خاموش ہوا تب ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں آصف خان بول اٹھا۔

"سانول داس! اس سلسلے میں تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں پہلے ہی اپنے سارے سالاروں اور لشکریوں کو سمجھا چکا ہوں کہ جب ہم رانی دُرگا وتی سے ٹکرائیں گے، اس کے خلاف ہمیں کامیابی نصیب ہو تو ہر صورت میں تم نے دو لڑکیوں کملا دیوی اور رتن کماری کی حفاظت کرنی ہے اور انہیں عافیت کے ساتھ میرے پاس لے کر آنا ہے ـــــ میں جانتا ہوں کہ اس کا ایک ماموں دہلی میں ہے اور ایک آپ ہیں۔ ان دونوں سے متعلق آپ لوگوں کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر صورت میں ان کی حفاظت کا انتظام کیا جائے گا۔ تاہم چونکہ آپ نے اس سلسلے میں

Marfat.com

شہنشاہ سے گفتگو کر لی ہے لہٰذا میں عادل اور اس کے لشکریوں کو لے کر جاتا ہوں۔ آپ سیدھا آگے چوڑھ گڑھ کی طرف نکل جائیں ـــــ اس سلسلے میں رانی سے بات کریں اور جو فیصلہ وہ کرتی ہے ان سے آ کر ہمیں آگاہ کریں اور اس کی روشنی میں ہم اگلا قدم اٹھائیں گے۔"

سانول داس اور ان کے بیٹے چندر سین نے آصف خان کی اس گفتگو کو پسند کیا تھا۔ لہٰذا اجازت لے کر، وہ اسی وقت اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور چوڑھ گڑھ کی طرف نکل گئے۔ جبکہ آصف خان اور وزیر خان اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ عادل خان اور اس کے لشکریوں کو اپنے ساتھ لے جا رہے تھے۔

مانک پور میں چند دن قیام کے بعد عادل خان اپنے بھائی آصف خان اور وزیر خان کے ساتھ اس لشکر کا جائزہ لینے کے لئے نکلا جو ان دونوں بھائیوں نے مانک پور میں تیار کیا تھا اور جس کے ساتھ وہ رانی دُرگا وتی پر ضرب لگانا چاہتے تھے۔ تینوں بھائی اس لشکر کا جائزہ لینے کے بعد جب وہاں سے ہٹنا ہی چاہتے تھے کہ ان کے سامنے ایک طرف سے سانول داس اور چندر سین دونوں باپ بیٹا آتے دکھائی دیئے۔ قریب آ کر وہ دونوں گھوڑوں سے اُترے۔ سب سے پُر جوش مصافحہ کیا۔ پھر سانول داس آصف خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ہم دونوں باپ بیٹا پہلے شہر میں داخل ہونے لگے تھے لیکن پتہ چلا کہ آپ لوگ لشکر کا جائزہ لے رہے ہیں۔ لہٰذا ہم اس سمت نکل آئے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سانول داس رکا، دم لیا۔ اس موقع پر آصف خان اسے مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ سانول داس پھر بول اٹھا۔

"میں جس مقصد کے لئے رانی دُرگا وتی کی طرف گیا تھا، اس میں یوں جانیں مجھے اور میرے بیٹے کو انتہائی بری طرح ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔ میں اور میرے بیٹے نے بھی دُرگا وتی کو سمجھانے کی بڑی کوشش کی لیکن وہ بڑی ہٹ دھرم اور ضدی عورت ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ اگر وہ صلح صفائی سے معاملہ طے کر لے تو ریاست پر حکومت اس کی رہے گی، سارے علاقے کو مغلوں کی سلطنت میں سمجھا جائے گا۔ لیکن وہ نہیں مانی۔ اس کے بعد میں نے اس سے یہ بھی التجا کی کہ اگر تم نے مغلوں کے لشکر سے ٹکرانا ہی ہے تو پھر اپنی بہن کملا دیوی، میری بھانجی رتن کماری اور اپنے اکلوتے بیٹے

Marfat.com

نرائن ہی کو میرے ساتھ بھیج دو تا کہ کم از کم وہ تو جنگ میں محفوظ رہیں۔

میری اس پیشکش پر رانی دُرگا وتی اور زیادہ بھڑک اٹھی اور کہنے لگی۔

"جہاں تک کملا دیوی کا تعلق ہے تو وہ اس کی بہن ہے۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ــــــ رتن کماری سے متعلق وہ کہنے لگی رتن کماری بے شک میری بھانجی ہے پر اس سے پہلے وہ اس کی بھتیجی ہے۔ لہٰذا وہ بھی میرے ساتھ نہیں جائے گی۔ بس یوں جانو جس مقصد کے تحت ہم نے چوڑھ گڑھ کا رخ کیا تھا اس میں ہمیں ناکامی ہوئی ہے۔ اب آپ کا جو جی چاہے کریں لیکن اس موقع پر میری اور میرے بیٹے چندر سین کی التماس یہ ہے کہ جو لشکر آپ لے کر دُرگا وتی پر حملہ آور ہونے کے لئے نکلیں اس لشکر میں ہم دونوں باپ بیٹا بھی شامل ہوں گے تا کہ ہم کم از کم آپ کے ساتھ مل کر کملا دیوی اُور رتن کماری کو تو وہاں سے حفاظت سے نکالنے میں کامیاب ہو جائیں۔"

آصف خان نے اس موقع پر سوالیہ سے انداز میں عادل خان کی طرف دیکھا پھر عادل خان سانول داس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"آپ دونوں کو اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے ــــــ میرا لشکر جب یہاں سے کوچ کرے گا تو آپ دونوں لشکر میں شامل ہوں گے۔ رتن کماری اور کملا دیوی سے متعلق آپ مطمئن رہیں ــــــ ان کی حفاظت کا پورا پورا انتظام کیا جائے گا۔"

سانول داس اور چندر سین دونوں مطمئن ہو گئے تھے۔ پھر وہ سب کے ساتھ شہر کی طرف جا رہے تھے۔

اپنی تیاری کرنے کے بعد آصف خان، عادل خان اور وزیر خان تینوں بھائی اپنا لشکر لے کر مانک پور سے نکلے اور رانی دُرگا وتی کے مرکزی شہر چوڑھ گڑھ کا رُخ کیا۔

دوسری طرف رانی کے مخبروں نے بھی اسے اطلاع کر دی تھی کہ مانک پور کا حاکم آصف خان اپنے بھائیوں کے ساتھ اس پر حملہ آور ہونے کے لئے کوچ کر چکا ہے۔ اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لئے رانی بھی اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر چوڑھ گڑھ سے نکلی اور دموہ کے تاریخی میدانوں میں اُس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا۔

یہ وہی میدان تھے جن کے اندر اس سے پہلے رانی دُرگا وتی، باز بہادر کو بدترین

Marfat.com

شکست دے کر بھاگ جانے پر مجبور کر چکی تھی اور رانی کا یہ بھی گمان تھا کہ دموہ کے میدانوں میں اسے کوئی شکست نہیں دے سکتا ـــــــ وہ ان میدانوں کو اپنے لئے کامیابی اور کامرانی کا میدان خیال کیا کرتی تھی۔ چنانچہ انہی میدانوں کے اندر اُس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا۔ چند دن کے بعد آصف خان، وزیر خان اور عادل خان بھی وہاں پہنچ گئے اور اپنے لشکر کے ساتھ انہوں نے رانی دُرگا وتی کے لشکر کے سامنے پڑاؤ کیا تھا۔

جس روز دونوں لشکروں نے آپس میں ٹکرانا تھا، صبح سویرے ہی رانی دُرگا وتی کے لشکر میں ہلچل مچ گئی تھی۔ دراصل دُرگا وتی نے حملہ آور ہونے میں پہلے کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ آصف خان اور عادل خان کے مخبروں نے بھی انہیں اطلاع کر دی تھی کہ رانی آج جنگ کی ابتداء کرے گی اور اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کرے گی۔ ایک حصہ اپنی کمانداری میں رکھے گی اور خود وسطی حصے میں رہے گی۔ دوسرا حصہ اپنے سالار سنسار سنگھ کی کمانداری میں دے گی اور تیسرے لشکر کی کمانداری کیدار سنگھ کرے گا۔ یہی کیدار سنگھ آصف خان اور عادل خان کے باپ کے قتل کا ذمہ دار تھا۔

یہ خبر ملنے کے بعد آصف خان اور عادل خان نے بھی اپنے لشکر کو صفیں درست کرنے اور اپنی ترتیب درست کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

اس موقع پر آصف خان اپنے چھوٹے بھائی عادل خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اب جبکہ رانی دُرگا وتی اپنے لشکر کے تین حصے کر کے ہم پر حملہ آور ہونا چاہتی ہے تو کہو، میرے بھائی! تم اس سلسلے میں کیا کہنا چاہتے ہو؟''

جواب میں عادل خان مسکرایا اور کہنے لگا۔

''دُرگا وتی کو آپ میرے حوالے کر دیں ـــــــ میرے خداوند نے چاہا تو میں اس کا انجام دموہ کے ان میدانوں میں ویسا ہی کروں گا جیسا میں نے اس سے پہلے پانی پت کے میدانوں میں ہیمو بقال کا کیا تھا۔ لشکر کے باقی دو حصوں میں سے ایک آپ اپنی کمانداری میں لے لیں۔ وزیر خان کو اپنے ساتھ رکھیں۔ اس لئے کہ میں سمجھتا ہوں اس کو جنگ کا کوئی تجربہ نہیں ہے ـــــــ آپ کے ساتھ رہتے ہوئے یہ کچھ سیکھے گا۔ لشکر کے تیسرے حصے کی کمانداری اپنے کسی سالار کو سونپ دیں۔ مجھے امید ہے کہ رانی دُرگا وتی کے خلاف ہم ہی کامیاب رہیں گے۔''

Marfat.com

یہاں تک کہنے کے بعد عادل خان رکا، کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''اگر دُرگا وتی اپنے وسطی حصے کے ساتھ جنگ کی ابتداء کرتی ہے تو آپ کو اور آپ کے سالار کو چاہئے کہ بالکل مطمئن رہیں۔ اس موقع پر میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دُرگا وتی سے ٹکراؤں گا ــــــ آپ اور آپ کے سالار کا کام یہ ہو گا کہ دُرگا وتی کے لشکر کے پہلوؤں کو سنبھالے رکھیں اور ان پر حملہ آور ہو کر انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کریں۔ میں دُرگا وتی کے لشکر پر حملہ آور ہونے کے ساتھ ساتھ رانی دُرگا وتی پر نگاہ رکھوں گا کہ وہ کہاں اور کس جگہ ہے۔ جونہی وہ میرے تیروں کی زد میں آئی، میں ہیمو بقال کی طرح اسے بھی ایک آنکھ سے محروم کروں گا اور رانی دُرگا وتی کے پاس شکست تسلیم کرنے اور میدان چھوڑ کر بھاگ نکلنے کے علاوہ کوئی چارہ کار ہی نہیں رہے گا۔''

آصف خان نے اپنے بھائی عادل خان کی اس گفتگو کو پسند کیا تھا، پھر کہنے لگا۔

''وزیر خان کی تم فکر نہ کرو ــــــ اس کے ساتھ تو میں نے پہلے ہی اس موضوع پر گفتگو کی ہوئی ہے۔ یہ میرے ماتحت، میرے نائب کی حیثیت سے کام کرے گا۔ اس لئے کہ اسے پہلے جنگوں میں حصہ لینے کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ لشکر کے تیسرے حصے کی کمانداری میں مانک پور کے ایک اچھے اور تربیت یافتہ سالار کے سپرد کروں گا اور میرے خداوند نے چاہا تو وہ ہماری منشاء، ہماری خواہش کے مطابق دشمن پر ضرب لگائے گا۔''

آصف خان کی اس گفتگو کا جواب عادل خان دینا ہی چاہتا تھا کہ خاموش رہا۔ اس لئے کہ رانی دُرگا وتی کے لشکر کے اندر بڑے بڑے ڈھول اور نفیریاں بجنے لگی تھیں جن کا مطلب تھا کہ رانی جنگ کی ابتداء کرنے لگی ہے۔

اس پر آصف خان اور عادل خان بھی وہاں سے ہٹ کر اپنے حصے کے لشکر کے سامنے چلے گئے تھے۔ تیسرے حصے کی کمانداری آصف خان کے ایک سالار نے سنبھال لی تھی۔ اس طرح دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرانے اور ایک دوسرے پر ضرب لگانے کے لئے تیار اور مستعد ہو گئے تھے۔

آخر حملے کی ابتداء رانی دُرگا وتی نے ہی کی۔ اپنے لشکر کے وسطی حصے کو سب سے پہلے موت کے آنچل بکھیرتی ہولناک نادیدہ آگ کی طرح آگے بڑھایا تھا۔ مردہ تہذیبوں کے ورثے کا جگر چیرتی وسوسوں کی داستانوں، ذلت کے بحران اور بے حمیتی

Marfat.com

المیے کھڑے کرتے رنج و غم کے بحران کی طرح اس لشکر پر حملہ آور ہوئی تھی جس کی کمانداری عادل خان کر رہا تھا۔ حملے کی ابتداء کر کے رانی دُرگا وتی نے گویا بے درد رسموں کی صلیب کھڑی کرتے ہوئے کورے کاغذ پر بدی کی پہلی لکیر اور انسانیت کی شریانوں میں پہلی خراش کھینچنے کی ابتداء کر دی تھی۔

رانی دُرگا وتی کو معلوم تھا کہ دشمن کے لشکر کے وسطی حصے کی کمانداری عادل خان کر رہا ہے۔ اُس کا گمان تھا کہ عادل خان اس کے مقابلے میں بچہ ہے۔ اس کے ہاتھوں کا پلا ہوا ہے، وہ اس کا کیا مقابلہ کرے گا۔ لیکن عادل خان اب وہ عادل خان تو نہیں رہا تھا۔ وہ بھی بگولے سے طوفان، نرم جھونکوں سے بے روک آندھی اور دھوپ کی تمازت سے آتش فشانی لاوے کی صورت دھار چکا تھا۔ رانی نے جب اس کے خلاف جنگ کی ابتداء کی تب عادل خان نے پہلے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ قوت کے سارے کرشموں، فکر کی ساری اڑانوں کو راکھ کر دینے والے انداز میں تکبیریں بلند کیں، اس کے بعد اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ وہ دل کی طغیانیوں کے ولولوں کو ماند کرتے گردشِ دہر کے طوفانوں، حیات کی مشعل بجھاتے جوان جذبوں کے کھنڈر، سارے ارادوں کو ویرانہ کر دینے والے رسوا کن دکھ کی مار کی طرح دُرگا وتی کے لشکر پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

رانی کے پیچھے ہی پیچھے اس کے لشکر کے دونوں حصے بھی اپنے کام کی ابتداء کر چکے تھے اور جواب میں آصف خان اور اس کے دوسرے حصے کے سالار نے بھی اپنے کام کی ابتداء کی اور وہ بھی رانی کے لشکر کے دونوں حصوں پر تپتے ہونٹوں کی تشنگی بڑھاتے امیدوں کے راستوں کو لہولہو، ذات کی تہوں میں درد و کرب کے پیوند لگاتی پرانی اذیت بھری کتھاؤں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

دونوں طرف کے لشکری بے منزل اڑانوں کے پرندوں کی طرح ایک دوسرے پر نزول کرنے لگے تھے۔ بڑے بڑے سورما، بڑے بڑے تیغ زن، بڑے بڑے جواں مرد اور اپنے آپ کو ناقابل تسخیر کرنے والے شمشیر زنوں کے بدن خوابوں کی طرح پارہ پارہ ہونا شروع ہو گئے تھے۔ دونوں لشکروں کے اس طرح ٹکرانے سے چہرے لہولہو روحوں کے جذبوں، دل کے نہاں خانوں میں لہو کی حرارت بھاپ بننا شروع ہو گئی تھی۔

میدانِ جنگ میں چار سُو ہجر کی تلخیاں کھولتے لمحوں کے طوفان اور زہر آگیں تلخیاں ناچ اٹھی تھیں۔

Marfat.com

رانی دُرگا وتی اپنی پوری ہولنا کی اور اپنی پوری ہنر مندی سے حملہ آور ہو رہی تھی۔ وہ ہر صورت میں اپنی کامیابی اور کامرانی کو یقینی بنانا چاہتی تھی ــــــ شروع میں جب اس نے اپنے حملوں کی ابتداء کی تھی تو اس کے ذہن میں یہی ظن و گمان تھے کہ اس کا ٹکراؤ عادل خان سے ہے جو زیادہ دیر اس کے سامنے ٹھہر نہیں سکے گا۔ لیکن جب عادل خان نے جوابی کارروائی کرتے ہوئے رانی دُرگا وتی کے لشکر کی اگلی صفوں کو بساط کی طرح سمیٹ کر رکھ دیا تھا تب دُرگا وتی کو کسی قدر پریشانی لاحق ہوئی۔ اس لئے کہ عادل خان کے حملہ آور ہونے کا انداز اس کی امیدوں سے کہیں بالا، اس کے اندازوں سے کہیں ارفع تھا۔

دوسری طرف عادل خان بھی دُرگا وتی کے لشکریوں پر ضرب لگاتے ہوئے تاک میں تھا اور ہیمو بقال کی طرح رانی دُرگا وتی کو بھی اپنے تیر کا نشانہ بنانا چاہتا تھا اور اپنے لشکریوں کے ساتھ دشمن پر ضرب لگانے کے ساتھ ساتھ وہ اس تاک، اس جستجو میں بھی تھا کہ رانی دُرگا وتی اُسے کہیں دکھائی دے تو وہ اس کے خلاف اپنی کارروائی کی ابتداء کرے۔

آخر جنگ جب طول پکڑنے لگی تو رانی کو بھی فکر مندی ہوئی کہ اگر جنگ کسی طرح طول پکڑ گئی تو اس کی جھولی، اس کے مقدر میں شکست اور ہزیمت بھی آ سکتی ہے۔ لہٰذا اس سے پہلے جو وہ اپنے لشکر کی کئی صفوں کے پیچھے تھی اور وہیں رہتے ہوئے اپنے لشکریوں کو للکار رہی تھی اب جو اس نے دیکھا کہ دور دور تک کہیں کامیابی کی صورت دکھائی نہیں دیتی تب وہ اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتی ہوئی اگلی صفوں کی طرف آئی اور یہیں سے رانی دُرگا وتی کی بدبختی کی ابتداء ہو گئی تھی۔

پچھلی صفوں سے آگے آ کر تو رانی دُرگا وتی یہ چاہتی تھی کہ زور زور سے چلاتے ہوئے اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھائے گی اور جب اس کی اگلی صفوں کے لشکری یہ دیکھیں گے کہ ان کی رانی اب اگلی صفوں میں آ کر دشمن کے خلاف خود بھی ضرب لگانا چاہتی ہے تو وہ زیادہ جوش اور جذبے کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے اس کی فتح کو یقینی بنا دیں گے۔ لیکن دوسری طرف عادل خان بھی رانی دُرگا وتی ہی کی تاک میں تھا۔

چنانچہ رانی کو مزید آگے لانے کے لئے عادل خان نے زور دار انداز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے اپنے لشکریوں کو پہلے سے بھی زیادہ ہولناک انداز میں حملے کرنے کا

Marfat.com

حکم دیا۔ یہ حکم ملتے ہی اس کے لشکری بپھر گئے تھے اور رانی دُرگا وتی کے لشکریوں کو انہوں نے لپیٹ کر رکھ دیا تھا۔ ایسی صورت میں عادل خان کے اندازوں کے مطابق رانی مزید کچھ آگے آئی اور اپنے لشکریوں کو للکارتے ہوئے انہیں دشمن پر زیادہ خوفناک ضربیں لگانے کی ترغیب دینے لگی تھی۔

اس طرح رانی کے مزید کچھ آگے آنے سے رانی دُرگا وتی عادل خان کے تیروں کی زد میں آ گئی تھی۔ یہ دیکھتے ہوئے عادل خان نے اپنے اردگرد اپنے کچھ لشکریوں کو مستعد رہنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی اس نے اپنی زین کے ساتھ بندھی ہوئی ایک کافی بڑی اور کڑی کمان لی، اپنے ترکش میں سے سب سے لمبا اور کڑا تیر نکالا اور اسے کمان پر جمایا، شست لی، سانس روکی اس کے بعد جو اس نے تیر چلایا تو اس کا تیر سیدھا جا کے رانی دُرگا وتی کی آنکھ میں لگا اور سر کے پچھلے حصے سے باہر جا نکلا تھا۔

رانی دُرگا وتی کی حالت عادل خان نے وہی کر دی تھی جو اس نے پانی پت کے میدانوں میں ہیمو بقال کی کی تھی۔

عادل خان نے یہیں بس نہ کی، ایک دوسرا تیر چلّے پر چڑھایا اور وہ بھی تاک کر چلایا، دوسرا تیر بھی رانی کے لگا تھا۔

عادل خان کے ان دو تیروں نے رانی کو نڈھال کر دیا تھا۔ رانی کے اردگرد جو لشکری جنگ کر رہے تھے انہوں نے بھی رانی کی یہ حالت دیکھ لی تھی اور پھر آن کی آن میں رانی کے زخمی ہونے کی یہ خبر اطراف میں پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔ چنانچہ رانی کی اس حالت کی وجہ سے اس کے اردگرد لشکریوں کے علاوہ دوسری طرف کے لشکریوں کی حالت بھی بڑی تیزی سے بدلنا شروع ہو گئی تھی۔ جہاں تھوڑی دیر پہلے رانی کے لشکری زوردار انداز میں جنگ کر رہے تھے وہاں اب رانی کی حالت دیکھتے ہوئے ان کی حالت بڑی تیزی سے مہمل الفاظ کی داستانوں، سسکتے تڑپتے جذبوں، شبِ ہجر کے پھیلتے زہر، رات کے ویران گوشوں اور صدیوں پرانے شکستہ کواڑوں سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

دوسری طرف رانی کو بھی یقین ہو گیا تھا کہ دو تیر اس کے لئے جان لیوا ہو جائیں گے، وہ جنگ جاری نہیں رکھ سکے گی، اسے شکست ہو گی اور وہ گرفتار ہو جائے گی لہٰذا اس کا خاتمہ کر دیا جائے گا ـــــ اس بناء پر اس نے اپنا خنجر نکالا، اپنے جسم پر اس نے

Marfat.com

خنجر کے دو وار کیے اور اپنے آپ کا اُس نے خاتمہ کرلیا تھا۔

مؤرخین تفصیل سے لکھتے ہیں کہ رانی دُرگا وتی کو جب دو تیر لگے تو اس نے خود ہی اپنا خنجر نکال کر خود پر دو وار کیے اور اپنا خاتمہ کرلیا۔

رانی کی اس حالت پر اُس کے لشکر میں چاروں طرف بد دلی پھیل گئی اور لشکری پیچھے ہٹنے اور سمٹنے لگے۔ اور جب آصف خان اور عادل خان کی طرف سے زوردار حملے شروع ہوئے تب رانی کے لشکر کو بدترین شکست ہوئی ــــــ رانی کا سیناپتی سنسار سنگھ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ باقی کو تعاقب کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس طرح آصف خان اور عادل خان دونوں بھائی فاتح کی حیثیت سے ریاست گونڈوانہ کے مرکزی شہر چوڑھ گڑھ میں داخل ہوئے تھے۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

آصف خان اور عادل خان دونوں بھائیوں نے جس وقت رانی دُرگا وتی کے لشکر کو بدترین شکست دینے کے بعد بھاگنے والے لشکریوں کا تعاقب کیا تو اس تعاقب کے دوران رانی دُرگا وتی کا اکلوتا بیٹا بیر نرائن گھوڑے سے گرا اور پیچھے سے آنے والے گھڑسواروں کے نیچے آ کر کچلا مسلا گیا اور مارا گیا۔

سینا پتی سنسار سنگھ اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ کسی طرح شہر میں داخل ہوا تھا۔ پہلے اُس نے راج محل کا رُخ کیا اور رانی دُرگا وتی کی وصیت کے مطابق راج محل میں اس وقت جس قدر عورتیں اور رانی دُرگا وتی کے عزیز و اقارب تھے ان سب کو نذرِ آتش کر دیا گیا تھا۔ کملا دیوی اور رتن کماری کو چونکہ دُرگا وتی کی اس وصیت کا علم تھا کہ شکست کی صورت میں سب کو آگ لگا کر ان کا خاتمہ کر دیا جائے گا لہٰذا جس وقت جنگ شروع ہوئی تھی اسی وقت وہ راج محل سے نکل کر روپوش ہو گئی تھیں۔ اس طرح دونوں سنسار سنگھ کی گرفت سے نکل کر اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہو گئی تھیں۔

دوسری طرف سنسار سنگھ راج محل کے سب لوگوں کو نذرِ آتش کرنے کے بعد چوڑھ گڑھ کے دوسرے محفوظ راستے سے اپنے کچھ دستوں کو لے کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

اس طرح چوڑھ گڑھ پر آصف خان اور عادل خان کا قبضہ ہو گیا تھا۔ رانی کے خزانے میں مال و دولت، جواہرات، سونے چاندی کے انبار تھے جو ان دونوں بھائیوں کے ہاتھ لگے تھے۔

جس وقت رانی دُرگا کے خزانے سے ہاتھ آنے والی یہ ساری چیزیں ایک جگہ جمع کی جا رہی تھیں تب آصف خان اپنے بھائی عادل خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

Marfat.com

''عادل خان! تمہارے لئے اکبر کا حکم یہی ہے کہ جو لشکر تم لے کر آئے ہو اسے واپس آگرہ لے کر جاؤ گے۔ لہٰذا جاتے ہوئے تم شہنشاہ کے لئے مالِ غنیمت کا ایک حصہ بھی اپنے ساتھ لے کر جانا۔''

اس موقع پر گھورنے کے انداز میں عادل خان نے اپنے بڑے بھائی آصف خان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''شہنشاہ کے لئے آپ کس قدر مالِ غنیمت بھجوا رہے ہیں؟''

آصف خان نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''دو سو ہاتھی، کچھ سونا اور چاندی۔''

آصف خان کے یہ الفاظ سن کر عادل خان کے چہرے پر برہمی کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ جو لشکری آگرہ سے عادل خان کے ساتھ آئے تھے وہ نمودار ہوئے، ان کے ساتھ کملا دیوی اور رتن کماری بھی تھیں۔ گو رتن کماری اور کملا دیوی اب کافی بڑی ہو گئی تھیں تاہم عادل خان اور آصف خان دونوں نے انہیں پہچان لیا۔ وہ دونوں بھی آصف اور عادل کو پہچان چکی تھیں۔ انہیں اپنے سامنے دیکھ کر انہوں نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔

کملا دیوی اور رتن کماری جب آصف خان اور عادل خان کے قریب آ کر کھڑی ہوئیں تب آصف خان نے ان لشکریوں کو جو انہیں لے کر آئے تھے، مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''تمہارا شکریہ کہ تم ان دونوں کو میرے پاس لائے ہو ــــــ یہ دونوں میری چھوٹی بہنیں ہیں اور ان کی حفاظت ہم پر فرض ہے۔''

کملا اور رتن کماری دونوں کے لئے چونکہ وزیر خان تو اجنبی تھا، اسے انہوں نے نہیں پہچانا تھا ــــــ تاہم کملا نے لمحہ بھر کے لئے غور سے آصف خان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''اگر میں غلطی پر نہیں تو یہ عادل ہیں ــــــ گو بڑے ہو گئے ہیں لیکن میں اور رتن انہیں پہچان سکتی ہیں۔''

جواب میں عادل خان مسکرا رہا تھا۔ کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ آصف خان نے کملا دیوی اور رتن کماری کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

Marfat.com

"میری عزیز بہنو! جنگ سے پہلے میں نے اپنے سارے لشکریوں اور سالاروں کو حکم دے دیا تھا کہ تم دونوں کا ہر صورت میں تحفظ کیا جائے۔ جہاں کہیں بھی تم ملو تمہیں عزت کے ساتھ میرے پاس پہنچایا جائے ــــــ تم نے بہت اچھا کیا کہ جنگ کے دوران ہی تم دونوں راج محل سے نکل کر روپوش ہو گئیں۔ ورنہ راج محل کے اندر جتنے افراد تھے، رانی دُرگا وتی کے حکم پر اس کے سیناپتی سنسار سنگھ نے سب کو نذرِ آتش کر دیا ہے۔ اب تم دونوں یہ بتاؤ کہ تم کہاں رہنا پسند کرو گی؟"

اس پر رتن کماری بولی اور کہنے لگی۔

"ہم دونوں کی ملاقات میرے ماموں سانول داس اور ماموں زاد چندر سین سے ہو چکی ہے ــــــ وہ بھی ہمارے پیچھے پیچھے ادھر ہی آ رہے ہیں۔ ہم اب یہاں رہنا پسند نہیں کریں گی۔ دونوں آگرہ جائیں گی اور وہاں قیام کریں گی۔"

اتنی دیر تک ایک طرف سے سانول داس اور چندر سین بھی وہاں آ گئے تھے۔ یہاں تک کہ آصف نے کملا دیوی اور رتن کماری کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"اگر تم دونوں بہنیں یہاں نہیں رہنا چاہتیں، آگرہ جا کر سانول داس کے ہاں رہنا چاہتی ہو تو اس سلسلے میں تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ــــــ عادل خان ایک لشکر لے کر آگرہ سے آیا ہوا ہے۔ جونہی اس کے کچھ لشکری جو زخمی ہوئے ہیں وہ تندرست ہو جائیں گے تو یہ اپنے حصے کے لشکر کو لے کر آگرہ جائے گا۔ تم دونوں کے علاوہ تمہارے ماموں اور ماموں زاد بھی اس کے ساتھ ہی روانہ ہو جائیں گے۔ ساتھ ہی مالِ غنیمت میں جو کچھ یہاں سے ملا ہے اس کا ایک حصہ بھی عادل خان شہنشاہ کے لئے لیتا جائے گا۔"

آصف خان جب خاموش ہوا تب عادل خان ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"آصف! میرے بھائی! جو کچھ میں کہنے لگا ہوں وہ غور سے سننا ــــــ جہاں تک کملا دیوی اور رتن کماری کا تعلق ہے میں انہیں اپنے ساتھ آگرہ لیتا جاؤں گا۔ ان کا ماموں اور ماموں زاد بھی میرے ساتھ ہو لیں گے ــــــ لیکن میں وہ مالِ غنیمت نہیں لے کر جاؤں گا جو تم مجھے دینا چاہتے ہو۔ دیکھو میں نے بچپن سے آج تک کملا دیوی اور رتن کماری سے کوئی بات چھپائی نہیں۔ اب بھی میں ان کے سامنے کہتا ہوں کہ مال

Marfat.com

غنیمت کا وہ حصہ جو تم نے شہنشاہ کے لئے مختص کیا ہے وہ میں لے کر نہیں جاؤں گا۔
میرے بھائی! میں یہ بھی جانتا ہوں کہ شادی سے پہلے تم ایسے نہیں تھے لیکن شادی کے بعد تمہاری بیوی نے جو پہلے سندر دیوی اور بعد میں فخر النساء ہوگئی ہے تمہیں ایسا کر دیا ہے۔ تمہیں لوبھ اور لالچ میں ڈال دیا ہے۔ لہٰذا مالِ غنیمت میں سے جو کچھ تم شہنشاہ کو بھجوانا چاہتے ہو وہ کسی اور کے ہاتھ بھجوانا ـــــ میں نہیں لے کر جاؤں گا۔ اس لئے کہ چوڑھ گڑھ سے جو تمہیں ڈھیروں سونا، چاندی اور جوہرات ملے ہیں۔ اس کے علاوہ سونے اور چاندی کے بُت بھی یہاں سے ہاتھ لگے ہیں۔ ایک ہزار ہاتھی ہمیں یہاں سے ملے ہیں جن میں سے تم صرف دو سو ہاتھی اور کچھ چاندی اور تھوڑا سا سونا شہنشاہ کے لئے مختص کر رہے ہو۔''

عادل خان کے ان اعتراضات کا جواب آصف خان دینا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی اس کا دوسرا بھائی وزیر خان بول اٹھا۔ کہنے لگا۔

''عادل خان! تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا؟ ـــــ مالِ غنیمت کا جو حصہ شہنشاہ کے لئے مختص کیا گیا ہے وہ بھی زیادہ ہے۔ ہمارا بھائی آصف مانک پور کا حاکم ہے اور وہاں کے انتظامات اور اخراجات کو گھاس بیچ کر تو پورا نہیں کیا جا سکے گا۔''

وزیر خان کے ان الفاظ کو عادل خان نے محسوس کیا۔ پہلے گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے وہ بارود کی طرح پھٹ پڑا۔

''وزیر خان! تم چپ رہو ـــــ تمہیں حالات کی خبر نہیں ہے۔ آنکھیں بند کر کے آصف خان اور اس کی بیوی کی تقلید اور پیروی نہ کرو ورنہ کسی دن ایسے بادشاہ کی گرفت میں آؤ گے کہ کچلے مسلے رہ جاؤ گے اور تمہارا کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔ تمہیں نہ جنگوں کا پتہ ہے نہ جنگوں میں جو طور طریقے ہوتے، ان کی خبر ہے اور نہ ہی تم شہنشاہ اکبر کے مزاج سے واقف ہو۔ لہٰذا میں تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ جو گفتگو میں اپنے بڑے بھائی آصف خان سے کر رہا ہوں اس میں تم ہرگز دخل اندازی نہ کرنا۔ اگر دخل دو گے تو میرے لئے تم ناقابلِ برداشت ہو جاؤ گے۔

عادل خان کی اس گفتگو سے وزیر خان سہم کر چند قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا۔
عادل خان نے پھر آصف خان کو مخاطب کیا۔

''آصف خان! میرے بھائی! میں پھر کہتا ہوں کہ شادی سے پہلے تم لوبھ لالچ

Marfat.com

رکھنے والے نہیں تھے لیکن اب تم وہ پہلے والے آصف خان نہیں رہے۔ اگر تم مالِ غنیمت میرے ہاتھ شہنشاہ کے پاس بھیجنا چاہتے ہو تو میں جس قدر سونا، جواہرات، چاندی اور سونے چاندی کے بُت ملے ہیں اور ایک ہزار ہاتھیوں کے ساتھ یہ مالِ غنیمت قبول کر کے آگرہ لے جانے کے لئے تیار ہوں۔ اگر تمہیں میری یہ پیشکش قبول نہیں تو میرے بھائی! اپنی مرضی سے جو مالِ غنیمت تم بھجوانا چاہتے ہو میرے علاوہ جس کی حفاظت میں چاہو پہنچا دو، مجھے نہ کوئی اعتراض ہوگا نہ اس سے کوئی تعلق ہوگا۔''

اس کے ساتھ ہی عادل جب پیچھے ہٹا تب فکرمندی سے آصف خان اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ٹھیک ہے ـــــ مالِ غنیمت وہی جائے گا جو میں مختص کر چکا ہوں ـــــ اگر تم نہیں لے جانا چاہتے تو میں اپنے آدمیوں کے ذریعے مالِ غنیمت آگرہ بھجوا دوں گا۔ لیکن اب تم کہاں جانے والے ہو؟''

اس پر عادل خان کہنے لگا۔

''وہ لشکر جو میں آگرہ سے لے کر آیا ہوں وہ شہر سے باہر خیمہ زن ہو چکا ہے۔ میرے ساتھ جو چھوٹے لشکری آئے ہیں وہ زخمیوں کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ میں اب خود بھی اس لشکر میں جاؤں گا اور زخمیوں کی دیکھ بھال خود کروں گا اور میں تم دونوں بھائیوں سے ابھی سے کہے دیتا ہوں کہ ایک دو روز تک جونہی میرے لشکر کے زخمی ہونے والے افراد سفر کے قابل ہو جائیں گے، میں یہاں سے آگرہ کی طرف کوچ کر جاؤں گا۔''

اس کے ساتھ ہی جب وہاں سے ہٹ کر عادل خان چند قدم ہی آگے گیا ہوگا کہ سانول داس اسے مخاطب کر کے بول اٹھا۔

''عادل خان! بیٹے، رکو۔ ہم بھی تمہارے ساتھ چلتے ہیں۔''

اس کے بعد سانول داس نے آصف خان اور وزیر خان سے اجازت لی، پھر سانول داس، چندر سین، کملا دیوی اور رتن کماری چاروں عادل خان کے ساتھ ہو لئے تھے۔

عادل خان تھوڑا دور گیا ہوگا کہ وزیر خان، آصف خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے بھائی! اس عادل خان کا رویہ ہمارے ساتھ اچھا نہیں ـــــ دیکھو سب

Marfat.com

کے سامنے اس نے مجھے جھڑک دیا ہے اور پھر خوامخواہ میں مالِ غنیمت کے سلسلے میں بحث اور حجت بازی کرتا ہے۔ جو کچھ ہمیں یہاں سے ملا ہے اگر ہم نے وہ سب کچھ ہی شہنشاہ کو بھجوا دیا تو ہم اپنے علاقوں کے اخراجات کیسے پورے کریں گے؟“

وزیر خان جب خاموش ہوا تب آصف خان نے چند ثانیوں تک غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”وزیر خان! جب کبھی ایسے موضوع پر میری اور عادل خان کی گفتگو ہو رہی ہو تو تم دخل اندازی نہ کیا کرو ـــــــ تم چونکہ ہم میں نہیں رہے لہٰذا تمہارے ساتھ عادل خان ایک طرح کی اجنبیت محسوس کرتا ہے۔ میں اور وہ اکٹھے رہے ہیں لہٰذا دونوں ایک دوسرے کے مزاج کو سمجھتے ہیں۔ تم فکر نہ کرو، مالِ غنیمت کا وہی حصہ ہم آگرہ بھجوائیں گے جو ہم نے مختص کیا ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں عادل خان سے بحث اور حجت کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔“

اس کے ساتھ ہی آصف خان اور وزیر خان دونوں رانی کے مرکزی شہر سے حاصل ہونے والی ہر چیز کو سنبھالنے لگے تھے۔

●●●

دوسری طرف عادل خان شہر سے باہر اپنے لشکر کی خیمہ گاہ میں داخل ہوا۔ سانول داس، چندر سین، کملا دیوی اور رتن کماری چاروں اس کے ساتھ تھے۔ ایک بڑے خیمے کے سامنے عادل خان رک گیا، پھر سانول داس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سانول داس! میرے محترم آپ چاروں میرے خیمے میں بیٹھیں، میں ذرا اپنے لشکر کے زخمیوں کا جائزہ لیتا ہوں، پھر جلد ہی لوٹ کر آپ کے پاس آتا ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی عادل خان جب وہاں سے ہٹنے لگا تو کملا دیوی بڑی بے باکی سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”عادل خان! پہلے آپ خیمے میں آئیے۔ میں آپ سے ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔“

عادل خان اپنی جگہ پر کھڑا رہا، پھر کہنے لگا۔

”آپ سب لوگ خیمے میں جائیں ـــــــ میں جلد واپس آتا ہوں اور جو کچھ تم نے کہنا ہے میں سنوں گا۔“

Marfat.com

اس پر کملا دیوی اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہنے لگی۔
''میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گی۔ جو کچھ میں نے کہنا ہے وہ بہت اہم ہے۔ اس لئے پہلے خیمے میں آئیں، اس کے بعد زخمیوں کی دیکھ بھال کے لئے چلے جایئے گا۔''

عادل خان مان گیا۔ ان چاروں کے ساتھ خیمے میں داخل ہوا۔ جب سب نشستوں پر بیٹھ گئے تب کملا دیوی کی طرف دیکھتے ہوئے عادل خان کہنے لگا۔
''اب کہو ـــــ تم کیا کہنا چاہتی ہو؟''
جواب میں لحہ بھر کے لئے کملا دیوی نے بڑے غور سے عادل خان کی طرف دیکھا پھر اپنے خوبصورت ہونٹوں پر زبان پھیرنے کے بعد وہ کہہ رہی تھی۔
''عادل خان! جو بات میں کہنے لگی ہوں اس کا ذکر ابھی تک میں نے محترم سانول داس، چندر سین سے بھی نہیں کیا۔ چند ہفتے پہلے کی بات ہے، میری دیدی کے سینا پتی سنسار سنگھ نے اپنے راج منتری کے دو بیٹوں کے لئے میرا اور رتن کماری کا رشتہ مانگا تھا۔ راج منتری چونکہ سنسار سنگھ کا قریبی رشتہ دار تھا اس بناء پر اس نے سنسار سنگھ کو استعمال کیا۔ اس لئے کہ راج منتری کی نسبت میری دیدی سنسار سنگھ پر زیادہ اعتماد اور بھروسہ کرتی تھیں۔
سنسار سنگھ نے یہ تجویز دی کہ گو میں اور رتن کماری ابھی عمر کی چھوٹی ہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ ہم دونوں کی سگائی راج منتری کے بیٹوں سے کر دی جائے اور پھر رخصتی بے شک چند برس بعد کر دی جائے ـــــ لیکن میری دیدی نے سنسار سنگھ کی اس تجویز کو نہ صرف رد کر دیا بلکہ ناپسند کیا تھا۔ اس کا سنسار سنگھ نے برا بھی مانا تھا۔ ہماری خوش قسمتی کہ جس وقت آپ کی دیدی کے ساتھ جنگ شروع ہوئی، میں اور رتن کماری دونوں راج محل سے غائب ہو گئی تھیں۔ اس لئے کہ ہمیں پتہ چل گیا تھا کہ ہماری دیدی نے سنسار سنگھ کو حکم دے دیا تھا، اگر اُسے شکست ہو تو راج محل کے سب افراد کو آگ لگا کر ان کا خاتمہ کر دیا جائے ـــــ لہٰذا ہم نے راج محل کے کچھ خزانے، سونے اور جواہرات پر قبضہ کر لیا تھا کہ جاتے ہوئے ہم ساتھ لے جائیں گی۔
میں اور رتن کماری دونوں جانتی تھیں کہ اگر شکست ہوئی تو سنسار سنگھ بھاگ کر راج محل کی طرف آئے گا۔ وہ سب کو جلا کر راکھ کر دے گا لیکن مجھ پر اور رتن کماری پر قبضہ

Marfat.com

کر لے گا۔ اگر راج منتری کے بیٹے بچ گئے تو ہمیں ان دونوں سے بیاہ دے گا اور اگر ہلاک ہو گئے تو پھر دونوں کو اپنے تصرف میں لے آئے گا ـــــ اس بناء پر ہم راج محل سے بھاگ کر روپوش ہو گئی تھیں۔ اب مجھے شہر کے کچھ سرکردہ لوگوں سے یہ بھی خبر ملی ہے کہ سنسار سنگھ اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہے، لہٰذا جس وقت آپ ہمیں لے کر آگرہ کی طرف روانہ ہوں گے تو سنسار سنگھ اپنے لشکر کے ساتھ آپ کی راہ روکنے کی کوشش کرے گا اور مجھے اور رتن کماری کو حاصل کرنے کی کوشش ضرور کرے گا۔ اس بناء پر میں آپ سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ جس وقت آپ ہم چاروں کو لے کر یہاں سے آگرہ کی طرف روانہ ہوں تو چوکس اور مستعد رہیں ـــــ ایسا نہ ہو غفلت اور بے خبری کی حالت میں سنسار سنگھ اچانک کہیں سے نمودار ہو کر ہم پر حملہ آور ہو اور ہمارے ساتھ ساتھ وہ آپ کو بھی نقصان پہنچائے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد کملا دیوی جب خاموش ہوئی تب عادل خان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”بس ـــــ تم دونوں بہنیں اتنی سی بات پر فکرمند اور پریشان ہو رہی ہو؟ ـــــ اُس سنسار سنگھ کی ایسی تیسی۔ آگرہ کی طرف جاتے ہوئے اگر اس نے ہماری راہ روکنے یا ہم سے ٹکرانے کی کوشش کی تو میں اُسے ایسی مار ماروں گا اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دوں گا ـــــ اس سلسلے میں تم دونوں مطمئن رہو۔ سنسار سنگھ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اب تم چاروں بیٹھو، میں اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کر کے جلد لوٹتا ہوں۔“

عادل خان کے اس جواب پر کملا دیوی اور رتن کماری ہی نے نہیں بلکہ سانول داس اور چندر سین بھی مطمئن ہو گئے تھے۔ پھر عادل خان خیمے سے نکل گیا تھا۔ دو دن بعد عادل خان نے اپنے لشکر کے ساتھ آگرہ کی طرف کوچ کیا تھا۔ سانول داس اور چندر سین، کملا دیوی اور رتن کماری چاروں اُن کے ساتھ تھے۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

عادل خان نے اپنے لشکر کے ساتھ لگ بھگ سات آٹھ کوس کی مسافت طے کی ہو گی کہ ایک دم اس نے اپنے گھوڑے کو روک دیا اور اپنے پیچھے اس نے اپنے لشکریوں کو رک جانے کا اشارہ دے دیا تھا۔ اس لئے کہ سامنے سے ایک لشکر نمودار ہوا تھا اور وہ عادل خان کی راہ روک کھڑا ہوا تھا۔

یہ صورتِ حال سب سے زیادہ کملا دیوی اور رتن کماری کے لئے بھی تشویش ناک تھی۔ کچھ دیر تک دونوں اپنے سامنے دیکھتی رہیں، پھر کملا نے شکوؤں بھرے انداز میں اپنے قریب ہی گھوڑے پر سوار عادل خان کی طرف دیکھا پھر دھیمے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''میں نے آپ سے کہا تھا، محتاط رہیے گا۔ وہی ہوا جس کے میں نے خدشات ظاہر کئے تھے۔ اب دیکھیں وہ سامنے سنسار سنگھ اپنے لشکر کے ساتھ کھڑا ہوا ہے اور ہماری راہ اُس نے روک لی ہے۔ ذرا ان دستوں کا بھی جائزہ لیں جو اس وقت آپ کے ساتھ ہیں اور اپنے سامنے سنسار سنگھ کے لشکریوں کا بھی جائزہ لیں۔ سنسار سنگھ کے پاس اس وقت آپ سے دس گنا زیادہ لشکری ہیں۔ کیا اب بھی آپ یہی کہیں گے کہ میں اسے اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دوں گا؟''

یہاں تک کہنے کے بعد کملا دیوی پھر ایسے انداز میں عادل خان کی طرف دیکھنے لگی تھی جس میں چاہت اور محبت کے علاوہ شکوے اور شکایتیں بھی تھیں۔ دیکھنے کا یہی انداز رتن کماری کا بھی تھا۔ اس بار رتن کماری نے عادل خان کو مخاطب کیا۔

''اب آپ کہیں، ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ ــــــ یہ سنسار سنگھ تو مجھے اور کملا دیوی کو حاصل کئے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ کیا ہمیں.......''

Marfat.com

عادل خان نے رتن کماری کو اپنی بات مکمل نہ کرنے دی اور بول اٹھا۔
"رتن کماری! دم لو ـــــ میں ابھی زندہ ہوں۔ اس سنسار سنگھ کی کیا جرأت اور جسارت کہ تمہیں ہاتھ لگائے؟ میں پھر تم سے کہتا ہوں کہ اگر یہ سنسار سنگھ مجھ سے ٹکرایا تو میں اُسے دُھلے ہوئے کپڑے کی طرح نچوڑ کر رکھ دوں گا۔"
عادل کی گفتگو کا جواب کملا دیوی اور رتن کماری میں سے کوئی دینا ہی چاہتی تھی کہ عین اسی لمحے سنسار سنگھ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھایا، کچھ نزدیک ہوا پھر بلند آواز میں عادل خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
"اکبر کے سالار عادل خان! لڑے بنا کملا دیوی اور رتن کماری کو ہمارے حوالے کر دو ـــــ ہم سے ٹکراؤ گے تو پاش پاش ہو جاؤ گے۔ کملا دیوی اور رتن کماری کو کسی بھی صورت ہم تمہارے ساتھ جانے نہیں دیں گے ـــــ اگر تمہیں کملا دیوی اور رتن کماری کو ہمارے حوالے کرنے سے انکار ہے تو پھر باقی لشکریوں کی جان عذاب میں نہ ڈالو۔ میں بھی اپنے لشکر کو اپنے پیچھے روکتا ہوں اور تم بھی لشکر کو روکے رکھو۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس وقت تمہارے پاس مختصر سا لشکر ہے جس پر حملہ آور ہو کر لمحوں کے اندر اس کا کام تمام کر سکتا ہوں ـــــ لیکن میں کملا دیوی اور رتن کماری دونوں پر یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ جس شخص کے ہاں تم پناہ لینے جا رہی ہو وہ میرے سامنے تیغ زنی کے مقابلے میں لمحہ بھر بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ اب آؤ، میرے ساتھ تیغ زنی کا مقابلہ کرو۔ اگر میں جیت گیا تو کملا دیوی اور رتن کماری کو ہمارے حوالے کر کے آگرہ کی راہ لینا۔ اگر تم جیت گئے تو تم کملا دیوی اور رتن کماری کو لے کر اپنی منزل کی طرف چلے جانا ـــــ میں نے جدھر جانا ہوا چلا جاؤں گا۔"
سنسار سنگھ کی یہ ساری گفتگو سطحی اور عارضی تھی۔ اس لئے کہ اُس کے لشکر میں ریاست گونڈوانہ کے راج منتری کے دونوں بیٹے شامل تھے جو ہر صورت میں کملا دیوی اور رتن کماری کو حاصل کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ سنسار سنگھ جب خاموش ہوا تب عادل خان بلند آواز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔
"سنسار سنگھ! مجھے تمہاری یہ پیشکش منظور اور قبول ہے ـــــ اب انتظار کرو۔ میں تمہاری طرف آتا ہوں اور پھر دیکھنا کہ میں کیسے اس سنسار کو تمہارے لئے سنسان کرتا دوں۔"

Marfat.com

اس موقع پر کملا دیوی اور رتن کماری دونوں نے ایک دوسرے کی طرف عجیب سے انداز میں دیکھا پھر ایک دم دونوں آگے بڑھیں، عادل خان کے گھوڑے کی باگیں انہوں نے پکڑ لیں پھر رتن کماری بڑی چاہت سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''عادل خان! میں اور کملا دیوی تمہیں میدان میں نہیں اترنے دیں گی۔ سنسار سنگھ ایک منجھا ہوا تیغ زن ہے ـــــــ اس کے مقابلے میں تم نہ صرف نو عمر بلکہ نو آموز ہو۔ اگر اس مقابلے میں تمہیں کچھ ہو گیا تو میں اور کملا تو مریں گی ہی لیکن اس مقابلے کی ٹھان کر تم اپنے لشکریوں کو کیوں خطرے میں ڈالتے ہو؟ ـــــــ اس لئے کہ اگر تم مقابلے جیت بھی گئے تب بھی سنسار سنگھ اور اس کے لشکری تمہارے آدمیوں پر حملہ آور ہو کر ہمیں حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس لئے کہ میں سامنے دیکھ رہی ہوں، سنسار سنگھ کے لشکر میں ہمارے راج منتری کے دونوں بیٹے شامل ہیں اور ان کا سنسار سنگھ کے لشکر میں شامل ہونا صرف اس مقصد کے تحت ہے کہ وہ ہم دونوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔''

اس موقع پر عادل خان نے باری باری ایک محبت بھری نگاہ کملا دیوی اور رتن کماری پر ڈالی اور کہنے لگا۔

''تم دونوں مجھے غور سے سنو ـــــــ میں اب تمہارے ساتھ بچپن میں کھیلنے والا عادل خان نہیں ہوں۔ پہلے دونوں میرے گھوڑے کی باگیں چھوڑو، پھر ذرا اپنے دائیں بائیں دیکھو۔''

عادل خان کے ان الفاظ پر رتن کماری اور کملا دیوی مزید پریشان ہو گئی تھیں۔ جب انہوں نے دائیں بائیں دیکھا تو دونوں حیرت اور جستجو میں پڑ گئی تھیں۔ اس لئے کہ دائیں بائیں دونوں جانب سے کچھ لشکر دھول اڑاتے ہوئے آ رہے تھے۔ ذرا مناسب فاصلے پر آ کر دونوں طرف سے آنے والے وہ لشکری رک گئے۔ اس موقع پر مسکراتے ہوئے عادل خان نے کملا دیوی اور رتن کماری کو مخاطب کر کے کہا۔

''اب تم دونوں مطمئن ہو؟ ـــــــ کملا! جب تم نے مجھے چوڑھ گڑھ میں یہ تنبیہ کی تھی کہ سنسار سنگھ ہماری راہ روکے گا اسی وقت میں نے سنسار سنگھ سے نمٹنے کے لئے بندوبست کر لیا تھا۔ میں نے اپنے لشکر کے دو حصے علیحدہ کر لئے تھے جو ہمارے دائیں بائیں رہتے ہوئے ہمارے ساتھ ساتھ سفر کر رہے تھے ـــــــ اب وہ پہنچ گئے ہیں۔

Marfat.com

اب دیکھتا ہوں سنسار سنگھ کتنی دیر میرے سامنے نکالتا ہے ـــــــ مجھے انفرادی مقابلے کے لئے اترنا ہوگا۔ کیونکہ کل کو سنسار سنگھ یہ نہ کہے کہ جس شخص کے پاس کملا دیوی اور رتن کماری نے پناہ لی ہے وہ بزدل ہے، تیغ زنی کا ہنر نہیں جانتا۔"

اس کے ساتھ ہی عادل خان نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور میدان کے وسطی حصے کی طرف بڑھا تھا۔

دوسری طرف سنسار سنگھ جو اس سے پہلے بڑا خوش اور مطمئن تھا، دائیں بائیں سے دو لشکروں کے آنے کی وجہ سے وہ بھی پریشان اور فکرمند دکھائی دے رہا تھا ـــــــ یہاں تک کہ عادل خان اپنے گھوڑے کو ایڑ پر ایڑ لگاتا ہوا سنسار سنگھ کے قریب آیا۔ ایک جھٹکے کے ساتھ جب اس نے اپنے گھوڑے کی باگ کھینچی تو گھوڑا اپنی دونوں اگلی ٹانگیں ہوا میں اٹھاتے ہوئے الف ہوا اور بری طرح ہنہناتے ہوئے طوفانی انداز میں ہیجان خیزی کا مظاہرہ کرنے لگا تھا۔

اس موقع پر کھولتے ہوئے لہجے میں سنسار سنگھ نے اسے مخاطب کیا تھا۔

"عادل خان! تُو ابھی نوعمر، نوجوان اور کسی قدر خام کار ہے ـــــــ کیوں اپنی جان کے درپے ہو گیا ہے؟ تُو چند لمحے بھی میرے سامنے نہیں نکال سکے گا ـــــــ کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ امن اور شانتی کے ساتھ کملا دیوی اور رتن کماری کو ہمارے حوالے کر کے یہاں سے چلتا ہو جاتا۔"

اس موقع پر سنسار سنگھ کے ان الفاظ کے جواب میں عادل خان نے ہلکا سا قہقہہ لگایا، پھر سنسار سنگھ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سنسار سنگھ! میری نوعمری، میری نوجوانی کو نہ دیکھ، میرے باپ نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ اسی ریاست میں گزارا اور تُو جانتا ہے اُس نے قانونِ فطرت کی طرح تیغ زنی کی عظمت اور اہمیت کو برقرار رکھا۔ اس کی کارگزاری سے رانی اور اس کے خاندان والے ایسے خوش تھے کہ اپنی ریاست کے ترکش کا تیر جان کر بڑھاپے تک اپنے ساتھ رکھا۔ سنسار سنگھ! میرے باپ نے شاہین کی سی زندگی بسر کی۔ اور ایک بات یاد رکھنا، شاہین کا بچہ نوعمر ہی کیوں نہ ہو، انقلابِ زمانہ، وقت کی رفتار اور تاریخ کے کردار میں پَر باندھ کر اپنے شکار کی طرف اُترنے کی صناعی اور اپنے مخالف پر جھپٹنے کے ہنر کو بھولتا نہیں ہے ـــــــ کیونکہ یہ تو اس کی فطرت میں شامل ہوتا ہے۔ آ، مجھ سے ٹکرا۔ پھر

Marfat.com

دیکھ امیدوں کے ساحل، کامیابی کے پھول کس کے حصے میں آتے ہیں اور غمِ دہر کی تلچھٹ اور لہو کی لکیریں سسکتے تڑپتے الفاظ کس کا مقدر بنتے ہیں۔''

اس موقع پر سنسار سنگھ نے کھا جانے والے انداز میں عادل خان کی طرف دیکھا، کہنے لگا۔

''تُو میری ذات، میرے کارناموں سے اچھی طرح آگاہ ہے ـــــ میں نے ہمیشہ زہر آگیں نشتر کی طرح اپنے دشمنوں کو ریزہ ریزہ کیا۔ سن عبداللہ خان کے بیٹے! جب میں خون میں لتھڑی گھٹا کی طرح تجھ پر وارد ہوں گے، تجھے شکستہ پا اور ہراساں کر دوں گا، جب میں تیری رگ و پے میں موت کے کاروانوں کی طرح نزول کروں گا تو شکست تیرے بدن میں ایسے پیوست کروں گا کہ تیرے سامنے نہ منزل رہے گی نہ راستہ نہ خواب زاروں کا سکون۔''

سنسار سنگھ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی عادل خان پھر بول اٹھا۔

''سن ابد تک ملعون اور معطون انسان! تجھ جیسے خدائی قانون ساکت کرنے کا دعویٰ کرنے والے میں نے اپنی چھوٹی سی عمر میں کافی دیکھ رکھے ہیں۔ آ، مجھ سے ٹکرا۔ اگر میں اس مقابلے کے دوران تیری اندھی سوداگری، تیری آمرانہ رعونت، تیری خود ساختہ شہرت کو گھٹن لمحوں کے بنجر پن میں تبدیل نہ کر دوں تو میرا نام بدل دینا۔''

عادل خان کے ان الفاظ سے سنسار سنگھ تاؤ کھا گیا تھا۔ اپنی تلوار اُس نے لہرائی، گھوڑے کو ایڑ لگائی، پتھروں کے نگر سے اُڑتی نفرت کی آگ کی طرح آگے بڑھا پھر وہ طعنوں کی پرچھائیوں، مایوسیوں کی گہرائیوں، اذیتوں کی تلخیوں اور راتوں کی رسوائیوں کی طرح عادل خان پر ٹوٹ پڑا تھا۔

عادل خان نے پہلے سنسار سنگھ کے وار کو بڑی آسانی سے روکا، پھر وہ بھی اپنے کام کی ابتداء کرتے ہوئے وقت کے سیل بے اماں میں طغیانیوں پر آئے ہوئے سیلابی ساگر کی طرح جارحیت پر اُترا اور تقدیر کو مات کر دینے والے ازلی التہاب اور افلاک پر کمند ڈالنے والے اضطراب کی طرح سنسار سنگھ پر ہولناک وار کرنے لگا تھا۔ کچھ دیر تک دونوں کے گھوڑے اِدھر اُدھر ہوتے ہوئے دونوں کو حملہ آور ہونے کے مواقع فراہم کرتے رہے۔ سنسار سنگھ کو امید تھی کہ وہ بہت جلد عادل خان پر قابو پا لے گا۔ لیکن جلد ہی سنسار سنگھ نے محسوس کر لیا تھا کہ عادل خان کے حملے اس کے حملوں سے کہیں زیادہ

Marfat.com

خطرناک اور خوفناک تھے۔ سنسار سنگھ نے عادل خان کو بچپن میں دیکھا تھا اور اب وہ نوجوان تھا۔

سنسار سنگھ نے یہ بھی دیکھا کہ عادل خان اس طرح اُس پر حملہ آور ہو رہا تھا جیسے سحاب و برق کی آنکھ مچولی بھیانک مشعلوں کا روپ دھار کر پنکھ پکھیرو کو مٹانے اور ہوس کو آگ لگانے کے لئے نزول کرتی ہے۔

سنسار سنگھ سے تھوڑی دیر تک ٹکرانے کے بعد عادل خان نے ہولناک انداز میں سنسار سنگھ کو مخاطب کیا۔

''سنسار سنگھ! سنبھل۔ میں تیری اس ساری کارگزاری کا خاتمہ کرنے لگا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی اپنی تلوار کو ذرا پیچھے لے جاتے ہوئے اُس نے اپنے گھوڑے کی اگلی ٹانگوں کے قریب ایڑ لگائی۔ جس پر گھوڑا ہلکے ہلکے ہنہنایا، اگلی ٹانگیں تھوڑی سی اٹھائیں۔ اس کے ساتھ ہی اپنی تلوار جب عادل خان نے سنسار سنگھ پر برسانا چاہی تو سنسار سنگھ کی توجہ عادل خان کی برتی ڈھال کی طرف ہوئی تھی۔ عین اسی لمحہ عادل خان نے سنسار سنگھ کی ڈھال ٹکرانے کی بجائے اپنی ڈھال سنسار سنگھ کے چہرے کے سامنے کر دی تھی۔ اس کے بعد پلک جھپکتے میں عادل خان کی تلوار جو پیچھے ہٹی، فضا میں اٹھی، سنسار سنگھ پر گری اور اس کے شانے سے پیٹ تک کاٹتی ہوئی نکل گئی تھی۔ سنسار سنگھ نے ایک ہولناک چیخ بلند کی، پھر مُردہ ہو کر وہ اپنے گھوڑے سے نیچے گر گیا تھا۔

سنسار سنگھ کا خاتمہ کرنے کے بعد عادل خان مڑا نہیں، اپنے گھوڑے پر وہیں کھڑا رہا۔ پہلے اُس نے دائیں جانب دیکھتے ہوئے اپنا ہاتھ لہرایا، پھر بائیں جانب اور پھر پشت کی جانب۔ اُس کے اس طرح لہرانے سے تینوں طرف کے لشکر حرکت میں آئے اور سنسار سنگھ کے لشکر پر وہ ہوس کی بستیوں کو اتھل پتھل کر دینے والی سموم و سراب کی سوچوں، مجبوریوں کے دائرے، لاچارگی کی قوسیں، بے بسی کی منجدھار، شکست و ہزیمت کے بھنور کھڑے کر دینے والے رطل گران کی گردشوں اور ہولناک آتشی لاوے کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

اس تین طرفہ حملے نے سنسار سنگھ کے لشکریوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا سنسار سنگھ کے لشکری پہلے ہی سنسار سنگھ کے انفرادی مقابلے میں مارے جانے کی وجہ سے بد دل اور بے حوصلہ ہو رہے تھے۔ اب جو تین اطراف سے ان پر حملہ شروع ہو گیا تب بڑی تیزی

Marfat.com

سے ان کا قتل عام شروع ہو گیا تھا اور اُن کے اندر دُکھ کے خیابان، اور یاسیت کی گہرائیاں رقص کرنے لگی تھیں۔

سنسار سنگھ کے وہ لشکری زیادہ دیر تک عادل خان کے حملہ آور لشکریوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ ان میں سے اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔ چند ایک نے ہتھیار ڈال دیئے تھے اور انہیں عادل خان نے گرفتار کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

اس موقع پر جبکہ عادل خان نے جنگ جیت لی تھی اور سنسار سنگھ کے سارے لشکر کا خاتمہ کر دیا گیا تھا، کملا دیوی اور رتن کماری کے چہروں پر بے پایاں خوشی اور سکون تھا۔ دونوں نے آپس میں کھسر پھسر کرتے ہوئے کوئی مشورہ کیا، پھر اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگاتی ہوئی اس جگہ آئیں جہاں سانول داس اور اس کا بیٹا چندر سین دونوں جنگ کا منظر دیکھ رہے تھے۔ پھر رتن کماری نے سانول داس کو مخاطب کیا۔

''ماموں! میں اور کملا دونوں جو اس قدر بے تکلف ہو کر عادل خان سے گفتگو کر رہی ہیں آپ اس کا برا نہ مانیے گا ــــــ اس لئے کہ وہ ہم دونوں کے بچپن کا ساتھی ہے۔ اس کے علاوہ......''

رتن کماری مزید کہنا چاہتی تھی، انکشاف کرنا چاہتی تھی کہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر سانول داس بول اٹھا۔

''میری بیٹی! یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ ــــــ میں جانتا ہوں تم دونوں کا بچپن عادل خان کے ساتھ گزرا ہے۔ قسم بھگوان کی، جب تم اُس سے بے تکلف ہو کر گفتگو کرتی ہو تو میں خوشی محسوس کرتا ہوں، برا نہیں مانتا۔ میں جانتا ہوں عادل خان ایک بے مثال نوجوان ہے۔ تم تینوں کا بچپن اکٹھے گزرا ہے۔ بہر حال میں تم پر واضح کر دوں کہ تم تینوں کا آپس میں بے تکلف ہونا میرے لئے تکلیف نہیں بلکہ خوشی کا باعث ہے ــــــ تم دونوں مطمئن رہو۔''

جس وقت سانول داس یہ گفتگو کر رہا تھا اس وقت اس کا بیٹا چندر سین بھی مسکرا رہا تھا۔ سانول داس کی اس گفتگو سے کملا دیوی اور رتن کماری دونوں ہی خوش ہو گئی تھیں۔ پھر رتن کماری سانول داس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''ماموں! جنگ کا تو خاتمہ ہو گیا ہے ــــــ اب ہمیں بھی آگے بڑھنا چاہئے۔ یہ جو ہمارے پیچھے عادل خان کے بار برداری کے جانور ہیں ان پر رسد اور ضروریات کا

Marfat.com

سامان لدا ہوا ہے وہ خود بخود آگے بڑھ آئیں گے۔"

سانول داس اور چندر سین نے اس سے اتفاق کیا۔ پھر چاروں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی، انہیں بھگاتے ہوئے اس جگہ آئے جہاں اس وقت عادل خان کھڑا تھا۔ وہ اپنے گھوڑے سے اُتر چکا تھا اور زخمیوں کی دیکھ بھال کی نگرانی کر رہا تھا۔

اس موقع پر کملا دیوی اور رتن کماری دونوں اس کے قریب گئیں۔ سانول داس اور چندر سین بھی ان دونوں کے پیچھے پیچھے تھے۔ پھر گفتگو کا آغاز کملا دیوی نے کیا۔ عادل خان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"میں آپ سے معذرت خواہ ہوں ـــــ ٹکراؤ کے شروع ہونے سے پہلے میں نے کچھ اندیشوں کا اظہار کیا تھا اور یہ سمجھا تھا کہ شاید آپ نے میری تنبیہ پر عمل نہیں کیا۔ بہر حال میں آپ کو اس کامیابی پر مبارک باد دیتی ہوں اور ساتھ ہی......."

کملا دیوی کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ گہری مسکراہٹ میں اس کی بات کاٹتے ہوئے رتن کماری بول اٹھی۔

"ساتھ ہی میں اور کملا دیوی آپ سے یہ بھی کہنا چاہتی ہیں کہ جہاں آپ جیسے تیغ زن، آپ جیسے محافظ ہوں وہاں لوگوں کا تحفظ اور ان کی شانتی گہری اور امر ہو جاتی ہے۔"

رتن کماری جب خاموش ہوئی تب سانول داس اور چندر سین نے بھی اس کامیابی پر عادل خان کو مبارک باد دی۔ اس موقع پر عادل خان نے ایک گہری نگاہ کملا دیوی اور رتن کماری پر ڈالی پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اب تو تم دونوں کو یقین ہو گیا کہ میں نے تمہاری حفاظت کا خوب اہتمام کیا تھا۔ اب تم دونوں کے ذمے میں ایک کام لگاتا ہوں، یہ جو مرنے والوں کی لاشیں اِدھر اُدھر بکھری پڑی ہیں ان کے اندر گھوم پھر جاؤ اور دیکھو تمہارے راج منتری کے وہ بیٹے جو تم دونوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ اس جنگ میں کام آ گئے ہیں یا ابھی زندہ ہیں۔ لیکن دیکھو، پہلے ان لشکریوں کا جائزہ لو جو زندہ گرفتار ہوئے ہیں ـــــ ہو سکتا ہے وہ دونوں ان میں ہوں۔"

عادل خان کے ان الفاظ پر کملا دیوی اور رتن کماری کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ پہلے دونوں تقریباً بھاگتی ہوئی اس سمت گئیں جہاں گرفتار ہونے والوں کو کھڑا کیا گیا تھا،

Marfat.com

ان کا جائزہ لیا، دوبارہ عادل خان کے پاس آئیں۔ پھر کملا دیوی جھکنے کے انداز میں کہنے لگی۔

''یہ جو گرفتار ہوئے ہیں ان میں راج منتری کے بیٹے نہیں ہیں۔ میں اور رتن کماری اب ان لاشوں کا جائزہ لیتے ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی کملا دیوی اور رتن کماری لاشوں کے اندر گھومنے پھرنے لگی تھیں۔ جلد ہی وہ دونوں تقریباً بھاگتی ہوئی دوبارہ عادل خان کے پاس آئیں اور بے پناہ خوشی اور طمانیت کا اظہار کرتے ہوئے اس بار رتن کماری بول اٹھی۔

''عادل خان! میں آپ کو مبارک باد پیش کرتی ہیں۔ راج منتری کے دونوں بیٹے اس ٹکراؤ میں کام آ گئے ہیں ــــــ وہ دائیں جانب ذرا فاصلے پر ان دونوں کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ میں اور کملا دیوی انہیں پہچان چکی ہیں۔ اگر تمہارے راج منتری کے دونوں بیٹے جو تم دونوں کے طلب گار تھے اس ٹکراؤ میں کام آ گئے ہیں تو پھر میرے خیال میں تمہیں کسی اور سے پریشان ہونے اور خطرہ محسوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان کی طرف داری کرنے والا سنسار سنگھ تھا۔ وہ پہلے ہی عدم کو سدھار چکا ہے۔ تم دونوں رُکو، میں ذرا گرفتار ہونے والوں سے بات کرتا ہوں۔''

عادل خان کے کہنے پر رتن کماری اور کملا دیوی دونوں سانول داس اور چندر سین کے پاس کھڑی ہو گئی تھیں جبکہ عادل خان جنگ کے بعد ہتھیار ڈالنے اور گرفتار ہونے والوں کے پاس گیا تھا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''جس وقت سنسار سنگھ تمہیں ان علاقوں کی طرف لے کر آ رہا تھا، آخر اس کے پاس رسد اور ضروریات کا کچھ نہ کچھ سامان ہوگا۔ دیکھو، جھوٹ مت بولنا۔ اگر بولو گے تو اس کی کڑی سزا پاؤ گے ــــــ یہ بھی بتاؤ کہ کیا اس سنسار سنگھ نے لشکر کے کسی مخصوص حصے کے ساتھ شکست کی صورت میں بھاگنے کا پہلے منصوبہ بنا رکھا تھا؟''

عادل خان کے اس استفسار پر گرفتار ہونے والوں میں سے ایک جو نزدیک ہی کھڑا تھا، اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''حقیقت یہ ہے کہ اس بار خود سنسار سنگھ کو خدشہ تھا کہ جنگ کے دوران انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس لئے اُس نے جنگ سے پہلے ہی لشکر کا ایک حصہ مختص کر دیا تھا۔ اس حصے کو اُس نے جنگ کے دوران استعمال نہیں کیا تھا بلکہ شہر کے

Marfat.com

نواح میں ایک محفوظ جگہ گھات میں رکھ دیا تھا اور اُس کا منصوبہ یہی تھا کہ اگر شکست ہوئی تو وہ شہر میں داخل ہو گا اور جوہر کی رسم ادا کرنے کے بعد اپنے کچھ چیدہ چیدہ ساتھیوں کے ساتھ اس لشکر میں جا شامل ہو گا جو اس نے شہر سے باہر محفوظ جگہ گھات میں بٹھایا تھا۔

(جوہر کی رسم دراصل زمانہ قدیم سے راجپوتوں میں جاری تھی جسے وہ جوہر کرنا کہتے تھے۔ جوہر کرنا ہندی کے دولفظوں کا بگاڑ ہے۔ اصل میں یہ لفظ جیو ہرنا تھا۔ چونکہ جیو ہرنا بمعنی جان لیوا کے استعمال ہوتے ہیں اس بناء پر یہی جیو ہرنا بگڑتے بگڑتے جوہر کرنا کے طور پر استعمال ہونا شروع ہو گیا۔ یہ راجپوتوں کی قدیم رسم تھی۔ جب وہ دیکھتے تھے کہ کوئی زبردست غنیم ان پر چڑھ آیا ہے تو وہ اپنے بال بچوں کو خود قتل کر کے یا آگ میں جلا کے بالکل قطع تعلق کرنے کے بعد جان توڑ کر لڑنے جاتے تھے اور وہیں جا کر مر جاتے یا فتح پا کر واپس آتے تھے)

جو آدمی عادل خان سے مخاطب ہوا تھا وہ کچھ دیر رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

”جس وقت آپ لوگوں کے ہاتھوں رانی کو شکست ہوئی اور دو تیر لگنے کے بعد رانی نے خودکشی کر لی تب سنسار سنگھ نے اسی وقت بھانپ لیا تھا کہ شکست ان کا مقدر ہے۔ لہٰذا وہ بھاگ کر شہر میں داخل ہوا تھا۔ پہلے اُس نے جوہر کرنا کی رسم ادا کی، اس کے بعد اپنے چیدہ چیدہ ساتھیوں کو لے کر اس لشکر کی طرف چلا گیا جو پہلے سے اس نے شہر کے نواح میں محفوظ جگہ بٹھا رکھا تھا، اس لشکر کے پاس کھانے پینے اور ضروریات کا سامان وافر مقدار میں تھا۔

دراصل سنسار سنگھ کے ارادے کچھ اور تھے۔ اُس نے یہ تو جان لیا تھا کہ رانی کا خاتمہ ہو گیا ہے لہٰذا جو لشکر اُس نے گھات میں بٹھایا تھا اس کا ارادہ تھا کہ جب آپ لوگوں کا لشکر یہاں سے نکل کر شمال کا رخ کرے گا تو وہ اچانک حملہ آور ہو کر اسے نیست و نابود کر دے گا۔ اور اگر مسلمانوں نے کوئی لشکر ریاست گونڈوانہ کے مرکزی شہر چوڑھ گڑھ میں چھوڑا تو اس پر بھی حملہ آور ہو کر اس کا قصہ پاک کر دے گا اور پھر خود ریاست گونڈوانہ کا حکمران بن بیٹھے گا ـــــــ لیکن سنسار سنگھ کی بدقسمتی کہ وہ انفرادی مقابلے میں آپ کے ہاتھ [illegible] مارا گیا اور اپنی [illegible] خواہش کی وہ تکمیل چاہتا تھا وہ ادھوری

Marfat.com

ہی رہ گئی۔

جہاں تک اس سامان کا تعلق ہے جو سنسار سنگھ نے اپنے لشکر کے لئے شہر سے باہر نکالا تھا تو وہ سامان یہاں سے چند فرلانگ آگے بائیں جانب درختوں کے ایک گھنے جھنڈ کے اندر رکھا ہوا ہے۔ اس میں خوراک کے وسیع ذخائر کے علاوہ خیمے اور دوسرا بہت سا سامان بھی ہے۔''

اُس قیدی کا یہ جواب سن کر عادل خان مطمئن اور خوش ہو گیا تھا۔ پھر اُس نے اپنے لشکر کا ایک حصہ مختص کیا، چند قیدیوں کو لشکر کے اس حصے کے ساتھ روانہ کیا اور حکم دیا کہ سنسار سنگھ کے لشکر کا جس قدر سامان وہاں موجود ہے اسے اٹھا کر اس جگہ لایا جائے جہاں جنگ ہوئی تھی۔

آن کی آن میں لشکریوں نے مرنے والوں کے گھوڑوں کو استعمال کیا اور چند فرلانگ آگے جا کر بائیں جانب جس قدر سامان سنسار سنگھ کا تھا وہ گھوڑوں پر لاد کر میدانِ جنگ میں واپس آ گئے تھے۔ عادل خان نے پہلے سارے سامان کا جائزہ لیا۔ اس موقع پر کملا دیوی، رتن کماری، سانولی داس اور چندر سین بھی اس کے ساتھ تھے۔ جس وقت وہ سامان کا جائزہ لے رہا تھا، رتن کمار بالکل اس کے پہلو میں آن رُکی، پھر دھیمے سے لہجے میں عادل خان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''یہ جس قدر سامان آپ کو ملا ہے اس کا کیا کریں گے؟''

رتن کماری کے اس سوال پر اس کی طرف مڑتے ہوئے عادل خان نے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''رتن کماری! اس سامان پر میرا کوئی حق نہیں ہے۔ نہ ہی میں اس کا مالک ہوں۔ جس قدر یہ سامان ملا ہے میں اس کا جائزہ اس لئے لے رہا ہوں کہ میں نے کچھ آدمیوں کے ذمے یہ کام لگا دیا ہے کہ سارے کام کی فہرست تیار کریں۔ اس لئے کہ یہ سامان ایک طرح سے مجھے مالِ غنیمت سے حاصل ہوا ہے اور یہ سارا میں جا کے شہنشاہ اکبر کے سامنے پیش کر دوں گا۔''

اس بار مٹھاس بھرے انداز میں کملا دیوی نے اُسے مخاطب کیا۔

''اور اس میں اپنے لئے کیا رکھیں گے؟''

عادل خان نے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر کہنے لگا۔

Marfat.com

''میں بے ضرورت سا انسان ہوں ــــــ میں نے اپنے لئے کیا رکھنا ہے؟ پہلے یہ سارا سامان شہنشاہ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اس کے بعد جس طرح وہ اس سامان کی تقسیم کریں گے وہ میرے لئے قابلِ قبول ہو گا۔ میں جانتا ہوں اس سامان سے وہ لشکریوں کے علاوہ مجھے بھی نوازیں گے۔ لیکن یہ سارا سامان ان کے سامنے پیش ضرور ہو گا۔''

عادل خان جب خاموش ہوا تب کملا دیوی نے پھر اُسے مخاطب کیا۔

''چوڑھ گڑھ سے جو سامان آصف بھائی کو ملا تھا اس کا جو حصہ وہ آپ کے حوالے کر رہا تھا وہ آپ کو لے لینا چاہئے تھا اور بادشاہ کے حوالے کر دینا چاہئے تھا ــــــ میرے خیال میں اس طرح آصف اور وزیر دونوں بھائیوں کی بھی بچت ہو جاتی۔''

اس موقع پر عادل خان نے گھورنے کے انداز میں کملا دیوی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''کملا دیوی! میں تمہارے ان الفاظ سے اتفاق نہیں کرتا۔ وزیر خان کے مزاج سے میں اتنا واقف نہیں ہوں۔ اس لئے کہ وہ ہم دونوں بھائیوں سے دور پرورش پاتا رہا ہے۔ جہاں تک بڑے بھائی آصف خان کا تعلق ہے تو اس کے مزاج، اس کی طبیعت سے میں آگاہ ہوں۔ پہلے وہ ایسا نہیں تھا، ہر بات میں دیانت داری اور امانت داری کو مقدم رکھنے والا تھا۔ لیکن جب سے اس نے شادی کی ہے اور فخر النساء اس کی بیوی بنی ہے تب سے اس کے اندر کافی تبدیلیاں پیدا ہو گئی ہیں اور وہ ایک طرح سے لوبھ اور لالچ میں مبتلا ہو کر رہ گیا ہے۔

میں اُس سے مالِ غنیمت کا وہ سامان کیسے قبول کر لیتا جو وہ مجھے دے رہا تھا۔ اُسے سونے چاندی کے بتوں کے علاوہ سونے، چاندی اور جواہرات کے ڈھیر ملے تھے جن میں سے صرف چند سونے اور چاندی کے ٹکڑے وہ آگرہ بھیجنا چاہتا تھا۔ اور پھر ایک ہزار ہاتھی اس کے ہاتھ لگے تھے اور ان میں سے صرف دو سو آگرہ روانہ کرنا چاہتا تھا، باقی آٹھ سو ہاتھی وہ کیوں اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا؟

کملا دیوی! اور رتن کماری! ــــــ تم دونوں ایک بات اپنے دل پر لکھ رکھنا کہ جس راستے پر یہ آصف خان اور وزیر خان چل پڑے ہیں، ایک روز شہنشاہ کے ہاتھوں نقصان اٹھائیں گے۔ جس قدر مال و دولت وہ رکھ رہے ہیں اور آٹھ سو ہاتھیوں پر قبضہ

Marfat.com

کر کے دو سو شہنشاہ کی طرف بھجوا رہے ہیں تو اس سے شہنشاہ کے دل میں یہ شبہ بیٹھ سکتا ہے کہ اگر کسی علاقے کا حاکم اس قدر جنگی ہاتھی اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے اور اس قدر مال و دولت پر قبضہ کر کے اسے اپنے پاس محفوظ رکھنا چاہتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آنے والے دور میں وہ شہنشاہ کے خلاف سرکشی یا بغاوت کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہی حالت اس وقت آصف خان اور وزیر خان کی بھی ہے۔ وہ لاکھ چھپائیں لیکن شہنشاہ کو پتہ چل جائے گا کہ چوڑھ گڑھ سے کس قدر مالِ غنیمت حاصل ہوا اور اس کی غلط تقسیم کی وجہ سے آصف خان اور وزیر خان دونوں شہنشاہ کے عتاب کا بھی شکار ہو سکتے ہیں۔

کملا اور رتن! ــــ شہنشاہ کا ایک سالار ہے۔ اُس کا نام عبداللہ خان ازبک ہے اور آصف اس کے مقابلے میں کچھ نہیں۔ جس وقت ہم چوڑھ گڑھ سے بھاگ کر اکبر کے لشکر کی طرف گئے تھے، اسی نے ہمیں پناہ دی تھی اور اسی نے لشکر میں ہمیں اپنی جگہ بنانے کا موقع فراہم کیا تھا۔ وہ اس وقت کالپی اور اس کے آس پاس کے علاقوں کا حاکم ہے۔ مالِ غنیمت ہی کے سلسلے میں شہنشاہ اس کی طرف سے شک اور شبے میں مبتلا ہے۔ اور اگر شہنشاہ کا شک اور شبہ یقین میں بدل گیا تو پھر شہنشاہ عبداللہ خان ازبک کے خلاف حرکت میں آ جائے گا۔ حالانکہ عبداللہ خان شہنشاہ کے نامور سالاروں میں سے ایک ہے۔ اُس نے شہنشاہ کے لشکر میں مغل سلطنت کے لئے بہترین اور کامیاب خدمات بھی انجام دی ہیں۔ اس کے باوجود میرا اندازہ ہے کہ عنقریب شہنشاہ عبداللہ خان ازبک کے خلاف حرکت میں آئے گا۔ اس لئے کہ میں اب اکبر کے مزاج کو سمجھ چکا ہوں۔ شہنشاہ سوچتا ہے کہ جو بھی صوبے کا والی یا حاکم شہنشاہ کی مقرر کی ہوئی حدود سے زیادہ اپنی عسکری طاقت میں اضافہ کرتا ہے وہ بغاوت اور سرکشی کے ارادے سے ایسا کرتا ہے۔ میں نے آصف خان اور وزیر خان دونوں کو مالِ غنیمت کے سلسلے میں بڑا سمجھایا لیکن وہ نہیں مانے۔ دیکھ لینا، آنے والے کسی بھی دور میں انہیں میرے الفاظ یاد آئیں گے۔ وہ پچھتائیں گے اور اس وقت ان کا پچھتاوا بھی ان کے کام نہ آئے گا۔''

عادل خان کی اس گفتگو سے کملا اور رتن بے چاری دونوں فکر مند سی ہو گئی تھیں۔ اتنی دیر تک عادل خان کے لشکریوں نے سارے سامان کی فہرست تیار کر لی تھی۔ سارا سامان بار برداری کے جانوروں پر لادا گیا تھا۔ اس کے بعد عادل خان نے اپنے لشکر

Marfat.com

کے ساتھ آگرہ کی طرف کوچ کیا تھا۔

جس وقت عادل خان اپنے لشکر کے ساتھ آگرہ شہر میں داخل ہوا، اکبر کی طرف سے سلطنت کے خانِ خاناں منعم خان نے بہترین انداز میں اپنے کچھ عمائدین کے ساتھ اُس کا استقبال کیا تھا۔ عادل خان کو جس قدر سامان سنسار سنگھ سے حاصل ہوا تھا وہ ایک کھلے میدان میں سجا دیا گیا تھا اور عادل خان نے اس سارے سامان کی فہرست منعم خان کو مہیا کر دی تھی۔

ابھی منعم خان سارے سامان کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ اکبر کی سواری کی اطلاع دی گئی۔ تھوڑی دیر بعد اکبر اس میدان میں داخل ہوا۔ اس کے ساتھ دوسرے عمائدین سلطنت بھی تھے۔ منعم خان اور عادل خان دونوں نے آگے بڑھ کر شہنشاہ کو تعظیم دی۔ اکبر اپنی سواری سے اُترا، عادل خان کو گلے لگا کر ریاست گونڈوانہ کی کامیابی پر اُسے مبارک باد دی، پھر وہ اس سامان کا جائزہ لینے لگا تھا۔ اس موقع پر منعم خان نے سامان کی فہرستیں بھی اکبر کو دکھا دی تھیں۔ سامان کا جائزہ لینے کے بعد اکبر نے عادل خان کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

''کیا یہ ریاست گونڈوانہ کی طرف سے آنے والا سارا مالِ غنیمت ہے؟''

جواب میں عادل خان نے بڑی عاجزی اور انکساری میں کہنا شروع کیا۔

''شہنشاہِ معظم! یہ مالِ غنیمت ریاست گونڈوانہ کا نہیں ہے۔ وہاں سے جو مالِ غنیمت حاصل ہوا ہے وہ میرے بھائیوں آصف خان اور وزیر خان کے پاس ہے۔ اور میرے خیال میں چند دن تک وہ بھی مالِ غنیمت آپ کی طرف بھجوا دیں گے۔ میں جس وقت ریاست گونڈوانہ سے نکل کر آگرہ کی طرف آیا تھا تو جنگ کے دوران ریاست کا سیناپتی سنسار سنگھ ایک لشکر کے ساتھ بھاگ گیا۔ اس لشکر کو اس نے جنگ سے پہلے ہی باہر بٹھا دیا تھا۔ چنانچہ وہ چوڑھ گڑھ سے چند کوس دور میری راہ روک کھڑا رہا۔ میرا اور اس کا ٹکراؤ ہوا۔ پہلے اُس نے میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کیا۔ میں نے اُسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس کے لشکر کو شکست دی۔ اس کے لشکر کو شکست دینے کے نتیجے میں جو سامان میرے ہاتھ آیا ہے وہ سارا آپ کے سامنے ہے۔ اس کی فہرست بھی میں نے محترم منعم خان کے حوالے کر دی ہے۔''

عادل خان کے ان الفاظ پر اکبر خوش ہو گیا تھا ایک بار پھر اس کا شانہ تھپتھپایا اور

Marfat.com

کہنے لگا۔

''اس میں سے تم جو کچھ اپنی مرضی، اپنی منشاء سے لینا چاہتے ہو لے لو، اس کے بعد باقی سارا سامان لشکریوں میں تقسیم کر دو۔''

اکبر کے ان الفاظ پر عادل خان خوش ہو گیا تھا۔ کہنے لگا۔

''شہنشاہِ معظم! مجھے آپ کی طرف سے معقول روزینہ مل جاتا ہے ـــــ اس سے میری ہر ضرورت پوری ہو جاتی ہے بلکہ اس سے میں کچھ پس انداز بھی کر لیتا ہوں۔ لہٰذا اس مالِ غنیمت سے مجھے کچھ نہیں چاہئے۔''

عادل خان کے اس جواب سے اکبر بڑا متاثر ہوا تھا۔ کچھ دیر بڑی عقیدت سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کچھ چھوٹے سالاروں کو اس نے بلایا اور عادل خان کی نگرانی میں وہ سارا سامان لشکریوں میں تقسیم کر دیا گیا اور لشکریوں کو مستقر میں جا کر آرام کرنے کا حکم دے دیا گیا تھا۔

جب لشکری وہ سارا سامان سمیٹ کر چلے گئے تب اکبر نے عادل خان کو کچھ کہنا چاہا تو عادل خان نے پہلے کملا دیوی اور رتن کماری کا تعارف کروایا۔ انہیں دیکھ کر اکبر خوش ہوا، کہنے لگا۔

''ان دونوں کو اپنے ماموں کے ہاں رہنے دو۔ اور ہاں عادل خان! میں تمہارے ذمے یہ کام لگاتا ہوں، یہ دونوں چونکہ شہر میں اجنبی ہیں لہٰذا گاہے گاہے تم ان دونوں کی طرف چکر لگاتے رہو گے اور ان کی خیر و عافیت کے علاوہ ان کی احوال پرسی بھی کرتے رہو گے۔''

اس کے ساتھ اکبر مُڑا، اپنی سواری پر بیٹھا اور وہاں سے چلا گیا تھا۔

اکبر کے جانے کے تھوڑی دیر بعد بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کملا دیوی اور رتن کماری دونوں عادل خان کے پاس آئیں، پھر کملا دیوی کہنے لگی۔

''آپ نے شہنشاہ کے الفاظ سنے ـــــ اُنہوں نے کہا تھا کہ آپ اکثر و بیشتر ہم سے ملتے رہیں گے ـــــ ہماری احوال پرسی بھی کرتے رہیں گے اور ہماری ضروریات کا خیال بھی رکھیں گے۔ اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو رتن کا تو میں کچھ نہیں کہتی، میں تو شہنشاہ سے آپ کی شکایت کروں گی۔''

کملا دیوی کے ان الفاظ پر عادل خان کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ کملا دیوی پھر بول

Marfat.com

پڑی۔

"آپ برا نہ مانیے گا ـــــــ یہ تو میں یونہی مذاق کر رہی تھی۔ دراصل میں اور رتن کماری راستے ہی میں آپ سے ایک موضوع پر بات کرنا چاہتی تھیں پر کوئی خاص موقع نہیں ملا تھا۔ جوہر کی رسم ادا کئے جانے سے پہلے جس وقت ہم محل سے بھاگی تھیں تو ہم اپنے ساتھ نقدی، جواہرات، سونے کی ایک خاصی مقدار اور دوسری قیمتی اشیاء لے کر بھاگی تھیں جن میں زیورات بھی تھے۔ وہ میرے اور رتن کے گھوڑوں کے ساتھ جو خرجینیں بندھی ہوئی ہیں ان میں محفوظ ہیں۔ اب میں اور رتن چاہتی ہیں کہ اس سارے سامان کی حفاظت کا اہتمام کیا جانا چاہئے۔ میں نے راستے میں رتن سے مشورہ کیا تھا۔ رتن کا کہنا تھا کہ یہ ساری چیزیں ہمیں اپنے ماموں کے ہاں نہیں رکھنی چاہئیں۔ کچھ سامان آپ کے پاس اور کچھ ماموں کے ہاں ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ......"

کملا دیوی اپنی بات مکمل نہ کر سکی۔ اس لئے کہ عادل خان پھر بول پڑا تھا۔

"کملا دیوی! میں تمہاری تجویز سے اتفاق نہیں کرتا ـــــــ دیکھو، شہر میں چہار باغ کے سامنے میرا ایک مکان ہے جس میں میری رہائش ہے، میری رہائش کے ساتھ ہی دربار کی دو مغنیاں اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہتی ہیں۔ ان کا مکان بھی میرے مکان جتنا ہی ہے۔ دونوں مکان اپنی تعمیر، شکل و شباہت میں ایک جیسے ہی ہیں۔ کملا! میں اکثر و بیشتر لشکر کے ساتھ باہر رہتا ہوں۔ میں چونکہ اس مکان میں اکیلا رہتا ہوں لہٰذا اس مکان میں تمہاری اس قدر قیمتی اشیاء کیسے رکھی جا سکتی ہیں؟ وہ تو وہاں بالکل غیر محفوظ ہوں گی۔"

عادل کے ان الفاظ کے جواب میں اس بار رتن کماری بول اٹھی۔

"ٹھیک ہے ـــــــ آپ جس مکان میں رہتے ہیں اگر وہ اس سامان کے لئے غیر محفوظ ہے تو فی الحال وہ سارا سامان ماموں کے ہاں لئے جاتے ہیں۔ لیکن پہلے آپ ہمیں اپنا مکان دکھائیں کہ وہ کہاں اور کس جگہ ہے تاکہ کم از کم آپ ہماری طرف چکر لگائیں تو ہم دونوں بہنیں آپ کے پاس آ کر آپ سے مل سکیں۔"

جواب میں عادل خان مسکرایا اور کہنے لگا۔

"فی الحال تم دونوں اپنے ماموں اور ماموں زاد کے ساتھ جاؤ۔ جا کر آرام کرو۔ میں تم لوگوں کی طرف آؤں گا اور تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تم دونوں کو اپنی رہائش گاہ بھی

Marfat.com

دکھاؤں گا۔"

عادل خان کے ان الفاظ پر کملا دیوی اور رتن کماری خوش ہو گئی تھیں۔ پھر وہ اپنے ماموں سانول داس اور ماموں زاد چندر سین کے ساتھ چلی گئی تھیں۔ جبکہ عادل خان اپنے گھوڑے پر بیٹھا اور اپنی رہائش گاہ کی طرف جا رہا تھا۔

◎......◎

Marfat.com

★ ★ ★

کملا دیوی اور رتن کماری دونوں کا خیال تھا کہ دو چار روز تک عادل خان ان سے ملنے کے لئے سانول داس کے ہاں ضرور آئے گا۔ لیکن جب دو چار دن کی بجائے دو ہفتے گزر گئے تب ایک روز دوپہر کے وقت کملا دیوی اور رتن کماری دونوں اس جگہ آئیں جہاں سانول داس، چندرسین، سانول داس کی بیوی پورن دیوی اور سانول داس کی بیٹی جگت کماری بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں جب ان کے قریب گئیں تب جگت کماری اپنی جگہ پر اٹھی، بڑی چاہت کا اظہار کرتے ہوئے آگے بڑھ کر اس نے کملا دیوی اور رتن کماری دونوں کے ہاتھ پکڑ لئے اور اپنے قریب ہی بٹھا لیا۔ پھر گفتگو کا آغاز رتن کماری نے کیا اور اپنے ماموں سانول داس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

ماموں! آپ نے عادل خان کی رہائش اور اس کا مکان تو دیکھ رکھا ہے۔''

سانول داس مسکرایا، اثبات میں گردن ہلائی اور کہنے لگا۔

''میں نے اس کا مکان دیکھ رکھا ہے بیٹی! کیا کوئی ضروری کام ہے؟''

اس موقع پر رتن کماری نے ایک بھرپور نگاہ اپنے پہلو میں بیٹھی کملا دیوی پر ڈالی، اس کے بعد دوبارہ وہ اپنے ماموں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''ماموں! میرا اور کملا دیوی کا خیال تھا کہ چند روز تک عادل خان ہمارے ہاں آئیں گے لیکن وہ نہیں آئے۔ آپ نے پہلے یہ بھی بتایا تھا کہ انہوں نے آپ کا مکان دیکھ رکھا ہے ـــــــ اب ہم دونوں ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں ان سے ملنا چاہتی ہیں۔ لہٰذا آپ ہمارے ساتھ چلیں۔ اس لئے کہ ہم دونوں نے ان کا مکان نہیں دیکھا ہوا۔ اس کے علاوہ......''

رتن کماری خاموش ہوگئی۔ اس لئے کہ سانول داس بول اٹھا۔

Marfat.com

"بیٹی! اس سلسلے میں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ ——— چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔"

اس پر رتن کماری کی ممانی پورن دیوی بھی کھڑی ہوگئی۔ کہنے لگی۔

"میرے خیال میں ہم سب تم دونوں کے ساتھ چلتے ہیں ——— ہم بھی عادل خان کی رہائش گاہ دیکھ لیں گے۔ اب وہ ایک طرح سے ہمارا محسن ہے اور اس کی مہربانی کہ وہ تم دونوں کو وہاں سے نکال کر لایا ہے ——— چلو سب ان کے ہاں چلتے ہیں۔"

کملا دیوی اور رتن کماری دونوں خوش ہوگئی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ کھڑی ہو گئیں۔ سانول داس، چندر سین، پورن دیوی اور جگت کماری بھی کھڑے ہو گئے اور سب حویلی سے باہر نکلے تھے۔

تھوڑی دیر بعد سانول داس انہیں عادل خان کے مکان کے قریب لے کر آیا۔ دروازے پر جا کر رک گیا۔ اس لئے کہ دروازے کو باہر سے قفل لگا ہوا تھا۔ سانول داس کچھ دیر تک قفل کو گھورتا رہا، اس کے اس طرح دیکھنے کے انداز کو کملا دیوی اور رتن کماری بھی سمجھ گئی تھیں کہ جس مکان کو تالا لگا ہوا ہے وہی عادل خان کا مکان ہے۔ وہ دونوں بھی انتہائی افسردگی اور اُداسی سے قفل کو دیکھ رہی تھیں کہ اتنے میں سانول داس نے انہیں مخاطب کیا۔

"میری بچیو! عادل خان تو گھر پر ہے ہی نہیں ——— دیکھو تالا لگا ہوا ہے۔"

سانول داس یہیں تک کہنے پایا تھا کہ عادل خان کے ساتھ جو مکان شاہی مغنیوں کا تھا ان میں سے ایک شخص باہر نکلا اور سانول داس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آپ لوگ کیا عادل خان سے ملنا چاہتے ہیں؟"

سانول داس اس کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔

"آپ کا اندازہ درست ہے ——— ہم عادل خان سے ہی ملنے آئے ہیں۔"

اس پر وہ شخص بولا اور کہنے لگا۔

"وہ تو گزشتہ شب آدھی رات کے وقت یہاں سے کوچ کر چکا ہے۔ اس لئے کہ شہنشاہ اپنے لشکر کے ساتھ کسی مہم پر گزشتہ شب آدھی رات کو نکلا اور عادل خان اس مہم پر شہنشاہ کے ساتھ روانہ ہو چکا ہے۔"

اُس شخص کے یہ الفاظ سن کر کملا دیوی اور رتن کماری کی حالت یکسر تبدیل ہو گئی

Marfat.com

تھی۔ بے چاری دُکھ اور افسوس میں پیلی ہو کر رہ گئی تھیں۔ دونوں شکووں بھرے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔

اس موقع پر پورن دیوی، جگت کماری اور سانول داس کے علاوہ اس کا بیٹا چندرسین بھی بڑے غور سے ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس موقع پر کملا دیوی نے انتہائی دکھ اور غم زدہ سی آواز میں کہا۔

''انہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔۔۔۔۔ اگر وہ شہنشاہ کے ساتھ کسی مہم پر نکلنے والے تھے تو مہم پر روانگی سے پہلے کم از کم وہ ہم سے مل ہی لیتے۔۔۔۔۔ بنا بتائے جانے کی کیا ضرورت تھی؟''

کملا دیوی کے ان غم زدہ الفاظ کو سانول داس، پورن دیوی اور جگت کماری نے بری طرح محسوس کیا تھا۔ پھر سب اپنی حویلی کو لوٹے۔

سانول داس اپنی بیوی، بیٹی اور بیٹے کے ساتھ تو دیوان خانے میں داخل ہوا جبکہ کملا دیوی اور رتن کماری دونوں دیوان خانے سے آگے اپنی خواب گاہ کی طرف جانے لگیں۔ تب سانول داس نے انہیں آواز دے کر پکارا اور انہیں دیوان خانے میں آنے کے لئے کہا۔

سانول داس کے اس طرح پکارنے پر کملا دیوی اور رتن کماری دونوں چونک سی گئی تھیں، مڑیں۔ اتنی دیر تک وہ چاروں دیوان خانے میں داخل ہو چکے تھے۔ وہ دونوں بھی ان کے پیچھے پیچھے دیوان خانے میں داخل ہوئیں۔ ہاتھ کے اشارے سے سانول داس نے ان دونوں کو بیٹھنے کے لئے کہا۔

جب وہ دونوں بیٹھ گئیں تب کچھ دیر تک سانول داس نے بڑے غور سے ان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''میری دونوں بچیو! جس گفتگو کا میں آغاز کرنے لگا ہوں اسے سن کر برا مت ماننا۔ اس سلسلے میں جگت کماری کے علاوہ پورن دیوی بھی میری ہم خیال ہے۔ جب ہم سب عادل خان کے مکان پر گئے اور عادل خان کے مکان کو باہر سے قفل لگا دیکھا تو قفل دیکھ کر جو تم دونوں کی حالت تھی اس کا میں نے ہی نہیں میری بیوی، بیٹے اور بیٹی نے بھی گہری نگاہوں سے جائزہ لیا تھا۔ راستے میں جس وقت تم دونوں آپس میں گفتگو کر رہی تھیں، میں نے تمہاری ممانی، تمہاری بہن اور تمہارے بھائی سے بھی اس موضوع پر

Marfat.com

گفتگو کی تھی۔ اب میں اسی موضوع پر تم سے گفتگو کرنے والا ہوں۔
میری بچیو! اگر تم برا نہ مانو تو کیا میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ تم دونوں یا تم دونوں میں سے کوئی ایک عادل خان کو پسند کرتی ہے؟۔۔۔۔ میری بچیو! مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش مت کرنا۔ اگر تم میں سے کوئی اُسے پسند کرتی ہے تو یہ بری بات نہیں۔ بلکہ میں خیال کرتا ہوں کہ عادل خان ایسا نوجوان ہے کہ کوئی لڑکی بھی اُس کی محبت میں گرفتار ہو سکتی ہے۔"

سانول داس کے اس اچانک سوال پر رتن کماری اور کملا دیوی دونوں بوکھلا سی گئی تھیں۔ پھر دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے ایک دوسرے کو سنبھالا، اس کے بعد کملا دیوی بول اٹھی اور کہنے لگی۔

"میں اور رتن دونوں آپ سے جھوٹ نہیں بولیں گی۔ سچ بولیں گی۔ چاہے آپ ہمیں سزا دے دیں۔ آپ کا اندازہ درست ہے۔۔۔۔ ہم دونوں میں صرف ایک ہی نہیں بلکہ ہم دونوں ہی عادل خان کو پسند کرتی ہیں اور یہ پسند آج سے نہیں بلکہ جب وہ بچپن میں ہمارے ساتھ کھیلا کرتا تھا تب سے ہم اس کو پسند تو کرتی تھیں لیکن ہم نے کبھی اسے اپنی زندگی کا محور اور ساتھی بنانے کا سوچا نہیں تھا۔ اب جبکہ وہ جوان ہو کر ہمارے سامنے آیا ہے تو وہ ہم دونوں کی پسند بن چکا ہے۔ اس سلسلے میں، میں اور رتن دونوں نے آپس میں ایک معاہدہ اور وعدہ کیا ہے کہ ہم دونوں اس سے محبت کریں گی اور دونوں ہی اس کے ساتھ جیون ساتھی بن کر اس کے ساتھ رہیں گی۔"

کملا دیوی جب خاموش ہوئی تب رتن کماری کی ممانی پورن دیوی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"میری بچیو! جو کچھ ہم جاننا چاہتے تھے، سچائی پر رہتے ہوئے تم نے بتا دیا۔ اب تم دونوں کسی اُلجھن میں مبتلا نہ ہو جانا۔ اگر تم دونوں عادل خان کو پسند کرتی ہو تو یوں جانو اس میں ہماری بھی رضا مندی ہے بلکہ ہماری خوشی ہے۔ اب تم دونوں مطمئن رہو، کسی مناسب موقع پر عادل خان سے ہم اس موضوع پر گفتگو کریں گے۔ مجھے امید ہے کہ وہ تم دونوں کو اپنی زندگی کا ساتھی بناتے ہوئے فخر محسوس کرے گا۔"

پورن دیوی کی اس گفتگو پر کملا دیوی اور رتن کماری کو حوصلہ ہوا تھا۔ یہاں تک کہ کملا دیوی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

Marfat.com

''اس موقع پر میں آپ سے یہ بھی اجازت لینا چاہتی ہوں کہ اب جبکہ آپ پر انکشاف ہو گیا ہے کہ ہم دونوں عادل خان کو پسند کرتی ہیں تو آپ ہمیں یہ بھی اجازت دے دیں کہ ہم کبھی کبھار اس سے ملنے کے لئے اس کے ہاں چلی جایا کریں۔''

کملا دیوی کے ان الفاظ پر جہاں پورن دیوی، جگت کماری اور چندر سین مسکرا رہے تھے، وہاں بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے سانول داس بول اٹھا۔

''کملا دیوی! تم کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو؟ ـــــ تم دونوں نے مل کر اپنے جیون کو اس سے وابستہ کر لیا ہے تو میرے علاوہ چندر سین، پورن دیوی، جگت کماری چاروں کی طرف سے تمہیں اجازت ہے کہ دن اور رات کے کسی بھی حصے میں جس وقت تم چاہو تم دونوں عادل خان سے مل سکتی ہو، اس کے گھر جا سکتی ہو، اس کے پاس اٹھ بیٹھ سکتی ہو۔ اب بولو تم کیا چاہتی ہو؟''

سانول داس کے ان الفاظ پر کملا دیوی اور رتن کماری کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس موقع پر دونوں میں سے کوئی اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے سانول داس کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ سانول داس ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے پھر بول اٹھا تھا۔

''رتن اور کملا! تم دونوں میری بیٹیاں ہو ـــــ تم دونوں مجھے ایک جیسی عزیز ہو۔ تم نے ہم سب پر اپنے جذبات کا اظہار کر دیا ہے اور جو فیصلہ تم نے کیا ہے اسے ہم نے قبول بھی کر لیا ہے اور ہم کو خوشی بھی ہے۔ پر یہ کہو، کیا عادل خان تمہاری طرف کوئی رغبت رکھتا ہے؟ یا کسی موقع پر اس نے تم دونوں سے اپنی دلچسپی کا اظہار کیا ہے؟''

سانول داس کے ان الفاظ پر کملا دیوی اور رتن کماری دونوں کی خوشیاں جاتی رہیں۔ بالکل سنجیدہ ہو گئی تھیں۔ پھر کملا دیوی، سانول داس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''ماموں! آج تک اس موضوع پر ہم نے کبھی عادل خان سے گفتگو کی ہی نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہمارے بچپن کا ساتھی ہے اور بچپن میں ہم آپس میں کافی بے تکلف تھے لیکن پریم کے ان جذبات کا اظہار آج تک میں نے ان پر کیا ہے نہ رتن نے۔ تاہم یہ میرا اور رتن کا مشترکہ فیصلہ ہے کہ ہم دونوں اسے اپنے جیون کا ساتھی بنائیں گی۔''

اس بار سانول داس بھی کسی قدر سنجیدہ ہو گیا تھا۔ کہنے لگا۔

Marfat.com

"میری بچیو! میں تم دونوں کے فیصلے کی قدر کرتا ہوں۔ لیکن اگر عادل خان نے تمہارے ان جذبات کی قدر نہ کی، تمہارے اس فیصلے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو سوچو، پھر کیا ہوگا؟"

سانول داس کے اس سوال پر کملا اور رتن دونوں فکر مند اور پریشان سی ہو گئی تھیں اور سوالیہ سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔ اس موقع پر رتن کماری کی ممانی پورن دیوی بول اٹھی۔

"یہ بھی ممکن ہے کہ عادل خان تم دونوں میں کوئی دلچسپی نہ رکھتا ہو۔ تم دونوں نے آج تک ان پر اپنے جذبات کا اظہار نہیں کیا ہوگا لیکن........"

یہاں تک کہتے ہوئے پورن دیوی کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی بیٹی جگت کماری بول اٹھی تھی۔

"ماتا! اس سلسلے میں سب کو پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ رتن اور کملا دونوں میری بہنیں ہیں۔ اس سلسلے میں، میں ان دونوں کی مدد کروں گی۔ اگر پتا جی اور آپ مجھے اجازت دے دیں تو میں خود عادل بھائی سے اس موضوع پر گفتگو کروں گی۔ وہ میرے بھائی ہیں۔ ان سے علیحدگی میں ملنے کے لئے میرے لئے کوئی حرج نہیں۔ میں صرف ان کے ذہن میں یہ بات ڈالنا چاہوں گی کہ کملا اور رتن دونوں انہیں پسند کرتی ہیں۔ پھر دیکھوں گی کہ وہ کیسے ردِعمل کا اظہار کرتے ہیں۔"

سانول داس اور پورن دیوی دونوں نے اپنی بیٹی جگت کماری کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا، پھر سانول داس بول اٹھا تھا۔

"جگت! میری بچی! تمہیں ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ بہرحال کسی نہ کسی کو تو عادل خان کے ذہن میں یہ بات ڈالنی چاہئے کہ کملا اور رتن دونوں اسے پسند کرتی ہیں۔ اگر اُسے خبر ہی نہیں ہوگی تو ان کے جذبات سے کیسے آگاہ ہوگا؟ کیسے ان کی طرف توجہ دے گا؟ بہرحال جگت میری بیٹی! جس مہم پر عادل خان، اکبر کے ساتھ گیا ہوا ہے جب وہ اس مہم سے واپس آئے تو تم ان دونوں کے پریم کی بات اس کے کان میں ڈال دینا۔"

سانول داس کے ان الفاظ پر جگت کماری ہی نہیں، کملا اور رتن تینوں خوش ہو گئی تھیں۔ پھر جگت اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔

Marfat.com

"اب دونوں اُٹھو ـــــ میرے ساتھ چلو ـــــ دیکھو، سورج غروب ہونے والا ہے۔ پہلے تینوں مل کر کھانا تیار کرتی ہیں، پھر سب بیٹھ کر کھاتے ہیں۔"

کملا اور رتن دونوں نے اس سے اتفاق کیا۔ پھر جگت کے ساتھ وہ دیوان خانے سے نکل کر رسوئی کی طرف ہو لی تھیں۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

مؤرخین لکھتے ہیں کہ شہنشاہ اکبر نے اپنے لشکر کے ساتھ تین مہموں کے سلسلے میں آگرہ سے کوچ کیا تھا۔ اس کی پہلی مہم اپنے نامور سالار عبداللہ خان ازبک کے خلاف تھی۔ اس لئے کہ مالوہ کی مہم میں مالِ غنیمت کے طور پر عبداللہ خان ازبک کے ہاتھ بہت سے ہاتھی لگے تھے، ان میں سے اُس نے ایک بھی بادشاہ کی خدمت میں روانہ نہ کیا تھا جس کا اکبر کو بڑا دُکھ اور صدمہ تھا ـــــ اُس کے صوبے داروں یا عاملوں میں سے جو کوئی بھی مالِ غنیمت پر قبضہ کرتا اور اس کی خبر اکبر کو نہ ہونے دیتا یا ہاتھی جمع کرنے لگتا تب اکبر کو یہ شبہ ہونے لگتا کہ وہ طاقت اور قوت پکڑ رہا ہے اور کسی موقع پر مغل سلطنت کے خلاف سرکشی اور بغاوت کر سکتا ہے ـــــ چونکہ عبداللہ خان ازبک نے اکبر کے ان خدشات کو ہوا دی تھی، لہٰذا اکبر کی پہلی مہم عبداللہ خان ازبک کے خلاف تھی۔

اکبر کی دوسری مہم عادل خان کے بھائیوں آصف خان اور وزیر خان کے خلاف تھی۔ اس لئے کہ اکبر کو اس کے مخبروں نے یہ اطلاع کر دی تھی کہ آصف خان اور وزیر خان کے ہاتھ جس قدر مالِ غنیمت لگا تھا اس کا تھوڑا سا حصہ انہوں نے اپنے بھائی عادل خان کے ہاتھ بادشاہ کی خدمت میں بھیجنے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن عادل نے اس چھوٹے سے حصے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور یہ تقاضا کیا تھا کہ ریاست گونڈوانہ سے جس قدر مالِ غنیمت حاصل ہوا ہے، سب سے پہلے وہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا جانا چاہئے۔ چونکہ آصف خان اور وزیر خان نے ایسا نہیں کیا تھا اور ایک ہزار ہاتھیوں میں سے صرف دو سو ہاتھی اور کچھ تھوڑا سا دوسرا مالِ غنیمت اکبر کی طرف روانہ کیا تھا، باقی سارا اپنے پاس رکھ لیا تھا لہٰذا اکبر نے عادل خان کی کارگزاری اور اس

Marfat.com

کی دیانت داری اور ایمانداری سے خوش ہو کر نہ صرف اس کے روزینے میں اضافہ کر دیا تھا بلکہ اس نے اسے اپنے محافظ دستوں میں سالار کے عہدے پر ترقی دے دی تھی اور اس سے بڑی خوشی اور خوشنودی کا اظہار کیا تھا۔ جبکہ آصف خان اور وزیر خان دونوں پر اس نے حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا۔

اکبر کی تیسری مہم برہان پور کے حاکم مبارک شاہ کے خلاف تھی۔ اس لئے کہ جس وقت باز بہادر کی شکست کے بعد اس کے علاقوں پر مغلوں کا قبضہ ہو گیا تو باز بہادر کے سارے سالاروں کا حاکم اکبر نے پیر محمد کو بنایا تھا۔ جبکہ باز بہادر شکست اٹھا کر برہان پور کے حاکم مبارک شاہ کے پاس بھاگ گیا تھا۔ پھر اس کی مدد سے ایک لشکر لے کر آیا، پیر محمد کو شکست دی۔ جس کے نتیجے میں پیر محمد دریائے نربدا میں ڈوب کر ہلاک ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس کی ہلاکت کو سامنے رکھتے ہوئے اکبر نے برہان پور کے حکمران مبارک شاہ سے اس کا انتقام لینے کا تہیہ کر لیا تھا۔ جبکہ عادل خان ایک اچھے سالار کی حیثیت سے اس لشکر میں شامل تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اکبر بڑے عجیب سے انداز میں ان تینوں مہموں پر روانہ ہوا تھا۔ آگرہ سے روانہ ہونے کے بعد شکار کھیلتے ہوئے وہ جنوب کی طرف بڑھا۔ سب سے پہلے وہ عبداللہ خان ازبک سے باز پرس کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا پہلے اُس نے عبداللہ خان کا رخ کیا تھا۔ ابھی اکبر حالتِ سفر ہی میں تھا کہ برسات کا موسم شروع ہو گیا اور زور دار بارشیں شروع ہو گئیں۔ لیکن بارشوں کی پرواہ کئے بغیر اکبر نے اپنی مہم کو جاری رکھا۔ دوسری طرف عبداللہ خان ازبک بھی سمجھ گیا تھا کہ اکبر اپنے لشکر کے ساتھ اسی کا رخ کئے ہوئے ہے لہٰذا وہ اکبر اور اس کے لشکر سے خوفزدہ ہو کر اپنے بال بچوں اور مال واسباب کو لے کر گجرات کی طرف بھاگ نکلا۔

اکبر کو جب اس کے اس طرح بھاگنے کی خبر ہوئی تو اس نے بڑی تیزی سے لگ بھگ پچیس کوس تک عبداللہ خان ازبک کا تعاقب کیا، پھر عبداللہ خان ازبک بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن اس کے ساتھ جو ساتھی تھے وہ اور اس کے اہل خانہ بھی اکبر کے قبضے میں آ گئے تھے۔

عبداللہ ازبک کے بھاگ کر گجرات چلے جانے کے بعد برہان پور کے حاکم مبارک شاہ کو فکر لاحق ہوئی کہ اکبر اب فارغ ہو کر اس کے خلاف حرکت میں آئے گا

Marfat.com

چنانچہ اس نے اپنی عافیت اسی میں سمجھی کہ اکبر کی فرمانبرداری اور اطاعت قبول کر لے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ ساتھ ہی اس نے اپنی ایک خوبصورت اور حسین لڑکی کو بھی اکبر کے عقد میں دے دیا تھا۔

عبداللہ خان ازبک اور مبارک شاہ کے معاملات درست کرنے کے بعد اکبر نے اپنے لشکر کے ساتھ مالوہ میں قیام کیا۔ مالوہ کا حاکم اس نے عبداللہ خان ازبک کی جگہ بہادر خان کو مقرر کیا اور یہ شخص جب مالوہ کا انتظام سنبھال چکا تو اکبر یقیناً آصف خان اور وزیر خان کے خلاف حرکت میں آنا چاہتا تھا کہ حالات کچھ ایسے تبدیل ہوئے کہ اکبر کو آگرہ کا رخ کرنا پڑا۔ اس لئے کہ جن دنوں اکبر نے اپنے لشکر کے ساتھ مالوہ میں قیام کیا ہوا تھا، افغانوں نے بہار پر پوری طاقت اور قوت کے ساتھ حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔

ان علاقوں میں اس وقت اکبر کی طرف سے علی قلی خان حاکم تھا۔ چنانچہ علی قلی خان افغانوں کی اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے روانہ تو ہوا لیکن اس نے محسوس کیا کہ افغانوں پر حملہ کرنا کچھ آسان کام نہ تھا، اس لئے کہ علی قلی خان کے مقابلے میں وہ تعداد میں بہت زیادہ تھے۔

چنانچہ اس نے اندھیاری باری کے مقام پر خیمہ زن ہو کر حالات کا جائزہ لینا ہی مناسب سمجھا۔ علی قلی خان نے جب اندھیاری باری کے مقام پر خیمہ زن ہو کر حالات کا جائزہ لینا چاہا تو افغانوں نے اس پر حملہ کر دیا۔ علی قلی خان نے مقابلہ کیا لیکن افغانوں کے مقابلے میں اُسے بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ اپنے لشکر کو لے کر بھاگ نکلا۔

حملہ آور افغانوں نے علی قلی خان کے خیموں کی خوب لوٹ مار کی۔ یہاں تک کہ علی قلی خان اپنے لشکریوں سے ایسا جدا ہوا کہ چند خدمت گاروں کے ساتھ فرار ہو کر ایک قلعہ بندی کے قریب پناہ گاہ میں جا پہنچا۔

افغان لشکری اس کے تعاقب میں تھے۔ پناہ لینے کے بعد علی قلی خان نے نشانہ لے کر افغان لشکر کے کماندار فتح خان کے بھائی حسن خان کے ہاتھی کو مار گرایا۔

جب ہاتھی پر تیر اندازی کر کے علی قلی خان نے اسے زخمی کیا، تب حسن خان کا ہاتھی گرا تو حسن خان کے لشکریوں نے یہ جانا کہ ہاتھی گر گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی یقیناً

Marfat.com

حسن خان بھی مارا جا چکا ہے۔

اسی دوران افغانوں کی بدقسمتی کہ افغان پڑاؤ میں ایک ہاتھی زنجیر توڑ کر بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس ہاتھی نے میدانِ جنگ میں ایک اور ہاتھی کو بھی ہلاک کر دیا ان پے درپے واقعات سے افغان لشکریوں کو یہ غلط فہمی ہو گئی کہ علی قلی خان کے ہاتھوں انہیں شکست ہو چکی ہے اور یہی وجہ ہے ہاتھی بغیر کسی نظم و ضبط کے اِدھر اُدھر بھاگتے پھر رہے ہیں۔

یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے افغان شکست اٹھا کر اپنے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ علی قلی خان نے اس سے فائدہ اٹھایا، اپنے منتشر لشکر کو جمع کیا، زور دار انداز میں بھاگتے افغانوں پر حملہ آور ہوا اور اپنی شکست کو اس نے شاندار فتح میں تبدیل کر دیا۔

آخر علی قلی خان نے اپنے بھائی بہادر خان کے ساتھ پوری طاقت اور قوت کے ساتھ بھاگتے ہوئے افغانوں کا تعاقب شروع کیا۔ اس تعاقب کے دوران علی قلی خان اور اس کے بھائی نے ان گنت افغان لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جس کے نتیجے میں افغان لشکریوں کے اندر افراتفری اور بدنظمی پھیل گئی۔ جس کسی کا جدھر منہ اُٹھا، ادھر ہی بھاگ گیا۔ جس کے نتیجے میں علی قلی خان اور بہادر خان کے ہاتھ بے شمار مالِ غنیمت لگا۔ اسی دوران اکبر کی طرف سے کچھ سفیر بھی علی قلی خان کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن علی قلی خان نے اس فتح کے نشے اور گھمنڈ میں اکبر کے ان سفیروں کو کوئی اہمیت نہ دی۔ نہ ان سے بات کی بلکہ سارا مالِ غنیمت سمیٹ کر جون پور کی طرف چلا گیا اور اس مالِ غنیمت میں سے ایک تنکا بھی اس نے اکبر کی طرف روانہ نہ کیا۔

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اکبر مالوہ سے آگرہ کی طرف گیا۔ وہاں پہنچ کر حالات کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ اس نے کچھ تعمیرات کے کام بھی شروع کئے۔

سب سے پہلے آگرہ سے تقریباً سات میل جنوب میں ککرالی کے مقام پر ایک محل اور شکار گاہ بنانے کا منصوبہ بنایا۔ ساتھ ہی اُس نے درباریوں کو محل سے باہر رہائشی مکانات تعمیر کرنے اور باغات لگانے کی بھی اجازت دے دی تھی۔ کام کی تکمیل کے لئے اکبر نہ صرف خود آگرہ سے نکل کر اس جگہ آ مقیم ہوا تھا بلکہ عادل خان اور کچھ دوسرے سالاروں کو بھی اپنے ساتھ رکھا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس جگہ کا نام اکبر نے نگر چھاؤں رکھا۔ یہاں جو محل اکبر نے

Marfat.com

تعمیر کیا وہ عموماً آنے والے دور میں کبوتر بازی، چوگان اور رنگین محفلوں کے مصرف میں آتا رہا۔ بعد میں یہی نگر چھاؤں اس وقت ویران ہوا جب اکبر نے اپنی حکومت کے آخری دور میں فتح پور سیکری کو ان مقاصد کے لئے منتخب کر لیا۔

اسی دوران اکبر نے آگرہ کے قلعے کو نئی شکل وصورت دینے کا پروگرام بنایا اور حکم دیا کہ پرانی اینٹ کے اس قلعے کی جگہ پتھروں کا نیا قلعہ تعمیر کیا جائے۔ اکبر کا تعمیر کردہ یہ قلعہ آج بھی موجود ہے۔ اس نئے قلعے کی تعمیر میں پندرہ برس صرف ہوئے اور کروڑوں روپے خرچ ہوئے۔ ابوالفضل جو اکبر کے نورتنوں میں سے ایک تھا اس کے مطابق اکبر نے آگرہ میں پانچ سو سے زیادہ عمارتیں تعمیر کروائیں۔ ان عمارتوں کے نمونے بنگال اور گجرات کی بعض عمارات کے مطابق تعمیر کئے گئے اور بہت سے ماہر معمار مختلف مقامات سے بلائے گئے۔ لودھی حکمرانوں کا پرانا آگرہ دریائے جمنا کے کنارے موجود ہے جبکہ دریا کے دائیں کنارے اکبر نے نیا شہر تعمیر کیا۔ بعد ازاں شاہ جہاں نے اس کا نام تبدیل کر کے اکبر آباد رکھ دیا تا کہ اس کے دادا کے نام پر شہر آباد رہے۔

●●●

ایک روز کملا دیوی اور رتن کماری دونوں اپنی مشترکہ خواب گاہ میں بیٹھی کسی موضوع پر گفتگو کر رہی تھیں کہ رتن کماری کی ماموں زاد جگت کماری بھاگتی ہوئی اس کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ دونوں کے قریب آ کر رکی۔ اس کی سانس پھولی ہوئی تھی۔

اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے کملا دیوی اور رتن کماری دونوں حیرت اور جستجو بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔ یہاں تک کہ جگت کماری نے اپنی سانسوں پر قابو پایا، پھر ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

''میں تم دونوں کے لئے ایک اچھی خبر لے کر آئی ہوں ــــــ اور اچھی خبر یہ ہے کہ عادل بھائی شہنشاہ کے ساتھ جس مہم پر گئے ہوئے تھے اس سے وہ لوٹ آئے ہیں۔ اور ساتھ ہی میں تم سے یہ بھی کہنا چاہتی ہوں کہ ابھی تھوڑی دیر تک میں ان کے پاس جاؤں گی اور ان پر تمہاری محبت کے جذبات کا اظہار کروں گی۔ پھر دیکھیں گے وہ کیا کہتے ہیں۔''

جگت کماری جب خاموش ہوئی تب کملا نے اسے بازو سے پکڑ کر کھینچا، اپنے پاس بٹھا لیا پھر بڑی رازداری سے کہنے لگی۔

Marfat.com

''جگت، میری بہن! ابھی ان کے پاس مت جانا ـــــ اگر وہ آ گئے ہیں تو پہلے میں اور رتن خود ان کے پاس جائیں گے۔ دیکھو، وہ ہمارے لئے اجنبی نہیں ہیں۔ ہمارے بچپن کے ساتھی ہیں۔ ہم ویسے بھی ان سے ملنا چاہتی ہیں۔ تم ابھی ان پر ہماری چاہت کا اظہار نہ کرنا۔ میں اور رتن دونوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ پہلے ہم ان سے کچھ ملاقاتیں کریں گے، پھر دیکھیں گے کہ ان کے جذبات ہمارے متعلق کیسے ہیں؟ اگر انہوں نے ہم دونوں سے متاثر ہو کر خود ہی ہم سے چاہت، محبت اور پریم کا اظہار کر دیا تو پھر کسی کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ ہمارے ساتھ چاہت کا اظہار کرنے میں پہل کریں تو میں سمجھتی ہوں اس میں ہماری بہتری، خوشی اور عزت افزائی بھی ہے۔

جگت میری بہن! تم فی الحال چپ رہو ـــــ آج میں اور رتن دونوں شام سے کچھ پہلے ان کے پاس جائیں گی، ان سے ملیں گی، ان سے گفتگو کریں گی۔ اس طرح ہم دونوں چاہیں گی کہ ان سے ہماری کچھ ملاقاتیں ہوں۔ پھر دیکھیں گے کہ یہ ملاقاتیں کیا رنگ لاتی ہیں۔''

جگت کماری نے کملا دیوی کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ پھر جگت تو باہر نکل گئی جبکہ کملا دیوی اور رتن کماری دونوں عادل خان کے پاس جانے کی تیاری کرنے لگی تھیں۔

●●●

عادل خان اپنے مکان کے صحن میں جو چھوٹا سا اصطبل تھا اس میں اپنے گھوڑے کو کھریرہ کر رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ اس دستک پر وہ چونکا، گھوڑے کو کھریرہ کرنا اس نے بند کر دیا پھر کہنے لگا۔

''دروازہ کھلا ہے ـــــ کون ہے؟ ـــــ اندر آ جاؤ۔''

عادل خان کی اس پکار کے جواب میں کملا دیوی اور رتن کماری دونوں مکان میں داخل ہوئی تھیں۔ انہیں وہاں دیکھتے ہی عادل خان کو کسی قدر حیرت ہوئی تھی۔ خوشی کا اظہار بھی کیا تھا۔ ہاتھ میں پکڑا ہوا کھریرہ اس نے ایک طرف رکھ دیا، بائیں جانب پانی سے بھرا ہوا ناند نما حوض تھا، اس میں اس نے ہاتھ دھوئے پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''وہ صدر دروازے کے پاس جو کمرہ ہے اس میں بیٹھو۔ میں آ رہا ہوں۔''

Marfat.com

صحن میں کھڑے ہی کھڑے کملا اور رتن دونوں نے پہلے مکان کا جائزہ لیا۔ سامنے دو کمرے تھے۔ انہوں نے اندازہ لگایا کہ کمرے کافی بڑے بڑے تھے۔ کمروں کے آگے بڑا کشادہ اور پختہ برآمدہ تھا۔ برآمدے کے ایک کونے میں مطبخ اور دوسری طرف طہارت خانے تھے۔ جبکہ صدر دروازے کے قریب دیوان خانہ تھا۔ دونوں کچھ دیر تک مکان کا جائزہ لیتی رہیں، پھر دیوان خانے میں داخل ہوئیں۔ ہاتھ دھونے کے بعد عادل بھی دیوان خانے میں داخل ہوا اور ان دونوں کے سامنے بیٹھ گیا۔

بیٹھنے کے ساتھ ہی عادل خان نے ان دونوں کے چہروں کا جائزہ لیا پھر ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگا۔

"اگر میں تم دونوں کے چہروں کے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے غلطی پر نہیں تو تمہارے پاس اس وقت میرے لئے شکوے ہی شکوے، گلے ہی گلے ہیں۔"

عادل خان کے ان الفاظ پر کملا دیوی اور رتن کماری دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا رہی تھیں۔ پھر رتن بول اٹھی۔

"آپ کا اندازہ درست ہے ___ میں اور کملا دونوں اس وقت آپ کے خلاف گلوں اور شکوؤں سے بھرپور ہیں ___ اور انہی کا اظہار کرنے کے لئے آپ کے پاس آئی ہیں۔"

رتن جب رکی تو اسی کے انداز میں کملا بول اٹھی۔

"اس سے پہلے بھی ہم دونوں ماموں ممانی اور ماموں زاد کے ساتھ یہاں آئی تھیں۔ لیکن افسوس آپ کے مکان کے باہر قفل لگا ہوا تھا اور آپ شہنشاہ کے ساتھ مہم پر جا چکے تھے۔ جس وقت آپ ہمیں چوڑھ گڑھ سے لے کر یہاں آئے تھے تو آپ نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ آپ ہم سے ملنے کے لئے ماموں کے ہاں آئیں گے ___ آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ آپ دو چار دن بعد آئیں گے لیکن دو چار ہفتے گزر گئے۔ جب آپ نہیں آئے تب ہم نے ماموں سے آپ سے ملنے کے لئے کہا۔ وہ ہمیں اپنے ساتھ یہاں لے کر آئے۔ جب یہاں پہنچے تو آپ کے مکان کو لگا قفل سب کا منہ چڑھا رہا تھا۔ لہٰذا ہم مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔

اب مجھے اور رتن کو سب سے زیادہ بلکہ انتہا کا آپ سے شکوہ ہے کہ آپ اتنے ہفتے ہم سے ملنے ماموں کے گھر آئے ہی نہیں اور پھر ہم دونوں کو ملے بغیر آپ ایک لمبی مہم

Marfat.com

پر نکل گئے۔"

کملا جب خاموش ہوئی تب کچھ سوچتے ہوئے عادل خان بول اٹھا۔

"کملا اور رتن! تم دونوں کیسی باتیں کرتی ہو؟ ــــــ اگر تمہارے ماموں مجھے اپنے ہاں بلاتے تو میں وہاں جاتے ہوئے اچھا لگتا تھا ــــــ یوں منہ اٹھائے تم دونوں سے ملنے کے لئے چلا جاتا تو تمہارے ماموں، ممانی، ماموں زاد بھائی اور ماموں زاد بہن اس سلسلے میں کیا سوچتے؟ ــــــ بس یہی سوچ کر میں نہیں گیا۔ اس کے علاوہ یہ بھی تو سوچو........"

عادل خان کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس بار رتن کماری بول اٹھی تھی۔

"اگر آپ ہم سے ملنے حویلی میں آجاتے تو کیا ماموں آپ سے ناراض ہوتے؟ ہم نے ماموں کے علاوہ ممانی، ماموں زاد بھائی چندر سین اور ماموں زاد بہن جگت کماری پر واضح کر دیا ہے کہ آپ ہم دونوں کے بچپن کے ساتھی ہیں۔ ہم اکٹھے کھیلتے رہے ہیں۔ لہٰذا میرے اور کملا دونوں کے کہنے پر ماموں ہی نہیں، ممانی کے علاوہ ماموں زاد بھائی اور ماموں زاد بہن نے بھی ہمیں اجازت دے دی ہے کہ ہم دن اور رات کے کسی بھی وقت جب اور جس وقت چاہیں آپ کے پاس آسکتی ہیں اور آپ سے مل سکتی ہیں۔ اب بولیں، آپ کیا کہتے ہیں؟ ــــــ آپ ہم دونوں سے ملنا چاہتے ہیں کہ نہیں؟"

عادل خان نے گھورنے کے انداز میں دونوں کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"تم دونوں کا سر تو نہیں گھوم گیا؟ ــــــ میں تم دونوں سے کیوں نہیں ملنا چاہوں گا؟ اگر تمہارے ماموں ممانی اور تمہارے ماموں زاد بہن بھائی کو اس پر کوئی اعتراض نہیں کہ تم دونوں مجھ سے ملنے کے لئے آؤ تو میں سمجھتا ہوں اس میں تو میرے لئے خوشی کی بات ہے۔"

عادل خان کے ان الفاظ پر رتن اور کملا دونوں نے ایک بار خوش کن انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر کملا نے عادل خان کو مخاطب کیا۔

"اگر آپ برا نہ مانیں تو کیا ہم دونوں اٹھ کر آپ کے مکان کا جائزہ لے سکتی ہیں؟"

اس پر عادل خان اپنی جگہ پر اٹھا، کملا کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی پھر کہنے لگا۔

Marfat.com

''کیا اجنبیوں کی سی گفتگو کرتی ہو؟ ـــــ میں تمہیں خود اپنا یہ چھوٹا سا، ننھا سا مکان دکھاتا ہوں۔''

کملا اور رتن دونوں خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ عادل نے انہیں پہلے سامنے والے دو بڑے کمرے دکھائے، ایک کمرہ بالکل خالی تھا اور ایک میں دو مسہریاں لگی ہوئی تھیں جن پر بستر پڑے تھے۔ دونوں کمروں کا جائزہ لینے کے بعد وہ دونوں باہر نکلیں۔ کھلے اور لمبے برآمدے کے ایک طرف جو رسوئی تھی اس کا جائزہ لیا، اس میں دو چار برتنوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ پھر انہوں نے طہارت خانے دیکھے، صحن کا جائزہ لیا، اصطبل بھی دیکھا پھر دوبارہ دیوان خانے میں آ کر بیٹھ گئیں۔ عادل خان بھی ان کے سامنے ہو بیٹھا تھا۔ پھر رتن نے گفتگو کا آغاز کیا۔

''مکان بہت اچھا ہے........''

رتن کہتے کہتے رک گئی۔ اس لئے کہ عادل خان بول اٹھا۔

''اس میں پہلے میں اور آصف بھائی رہا کرتے تھے۔ اس لئے سامنے والے کمرے میں دو مسہریاں لگی ہوئی ہیں۔ پھر آصف بھائی نے شادی کر لی، علیحدہ ہو گئے۔ اور اب میں اتنے بڑے گھر میں اکیلا ہی ہوں۔''

کملا اور رتن نے اس موقع پر پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اس بار کملا بول اٹھی۔

''پہلے یہ بتائیے کہ آپ کھانا کہاں سے کھاتے ہیں؟ ـــــ میں نے آپ کی رسوئی کا جائزہ لیا ہے۔ اس میں تو کھانے پکانے کا کوئی اہتمام اور بندوبست ہی نہیں ہے۔''

جواب میں عادل خان مسکرایا اور کہنے لگا۔

''مجھے بندوبست کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے ـــــ اکثر کھانا لشکر گاہ ہی میں کھا لیتا ہوں۔ اگر کبھی ایسا نہ کر سکوں تو پھر یہ میرے قریب ہی ایک چھوڑ کئی بھٹیار خانے ہیں، وہاں سے کھانا کھا لیتا ہوں۔''

رتن اور کملا دونوں آہستہ آہستہ عادل کو اپنے موضوع کی طرف لا رہی تھیں۔ لہٰذا مزید اپنے موضوع کی طرف لانے کے لئے اس بار کملا بول اٹھی۔

''اچھا یہ بتائیے، آصف بھائی نے تو شادی کر کے اپنا گھر بسا لیا۔ وزیر بھائی بھی اس کے پاس چلے گئے۔ اب آپ کب شادی کر کے اس گھر کو آباد کریں گے؟''

Marfat.com

جواب میں عادل خان نے گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔
"ابھی میرا ایسا جرم کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے ــــــ اور نہ ہی میرے پاس اس قدر وسائل ہیں کہ میں شادی کرنے کے متعلق سوچ سکوں۔ ٹھیک ہے، شہنشاہ کی طرف سے میرا روزینہ مقرر ہے اور وہ روزینہ یقیناً میری ضروریات سے زیادہ ہے۔ اس میں سے کچھ میں اپنی ذات پر خرچ کر دیتا ہوں، کچھ ضرورت مندوں میں بانٹ دیتا ہوں۔ پس انداز کرتا ہی نہیں ہوں۔ اور پھر تم دونوں جانتی ہو میرے ماں، باپ، بہنیں ختم ہو چکی ہیں ــــــ دو بھائی تھے وہ بھی آج کل مجھ سے ناراض اور خفا ہیں۔ بلکہ یوں کہیں کہ وہ میری شکل دیکھنے کے روادار نہیں ہیں۔ ان حالات میں مجھ اکیلے کو کون رشتہ دے گا؟ ــــــ اور پھر اس مکان کی حالت دیکھو، میرے پاس میری کل کائنات صرف ایک بستر ہے، دوسرا بستر، دوسری مسہری آصف خان کی ہے، وہ میرے پاس اس کی امانت ہے۔ جب چاہے لے جائے۔ اور جس گھر میں ایک بستر اور ایک ہی چارپائی ہو اور گھر میں یہی کل کائنات، یہی کل سرمایہ ہو تو وہاں کون بھلا مانس اپنی بیٹی کا رشتہ دے کر بیٹی کی زندگی بتاہ اور برباد کرنے کی کوشش کرے گا۔"

عادل خان کے ان الفاظ کے جواب میں رتن اور کملا نے پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ یہاں تک کہ کملا پھر بول اٹھی۔
"اگر کوئی بھلا مانس، کوئی شریف آدمی اپنی ایک نہیں، دو بیٹیاں آپ کے عقد میں بخوشی دینے کے لئے تیار ہو جائے تو پھر اس سلسلے میں حضور کا کیا جواب ہو گا؟"

لفظ حضور پر عادل خان کھل کھلا کر ہنسا۔ اُسے ہنستے ہوئے دیکھ کر کملا اور رتن بھی ہنسنے لگی تھیں۔ یہاں تک کہ عادل پھر بول اٹھا۔
"یہ حضور کا لفظ بھی تم نے میرے لئے خوب استعمال کیا ــــــ کیا یہ طنزیہ ہے یا واقعی ایسی بات ہے؟"

اس بار رتن سنجیدگی سے بول اٹھی۔
"عادل! کیا ہم نے اس سے پہلے بھی آپ سے اس طرح کا طنزیہ مذاق کیا ہے؟ اور پھر ہم آپ سے مذاق نہیں کر رہیں۔ یوں جانیں، ہم جس مقصد کے لئے آئی ہیں اس کے لئے زیادہ تمہید نہیں باندھیں گی۔ ویسے تو ہماری ماموں زاد جگت کماری نے ہم سے کہا تھا کہ وہ آپ سے ملاقات کرے گی اور ہمارا معاملہ آپ کے سامنے پیش کرے

Marfat.com

گی۔ لیکن ہم دونوں بہنوں نے فیصلہ کیا تھا کہ ہم کسی تیسرے فرد کو بیچ میں نہیں لائیں گی، اپنا معاملہ خود آپکے سامنے پیش کریں گی۔ اور پھر جو فیصلہ آپ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کریں گے وہ ہم دونوں کے لئے قابل قبول ہوگا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد رتن کماری رکی، سوالیہ سے انداز میں اس نے کملا دیوی کی طرف دیکھا یہاں تک کہ کملا دیوی بول اٹھی۔

''عادل! برا نہ مانیے گا ـــــ میں اب براہِ راست اپنے مقصد اور مطلب کی طرف آنے لگی ہوں۔ میں اگر آپ سے یہ کہوں کہ میں اور رتن دونوں آپ سے شادی کرنا چاہتی ہیں بلکہ میں مزید یہ کہنا چاہوں گی کہ میں اور رتن دونوں آپ کو پسند کرتی ہیں، آپ سے محبت کرتی ہیں تو پھر آپ کا کیا جواب ہوگا؟''

کملا دیوی کے ان الفاظ پر عادل خان چونک اٹھا تھا۔ عجیب سے انداز میں کچھ دیر تک دونوں کی طرف دیکھتا رہا، پھر بوکھلائے سے انداز میں بول اٹھا۔

''کیا تم دونوں میرا مذاق تو نہیں اُڑا رہی ہو؟''

کملا اور رتن دونوں سنجیدہ ہو گئی تھیں۔ اس پر رتن بول اٹھی۔

''میں نے پہلے بھی آپ سے کہا کہ کیا ہم نے پہلے کبھی آپ سے ایسا مذاق کیا ہے؟ ـــــ ہم دونوں نے مل کر فیصلہ کیا ہے کہ ہم دونوں آپ کی جیون ساتھی بنیں گی۔ اس کے لئے ہم آپ کے پاس آئی ہیں۔ اب آپ یہ کہیں کہ آپ ہماری اس پیشکش کا کیا جواب دیتے ہیں؟''

عادل خان نے ایک لمبا سانس لیا، کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

''میں نے کیا کہنا ہے؟ ـــــ اگر تم دونوں مجھے چاہتی ہو اور میری زندگی کی ساتھی بننا چاہتی ہو تو پھر اندھے کو کیا چاہئے، دو آنکھیں ـــــ میں سمجھتا ہوں یہ میرے لئے بڑی خوش قسمتی اور خوش بختی کی بات ہے کہ تم جیسی لڑکیاں مجھے اپنی زندگی کا ہم سفر بنانا چاہتی ہیں۔ لیکن پہلے یہ سوچو اس پرانے کھنڈر نما مکان میں تم میرے ساتھ رہ لو گی؟''

عادل خان کا جواب سن کر کملا اور رتن کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ دونوں پہلے پُر جوش انداز میں خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ایک دوسرے سے گلے ملیں پھر شکوؤں بھری آواز میں کملا بول اٹھی۔

Marfat.com

"آپ بار بار اس مکان کو کھنڈر کیوں کہتے ہیں؟ ــــ یہ مکان باہر جو کھلی شاہراہ ہے، اس سے کافی اونچا ہے۔ کمروں کے فرش کے علاوہ برآمدے کا فرش اور صحن بھی پختہ ہے۔ اصطبل بہر حال چھپر نما ہے، اس کو ہم خود ٹھیک کر لیں گے۔ جہاں تک مکان کا تعلق ہے تو آپ کو اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ہم دونوں بہنیں جانیں اور مکان جانے۔ اس کو سنوارنا، اس کو بہتر بنانا آپ کا نہیں، ہم دونوں کا کام ہوگا۔"

کملا کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ عادل خان بول اٹھا۔

"ٹھیک ہے ــــ تم دونوں کا یہ فیصلہ ہے تو میں سمجھتا ہوں میری یہ خوش بختی ہے۔ اور میں تم دونوں کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کے لئے تیار ہوں۔ اچھا ہوا تم دونوں بہنیں آج آگئیں اور اپنے دل کی بات کہہ دی میں آج خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان خیال کر رہا ہوں۔ چند دن تک میں شہنشاہ کے ساتھ پھر ایک مہم پر نکلنے والا ہوں۔ اس مہم سے پہلے تم دونوں نے مجھ سے مل کر مجھے خوشیوں سے مالا مال کر کے رکھ دیا ہے۔"

عادل خان کے ان الفاظ پر دونوں مزید خوش ہو گئی تھیں۔ یہاں تک کہ رتن کماری بول اٹھی۔

"اس بار جب آپ مہم پر نکلیں گے تو مکان کی چابی آپ ہم دونوں کو دے کر جائیں گے۔ چونکہ اب ہم دونوں آپ کی ذات کا ایک حصہ ہیں اور آپ ہم دونوں کی ذات کا ایک جزو ہیں۔ لہٰذا اب اس مکان کی دیکھ بھال کرنا صرف آپ کا کام نہیں، کملا اور رتن کا بھی کام ہے۔ پھر دیکھئے گا آپ کے مہم پر جانے کے بعد اس مکان کی ہم کیسے دیکھ بھال کرتی ہیں۔ اور جب آپ واپس آئیں گے تو اس مکان کا حلیہ کیسے تبدیل ہو چکا ہوگا۔

اس موقع پر میں آپ سے یہ بھی کہہ دوں کہ ہم دونوں نے آپ سے اپنی محبت کا اظہار ماموں کے علاوہ ممانی اور اپنے دونوں ماموں زاد بہن بھائی سے بھی کر دیا ہے اور وہ سب خوش اور مطمئن ہیں کہ ہم دونوں آپ سے محبت کرتی ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد رتن رکی، پھر کہنے لگی۔

"باہر سورج غروب ہو رہا ہے۔ پہلے یہ بتائیں آپ ہمیں کھانا کھلائیں گے یا بھوکا

Marfat.com

گھر بھیجیں گے؟"

اس پر عادل خان کہنے لگا۔

"کھانا تو یہاں بھٹیار خانے سے بہت مل جاتا ہے۔ اب پتہ نہیں تم دونوں اس بھٹیار خانے کا کھانا پسند کرتی ہو کہ نہیں۔ اور پھر میرے پاس سرخ مٹی کے دو ہی برتن ہیں۔ ایک میں بھٹیار خانے سے سالن لے آتا ہوں اور دوسرے میں روٹیاں رکھ کر کھا لیتا ہوں۔ اس کے علاوہ میرے پاس برتن بھی کوئی نہیں ہے۔ پہلے سرخ مٹی کے کافی برتن تھے لیکن وہ بس دھوتے دھوتے مجھ سے ٹوٹ پھوٹ گئے ہیں اور میں نے نئے لینے کی زحمت ہی نہیں کی۔"

عادل خان کی اس سادگی پر کملا اور رتن دونوں کھل کھلا کر ہنس دی تھیں۔ پھر کملا کہنے لگی۔

"آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ ایک برتن میں زیادہ سالن ڈلوا لائیے گا اور دوسرے برتن میں روٹیاں رکھ کر لے آئیے گا۔ تینوں ایک ہی برتن میں کھا لیں گے۔ آپ کو پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اس موقع پر عادل خان حیرت اور تجسس بھرے انداز میں کملا اور رتن کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ اُس کے اس طرح دیکھنے پر کملا اور رتن بھی تھوڑی دیر مسکراتی رہیں۔ پھر کملا بول اٹھی۔

"اب آپ ہم دونوں کی طرف اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں جس طرح آپ زندگی میں پہلی بار ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ پورا بچپن آپ کے ساتھ گزرا ہے ـــــ اب ہم میں کوئی نئی چیز پیدا ہوگئی ہے جو آپ کو پریشان کر رہی ہے؟"

کملا دیوی کے ان الفاظ پر عادل خان چونکا تھا، پھر کہنے لگا۔

"ایسی بات نہیں ـــــ دراصل میں سوچ رہا تھا کہ دو ایسی لڑکیاں جنہوں نے بڑے ناز و نعم میں راج محل کے اندر زندگی بسر کی اور جنہیں دنیا کی ہر چیز میسر تھی، ایک بے مایہ شخص کے لئے اس قدر انکساری پر اتر سکتی ہیں کہ پکی مٹی کے ایک ہی برتن میں مل کر کھانا کھانے کے لئے تیار ہو جائیں گی۔"

عادل خان کے ان الفاظ پر کملا اور رتن کماری دونوں نے ایک ساتھ قہقہہ لگایا پھر اس بار رتن بول اٹھی۔

Marfat.com

"عادل! آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں؟ ـــــ پکی مٹی کے برتن تو بہت دور کی بات، ہم آپ کے ساتھ کچی مٹی کے برتن میں بھی کھانا کھانے کے لئے تیار ہیں۔ اب بولیں، آپ کیا کہتے ہیں؟ ـــــ بہتر یہی ہے کہ اب آپ اٹھیں، کھانا لے کر آئیں اور اکٹھے بیٹھ کر کھاتے ہیں۔"

عادل خان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، رسوئی کی طرف گیا، وہاں سے اُس نے برتن لئے اور چپ چاپ باہر نکل گیا تھا۔

اس کے جانے کے ساتھ ہی کملا اور رتن دونوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ آندھی اور طوفان کی طرح حرکت میں آئیں، پورے گھر کی انہوں نے بھاگ دوڑ کر کے اچھی طرح صفائی ستھرائی کر دی تھی۔ دیواریں جھاڑ دی تھیں۔ صحن میں جہاں چھپر نما اصطبل تھا وہ بھی دونوں نے مل کر صاف کر دیا تھا۔ اتنی دیر تک سورج غروب ہو گیا اور فضاؤں کے اندر تاریکی پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔ اس موقع پر کملا، رتن کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"رتن! پہلے گھر میں روشنی کا اہتمام کریں۔ میں نے وہ دائیں جانب والے کمرے میں جس میں عادل رات کو سوتے ہیں مٹی کے دو منہ والے دیے دیکھے ہیں۔ ایک چراغ کے اندر تیل ہے نہ بتی۔ دوسرے میں تھوڑا سا تیل ہے لیکن بتی اس کی بھی جل گئی ہے۔ آؤ پہلے روشنی کا اہتمام کریں ـــــ اتنی دیر تک میرے خیال میں عادل کھانا لے کر آ جائیں گے۔"

جواب میں رتن بولی اور کہنے لگی۔

"اس سلسلے میں تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے ـــــ دائیں جانب والے کمرے میں جہاں دو دیے پڑے ہیں، ان کے دائیں جانب جہاں عادل کی مسہری ہے وہاں دیوار کے اندر ایک چھوٹا سا خانہ بنا ہوا ہے اس میں کچھ رُوئی بھی رکھی ہوئی ہے اور کپی میں سرسوں کا تیل بھی ہے۔"

رتن کے اس انکشاف پر کملا خوش ہو گئی تھی۔ پھر دونوں دائیں جانب والے کمرے کی طرف گئیں۔ پہلے دونوں نے مٹی کے دیوں کا جائزہ لیا، پھر رتن بڑی تیزی سے دیوار میں بنے ہوئے اس خانے کی طرف گئی جس میں روئی اور سرسوں کے تیل کی کپی رکھی ہوئی تھی۔ رتن نے روئی کے گٹھے سے روئی کے دو چھوٹے چھوٹے حصے علیحدہ کئے،

Marfat.com

اپنے دونوں ہاتھوں سے انہیں لمبا کیا پھر دونوں ہاتھوں میں انہیں بل دے کر دونوں کی بتیاں بنالی تھیں۔ پھر اس نے سرسوں کے تیل کی کپی اٹھائی، مٹی کے دونوں دیوں کے اندر اُس نے تیل ڈالا، روئی کی جو بتیاں اس نے بنائی تھیں پہلے ان دونوں کے اگلے سرے تیل میں ڈبو کر بتیاں اس نے دیوں کے تیل میں ڈبو دی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد تیل بتی کے اوپر والے سرے پر چڑھ آیا تھا۔ چنانچہ دونوں نے مل کر دونوں چراغوں کو روشن کر دیا تھا۔ ایک چراغ اسی کمرے میں رہنے دیا گیا، دوسرے چراغ کو برآمدے میں چراغ کے لئے بنی ہوئی ایک جگہ پر رکھ دیا تھا اور اس چراغ کی وجہ سے برآمدہ ہی نہیں کسی حد تک صحن بھی روشن ہو گیا تھا۔

ابھی وہ دونوں اس کام سے فارغ ہی ہوئی تھیں کہ عادل گھر میں داخل ہوا۔ اس نے دو برتنوں میں سالن اٹھایا ہوا تھا جبکہ ایک نئے اور کورے دستر خوان میں اس نے روٹیاں لپیٹ رکھی تھیں۔

رتن اور کملا چونکہ سامنے دائیں طرف والے کمرے میں تھیں لہٰذا عادل بھی ادھر ہی گیا۔ بائیں جانب جو خالی چارپائی تھی، جو کبھی آصف خان کے استعمال میں ہوا کرتی تھی اس کے اوپر اس نے سالن کے دونوں برتن رکھ دیئے اور قریب ہی اس نے دستر خوان میں لپٹی ہوئی روٹیاں بھی رکھ دی تھیں۔ پھر عادل خان اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے باہر نکلا، صحن کا جائزہ لیا، ان دونوں کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

''مجھے لگتا ہے میری غیر موجودگی میں تم دونوں آندھی اور طوفان کی طرح حرکت میں آئی ہو ــــــ پورے مکان کو تم نے صاف ستھرا کر کے چمکا کر رکھ دیا ہے۔ میں نے تو پہلے ایسی صفائی کبھی اس گھر میں دیکھی ہی نہ تھی۔ بہر حال دونوں چارپائی پر بیٹھ جاؤ اور کھانا کھاؤ۔''

اس موقع پر کملا نے گھورنے کے انداز میں عادل خان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

''ہم دونوں کیوں چارپائی پر بیٹھیں اور کھانا کھائیں؟ آپ اس سے پہلے کہاں بیٹھ کر کھانا کھایا کرتے تھے؟''

عادل خان مسکرایا اور کہنے لگا۔

''میری مت پوچھو ــــــ میں تو یہیں دونوں مسہریوں کے درمیان فرش پر بیٹھ جایا کرتا تھا اور کھانا کھا کے تھوڑی دیر کے لئے سامنے چہار باغ میں جاتا تھا اور آ کر سو

Marfat.com

رہتا تھا۔

جونہی عادل خاموش ہوا، کملا اٹھی، سالن کے دونوں برتن اٹھا کر اس نے فرش پر رکھ دیئے۔ اتنی دیر تک رتن دستر خوان میں لپٹی ہوئی روٹیاں وہاں لے آئی تھی۔ اس موقع پر بغور دستر خوان کی طرف دیکھتے ہوئے رتن کچھ پوچھنا ہی چاہتی تھی کہ عادل خان بول اٹھا۔

”مجھے آنے میں کچھ دیر ہو گئی ـــــ پہلے میں کچھ آگے دکانوں کی طرف چلا گیا تھا، وہاں سے یہ دستر خوان خریدا، اس کے بعد بھٹیار خانے سے کھانے کا سامان لے کر آیا ہوں۔“

کملا اور رتن دونوں خوش ہو گئی تھیں۔ تینوں فرش پر ہی بیٹھ گئے اور کھانا کھانے لگے تھے۔

کھانے کے بعد سب سے پہلے کملا اٹھی۔ اٹھ کر اس نے کھانے کے برتن صاف کئے۔ کچھ دیر تک تینوں اکٹھے مسہری پر بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔ یہاں تک کہ رتن نے عادل خان کو مخاطب کیا۔

”عادل! اب اٹھیں، ہمیں گھر چھوڑ کر آئیں اور ساتھ ہی یہ بھی بتائیں کہ آپ اپنی اگلی مہم پر کب روانہ ہوں گے؟“

جواب میں عادل نے کچھ سوچا اور کہنے لگا۔

”میرے خیال میں شہنشاہ چند دن تک آگرہ سے نکلنے والا ہے اور مجھے اس کے ساتھ جانا ہو گا۔“

اس پر اس بار کملا بول اٹھی۔

”اگر یہ بات ہے تو ہم دونوں کل پھر آئیں گی۔ اپنے ساتھ ایک نیا قفل لے کر آئیں گی۔ اس کی ایک چابی ہم دونوں کے پاس اور دوسری آپ کے پاس رہا کرے گی۔“

جواب میں عادل خان مسکرایا اور کہنے لگا۔

”کملا! تمہیں ایسا کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔ اس وقت جو میرے پاس قفل ہے اس کی پہلے سے ہی دو چابیاں ہیں۔ ان میں ایک تم لے جاؤ اور ایک میں اپنے پاس رکھ لیتا ہوں۔“

Marfat.com

عادل خان کے اس جواب پر کملا اور رتن دونوں خوش ہو گئی تھیں۔
اتنی دیر تک عادل نے ان دونوں کو ایک چابی لا کر دی۔ تینوں مکان سے نکلے۔ عادل نے باہر سے قفل لگایا۔ اس کے بعد وہ کملا اور رتن دونوں کو سانول داس کے ہاں چھوڑنے جا رہا تھا۔

◎......◎

Marfat.com

* * *

اکبر کے دربار میں اب وہ دانش مند اور عقل مند اشخاص بھی شامل ہونا شروع ہو گئے تھے جنہیں تاریخ میں اکبر کے نورتن کہا جاتا ہے۔

رتن جواہرات کو کہتے ہیں اور رتن کی بھی نو قسمیں شمار کی جاتی ہیں۔ یعنی لعل، موتی، پکھراج، زمرد، مونگا، لاجورد، نیلم، ہیرا اور الماس۔ چنانچہ وہ صاحبِ خرد لوگ جو اکبر کے دربار میں جمع ہونا شروع ہو گئے تھے اور جن کی صحبت سے اکبر نے لطف اٹھانا شروع کر دیا تھا وہ بھی تعداد میں نو تھے اور بڑی اہم شخصیات تھیں۔ اس لئے انہیں بھی تاریخ میں نورتن یعنی نو ہیرے شمار کیا جاتا ہے۔

ان نورتن میں سرِ فہرست ملا دو پیازہ آتا ہے۔ ملا دو پیازہ کا اصل نام ابوالحسن بن ابومحاسن بن ابوالمکارم تھا۔ یہ شخص عرب کے شہر طائف کا رہنے والا تھا۔ وہیں 1540ء کو پیدا ہوا۔ یہ بچپن ہی سے خوش طبع، خوش مزاج اور ظریف تھا۔ پھر اس کے گھر کے حالات بہت خراب ہو گئے۔ اس کے باپ نے دوسری شادی کر لی جس کی وجہ سے حالات زیادہ خراب ہو گئے اور اس کا باپ دوسری ماں سے خفا ہو کر گھر سے نکل کر کہیں چلا گیا۔

یہ دور ابوالحسن یعنی ملا دو پیازہ کے لئے بڑا کڑا تھا۔ اسے باپ سے محبت بھی تھی۔ لہٰذا ہر چیز چھوڑ کر باپ کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ اِدھر اُدھر دھکے کھاتے ہوئے، مصیبتیں برداشت کرتے ہوئے ایک قافلے سے دوسرے قافلے کے ساتھ سفر کر کے باپ کو تلاش کرتا رہا۔ اُسے باپ تو کہیں نہ ملا آخر کار وہ ایک ایرانی قافلے کے ہمراہ ایران پہنچ گیا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ ہمایوں ہندوستان میں شیر شاہ سوری سے ہزیمت اٹھانے کے بعد

Marfat.com

شیر شاہ سوری کے خلاف مدد مانگنے کے لئے ایران کی طرف گیا ہوا تھا۔

ان دنوں ہمایوں کے ساتھ اس کا ایک سالار اللہ بخش تھا۔ اس نے ملا دو پیازہ یعنی ابوالحسن کے طور طریق، اس کی عادتیں، اس کے اطوار، اس کی خوش مزاجی، اس کی بذلہ سنجی و لطیفہ گوئی کو بے حد پسند کیا۔ چنانچہ ابوالحسن کو اس نے اپنے ساتھ رکھ لیا اور ہندوستان لے آیا۔

مگر افسوس جس وقت ابوالحسن اپنے اس مربی کے ساتھ ہندوستان کے سفر پر تھا کہ اللہ بخش کابل کے ایک محاصرے میں مارا گیا۔ اور جب لشکری ہندوستان کا رخ کر رہے تھے تو ابوالحسن بھی لشکر کے ساتھ ہندوستان پہنچ گیا۔

1556ء میں ماچھی واڑہ کی لڑائی کے بعد اس نے دہلی کی بود و باش اختیار کر لی۔ اس وقت ابوالحسن کی عمر پندرہ سولہ برس کی تھی لیکن صاحبِ علم ہونے کے ساتھ ساتھ وہ قرآنِ مقدس کی ایسی تلاوت کرتا تھا کہ سننے والا محو ہو کر رہ جاتا تھا۔ چونکہ ابوالحسن نے اپنے وطن سے نکل کر بڑے دھکے کھائے تھے لہٰذا دنیا سے بیزار ہو کر شمس الامراء محمد خان لودھی کی مسجد میں رہنا شروع کر دیا۔

چونکہ ایک نامور عالم ہونے کے ساتھ ساتھ خوش الحانی سے قرآن مقدس پڑھنے میں بھی اپنا جواب نہ رکھتا تھا چنانچہ لوگ بڑی تیزی سے اس کی طرف مائل ہونے لگے۔ ساتھ ہی اس کی لطیفہ گوئی نے شہر میں ایک دھوم سی مچا دی تھی۔

ایک روز ابوالحسن کو دہلی کے ایک صاحب ثروت شخص نے دعوت پر بلایا اور اس دعوت میں ایک قسم کا پلاؤ پیش کیا گیا۔ وہ پلاؤ ابوالحسن کو بڑا پسند آیا۔ زندگی میں پہلی بار وہ پلاؤ کھا رہا تھا۔ چنانچہ جو شخص اس کے برابر دستر خوان پر بیٹھا پلاؤ کھا رہا تھا، ابوالحسن نے دھیمے سے لہجے میں اور سرگوشی میں اسے مخاطب کر کے کہا۔

"یہ جو کھانا ہم کھا رہے ہیں اس کا نام کیا ہے؟"

اس شخص نے ازراہِ تفنن ابوالحسن کو جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اسے دو پیازہ پلاؤ کہتے ہیں۔"

ابوالحسن یہ نام سن کر بے حد خوش ہوا۔ بلکہ دل میں عہد کر لیا کہ جب کبھی بھی کوئی اس کی دعوت کرے گا تو جس دعوت میں یہ دو پیازہ پلاؤ ہوا کرے گا وہ اس دعوت میں جائے گا۔ اور جس دعوت میں دو پیازہ پلاؤ پیش نہیں کیا جائے گا اس دعوت کو قبول ہی

Marfat.com

نہیں کرے گا۔

چنانچہ اپنے اس عہد، اپنے اس قول کو ابوالحسن نے یہاں تک نبھایا کہ جب کوئی اُسے دعوت پر بلاتا تو پہلے ابوالحسن پوچھ لیتا کہ یہ بتاؤ دستر خوان پر دو پیازہ پلاؤ بھی چنا جائے گا کہ نہیں؟

اگر کوئی کہتا کہ نہیں، دو پیازہ پلاؤ نہیں چنا جائے گا تو وہ دعوت قبول ہی نہ کرتا۔ اور اگر کوئی جواب دیتا کہ ہاں دو پیازہ پلاؤ پیش کیا جائے گا تو ابوالحسن فوراً اس کی دعوت قبول کر لیتا۔

چنانچہ اسی دو پیازہ کی وجہ سے ابوالحسن کا نام ملا دو پیازہ پڑ گیا۔ اسی ملا دو پیازہ یعنی ابوالحسن نے کچھ عرصہ تو مسجد میں گزارا۔ آخر اس کی ظرافت، اس کے علم کی شہرت پھیلی، خوب چرچا ہوا۔ تب اکبر کے دوسرے نورتنوں میں سے ابوالفضل اور فیضی بھی اس کے پاس آنا شروع ہوئے اور اس کی صحبت سے لطف اندوز ہونے لگے۔ چنانچہ انہی کی وجہ سے ملا دو پیازہ اکبر کے دربار میں پہنچ گیا اور اکبر کے دربار میں اپنی ظرافت اور خوش طبعی کی وجہ سے ملا دو پیازہ ایسا مشہور ہوا کہ اس کی صحبت میں بادشاہ کا یہ حال ہوا کرتا تھا کہ وہ ہر دم اور ہر حالت میں ملا دو پیازہ کو اپنے ساتھ رکھنے لگا تھا۔ یہاں تک کہ جب اکبر کسی مہم پر نکلتا یا لڑائی پر جاتا تب بھی ملا دو پیازہ کو اپنے ساتھ رکھا کرتا تھا۔

تاریخ کے اوراق میں ملا دو پیازہ اور لالہ بیربل کی آپس میں نوک جھونک بڑی مشہور اور اہم خیال کی جاتی ہے اور ان کی اس نوک جھونک اور مسخرا پن سے اکبر بڑا لطف اندوز ہوا کرتا تھا۔

ملا دو پیازہ ساٹھ برس کی عمر میں اکبر کے ساتھ احمد نگر کے محاصرے سے واپس آتے ہوئے بیمار ہو گیا اور لگاتار ایک ماہ تک بیمار رہا۔ آخر پندرہ رمضان 1600ء کو ہنڈیا نام کے ایک قصبے میں ملا دو پیازہ نے وفات پائی۔ اس کی وفات پر کسی ظریف نے اس وقت یہ لطیفہ کہا۔

''واہ بھئی ملا دو پیازے! مر کر بھی ہنڈیا کا پیچھا نہ چھوڑا۔''

ملا دو پیازہ کو یہ بھی کمال حاصل تھا کہ جس وقت اکبر چاند بی بی کے مقابلے کے لئے نکلا تو اسی ملا دو پیازہ کے لطیفے نے بادشاہ کو اس مہم سے واپس کر دیا۔

ملا دو پیازہ کے علاوہ باقی آٹھ رتن بھی کافی مشہور ہوئے۔ لیکن ملا دو پیازہ کا شمار

Marfat.com

سب سے اوپر کیا جاتا ہے۔

نو رتنوں کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

پہلا ملا دو پیازہ، دوسرا ابوالفضل، تیسرا فیضی، چوتھا کوکلتاش، پانچواں حکیم حمام، چھٹا حکیم ابوالفتح، ساتواں بیربل، آٹھواں ٹوڈرمل اور نواں راجہ مان سنگھ۔

ملا دو پیازہ یعنی ابوالحسن کے بعد دوسرا اہم نو رتن فیضی تھا۔ وہ شیخ مبارک کا بیٹا تھا اور تیسرے نو رتن ابوالفضل کا بڑا بھائی تھا۔ یہ شخص ہجری 954 میں پیدا ہوا۔ شگفتہ بیانی، زندہ دلی میں سحر خیز تھا، جلال الدین اکبر کے عہد سلطنت میں اس نے بڑا عروج پایا اور ملک الشعراء کا خطاب حاصل کیا۔ اپنی زندگی کے چالیس برس تک فیضی تخلص رکھا بعد میں تخلص بدل کر فیاضی رکھ لیا۔

جہاں اس نے بہت سے اچھے کام کیے وہاں اس نے برے اور بدی کے کام زیادہ کیے۔ سب سے پہلے اس نے ہندو بن کر سنسکرت کی زبان خفیہ طور پر حاصل کی۔ اس کے بعد ہندو عقائد اور رسوم اور دستورات کی تحقیق کی اور بہت سی سنسکرت کی کتابوں کا فارسی ترجمہ کیا۔

اس کی زندگی کا سب سے برا، قبیح اور نا قابلِ معافی فعل یہ تھا کہ چاپلوسی کرنے میں سب سے آگے تھا۔ اور یہی وہ شخص تھا جس نے اکبر کو پیغمبر قرار دینے اور مشہور کرنے کا خاص اہتمام کیا۔ اس گمراہ شخص نے کلام اللہ کی بے نقط تفسیر لکھ کر ایک درخت کی جڑ تلے دفن کر دی تھی۔ اس کے بعد اسے وہاں سے نکالا گیا اور یہ مشہور کر دیا کہ وہ اکبر پر نازل ہوئی ہے۔ یہ بھٹکا ہوا شخص پچاس برس کئی مہینوں کا ہو کر 1587ء کو انتقال کر گیا۔

تیسرا نو رتن ابوالفضل تھا جو فیضی کا چھوٹا بھائی اور شیخ مبارک کا بیٹا تھا۔ یہ شخص اپنے آپ کو مؤرخ خیال کرتا تھا۔ لیکن مؤرخین ابوالفضل کو قابل اعتماد خیال نہیں کرتے۔ مؤرخین کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ شخص انتہا درجہ کا چاپلوسی کرنے والا تھا۔ اس کے متعلق یہ بھی لکھتے ہیں کہ کسی شہنشاہ کو اتنا بڑا چاپلوس شخص نہیں ملا ہو گا جتنا کہ اکبر کو ابوالفضل کی صورت میں نصیب ہوا تھا۔ یہ شخص اسلام کو نقصان پہنچانے والا تھا۔ اس کی انگیخت پر جلال الدین اکبر نے نیا دینِ الٰہی شروع کیا تھا۔ انتہا درجہ کا بے دین تھا۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ فلسفے ہی کو اپنا مذہب خیال کرتا تھا اور ایک طرح سے ملحد تھا۔

Marfat.com

چوتھا رتن بیربل تھا۔ بیربل کے لغوی معنی زورمند پہلوان کے ہیں۔ فلسفہ وہدایت کا قائل تھا جسے دوسرے الفاظ میں فلسفہ ہمہ اواست بھی کہا جا سکتا ہے۔ یہ شخص بڑا مزاج شناس اور خوش بیان تھا۔ سخن سنجی، بذلہ گوئی اور ظرافتِ طبع میں بھی بڑا نامور اور مشہور تھا۔ اس کے علاوہ بڑا عالی ہمت بھی تھا۔ اکبر کے لشکر میں تین ہزاری سالار بھی تھا۔ اس کے علاوہ اسے اکبر کے مزاج میں بڑا دخل تھا۔ اس کے دربار کی رونق بھی خیال کیا جاتا تھا۔ یہ افغانستان کی جنگ میں کام آیا۔

دوسرے رتن بھی اپنے اپنے لحاظ سے اہم تھے لیکن تاریخ کے اوراق میں ان کی کوئی زیادہ اہمیت نہیں ہے۔

●●●

اکبر نے چونکہ کچھ وجوہات کی بناء پر عبداللہ خان ازبک پر حملہ کیا تھا اور اُسے گجرات کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کیا تھا۔ لہٰذا ازبک، اکبر کے خلاف ہو گئے جس کی بناء پر ایک بار پھر اپنے لشکر کے ساتھ اکبر کو آگرہ سے نکلنا پڑا۔

جہاں تک ازبکوں کا تعلق تھا تو ازبک نہایت وفاداری اور تن دہی کے ساتھ اکبر کا ساتھ دے رہے تھے۔ انہوں نے مغل حکومت کے قیام اور استحکام کے لئے گراں قدر خدمات بھی انجام دی تھیں۔ جو ازبک اکبر کی ملازمت میں تھے وہ ایک کنبے کی صورت میں سلطنت کے مشرقی صوبے میں یکجا ہو گئے تھے۔ اب ان کا سردار علی قلی خان تھا۔ علی قلی خان کی ماں اصفہان کی تھی۔ وہ خود عراق میں پیدا ہوا تھا۔ بذاتِ خود تو ازبک نہیں تھا لیکن چونکہ وہ یہ خیال کرتا تھا کہ اس کے آباؤ اجداد ازبک ہیں لہٰذا اس نے ازبکوں کا ساتھ دیا۔

چنانچہ مشرق میں بسنے والے ازبکوں کا علی قلی خان اپنے آپ کو سردار خیال کرنے لگا اور عبداللہ خان ازبک کے گجرات کی طرف مار بھگانے کی وجہ سے ازبک تیغ پا ہو گئے تھے۔

علی قلی اس وقت جون پور میں تھا جبکہ اس کا بھائی بہادر خان اس کے پڑوس کے علاقے میں رہتا تھا۔ جبکہ ان دونوں کا چچا ابراہیم خان جون پور کے شمالی علاقے پر حاکم مقرر تھا۔ انہی کے کنبے کا ایک اور فرد سکندر خان، اودھ پر عامل تھا۔

یہ ازبک اس بات پر فخر کرتے تھے کہ ان کا تعلق شیبانی خان کے قبیلے سے تھا۔ یہ

Marfat.com

وہی شیبانی خان تھا جس نے ایشیائے کوچک سے بابر کو مار مار کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ ازبکوں کا یہ بھی خیال تھا کہ بیرم خان کے بعد اکبر صرف ان ازبکوں کی وجہ سے تخت نشین ہو سکا تھا۔

ان ازبکوں کو شکایت یہ تھی کہ انہیں اتنی گراں قدر خدمات کا صلہ نہیں دیا گیا تھا بلکہ اکبر کی عنایات کا مرکز ایرانی تھے۔ انہیں ایک شکوہ یہ بھی تھا کہ انہیں مشرقی صوبوں میں مختلف جگہوں پر تعینات کر کے ہر وقت ہنگامی حالات میں الجھا دیا گیا ہے اور یوں وہ دربار سے دور کر دیئے گئے ہیں۔ جس کا مطلب وہ یہ خیال کرتے تھے کہ وہ اعلیٰ مناصب سے جان بوجھ کر دور کیے گئے ہیں۔

چنانچہ جب ان ازبکوں کو مشرق کے علاقوں پر مقرر کر دیا گیا تو ان کی غیر موجودگی میں مرکز میں اہم مناصب ان لوگوں کو ملنے لگے جن کی خدمات قابل ذکر نہ تھیں۔

دوسری طرف اکبر کی یہ حالت تھی کہ وہ اپنے باپ ہمایوں کے تمام مصائب کی ذمہ داری ازبکوں پر عائد کرتا تھا۔ مالوہ کے عبداللہ خان کے خلاف اکبر کی کارروائی سے ازبکوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ اکبر ان کے پورے قبیلے سے متنفر ہو گیا ہے۔ چنانچہ ازبکوں نے علیحدگی اختیار کرنے کی کوشش کی اور فیصلہ کر لیا کہ ہر حال میں وہ ایک جگہ مل کر زندہ رہیں گے یا مل کر مریں گے۔

چنانچہ عبداللہ خان ازبک پر حملہ آور ہونے کا انتقام لینے کے لئے ازبکوں نے مل کر ایک منصوبہ بنایا۔ یہ طے کیا گیا کہ سکندر خان اور ابراہیم خان ایک لشکر لے کر قنوج کی طرف پیش قدمی کریں گے اور ان علاقوں پر قبضہ کر لیں گے۔ زمان خان، اور بہادر خان نے اپنے ذمے یہ کام لگایا کہ وہ مانک پور اور آس پاس کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر وہاں قابض ہو جائیں گے۔ اسی دوران عادل خان کے بڑے بھائی آصف خان اور وزیر خان بھی مال غنیمت کے سلسلے میں اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے بھاگ کر علی قلی خان کے پاس پہنچ گئے تھے جسے تاریخ کے اوراق میں زمان خان بھی کہا جاتا ہے۔

چنانچہ ازبکوں نے عملی کام کی ابتداء کی۔ ابراہیم اور سکندر نے قنوج کا رخ کیا۔ وہاں جو مغلوں کا چھوٹا سا لشکر تھا اسے شکست دی۔ دوسری طرف علی قلی خان یعنی خان زمان اور اس کا بھائی بہادر خان مانک پور کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں آصف خان کی غیر موجودگی میں ایک شخص مجنوں خان حاکم تھا۔ علی قلی خان اور بہادر خان نے اس کا

Marfat.com

محاصرہ کرلیا۔

اکبر کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو اس نے منعم خان کو ایک لشکر دے کر 25 مئی 1565ء کو آگرہ سے قنوج کی طرف روانہ کیا۔ گرمی کی شدت کے باعث یہ لشکر صرف رات ہی کے وقت پیش قدمی کرتا تھا، دن کو کہیں آرام کر لیتا تھا۔

اسی دوران ایک لشکر کے ساتھ اکبر خود بھی آگرہ سے نکلا۔ سلطنت کے خلاف بغاوت کرنے والے ازبک یہ خیال کر رہے تھے کہ اکبر خود تو آگرہ ہی میں رہے گا جبکہ منعم خان پر بھروسہ کرے گا تا کہ وہ بغاوتوں کو فرو کر سکے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اکبر آگرہ سے نکلا، آندھی اور طوفان کی طرح حرکت میں آیا۔ اس دوران اکبر کو اطلاع ملی کہ سکندر خان لکھنؤ میں داخل ہو کر وہاں قیام کرنا چاہتا ہے۔ اکبر انتہا درجہ کا سیخ پا ہوا۔ طوفان کی طرح حرکت میں آیا۔ لکھنؤ اور قنوج کے درمیان 70 میل کا فاصلہ اس نے صرف دو راتوں اور ایک دن میں طے کر کے باغی سکندر خان کو حیرت زدہ کر دیا تھا۔

سکندر خان کو جب پتہ چلا کہ وہ تو لکھنؤ پر قبضہ کرنے کی سوچ رہا تھا جبکہ اکبر خود بھی ایک لشکر کے ساتھ لکھنؤ کا رخ کر رہا ہے، چنانچہ سکندر خان اپنی جان بچانے کی فکر کرتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا اور علی قلی خان اور اس کے بھائی بہادر خان سے جا ملا۔

سکندر سے جب علی قلی خان اور اس کے بھائی بہادر خان کو خبر ملی کہ اکبر نے صرف منعم خان پر ہی بھروسہ نہیں کیا بلکہ ایک لشکر لے کر وہ خود بھی نکلا ہے اور لکھنؤ پر اُس نے قبضہ کر لیا ہے تو یہ سارے باغی پوری رفتار کے ساتھ گنگا کے ساتھ ساتھ پسپا ہو کر ملک کے شمال مشرق کی طرف ویران علاقوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔

اسی دوران عادل خان کے دونوں بھائیوں آصف خان اور وزیر خان نے بھی ایک چال چلی۔ پہلے تو وہ بھاگ کر علی قلی خان کی طرف گئے تھے۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ علی قلی خان خود بھاگتا پھر رہا ہے تو ان کی غیر موجودگی میں ان کے علاقوں پر اکبر نے ایک سالار مجنوں خان کو مقرر کیا تھا۔ آصف خان اور وزیر خان نے مجنوں خان سے رابطہ قائم کر کے اکبر سے معافی مانگنے کا تہیہ کر لیا۔

چنانچہ مجنوں خان کو ساتھ لے کر آصف خان اور وزیر خان دونوں بھائی اکبر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنے رویے کی معافی مانگی اور ریاست گونڈوانہ سے حاصل ہونے والے مالِ غنیمت کا ایک اور حصہ بھی انہوں نے اکبر کی خدمت میں پیش کیا اور

Marfat.com

وقتی طور پر وہ اکبر کی ناراضگی کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

باغی ازبک جب ویرانوں کی طرف چلے گئے تو انہیں یہ بھی خبر دی گئی کہ اکبر چند دن آرام کرنے کے بعد ان کے تعاقب میں نکلے گا۔ تب علی قلی خان اور اس کے ساتھی بڑے پریشان ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اکبر کے خلاف بنگال کے حکمران سلیمان سے مدد حاصل کرنی چاہئے۔ اکبر کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے حاکم سلیمان کے پاس اپنا نمائندہ بھیجا اور اسے باغیوں کی مدد کرنے سے روکا۔

اب سارے باغی سالاروں یعنی علی قلی خان، بہادر خان، سکندر خان، ابراہیم خان کے لئے حالات ابتر ہونا شروع ہو گئے تھے اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ فرہان کے مقام پر خیمہ زن تھے کہ انہیں اطلاع ملی کہ اکبر بڑی تیزی سے یورش کرتا ہوا دریائے گھاگرا کے جنوبی کنارے پہنچ گیا ہے اور باغیوں کے لشکر کی اس نے اچھے جاسوسوں کے ذریعے نگرانی کرنی شروع کر دی ہے۔

اسی دوران باغیوں کا ایک خاصا بڑا لشکر کمک اور ضروریات کا سامان حاصل کرنے کے لئے خیر آباد کی طرف بڑھا۔ اس صورتِ حال کی خبر جب اکبر کو ہوئی تو اس نے اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کر لیا۔ اس کی کمانداری عادل خان اور اپنے ایک سالار معز الملک کے حوالے کی اور انہیں خیر آباد کی طرف باغیوں کے لشکر پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا اور خود اکبر باقی لشکر کو لے کر الہ آباد روانہ ہوا تاکہ وہاں قیام کر کے حالات کے رخ کا جائزہ لے۔

خیر آباد کی طرف جانے والے باغیوں کے لشکر سے نمٹنے کے لئے عادل خان اور اس کے ساتھی معز الملک نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ یہ کہ اپنے کچھ مخبروں کو ان پر نگاہ رکھنے کے لئے مقرر کیا ـــــ اس کے بعد انہی مخبروں کی رہنمائی میں وہ خیر آباد کی طرف جانے والے باغیوں کے پیچھے ہو لئے تھے۔

کچھ دور آگے جا کر عادل خان نے معز الملک سے مشورہ کیا۔ اس کے بعد معز الملک کو آدھے لشکر کے ساتھ ایک ایسی جگہ گھات میں بٹھا دیا جہاں زمین کٹی پھٹی تھی اور ایک لشکر بڑے احسن طریقے سے گھات لگا سکتا تھا۔ جبکہ باقی لشکر کے ساتھ عادل خان دلوں پر جنون طاری کرتے آلام کے بے تاب بگولوں کی طرح آگے بڑھا، ایک لمبا چکر بڑی تیزی سے کاٹتا ہوا وہ باغیوں کے اس لشکر کے سامنے کی طرف گیا جو خیر آباد کا رخ

Marfat.com

کر رہا تھا۔

تھوڑا سا آگے جا کر عادل خان نے اپنے لشکر کے ساتھ باغی لشکر کی راہ روک لی تھی۔ اب باغیوں کی بدقسمتی کہ ابھی انہوں نے لوٹ مار اور دست درازی کر کے لوگوں سے سامان چھیننے کی ابتداء بھی نہیں کی تھی کہ عادل خان ان کی راہ روک کھڑا ہوا۔ جونہی باغیوں کا لشکر اس کے قریب آیا عادل خان فوراً حرکت میں آیا۔ چنانچہ وہ باغیوں پر زیست گریز پا، تلخ حقائق سے روشناس کرتے طوفانوں کے بگڑتے تیور، جیون کے ہر لمحے کو تشنگی کی دھوپ، نفس کے زیر و بم تک کو مجروح کن حقیقت میں بدل دینے والی قضا کی دہشت انگیزی کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

باغیوں نے جب دیکھا کہ اکبر کا ایک لشکر ان کی راہ روک کر ان پر حملہ آور ہوا ہے اور اس لشکر کی کمانداری عادل خان کر رہا ہے تب انہوں نے بھی جوابی کارروائی کی۔ عادل خان پر مایوسی کے سیم تھوہر، پیلے موسموں کی تخریب اور صدیوں کے قہر کی صورت ٹوٹ پڑے تھے۔

ان ویرانوں کے اندر کچھ دیر تک ہولناک رن پڑا جس کے نتیجے میں عادل خان نے دشمن کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ یہ صورت حال باغیوں کے لئے بڑی عبرت خیز تھی۔ ویرانوں کے اندر ان کی حالت اب بڑی تیزی سے اندھے بنجر دشت، سوکھے بے آب صحرا اور سلگتے نم ناک کرب کی سی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ انہیں اپنی شکست کا یقین ہو گیا۔ لہٰذا وہ پلٹے، جدھر سے آئے تھے ادھر ہی کو بھاگ کھڑے ہوئے۔

لیکن ان کی بدبختی جس وقت وہ بھاگتے ہوئے اس جگہ پہنچے جہاں پہلے عادل خان نے اپنے ساتھی معز الملک کو لشکر کے ایک حصے کے ساتھ گھات میں بٹھایا ہوا تھا، معز الملک اپنی گھات سے نکلا اور وہ بھی باغیوں پر صحرائی بگولوں کے تلاطم، برق شکن آندھیوں اور جھلسا دینے والی آگ کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اس طرح جب گھات سے نکل کر معز الملک باغیوں پر حملہ آور ہوا تو باغیوں کو اس کا مقابلہ کرنے کے لئے رکنا پڑا۔ اس پر ان کی بدقسمتی کہ پشت کی جانب سے یلغار کرتا ہوا عادل خان بھی طوفانی عفریت کی طرح ان کے قریب پہنچ گیا تھا۔ پھر وہ پشت کی جانب سے راحت کو اضطراب، اطمینان کی سوزش میں تبدیل کر دینے والی طوفانی آتش

Marfat.com

نا کی کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

اس طرح دوطرفہ حملے کے نتیجے میں باغیوں کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور بہت کم کو اپنی جانیں بچا کر بھاگنے کا موقع ملا۔

علی قلی خان اور اس کے باغی ساتھیوں کو جب خبر ہوئی کہ خیر آباد کی طرف جانے والے ان کے لشکر کا مکمل طور پر قلع قمع کر دیا گیا ہے اور یہ کہ کسی مقام پر بھی انہیں کامیابی نصیب نہیں ہوئی تب وہ بڑے فکر مند ہوئے۔ اب انہوں نے اپنی بہتری اور بھلائی اسی میں سمجھی کہ باغیانہ رویہ ترک کر کے اکبر سے اپنے رویے کی معافی مانگیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں علی قلی خان نے منعم خان سے رابطہ قائم کیا اور اکبر سے معافی دلانے کی التجا کی۔

اکبر کو جب ان کا پیغام ملا تو اس نے یہ فیصلہ کیا کہ پہلے علی قلی خان اپنی ماں اور اپنے چچا کو اکبر کے پاس بھیجے۔ ان کی حیثیت یرغمالی کی سی ہو گی۔ اور جب معافی نامہ طے ہو جائے تو اس کے بعد پہلے علی قلی خان اور پھر بہادر خان اور سکندر اکبر کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں۔

علی قلی خان سے پہلے بھی غلطیاں ہو چکی تھیں۔ اس نے باغیانہ رویہ اختیار کیا تھا اور یہ دوسری بار تھا کہ اس نے اکبر کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی تھی اور دھوکا دیا تھا۔ لیکن اکبر نے بہرحال علی قلی خان اور اس کے ساتھیوں کو معاف کر کے انہیں ان کے عہدوں پر بحال کر دیا تھا۔

باغیوں کو معافی دینے کے بعد اکبر نے اپنا ایک لشکر عادل خان اور کچھ دوسرے سالاروں کی کمانداری میں دریائے گھاگرا کے قریب چھوڑا اور خود باقی لشکر کو لے کر وہ آگرہ کی طرف روانہ ہوا تھا۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

آگرہ پہنچ کر اکبر کے لئے ایک اور مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس لئے کہ کابل سے اس کے بھائی حکیم مرزا کے ایلچی ہندوستان آئے اور انہوں نے اکبر کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی کہ کابل میں سلیمان مرزا نے اپنے نام کا خطبہ جاری کر لیا ہے۔ سلیمان مرزا دراصل بدخشاں کا حاکم تھا۔ خود تو وہ بدخشاں ہی میں قیام کئے رہا جبکہ اپنی طرف سے اس نے مرزا سلطان نام کے ایک شخص کو کابل پر حاکم مقرر کر دیا تھا۔

چنانچہ ان حالات میں حکیم مرزا حرکت میں آیا۔ سلطان مرزا کو اس نے کابل سے نکال کر اقتدار دوبارہ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

ان قاصدوں نے اکبر پر یہ بھی انکشاف کیا کہ اب جبکہ حکیم مرزا جو رشتے میں اکبر کا بھائی تھا وہ کابل پر قابض ہو گیا ہے تو سلیمان مرزا حاکم بدخشاں ایک بہت بڑا لشکر لے کر کابل پر فوج کشی کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ قاصدوں نے اکبر پر یہ بھی انکشاف کیا کہ اگر حضور اس وقت حکیم مرزا کی مدد کریں تو حالات بہتر ہو جائیں گے۔

چنانچہ یہ پیغام سننے کے بعد اکبر نے پنجاب کے سب سرکردہ امراء کے نام احکامات جاری کئے اور اپنے ملتان کے حاکم کو بھی لکھا کہ جب بدخشاں کا حاکم سلیمان مرزا کابل پر حملہ کرے تو وہ سب فوراً وہاں پہنچ کر حکیم مرزا کی مدد کریں اور سلیمان مرزا کا مقابلہ کریں۔

انہی دنوں حکیم مرزا کا ایک ماموں جس کو فریدون کابلی کہتے تھے، اکبر کے پاس قیام کئے ہوئے تھا۔ ان حالات میں وہ اکبر سے اجازت لے کر اپنے بھانجے حکیم مرزا کی مدد کے لئے کابل کی طرف روانہ ہوا۔ اس سے قبل کہ پنجاب کے امراء یا حکیم مرزا کا ماموں اس کی مدد کے لئے کابل پہنچتا، سلیمان مرزا کابل پر حملہ آور ہوا۔ حکیم مرزا اس

Marfat.com

کا مقابلہ نہ کر سکا اور وہ کابل سے فرار ہو کر سندھ کی طرف بھاگ گیا۔

چنانچہ حکیم مرزا کے ماموں فریدون خان نے دریائے سندھ کے کنارے حکیم مرزا سے ملاقات کی اور اسے سمجھایا کہ ان دنوں شہنشاہ اکبر اپنی پوری توجہ علی قلی خان اور دیگر ازبک امراء کے ہنگامے کیطرف مبذول کئے ہوئے ہے۔ چنانچہ ان حالات میں اگر وہ فائدہ اٹھا کر لاہور میں داخل ہو جائے تو وہاں کا حاکم مقرر ہو کر پنجاب پر قبضہ کر سکتا ہے اور پھر اپنی طاقت اور قوت کو مستحکم کر کے وہ کابل پر حملہ آور ہو کر سلیمان مرزا کو بھی وہاں سے بھگا سکتا ہے اور اس طرح کچھ علاقوں میں اپنی حکومت کو مستحکم کر سکتا ہے۔

چنانچہ اپنے ماموں کی انگیخت پر حکیم مرزا لاہور کی طرف روانہ ہوا۔

دوسری طرف لاہور کے امراء کو جب خبر ہوئی کہ حکیم مرزا اپنے ماموں کے کہنے پر ان پر حملہ آور ہونے کے لئے شہر کا رخ کئے ہوئے ہے تو وہ قلعہ بند ہو گئے اور حکیم مرزا کے خلاف مدافعت شروع کر دی۔

حکیم مرزا نے لاہور پہنچ کر اپنے لشکر کے ساتھ مہدی قاسم کے باغ میں قیام کیا۔ اس دوران اس نے پنجاب کے مختلف امراء سے رابطہ قائم کرتے ہوئے انہیں اپنی مدد کے لئے آمادہ کرنے کی کوشش کی لیکن کافی بھاگ دوڑ کے بعد بھی اسے کامیابی نصیب نہ ہوئی۔

ان دنوں اکبر ازبکوں کی بغاوت فرو کرنے اور ایک لشکر کو دریائے گھاگرا کے کنارے چھوڑنے کے بعد بہ مشکل آگرہ میں داخل ہوا ہی تھا کہ ان حالات کی اسے خبر ہوئی۔ چنانچہ وہ لاہور کی طرف روانہ ہوا۔۔۔۔ اُسے خبر ہو چکی تھی کہ حکیم مرزا اس کے خلاف بھی بغاوت کر کے ایک طرح سے پنجاب اور دیگر علاقوں میں اپنی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اکبر حالات درست کرنے کے لئے لاہور کی طرف روانہ ہوا۔

حکیم مرزا ایک روز مہدی قاسم کے باغ میں سو رہا تھا کہ اچانک شور سن کر اس کی آنکھ کھل گئی۔ بیدار ہو کر اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ شور کیوں ہے تو اسے بتایا گیا کہ اکبر اپنے لشکر کے ساتھ لاہور کا رخ کئے ہوئے ہے اور وہ لاہور کے نزدیک پہنچ گیا ہے۔

حکیم مرزا کو جب خبر ہوئی کہ اکبر اپنے لشکر کے ساتھ لاہور کے قریب پہنچ گیا ہے تو وہ ایسا بدحواس ہوا کہ اپنے لشکر کو لے کر فوراً کابل کی طرف بھاگ گیا۔

Marfat.com

حکیم مرزا کی خوش قسمتی کہ ان دنوں برف باری اور شدید سردی کی ابتداء ہو چکی تھی۔ بدخشاں کا حاکم سلیمان مرزا کابل پر قبضہ کرنے کے بعد واپس بدخشاں جا چکا تھا۔ لہٰذا حکیم مرزا نے جب میدان خالی دیکھا تو وہ کابل پر حملہ آور ہوا اور کابل پر اس نے قبضہ کر لیا۔

اس دوران عادل خان کے دونوں بھائیوں آصف خان اور وزیر خان پر بھی افتاد ٹوٹ پڑی۔ وہ چونکہ اکبر سے معافی مانگ چکے تھے لیکن اسی دوران اکبر کا وزیر مال مظفر خان ان دونوں بھائیوں کی طرف سے مطمئن نہ تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ چوڑھ گڑھ کے مالِ غنیمت کا باقاعدہ حساب کتاب نہیں رکھا گیا لہٰذا ان دونوں بھائیوں کے خلاف تحقیقات ضرور ہونی چاہئے۔ چنانچہ ان حالات میں آصف خان اور وزیر خان پھر علی قلی خان کی طرف بھاگ گئے تھے۔ لیکن ان دونوں کی بدقسمتی کہ علی قلی خان کا سلوک ان دونوں بھائیوں کے ساتھ نا مناسب تھا۔ علی قلی خان نے آصف خان کو تو ایسے فرائض سونپے جو اس کے شایانِ شان نہ تھے جبکہ یرغمال کے طور پر اس نے آصف خان کے بھائی وزیر خان کو زندان میں ڈال دیا۔

چنانچہ وزیر خان کسی نہ کسی طرح بھاگ کر لاہور پہنچا۔ لاہور میں اکبر ایک روز سیر و شکار میں مصروف تھا کہ وزیر خان اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور آصف خان کی طرف سے ایک معافی نامہ اکبر کی خدمت میں پیش کیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اکبر نے آصف خان کا قصور معاف کر دیا۔ چونکہ آصف خان اور وزیر خان کا بھائی عادل خان اکبر کے دربار میں تھا اور وہ بڑے والہانہ انداز اور بڑی جانثاری کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے رہا تھا۔ چنانچہ اکبر نے جہاں آصف خان کا قصور معاف کر دیا وہاں وزیر خان کو بھی اپنے پنج ہزاری امراء کے گروہ میں شامل کر لیا تھا اور آصف خان کے لئے اکبر نے یہ حکم جاری کر دیا تھا کہ وہ پہلے کی طرح مانک پور کے علاقے کی طرف جائے اور اس کا نظم ونسق اپنے ہاتھ میں لے لے۔ اس طرح آصف خان اور وزیر خان کے حالات پھر بہتر ہو گئے تھے۔

اکبر نے اپنے لشکر کے ساتھ لاہور ہی میں قیام کیا ہوا تھا کہ ہنگامی حالت میں اسے پھر وہاں سے لوٹنا پڑا۔ اس لئے کہ علی قلی خان اور اس کے ساتھیوں کو جب خبر ملی کہ حکیم مرزا نے اکبر کے خلاف بغاوت کر دی ہے اور وہ پنجاب پر قبضہ کر کے کابل

Marfat.com

تک اپنی حکومت قائم کرنے کے درپے ہے تو علی قلی خان نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ذریعے حکیم مرزا کو یقین دلایا کہ اگر وہ اکبر کے خلاف بغاوت کھڑی کرتا ہے تو وہ اس کی ہر ممکن مدد کریں گے۔ علی قلی خان نے اس قدر غیر ذمہ داری سے کام لیا تھا کہ جس وقت حکیم مرزا لاہور میں پڑاؤ کئے ہوئے تھا اور اکبر آگرہ سے نکل کر لاہور کی طرف روانہ ہوا تھا اس علی قلی خان نے حکیم مرزا کو ہندوستان کے تخت کا دعویدار قبول کر لیا اور اپنے علاقوں میں اس نے حکیم کے نام کا خطبہ بھی پڑھا دیا تھا۔

لاہور ہی میں قیام کے دوران اکبر کو ایک دوسری خبر ملی۔ اس لئے کہ جب اس کی سلطنت میں حکیم مرزا کی بغاوت کے علاوہ علی قلی خان اور اس کے ساتھیوں کی بغاوت کے علاوہ حکیم کے نام کا خطبہ پڑھا جانے کی اطلاع ملی تب بہت سے مغل شہزادوں نے اکبر کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ جن مغل شہزادوں اور امراء نے اکبر کے خلاف بغاوت کھڑی کی تھی ان میں زیادہ اہم چھ بھائی تھے۔ یہ چھ بھائی الغ مرزا، شاہ مرزا، ابراہیم حسین مرزا، عقیل حسین مرزا، محمد حسین مرزا اور مسعود حسین مرزا تھے۔

اور پھر ان چھ مغل امراء کے بہت سے لڑکے بھی ان کے ساتھ چھوٹے چھوٹے لشکروں کو لئے اکبر کے خلاف بغاوت میں شامل ہو گئے تھے۔ یہ حالات اکبر کے لئے بڑے مایوس کن تھے۔ ایک طرف اس کے رشتے کا بھائی حکیم مرزا بغاوت پر آمادہ تھا، دوسری طرف علی قلی خان اور دیگر ازبک سالاروں نے دوبارہ بغاوت کھڑی کر دی تھی۔ اور تیسری طرف مغل امراء اور شہزادے بھی اکبر کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

اکبر کو لاہور میں مصروف دیکھ کر علی قلی خان اور اس کے ساتھیوں کا دماغ مزید خراب ہوا۔ چنانچہ علی قلی خان اور اس کے ساتھیوں نے ایک لشکر تیار کیا۔ اس وقت تک آصف خان اور وزیر خان دونوں اکبر سے معافی حاصل کر چکے تھے اور معافی حاصل کرنے کے بعد آصف خان کا چھوٹا بھائی وزیر خان لاہور سے آصف خان کے پاس پہنچ گیا تھا۔ لہٰذا دونوں بھائیوں نے اکبر کے حکم کے مطابق مانک پور کا نظم و نسق پھر اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔

علی قلی خان کا یہ ارادہ تھا کہ جو علاقے اس وقت اس کے قبضے میں ہیں انہیں مزید وسعت دینی چاہئے اور اکبر کے مقابلے میں ایک مستحکم سلطنت قائم کرنی چاہئے۔ چنانچہ اپنے لشکر کے ساتھ وہ حرکت میں آیا۔ آصف خان اور وزیر خان کے علاقے

Marfat.com

مانک پور کا اس نے محاصرہ کرلیا۔ آصفؔ خان کے ساتھ ان دنوں اکبر کا سالار مجنوں خان بھی تھا۔ چنانچہ مجنوں خان کے ساتھ مل کر آصف خان اور وزیر خان اپنا دفاع کرنے لگے تھے۔

دوسری طرف عادل خان کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ اس کے دونوں بھائیوں کو چونکہ اکبر نے معاف کر دیا ہے اور انہیں مانک پور کی حاکمیت پر بحال کر دیا ہے لہٰذا وہ ابھی کوئی فیصلہ ہی نہیں کر پا رہا تھا کہ اکبر کی طرف سے تیز رفتار قاصد اس کے پاس آئے۔ اسے اور اس کے ساتھی سالار معز الملک کو حکم ہوا کہ وہ فوراً علی قلی خان کے خلاف آصف خان مجنوں اور وزیر خان کی مدد کریں۔ چنانچہ عادل خان اپنے لشکر کے ساتھ بڑی برق رفتاری سے مانک پور کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

●●●

علی قلی خان نے اپنے ساتھی سالاروں کے ساتھ ایک خاصے بڑے لشکر کو لے کر مانک پور کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ دوسری طرف آصف خان، وزیر خان اور تیسرا سالار مجنوں خان مانک پور کا دفاع کر رہے تھے اور محصور ہو چکے تھے۔ ان کی کوشش تھی کہ کسی نہ کسی طرح مانک پور کو علی قلی خان سے بچا سکیں۔

علی قلی خان کو پورا یقین تھا کہ جو لشکر مانک پور میں آصف خان کی کمانداری میں محصور ہو کر مقابلہ کر رہا ہے اس کی تعداد اس لشکر سے کہیں کم ہے جو وہ لے کر آیا ہے۔ لہٰذا چند دن تک وہ مانک پور پر قبضہ کر لے گا۔ جب مانک پور اس کی گرفت میں آ جائے گا تو اس کی طاقت اور قوت میں ایک خاصا استحکام آ جائے گا۔

لیکن علی قلی خان کی بدقسمتی کہ رات جبکہ اس کے لشکری آرام کر رہے تھے اور کچھ لشکر کے گرد پہرہ دے رہے تھے اس لئے کہ گزشتہ دن انہوں نے مانک پور پر زوردار حملے کئے تھے لہٰذا لشکر کی اکثریت کو تو علی قلی خان نے آرام کرنے کا مشورہ دیا تاہم لشکر کا وہ حصہ جسے پڑاؤ کی حفاظت کے لئے رکھا گیا تھا تازہ دم تھا اسے پڑاؤ کے گرد پہرہ دینے پر مقرر کر دیا تھا۔

ایسے میں عادل خان اور معز الملک دونوں اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئے۔ پھر وقت کی آنکھ نے دیکھا رات کی گہری تاریکی میں عادل خان، علی قلی خان کے لشکر پر طویل سرد راتوں میں محرومیوں بھری اذیتوں، کھولتی صدیوں کی ان گنت اور ان کہی

Marfat.com

داستانیں کھڑی کرتے جوش مارتے موت کے طلسم اور عقوبت بھرے قیامت خیز لمحوں تک میں رقص کر دینے والی قہرمانیت کے سحر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

یہ ایک طرح کا شب خون تھا جو عادل خان نے اچانک علی قلی خان کے لشکر پر مارا تھا۔ علی قلی خان جنگ کا بہترین تجربہ رکھتا تھا۔ اس سے پہلے بڑے بڑے دشمنوں کو اپنے سامنے پچھاڑ بھی چکا تھا۔ اپنے آپ کو شعلہ فشاں، برق سماں سالار خیال کرتا تھا۔ بڑے بڑے سرکشوں کو تباہی کے عکس پھیلاتے کرب اور اذیت کے طوفانوں میں اس نے اُڑا کر رکھ دیا تھا۔

لیکن علی قلی خان کی بدقسمتی، مانک پور کے نواح میں عادل خان نے اس کے سارے ولولے، اس کے سارے حوصلے، اس کے سارے جوش اور جرأت مندی کو دھو کے رکھ دیا تھا۔ رات کی گہری تاریکی میں عادل خان، علی قلی خان کے پڑاؤ پر حوصلہ شکن برق کھولتے بختِ سیاہ کی طرح اچانک ٹوٹ پڑا تھا اور علی قلی خان کے لشکریوں کا ایک طرح سے اس نے قتلِ عام شروع کر دیا تھا۔

علی قلی خان نے اس موقع پر اپنے سالاروں سے مل کر صورتِ حال کو اپنی گرفت میں لینے کی کوشش کی لیکن اتنی دیر تک عادل خان اپنے لشکر کے ساتھ علی قلی خان کے لشکر میں گھس کر موت کا رقص شروع کر چکا تھا۔

علی قلی خان کے لشکر میں افراتفری کا عالم تھا اور عادل خان نے اپنے تیز حملوں سے نہ صرف علی قلی خان کے لشکر کی شیرازہ بندی ادھیڑ کر رکھ دی تھی بلکہ ان کی ترتیب اور ان کی تنظیم پر بھی شوریدگی و پراگندگی طاری کر کے رکھ دی تھی۔

رات کی گہری تاریکی میں عادل خان نے علی قلی خان اور بہادر خان دونوں کو بدترین شکست دی تھی۔ حالانکہ عادل خان کے مقابلے میں وہ دونوں بڑے منجھے ہوئے اور تجربہ کار سالار تھے لیکن عادل خان کے شب خون نے انہیں ہلا کر رکھ دیا تھا۔ لہٰذا اپنے لشکر کو سمیٹتے ہوئے وہ مانک پور سے ہٹے، دریائے گنگا کا رخ کیا ــــ ان کا ارادہ تھا کہ دریائے گنگا کو پار کر کے پہلے مالوہ پر حملہ کیا جائے، پہلے اس علاقے پر قبضہ کیا جائے، وہاں کی ساری دولت کو سمیٹ کر دکن کے سلاطین کے ہاں جا کر پناہ لے لینی چاہئے۔

رات کی تاریکی میں علی قلی خان اور اس کے بھائی بہادر خان کو شکست دینے کے

Marfat.com

بعد عادل خان تھوڑا سا فاصلہ رکھ کر ان کے پیچھے ہو لیا تھا۔ اس لئے کہ علی قلی خان اور بہادر خان کے پاس اب بھی جو لشکر تھا وہ عادل خان کے لشکر سے کئی گنا زیادہ تھا۔

جس وقت علی قلی خان اور بہادر خان دریائے گنگا کو پار کر کے مالوہ کی طرف گئے تب عادل خان اپنے لشکر کے ساتھ وہاں رک گیا تھا۔ اتنی دیر تک مانک پور میں آصف خان، مجنوں خان اور وزیر خان کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ مانک پور کے نواح میں ان کا بھائی عادل خان، علی قلی اور بہادر خان پر حملہ آور ہوا اور شب خون مار کر انہیں بھگایا ہے۔ لہٰذا وہ بھی مانک پور سے نکلے اور دریائے گنگا کا رخ کیا۔

دوسری طرف اکبر بھی حالات پر گہری نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ اُسے خبر ہو گئی تھی کہ مانک پور کے نواح میں عادل خان نے علی قلی خان اور بہادر خان دونوں بھائیوں کو شکست دے کر ایک طرح سے انہیں کھنگال دیا ہے اور اب وہ دونوں بھائی دریائے گنگا کو پار کر کے مالوہ کے علاقے میں داخل ہوئے ہیں اور ان علاقوں پر قابض ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

چنانچہ شاہی لشکر کے ساتھ اکبر حرکت میں آیا۔ پہلے وہ بریلی پہنچا۔ بریلی ہی کے مقام پر اسے خبر ہوئی کہ علی قلی خان تو اپنے بھائی کے ساتھ دریائے گنگا کو پار کر چکا ہے جبکہ عادل خان ابھی دریا کے دوسرے کنارے ہی ہے اور اب آصف خان، مجنوں خان اور وزیر خان بھی عادل خان کے ساتھ آن ملے ہیں۔

ان دنوں اکبر کے خلاف بغاوت کرنے والے کچھ مغل شہزادے اور سالار بھی چونکہ مالوہ میں قیام کئے ہوئے تھے لہٰذا علی قلی خان اور بہادر خان دونوں بھائی ان باغی مغل امراء سے بھی مدد حاصل کرنا چاہتے تھے۔

اکبر نے اپنے شاہی لشکر کے ساتھ بڑی برق رفتاری سے بریلی سے کوچ کر کے دریائے گنگا کا رخ کیا تھا۔ وہ اس جگہ پہنچا جہاں عادل خان، آصف خان، مجنوں خان اور وزیر خان رکے ہوئے تھے۔ وہاں دریا کے کنارے گھاٹ دور تھا لیکن وہاں کوئی کشتی نہ تھی جس کے ذریعے دریا کو عبور کیا جا سکتا۔

اب اکبر کے لشکر میں اضافہ ہونے کے باعث اس کی طاقت اور قوت مستحکم ہو گئی تھی۔ اس لئے آصف خان، مجنوں خان اور وزیر خان کے علاوہ عادل خان بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اکبر سے مل گیا تھا۔

Marfat.com

اکبر رات کے وقت دریائے گنگا کے کنارے ان کے پاس پہنچا۔ لوگوں نے مشورہ دیا کہ اگلے روز کشتیوں کا بندوبست کر کے دریا کو عبور کیا جائے لیکن اکبر نے انتظار کرنے سے انکار کر دیا۔ اکبر اس وقت سندر نامی ہاتھی پر سوار تھا۔ سب سے پہلے اس نے اپنا ہاتھی دریائے گنگا میں ڈالا۔ لوگوں نے بہت منع کیا لیکن اکبر نہ مانا اور ہاتھی کو اس نے دریا میں ڈال دیا۔ چونکہ دریا طغیانی پر نہیں تھا، اترا ہوا تھا لہٰذا دریا کے پایاب ہونے کی وجہ سے ہاتھی کو تیرنے کی زحمت ہی گوارا نہ کرنی پڑی اور دریا کے اندر چلتا ہوا وہ دوسرے کنارے چلا گیا ـــــ اکبر کے پیچھے پیچھے سارا لشکر بھی دریائے گنگا کو عبور کر گیا تھا۔

اب علی قلی خان، بہادر خان اور اس کے سالاروں کی بدقسمتی کہ وہ امید بھی نہیں کر سکتے کہ رات کے وقت اکبر دریا کو عبور کر کے ان پر حملہ آور ہو سکتا ہے یا عادل خان، آصف خان اور دوسرا کوئی سالار دریائے گنگا کو عبور کرنے کی جرأت کر کے ان پر ضرب لگا سکتا ہے۔ اس لئے کہ اس موقع پر گھاٹ پر جو کشتیاں تھیں انہیں علی قلی خان نے استعمال کیا تھا اور ساری کشتیوں کو وہ دوسرے کنارے پر لے جا چکا تھا۔

اس زعم میں رہتے ہوئے رات کے وقت علی قلی خان، بہادر خان اور اس کے سالاروں نے خوب مے نوشی کی اور عیش کوشی میں مصروف ہو گئے۔

اکبر نے سارے لشکر کے ساتھ جس وقت دریائے گنگا کو عبور کر لیا تو علی قلی خان کے علاوہ وہ لشکری جو پڑاؤ کی حفاظت کر رہے تھے ان میں سے ایک نے اکبر کو اپنے پڑاؤ کی طرف آتے دیکھ لیا تھا لہٰذا وہ چلا کر کہنے لگا۔

"بے خبرو! اکبر اعظم دریا کو پار کر کے تمہیں برباد کرنے کے لئے پہنچ گیا ہے۔"

اس موقع پر علی قلی خان اور اس کے سالاروں نے یہ سوچا کہ چونکہ مانک پور کے نواح سے انہیں پسپائی اختیار کرنی پڑی ہے لہٰذا عادل خان کے ساتھ آصف خان اور مجنوں خان بھی دوسرے کنارے تک آ گئے ہوں گے اور انہوں نے یہ افواہ پھیلا کر ایک طرح سے ہمیں فریب دینے کی کوشش کی ہے۔ لہٰذا محافظ کے خبردار کرنے کے باوجود وہ عیش و نشاط میں مصروف رہے۔

لیکن علی قلی خان اور اس کے ساتھیوں کی بدقسمتی کہ عین اسی لمحہ ان کے پڑاؤ کے قریب شاہی نقارے بجنے کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں ـــــ نقاروں کی آوازیں

Marfat.com

سن کر علی قلی خان، بہادر خان اور اس کے سالار حواس باختہ ہو گئے تھے۔ بڑی سرعت کے ساتھ انہوں نے تیاری کی اور اکبر کے پورے لشکر کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔

اس وقت علی قلی نے تو حملہ نہیں کیا تاہم اس کا بھائی بہادر خان ایک لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور اکبر کے لشکر کے ایک حصے پر ضرب لگائی۔ خصوصیت کے ساتھ اس لشکر کو ہدف بنایا تھا جس کی کمانداری مجنوں خان اور آصف خان کر رہے تھے۔ لیکن اس سلسلے میں اسے کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا اور دونوں لشکر اپنی صفیں درست کر کے ایک دوسرے کے سامنے آ گئے تھے۔

اس کے بعد دن کے وقت اس جنگ کی ابتداء بھی بڑے عجیب و غریب انداز میں ہوئی۔ اکبر نے سب سے پہلے اپنے کچھ ہاتھیوں کو علی قلی خان کے لشکر کی طرف ہنکایا۔ ان میں ایک سب سے بڑا اور خونخوار ہاتھی تھا، اس کا نام ہیرا نند تھا۔ سب سے پہلے یہ ہیرا نند ہی علی قلی خان کے لشکر کی طرف گیا۔ اس موقع پر علی قلی خان کے پاس جو ہاتھی تھے انہوں نے بھی ان ہاتھیوں میں سے ایک سرکش اور مست ہاتھی میدان کی طرف ہانکا۔ اس کا نام رودیانہ تھا۔

چنانچہ دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے پہلے دونوں ہاتھی یعنی ہیرا نند اور رودیانہ ایک دوسرے پر انتہائی خونخوار انداز میں حملہ آور ہوئے۔ بری طرح ٹکرائے اور اس ٹکراؤ کے نتیجے میں اکبر کے ہاتھی ہیرا نند نے علی قلی خان کے ہاتھی رودیانہ پر اس زور کا حملہ کیا کہ رودیانہ کو اس نے زمین پر گرا دیا۔

چنانچہ علی قلی خان کے ہاتھی رودیانہ کے زمین پر گرتے ہی دونوں لشکریوں نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا تھا اور ایک دوسرے سے بری طرح گتھ گئے تھے۔

عادل خان اب جوان ہو چکا تھا۔ جہاں اس کے بازوؤں میں قوت، اس کی تلوار میں تیزی تھی وہاں اب اس کے تیر پہلے کی نسبت زیادہ مہلک اور کڑے ہو گئے تھے۔ جنگ کے دوران عادل خان اگلی صفوں میں تھا۔ اس کے ایک طرف آصف خان، مجنوں خان، وزیر خان تھے۔ دوسری جانب اکبر کے دوسرے سالار تھے۔ دونوں لشکروں کے ٹکرانے کے بعد جب سالار ایک دوسرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے لشکریوں کو جنگ کے لئے ابھار رہے تھے عین اسی لمحہ علی قلی خان تھوڑا سا آگے آیا اور عادل خان نے اندازہ لگا لیا کہ وہ اس کے تیر کی زد میں آ گیا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی کمان

Marfat.com

سنبھالی۔ اب وہ بڑی کمان استعمال کرتا تھا۔ بچوں والی کمان اس نے چھوڑ دی تھی۔ ایک کڑا اور سخت منہ کا تیر اس نے چلے پر چڑھایا۔ اس کے بعد جب اس نے شست لے کر تیر چڑھایا، پہلے کی طرح وہ تیر علی قلی خان کی آنکھ میں مارنا چاہتا تھا۔ لیکن اس بار اس کا نشانہ خطا ہو گیا تھا۔ تیر علی قلی خان کی آنکھ میں تو نہیں لگا تاہم اس کے جسم میں پیوست ہو گیا تھا۔ اس طرح تیر لگنے سے علی قلی خان کسی قدر بدحواس ہو گیا تھا۔

تیر لگنے سے ابھی علی قلی خان سنبھالا ہی نہیں تھا، درد کی شدت میں مبتلا تھا اور تیر نکالنے کی جدوجہد میں تھا کہ عادل خان کی طرف سے ایک اور بھاری نوک کا تیر سنسناتا ہوا آیا اور علی قلی خان کے گھوڑے کو لگا۔ عادل خان کا یہ تیر اس کے گھوڑے کی اگلی ٹانگوں کو لگا تھا۔ لہٰذا اس تیر کی وجہ سے گھوڑا صحیح چلنے کے قابل نہ رہا۔ مؤرخین، خصوصیت کے ساتھ محمد بن قاسم فرشتہ اپنی تاریخ میں وضاحت کے ساتھ لکھتا ہے کہ پہلا تیر علی قلی خان کے جسم میں لگا اور ابھی وہ جسم میں لگنے والے تیر کو نکال ہی رہا تھا کہ دوسرا تیر اس کے گھوڑے کو آ کر لگا جس کی وجہ سے گھوڑا اس زخم کی تاب نہ لا کر چلنے سے معذور ہو گیا تھا۔

گھوڑے کو معذور ہوتے دیکھ کر علی قلی خان گھوڑے سے اتر گیا۔ اس دوران علی قلی خان کے بہی خواہوں نے علی قلی خان کو ایک اور گھوڑا پیش کیا۔ اس موقع پر مؤرخین کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ جس وقت علی قلی خان دوسرے گھوڑے پر سوار ہونے کی کوشش کر رہا تھا تو اتنے میں اکبر کے لشکر کا ایک اور ہاتھی اس کے قریب پہنچ گیا۔ اس ہاتھی کا نام نرسنگ تھا اور اس نے آتے ہی علی قلی خان کو اپنے پاؤں تلے کچل کر ہلاک کر دیا تھا۔

مؤرخین کا دوسرا گروہ کہتا ہے کہ علی قلی خان ہاتھی کے پاؤں تلے کچل کر ہلاک نہیں ہوا تھا بلکہ اسے مزید تیر لگے تھے اور تیر لگنے ہی کی وجہ سے وہ دوسرے گھوڑے پر سوار ہی نہیں ہو سکا تھا اور ہلاک ہو گیا تھا۔

علی قلی خان کے مرنے سے اس کے لشکر میں ایک ہلچل مچ گئی تھی۔ افراتفری اور حواس باختگی کا عالم طاری ہو گیا تھا۔ علی قلی خان کی موت نے ان کے حوصلے پست کر دیئے تھے۔ لہٰذا ہر کوئی میدانِ جنگ سے راہِ فرار ڈھونڈنے لگا تھا۔ اس موقع پر اکبر اور اس کے سالاروں نے اپنے اپنے حصے کے لشکروں کے ساتھ چونکہ اپنے حملوں میں مزید

Marfat.com

شدت پیدا کر دی تھی لہٰذا بھاگنے والوں میں مزید بدنظمی پیدا ہو گئی تھی اور اسی افراتفری کے دوران علی قلی خان کے بھائی بہادر خان کو اکبر کے ایک لشکری نے گرفتار کر لیا تھا اور اسے اکبر کے حضور پیش کر دیا تھا۔ اتنی دیر تک علی قلی خان کے لشکر کو بدترین شکست ہو گئی تھی۔ اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔ بہت کم کو اِدھر اُدھر بھاگ کر جانیں بچانا نصیب ہوا تھا۔

بہادر خان کو جب اکبر کے حضور پیش کیا گیا تو اکبر نے اسے دیکھتے ہی اس سے سوال کیا۔

''میں نے تم لوگوں کے ساتھ کون سا برا سلوک کیا تھا جو تم لوگوں نے میرے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا اور میرے مقابلے میں تلوار سنبھال لی؟''

اکبر کے اس سوال کا بہادر خان نے کوئی جواب نہ دیا اور ندامت کی وجہ سے گردن جھکا کر کھڑا رہا۔ بعد میں کچھ سنبھلنے کے بعد بہادر خان نے اکبر کو مخاطب کرتے ہوئے صرف اس قدر کہا۔

''خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آخری وقت میں حضور کا دیدار کر رہا ہوں جو تمام گناہوں کو مٹانے کا باعث ہے۔''

اکبر نے اپنی انسان دوستی سے کام لیتے ہوئے بہادر خان کو موت کے گھاٹ نہ اتارا اور حکم دیا کہ فی الحال اسے نظر بند کیا جائے تاکہ پہلے علی قلی خان کا جائزہ لیا جائے اور اس کی موت کی تصدیق ہونے پر اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔

لیکن اکبر کے سالار اور لشکری بہادر خان سے بڑے نالاں تھے۔ اس لئے کہ یہ لوگ بار بار بغاوت پر اترتے تھے۔ لہٰذا لشکریوں نے بہادر خان کا زندہ رہنا مناسب نہ سمجھا اور اسے نظر بند رکھنے کی بجائے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس دوران علی قلی خان اور بہادر خان دونوں کے ساتھی سالار گرفتار ہو گئے تھے۔ گرفتار ہونے والوں میں نامی گرامی سالار علی ازبک یار علی بیگ، مرزا بیگ، خوشحال بیگ، مرزا شاہ بدخشی اور علی شاہ بدخشی وغیرہ شامل تھے۔ علی قلی خان اور اس کے لشکریوں کو شکست دینے اور ان کا خاتمہ کرنے کے بعد اکبر اپنے لشکر کے ساتھ پلٹا۔ جون پور پہنچا۔ یہاں پہنچ کر اس نے جن سالاروں کو گرفتار کیا تھا اس کے علاوہ جو دوسرے سرکش تھے ان سب کو ہاتھیوں کے پاؤں تلے ڈلوا کر کچلوا دیا۔ جون پور کی حکومت اکبر نے

Marfat.com

اپنے خانِ خاناں منعم خان کے سپرد کی۔ چنانچہ اس ساری مہم کے بعد اکبر جون پور سے آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں اسے خبر ملی کہ چتوڑ کے راجہ رانا اودھے سنگھ نے مغل سلطنت کے خلاف کارروائیوں میں حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔ حالانکہ رانا اودھے سنگھ اس سے پہلے اکبر کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کر چکا تھا اور اکبر کی فرمانبرداری کو اس نے اپنا شعار بنایا ہوا تھا۔ لیکن اب راجہ اودھے سنگھ اکبر کے خلاف بغاوت اور سرکشی پر اترا ہوا تھا۔

یہ خبریں ملنے کے بعد رانا اودھے سنگھ کو فی الحال نظر انداز کرتے ہوئے اکبر اپنے لشکر کو لے کر آگرہ میں داخل ہوا۔ دراصل وہ چند دن تک اپنے لشکر کو ستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کرنے کے بعد پھر رانا اودھے سنگھ پر ضرب لگانے کے لئے نکلنا چاہتا تھا۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

عادل خان جب اپنے مکان کے سامنے آکر رکا تو دنگ رہ گیا۔ وہ اپنے مکان کو پہچان ہی نہیں سکا تھا۔ باہر کی دیواریں پہلے کی نسبت بہت اونچی کر دی گئی تھیں اور بڑی خوبصورت سفیدی کرا دی گئی تھی۔ مکان کا بیرونی دروازہ جو پرانا اور بوسیدہ سا ہوا کرتا تھا، وہ بھی تبدیل کر دیا گیا تھا اور اس کی جگہ ایک انتہائی خوبصورت، کام دار دروازہ دکھائی دے رہا تھا۔ تاہم باہر کے دروازے کو قفل وہی پرانا لگا ہوا تھا جس کی ایک چابی اس کے پاس تھی، دوسری کملا اور رتن کے پاس تھی۔

کچھ دیر تک بڑے حیرت خیز انداز میں اس تبدیلی کو عادل خان دیکھتا رہا، پھر اپنے لباس کے اندر سے اس نے چابی نکالی، قفل کھولا۔ جونہی دروازے کے دونوں پٹ اس نے کھولے اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی تھی۔ صحن کا فرش مکمل طور پر تبدیل کر دیا گیا تھا۔ گھوڑے کی باگ پکڑے جب وہ اندر داخل ہوا اور پرانے چھپر نما اصطبل کی طرف دیکھا تو وہ چھپر نما اصطبل وہاں تھا ہی نہیں۔ اس کی جگہ ایک پکا اور پختہ اصطبل اُسے دکھائی دے رہا تھا۔ حیرت زدہ عادل خان آگے بڑھا۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ اصطبل کے اندر ایک نہیں کئی پختہ نانڈیں بنا دی گئی تھیں۔ ایک طرف پانی رکھنے کے لئے لکڑی کے چھوٹے چھوٹے حوض رکھے تھے۔ کچھ دیر تک عادل خان کھڑا رہا، پھر اس نے اپنے گھوڑے کی زین اتاری، دھانہ بھی اتار کر ایک طرف رکھ دیا تھا۔ پھر اس نے دیکھا جہاں لکڑی کے دو چھوٹے پانی کے حوض تھے اس کے قریب ہی کتان کے کچھ بورے پڑے ہوئے تھے جن کے اندر خشک چارہ بھی تھا۔ ساری چیزیں دیکھ کر عادل خان مزید حیرت زدہ ہوا تھا۔ تاہم گھوڑے کو پہلے لکڑی کے حوض کے پاس لے گیا اور وہاں گھوڑے نے پانی پیا۔ گھوڑے کو ایک پختہ ناند کے سامنے باندھنے کے بعد کتان کے

Marfat.com

بوروں سے خشک چارہ نکال کر اس نے گھوڑے کے آگے ڈال دیا تھا۔ گھوڑا شاید بھوکا تھا، بڑی رغبت سے چارہ کھانے لگا تھا۔

اس کے بعد عادل جب مڑا تو اس کی نگاہ دیوان خانے پر پڑی۔ وہ حیران اور پریشان تھا۔ دیوان خانے کی چھت پہلے نیچی تھی لیکن اب اسے اونچی دکھائی دے رہی تھی۔ دیوان خانے کا دروازہ اور اس میں جو کھڑکیاں تھیں وہ بھی تبدیل ہو چکی تھیں۔ وہاں بھی کھڑکیاں اور دروازہ دونوں کامدار تھیں۔ دیوان خانے کا دروازہ بند تھا۔ آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر اس نے دروازہ کھولا تو وہ ہکا بکا رہ گیا۔ دیوان خانے کے اندر داخل ہو کر اس نے دیکھا جہاں دیوان خانے کی دیواریں اونچی کر دی گئی تھیں وہاں چھت کو بھی تبدیل کر دیا گیا تھا۔ پہلے دیوان خانہ ہی نہیں، گھر کے سارے کمروں کی چھتوں پر لکڑی کے پرانے شہتیر اور کڑیاں ہوا کرتی تھیں جن کے اوپر سرکنڈے ڈال کر انہیں بھس ملی مٹی سے لپائی کر کے چھت بنا دیا گیا تھا۔ لیکن اب ایسا نہیں تھا۔ اب چھت پر نئے اور مضبوط شہتیر تھے۔ کڑیاں نہیں تھیں بلکہ ان کی جگہ اب لکڑی کے موٹے چوڑے تختے تھے جنہوں نے اندر سے چھت کو بالکل ہموار اور صاف کر دیا تھا۔

کچھ دیر تک حیرت انگیز انداز میں عادل خان چھت کا جائزہ لیتا رہا، پھر اس کی نگاہیں دیوان خانے کے فرش پر کھب کر رہ گئی تھیں۔ اس لئے کہ فرش کے اوپر دبیز نیا قالین بچھا ہوا تھا اور اس پر مستزاد یہ کہ پہلے دیوان خانے میں لکڑی کی جو معمولی نشستیں تھیں وہ غائب تھیں اور ان کی جگہ نئی چمڑے کی دبیز نشستیں رکھی ہوئی تھیں اور نشستیں کافی تعداد میں تھیں۔ ایک طرف آبنوس کے چند میز بھی رکھے ہوئے تھے جنہوں نے دیوان خانے کی سجاوٹ میں خوب اضافہ کر دیا تھا۔

کچھ دیر عادل خان قالین کا جائزہ لیتا رہا پھر اسے نہ جانے کیا خیال گزرا، قالین کا کونہ ہٹا کر اس نے دیکھا نیچے پرانے فرش کی بجائے سنگ مرمر کا فرش تھا۔

ان سب چیزوں نے عادل پر عجیب سی حیرانگی طاری کر دی تھی۔ کچھ دیر تک سر جھکا کر سوچتا رہا۔ اس کے بعد باہر نکلا۔ برآمدے میں آیا۔ برآمدے کا فرش تبدیل تھا۔ بالکل دیوان خانے جیسا تھا۔ چھت بھی تبدیل تھی اور چھت دیوان خانے کی طرح اونچی کر دی گئی تھی۔ کڑیاں نہیں تھیں، شہتیر ضرور تھے۔ لیکن شہتیروں کے اوپر لکڑی کے چوڑے چوڑے خوبصورت تختے تھے جنہوں نے چھت کی خوبصورتی میں اضافہ کر دیا تھا۔

Marfat.com

اس کے بعد وہ باری باری دونوں کمروں میں داخل ہوا۔ ان کمروں کی ہیئت بھی تبدیل ہو چکی تھی۔ چھت اونچی تھی۔ کڑیوں کی جگہ چوڑے چوڑے تختے تھے۔ دونوں کمروں کے فرش پر انتہا درجہ کے قیمتی قالین بچھے ہوئے تھے۔ دونوں کمروں کے اندر دو دو نئی مسہریاں بھی بچھی ہوئی تھیں جن پر انتہائی خوبصورت بستر لگے ہوئے تھے اور ان بستروں کے قریب ہی دیوار کے ساتھ کچھ کرسیاں جما دی گئی تھیں۔

حیران اور پریشان ان دونوں کمروں کا جائزہ لینے کے بعد جب وہ باہر نکلا تو ایک دم ٹھٹک کر رہ گیا۔ کمروں اور دیوان خانے کے درمیان میں جو خالی جگہ ہوا کرتی تھی، اب وہ خالی نہیں تھی۔ وہاں ایک نیا کمرہ بنا دیا گیا تھا۔ عادل خان سر کھجاتا ہوا جب اس کمرے کی طرف گیا تو اس نے دیکھا کہ وہ نیا کمرہ انتہائی درجہ کا خوبصورت تھا۔ اسے توشک خانہ بنا دیا گیا تھا۔

دیوان خانے کے علاوہ سامنے والے کمروں کے دروازے بھی پرانے ہٹا کر نئے لگا دیئے گئے تھے۔ اس کے بعد اس نے باری باری طہارت خانوں کے علاوہ رسوئی کا بھی جائزہ لیا۔ وہاں بھی تبدیلیاں تھیں اور دونوں کے اندر سنگِ مرمر کا کام تھا۔ ان سب چیزوں کا جائزہ لینے کے بعد وہ پھر سامنے والے کمروں میں گیا۔ ایک مسہری پر بیٹھ گیا اور سر جھکا کر سوچنے لگا۔ اچانک چونکا۔ اس لئے کہ اس کی نگاہ جب سامنے والی دیوار پر پڑی تو اٹھ کھڑا ہوا۔ اس لئے کہ پہلے شاید اس نے غور سے دیکھا ہی نہیں تھا، کمرے کی دیواریں انسان کی چھاتی کے برابر تک سنگ مرمر کی اینٹوں سے مزین کر دی گئی تھیں۔ تیزی سے وہ دوسرے کمرے کی طرف گیا، وہاں بھی وہی حالت تھی۔

پھر وہ صحن میں آیا۔ کوئی فیصلہ کیا۔ پھر وہ مکان سے باہر نکلنے ہی لگا تھا کہ عین اسی لمحے بیرونی دروازے سے سانول داس، اس کی بیوی پورن دیوی اور بیٹا چندر سین داخل ہوئے۔

ان تینوں کو دیکھتے ہی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے عادل خان سانول داس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں ابھی آپ لوگوں کی ہی طرف جانے والا تھا۔ اچھا ہوا آپ آ گئے۔ یہ مکان کی حالت آپ نے دیکھی کیا ہو گئی ہے۔ جس قدر اس مکان پر خرچ کیا گیا ہے، میں ساری عمر بھی کماتا رہوں تو اس کی ادائیگی نہیں کر سکتا۔ مکان کے اندر یہ تبدیلی کیا

Marfat.com

میرے لئے مسائل نہیں کھڑے کرے گی؟"

عادل خان کے ان الفاظ کا جواب سانول داس دینا ہی چاہتا تھا کہ اس دوران پورن دیوی آگے بڑھی، بڑی شفقت اور پیار سے اس نے عادل خان کا گال تھپتھپایا پھر کہنے لگی۔

"بیٹا! مکان میں یہ تبدیلی تمہارے لئے مسائل کیسے کھڑے کرسکتی ہے؟ لگا تار کئی ہفتے معماروں کو لگانے کے بعد یہ کام رتن کے ماموں سانول داس نے خود کروایا ہے۔ اور پھر تم پر بوجھ اس لئے نہیں ہے کہ اس پر ہماری تو ایک پائی بھی خرچ نہیں ہوئی۔ لہٰذا یہ جو تبدیلی ہوئی ہے یہ تم پر بوجھ کیسے بنے گی؟ دیکھو بچے! کملا اور رتن دونوں چوڑھ گڑھ سے بہت کچھ لے کر آئی تھیں۔ ان کے پاس سونے کی اشرفیوں کے علاوہ سونا چاندی، جواہرات اور دیگر بہت سی قیمتی اشیاء تھیں۔ نقدی ان کے پاس اس قدر تھی کہ اگر ایک خاندان ساری عمر بھی خرچ کرتا رہے تو بڑی آسانی سے باعزت زندگی بسر کر لے۔ بیٹے! یہ سارا کام انہوں نے اپنے ماموں کی نگرانی میں کروایا ہے اور ادائیگی ان دونوں نے خود کی ہے۔ بوجھ تو اس وقت تم پر ہوتا جب کوئی غیر یہ کام کرواتا اور بعد میں تم سے رقم کا مطالبہ کرتا۔ جہاں تک کملا اور رتن کا تعلق ہے تو وہ اب تمہاری ذات کا ایک حصہ ہیں۔ انہوں نے اپنے حالات پوری تفصیل کے ساتھ ہمیں بتا دیئے ہیں۔ پہلے دونوں بڑی پریشان ہوا کرتی تھیں کہ وہ تم سے اپنی محبت کا اظہار کیسے کریں گی۔ اور اس سلسلے میں انہوں نے میری بیٹی جگت کماری سے بات کی تھی اور جگت کماری نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کی چاہت کا اظہار تم پر کرے گی۔ لیکن ایک روز وہ خود ہی تمہارے پاس آئیں اور باتوں باتوں میں خود ہی اظہار کر دیا اور تمہاری طرف سے مثبت جواب ملنے کے بعد میں سمجھتی ہوں ان کی خوشی اور طمانیت کی کوئی انتہا نہ تھی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد پورن دیوی رکی، کچھ سوچا، اس کے بعد وہ دوبارہ کہہ رہی تھی۔

"اب ان دونوں نے تمہارے ساتھ زندگی بسر کرنی ہے۔ لہٰذا اگر ان دونوں نے اپنی مرضی کے مطابق اس مکان کے اندر تبدیلی کر لی ہے تو بیٹے! نہ تم ان سے خفا ہونا نہ ناراضگی کا اظہار کرنا اور نہ ہی یہ سمجھنا کہ مکان کے اندر یہ تبدیلی تم پر ان کی طرف سے بوجھ ہو جائے گا۔"

Marfat.com

پورن دیوی جب خاموش ہوئی تب اس کا بیٹا چندر سین بول اٹھا۔

''عادل خان! میرے بھائی! ماتا ٹھیک کہتی ہیں۔ جب ان دونوں نے آپ کو اپنا جیون ساتھی بنانے کا فیصلہ کرلیا ہے تو پھر آپ تینوں کی ہر چیز مشترک ہے۔ اس سلسلے میں آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔''

چندر سین کے خاموش ہونے پر سانول داس آگے بڑھا۔ پہلے اس نے عادل خان کو اپنے ساتھ لپٹایا، پھر کہنے لگا۔

''سن عزیز بیٹے! جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا وہ میری بیوی اور بیٹے نے کہہ دیا ہے۔ میرے خیال میں اب مجھے مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے اس مکان میں جو تبدیلی ہوئی ہے تو جنہوں نے یہ تبدیلی کروائی ہے وہ یہ تبدیلی کروانے کا حق رکھتی ہیں۔ تمہیں اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔''

سانول داس جب خاموش ہوا تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے عادل خان بول اٹھا۔

''یہ سب کچھ کرنے کے بعد اب وہ دونوں کہاں غائب ہوگئی ہیں؟''

جواب میں پورن دیوی مسکرائی اور کہنے لگی۔

''وہ ڈر رہی تھیں کہ اس تبدیلی پر کہیں تم ان سے ناراض نہ ہو۔ اس لئے وہ میری بیٹی جگت کماری کے ساتھ اس وقت باہر کھڑی ہوئی ہیں۔ میرے خیال میں وہ ہماری ساری گفتگو سن رہی ہوں گی۔''

اس موقع پر عادل خان کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ بڑی تیزی سے وہ صدر دروازے کی طرف بڑھا۔ جب اس نے باہر نکل کر دیکھا تو دیوار کے ساتھ کملا، رتن اور جگت تینوں چپکی کھڑی تھیں۔ ان تینوں کو اس حالت میں دیکھتے ہوئے عادل خان مسکرایا۔ پھر کہنے لگا۔

''اب تم تینوں یہاں کیوں کھڑی ہو؟ اندر آجاؤ۔''

جواب میں تینوں مسکراتی ہوئی بھاگنے کے انداز میں مکان کے اندر داخل ہوگئی تھیں۔ ان کے پیچھے پیچھے عادل خان بھی اندر چلا گیا تھا۔

اس موقع پر رتن اپنے ماموں سانول داس کے پیچھے جبکہ کملا پورن دیوی کے پیچھے کھڑی ہوگئی تھی۔ ان دونوں کی اس ادا پر بھی عادل خان مسکرایا اور کہنے لگا۔

Marfat.com

''اب چھپنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سامنے آ جاؤ۔ جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔ لیکن جس وقت میں یہاں سے روانہ ہو رہا تھا اس روز تم دونوں نے کم از کم یہ تو اشار دے دیا ہوتا کہ میری غیر موجودگی میں تم مکان کے اندر اس قدر تبدیلی کرنے کا فیصل کر چکی ہو۔''

جواب میں رتن کماری بول اٹھی۔

''دراصل میں اور کملا دونوں آپ کو ایک تجسس میں رکھنا چاہتی تھیں۔ آپ کو یاد ہے جب پہلی بار میں اور کملا نے اپنے جذبات کا آپ پر اظہار کیا تھا تو آپ پریشان ہوئے تھے اور کہا تھا کہ کیا اس بوسیدہ مکان میں بھی آپ کو کوئی رشتہ دے سکتا ہے۔ لہٰذا ہم نے اب مکان کی بوسیدگی دور کر دی ہے........''

رتن مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے سانول داس بول اٹھا۔

''بیٹے! تمہاری طرف آتے ہوئے راستے میں ہمیں کچھ لشکریوں سے پتہ چلا کہ شہنشاہ صرف چند روز ہی آگرہ میں قیام کرے گا اور اس کے بعد وہ ایک نئی مہم پر نکلنے والا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟''

''آپ نے ٹھیک سنا ہے۔ چتوڑ کے اودھے سنگھ نے اکبر کے خلاف بغاوت اور سرکشی کا اظہار کر دیا ہے۔ لہٰذا دو چار روز تک شہنشاہ چتوڑ پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنا لشکر لے کر نکلے گا۔ مجھے بھی اس لشکر کے ساتھ روانہ ہونا ہے۔'' عادل خان نے غور سے سانول داس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

جواب میں سانول داس نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''تمہاری آمد سے پہلے ہم نے یہ طے کیا تھا کہ جب تم آؤ گے تو مکان کی اس تبدیلی کے نتیجے میں تم سے ایک بڑی دعوت لیں گے۔ اس کے علاوہ........''

سانول داس کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ بیچ میں اس کی بیٹی جگت کماری بول اٹھی تھی۔

''پتا جی! بھائی نے تو دو تین روز تک چلے جانا ہے۔ لہٰذا دعوت کا اہتمام پھر آج ہی ہونا چاہئے۔ ابھی کافی وقت ہے۔ دعوت کی تیاری ہو سکتی ہے۔''

''بیٹی! پہلے بھائی سے تو پوچھو۔'' سانول داس نے عادل خان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی بیٹی جگت کماری سے کہا تھا۔

Marfat.com

جگت کماری کچھ کہنا چاہتی تھی کہ عادل خان اس سے پہلے ہی بول اٹھا۔
''محترم سانول داس! مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ اب اس گھر پر میرا حق تھوڑا رہ گیا ہے۔ اس لئے کہ اس گھر کی تبدیلی پر خرچ کملا اور رتن نے کیا ہے۔ میرا اس گھر پر کوئی خرچہ ہوا ہی نہیں تھا۔ مجھے تو شہنشاہ کی طرف سے مفت میں یہ گھر مل گیا تھا۔ اب چونکہ دونوں بہنوں نے اس گھر پر کافی خرچ کیا ہے لہٰذا حقیقت میں مکان کی مالک یہی ہیں۔ ان سے پوچھو، یہ کیا چاہتی ہیں؟''
عادل خان کے ان الفاظ پر کملا اور رتن دونوں مسکرا رہی تھیں۔ پھر کملا بول اٹھی۔
''ٹھیک ہے۔ اگر عادل دو چار روز تک نئی مہم کی طرف نکلتا ہے تو پھر دعوت کا آج ہی اہتمام کیا جائے گا۔'' اس کے بعد کملا نے عجیب سے انداز میں رتن کی طرف دیکھا جس پر رتن بول اٹھی۔
''ماموں! آپ چندر سین اور ممانی کے ساتھ دیوان خانے میں بیٹھیں۔ میں، کملا اور جگت تینوں پہلے عادل کو سارا مکان دکھاتی ہیں اس کے بعد دیوان خانے میں آتے ہیں۔''
سانول داس نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ پھر وہ اپنی بیوی پورن دیوی اور بیٹے چندر سین کے ساتھ دیوان خانے میں داخل ہو کر وہاں بیٹھ گیا تھا۔ اس موقع پر پہلی بار بے تکلفی کا اظہار کرتے ہوئے کملا اور رتن دونوں حرکت میں آئیں۔ عادل خان کا ایک ایک بازو انہوں نے پکڑا اور پھر کہنے لگیں۔
''پہلے آپ ہمارے ساتھ آئیں۔''
عادل خان چپ چاپ ان کے ساتھ ہو لیا تھا۔ جگت کماری ان کے پیچھے تھی۔ کملا اور رتن پہلے سامنے والے کمرے میں داخل ہوئیں۔ دونوں نے عادل خان کو مسہری پر بٹھایا پھر جگت کماری کے ساتھ وہ مسہری کے سامنے جو نشستیں تھیں ان پر ہو بیٹھی تھیں۔ پھر گفتگو کا آغاز کملا نے کیا۔
''آپ ہم سے ناراض مت ہوئیے گا۔ مکان میں یہ تبدیلی یوں جانیں میری اور رتن کی بڑی خواہش تھی۔ اسی بناء پر آپ کی غیر موجودگی میں ہم نے مکان کے اندر یہ تبدیلی کر دی ہے۔ اور یہ تبدیلی ہونی چاہئے۔ مجھے امید ہے آپ ہم دونوں سے ناراضگی کا اظہار نہیں کریں گے۔''

Marfat.com

عادل خان کی اب ساری حیرت اور شکوے جاتے رہے تھے۔ لہٰذا مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''مجھے نہ تم سے کوئی ناراضگی ہے نہ خفگی نہ گلہ۔ جو کچھ تم دونوں نے کر دیا ہے ٹھیک ہے۔ تمہاری مرضی۔ میں تو ایک طرح سے تم دونوں کی مرضی کا پابند ہوں۔''

جواب میں بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے رتن کماری بول اٹھی۔

''یہ مسئلہ تو طے ہوا۔ اب اس دعوت کا اہتمام کرنا ہے۔ ہمیں پتہ چل گیا تھا کہ آپ آگئے ہیں۔ اس لئے اس بناء پر ہم تیار ہو کر آئی تھیں۔ ہم اپنے ساتھ رقم بھی لے کر آئی ہیں۔ ہم دونوں کا ارادہ تھا کہ دعوت کا اہتمام آج ہی کیا جائے گا۔ لہٰذا میں آپ کو کچھ نقدی دیتی ہوں۔ دعوت کا سارا سامان لے آئیں۔''

جواب میں عادل خان اپنی جگہ پر اچھلنے کے انداز میں کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا۔

''رتن! میرے پاس دعوت کے لئے بہت رقم ہے بلکہ گھر کا خرچ چلانے کے لئے بھی میرے پاس کافی رقم ہے۔ یہ رقم مجھے کچھ مالِ غنیمت سے ملی اور کچھ شہنشاہ نے بھی مجھے دی ہے۔''

پھر کملا کی طرف دیکھتے ہوئے عادل خان کہنے لگا۔

''کملا! توشک خانے میں، میں نے ایک چرمی خرجین رکھی ہے۔ وہ لے آؤ۔''

کملا اٹھی، بھاگتی ہوئی باہر گئی۔ تھوڑی دیر بعد لوٹی۔ اس کے ہاتھ میں چرمی خرجین تھی۔ وہ خرجین کملا، عادل خان کو تھمانا چاہتی تھی کہ عادل خان نے اسے مخاطب کیا۔

''پہلے اس خرجین کا منہ کھول کر دیکھو۔''

کملا نے جب منہ کھولا تو بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''اس میں تو واقعی کافی نقدی ہے۔''

پھر کملا نے خرجین کا منہ بند کر کے خرجین عادل کو تھما دی۔ عادل خان اٹھا اور کہنے لگا۔

''اب تم سب دیوان خانے میں جا کر بیٹھو۔ یہاں بیٹھنا چاہتی ہو تو یہاں بیٹھی رہو۔ میں چندر سین کو ساتھ لے جاتا ہوں اور دونوں سارا سامان خرید کر لے آتے ہیں۔''

جواب میں رتن بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔

''نہیں، ایسا نہیں ہوگا۔ آپ کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ دعوت کے لئے کیا کیا سامان

Marfat.com

لینا ہے۔ لہٰذا آپ اور چندر سین کے ساتھ میں، کملا اور جگت بھی چلیں گی۔"

عادل خان نے اس پر رضا مندی کا اظہار کر دیا تھا۔ پھر سب اٹھ کر دیوان خانے کی طرف آئے۔ جو معاملہ طے ہوا تھا اس کی تفصیل سانوس داس سے کہی گئی۔ جواب میں سانول داس اور پورن دیوی تو وہیں بیٹھے رہے جبکہ کملا، رتن اور جگت چندر سین کو لے کر عادل خان سامان خریدنے مکان سے نکل گیا تھا۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

31 اگست 1566ء کو اکبر ایک بار پھر اپنے لشکر کے ساتھ آگرہ سے نکلا۔ اب اس کے سامنے دو مقاصد تھے۔ ایک تو ان مغل امراء اور شہزادوں سے نمٹنا تھا جو مالوہ میں مقیم ہو چکے تھے۔ چھوٹے چھوٹے لشکر بھی انہوں نے جمع کر لئے تھے اور کچھ شہروں پر وہ قبضہ کر کے بیٹھ گئے تھے۔ دوسری مہم جسے اکبر نمٹانا چاہتا تھا وہ راجہ اودھے سنگھ پر حملہ تھا۔

آگرہ سے نکلنے کے بعد اکبر دھول پور اور گوالیار سے ہوتا ہوا آگے بڑھا۔ پہلے اس نے مغل امراء اور شہزادوں پر حملہ آور ہونے کا منصوبہ بنایا جنہوں نے اکبر کے خلاف بغاوت کر رکھی تھی اور وہ مالوہ میں مقیم تھے۔ ان پر حملہ آور ہونے کے لئے اکبر نے ایک لشکر تیار کیا لیکن اس لشکر کا ٹکراؤ مرزاؤں سے ہوا ہی نہیں۔ اس لئے کہ باغی مغل امراء کو خبر ہو گئی تھی کہ اکبر ان کی سرکوبی کے لئے آ رہا ہے۔ لہٰذا وہ اکبر کا نام سنتے ہی اپنی جانیں بچاتے ہوئے گجرات کی طرف بھاگ گئے تھے۔

اب اکبر کی ایک مہم تو آپ سے آپ ختم ہو گئی تھی۔ لہٰذا اس نے اب چتوڑ کو مطیع اور فرمانبردار بنانے کا تہیہ کر لیا۔

چتوڑ کا رانا تمام راجپوتوں کا سردار تسلیم کیا جاتا تھا اور اس نے ایک طرح سے اکبر کے خلاف عداوت کھڑی کر دی تھی۔ کیونکہ امبر کے راجپوت راجہ بھاری مل نے اکبر کے ساتھ اپنی لڑکی کو بیاہ دیا تھا۔ جس کی وجہ سے راجہ بھاری مل نے اکبر کے دربار میں اثر و رسوخ حاصل کر لیا تھا اور بھاری مل نے جس حد تک کوئی راجپوت اطاعت قبول کر سکتا تھا، قبول کر لی تھی۔

رانا اودھے سنگھ اس بناء پر بھاری مل کے خلاف ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس کے خیال

Marfat.com

میں بہاری مل نے اکبر کو اپنی لڑکی کا رشتہ دے کر اس کی اطاعت قبول کر کے راجپوتوں کے نام کو بٹہ لگا دیا تھا۔

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے رانا اودھے سنگھ اپنی راجپوتی آن قائم رکھنے کا عزم قائم کئے ہوئے تھا۔ جہاں رانا اودھے سنگھ اپنی راجپوتی کا علم بلند رکھنا چاہتا تھا وہاں اکبر یہ سمجھتا تھا کہ اگر رانا اودھے سنگھ نے اس کی اطاعت قبول نہ کی تو اکبر کے شاہانہ وقار اور دبدبہ کی توہین ہوگی۔ لہٰذا وہ رانا اودھے سنگھ کو ہر قیمت پر زیر اطاعت لانا چاہتا تھا۔

چنانچہ باغی مغل امراء کو گجرات کی طرف بھگانے کے بعد چتوڑ کے اپنے منصوبے کی تکمیل کی غرض سے اکبر اپنے لشکر کے ساتھ 23 اکتوبر 1566ء کو چتوڑ پہنچ گیا۔

چتوڑ کا قلعہ ایک علیحدہ پہاڑی پر تعمیر کیا گیا تھا جس کی لمبائی تقریباً ساڑھے تین میل تھی اور جو درمیان سے بارہ سو گز چوڑا تھا۔ یہ سطح سمندر سے ایک ہزار آٹھ سو نواسی فٹ جبکہ زمین سے پانچ سو فٹ بلندی پر تھا۔ اس قلعے پر پہلے بھی دو بار مسلمانوں کی طرف سے یلغار ہو چکی تھی۔ ایک بار 1303ء میں علاؤ الدین نے چتوڑ پر حملہ کیا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی۔ دوسری بار 1534ء میں گجرات کے حکمران بہادر شاہ نے اس قلعے کا رخ کیا۔ راجپوت سمجھتے تھے کہ گجرات کا حاکم بہادر شاہ قلعے کو فتح نہیں کر سکے گا۔ لیکن بہادر شاہ نے ایسی شدت سے حملہ کیا کہ چتوڑ کے قلعہ کو اس نے ایک طرح سے ہلا کر رکھ دیا اور اسے فتح کر لیا۔ اور اب اکبر چتوڑ پر حملہ آور ہونے کے لئے پہنچ گیا تھا۔

اکبر کی آمد سے پہلے رانا اودھے سنگھ نے اکبر کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے سارے عسکری انتظامات کو آخری شکل دے دی تھی۔ لیکن جب اکبر چتوڑ پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا تھا تو رانا اودھے سنگھ پر اکبر کا کچھ ایسا خوف طاری ہوا کہ اس کی آمد سے پہلے ہی رانا اودھے سنگھ دارالحکومت چھوڑ کر اراولی کی پہاڑیوں میں جا چھپا تھا۔ اراولی کی پہاڑیوں کی طرف جانے سے پہلے رانا اودھے سنگھ نے چتوڑ کی حفاظت دو راجاؤں کے سپرد کی تھی۔ ایک راجہ جے مل اور دوسرا راجہ پٹا۔

اکبر کو جب خبر ہوئی کہ رانا اودھے سنگھ اپنا دارالحکومت چھوڑ کر اراولی کے کوہستانی سلسلے کی طرف بھاگ گیا ہے تو اس نے اپنے لشکر کا ایک حصہ اس کے تعاقب میں روانہ

Marfat.com

کیا۔ لیکن رانا اودھے سنگھ جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔

اس سے پہلے اکبر کے لشکر نے اودھے پور شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ جو لوگ مقابلے کے لئے آئے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد اکبر کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ چتوڑ کے قلعے پر آخری ضرب لگانے کے لئے اکبر نے پانچ ہزار افراد کو ساباط کی تیاری کا کام سپرد کیا۔ ان پانچ ہزار افراد میں بڑھئی، سنگ تراش، لوہار اور زمین کھودنے والے شامل تھے۔

جہاں تک ساباط کا تعلق ہے تو یہ لکڑی کی ایک طرح سے دو دیواریں بنائی جاتی تھیں۔ یہ دونوں دیواریں ایک دوسرے سے فاصلے پر بنائی جاتی تھیں اور ان کے اوپر لکڑی کے تختے اور گائے کی کھال بھگو کر منڈھ دی جاتی تھی تاکہ اوپر سے اگر تیراندازی ہو تو بچا جا سکے۔ ان چھت دار دونوں دیواروں کے درمیان رہتے ہوئے نقب زن قلعے کی دیواریں کھود کر وہاں بارود بھر کے فصیل کو گرانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

چنانچہ اکبر نے بھی یہاں ساباط تیار کر کے قلعے کی دیوار گرانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ چنانچہ جب ساباط کی تیاری مکمل ہو گئی تو آتش باز اور نقب کھودنے والے قلعے کے نیچے جا کر نقب کھودنے میں لگ گئے۔ اکبر کے حکم کے مطابق قلعے کے برج کے نیچے دو نقبیں کھودی گئیں۔ ان میں بارود بھر کر آگ لگا دی گئی۔

اتفاق سے ایک نقب میں آگ جلد لگ گئی اور اس سے متعلقہ برج پاش پاش ہو گیا۔ قلعے کی دیوار میں ایک بہت بڑا شگاف پیدا ہو گیا۔ اکبر کے لشکر کے دو ہزار عسکری موقع کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ دونوں نقبوں میں آگ لگ گئی ہے اور دیوار میں دو راستے پیدا ہو گئے ہیں۔ لہٰذا وہ لوگ دونوں راستوں سے قلعے کی طرف دوڑے۔

ایک ہزار لشکری پہلے راستے سے قلعے میں داخل ہو گئے اور اندر راجپوتوں کا جو لشکر تھا اس سے لڑنے لگے۔ باقی ایک ہزار دوسرے راستے کی طرف گئے تو انہیں قلعے کی دیوار میں کوئی شگاف نظر نہ آیا۔ ان میں سے کچھ تو لوٹ آئے اور کچھ وہیں راجپوتوں سے برسرِ پیکار ہو گئے۔

اسی وقت دوسری نقب بھی آگ پکڑ گئی اور اس کی وجہ سے اس کے اوپر فصیل کا

Marfat.com

برج ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ کیونکہ دونوں طرف کے لشکری قریب ہی ایک دوسرے سے برسرِ پیکار تھے۔ اس لئے انہیں زبردست نقصان پہنچا۔ اَن گنت لشکریوں کے جسم پارہ پارہ ہو کر میدانِ جنگ میں اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ اس حادثے میں جہاں ان گنت راجپوت مارے گئے وہاں اکبر کے پندرہ نامی گرامی سالار بھی کام آ گئے تھے۔

آخر 23 فروری 1568ء کو راجپوتوں اور اکبر کے لشکر کے درمیان گھمسان کا رن پڑا۔ ایک طرف اکبر کا لشکر تھا تو دوسری طرف منجھے ہوئے آٹھ ہزار راجپوتوں کے علاوہ شہر کے اندر چالیس ہزار کسان بھی تھے جنہیں جنگی تربیت دے کر مغلوں سے جنگ کرنے کے لئے تیار کر دیا گیا تھا۔ اس طرح شہر کے اندر لگ بھگ اڑتالیس ہزار کا ایک جرار لشکر تھا۔

پہلے تو چتوڑ کے محافظ دونوں راجاؤں یعنی راجہ جے مل اور راجہ پٹا نے خوب دم خم سے اور بڑی جراُت مندی اور دلیری سے اکبر کے لشکریوں کا مقابلہ کیا لیکن جب دو حصوں میں فصیل ٹوٹ گئی اور اکبر کے لشکریوں نے جان توڑ حملے شروع کر دیئے تب راجپوتوں کا دم خم ٹوٹنا شروع ہو گیا۔

آخر ایک رات چتوڑ کے قلعے کے اندر سے آگ کے شعلے بلند ہوتے دکھائی دیئے۔ اس وقت اکبر کے لشکر میں راجہ مان سنگھ اور راجہ بھگوان داس شامل تھے۔ قلعے کے اندر سے شعلے اٹھتے دیکھ کر راجہ بھگوان داس نے اکبر کو مخاطب کر کے کہا۔

''چتوڑ کے اندر جوہر کی رسم ادا کی جا رہی ہے۔''

چنانچہ اگلے روز صبح راجہ بھگوان داس کی بات درست ثابت ہوئی۔ راجہ جے مل جنگ کے دوران مارا گیا جس کی وجہ سے راجپوتوں کے حوصلے ٹوٹ گئے تھے اور راجہ پٹا کے کہنے پر انہوں نے جوہر کی رسم ادا کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس رسم کے تحت راجپوت جب اپنی شکست سے بد دل ہو جاتے تھے تو اپنی زندگی کا خاتمہ خود ہی کر لیتے تھے۔ اس معرکے میں جے مل کے علاوہ راجہ پٹا سنگھ بھی مارا گیا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی اور سالی بھی ہلاک ہو گئیں۔

چنانچہ اکبر کا لشکر قلعے میں داخل ہوا۔ قلعے کے اندر ابھی کچھ راجپوت جنگ جاری رکھے ہوئے تھے۔ لیکن ان پر قابو پا کر ان کا مکمل طور پر قتل عام کر دیا تھا۔

چتوڑ ایک طرح سے راجہ اودھے سنگھ کی ریاست میواڑ کا ایک اہم شہر تھا اور اس شہر

Marfat.com

کے فتح ہونے کے بعد ریاست میواڑ پر اکبر کا قبضہ ہو گیا تھا۔

گو ماضی میں عادل خان کے بھائی آصف خان سے کچھ غلطیاں ہوئی تھیں لیکن چونکہ اکبر سے معافی مانگنے کے بعد آئندہ اس نے راہِ راست پر چلنے کا عہد کیا تھا لہٰذا اکبر نے آصف خان کو بلا کر ریاست میواڑ کا حاکم مقرر کر دیا گیا تھا۔

●●●

میواڑ اور چتوڑ کے معاملات کو نمٹانے اور آصف خان کو ان علاقوں کا حاکم بنانے کے بعد اکبر نے اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کیا اور اسے عادل خان کی کمانداری میں دیا۔ ساتھ ہی عادل خان کو اس نے اپنے پاس بلایا۔ عادل خان جس وقت اکبر کے پاس آیا اس وقت اکبر کے بڑے سالار اور عمائدین کے علاوہ اس کے نورتنوں میں سے بھی کچھ اس کے ساتھ تھے۔ اکبر کے قریب آ کر عادل خان نے اسے تعظیم دی۔ اکبر نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور اس کا شانہ تھپتھپایا پھر انتہائی شفقت میں اکبر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں نے تمہارے بڑے بھائی آصف خان کو ریاست میواڑ کا حاکم مقرر کر دیا ہے۔ اس کی اس تقرری پر رشک اور حسد نہ کرنا۔ اس لئے کہ میں جانتا ہوں تمہارے تعلقات تمہارے دونوں بڑے بھائیوں سے کوئی خاص نہیں ہیں۔ ان تعلقات میں دراڑ اور روزن تم نے نہیں پیدا کی بلکہ اس کے ذمے دار تمہارے دونوں بھائی ہیں۔ مجھے تمہارے متعلق سب خبریں ملتی رہتی ہیں۔ تم نے ریاست گونڈانہ کے مال غنیمت سے متعلق بھی اپنے دونوں بھائیوں سے تکرار اور جھگڑا کیا تھا اور سارا مالِ غنیمت میرے حوالے کرنے کا انہیں مشورہ دیا تھا۔ جب انہوں نے ایسا نہیں کیا تو تم نے ان سے ناراضگی کا اظہار بھی کیا تھا۔ بعد میں مجبور ہو کر انہوں نے مالِ غنیمت میرے حوالے کیا لیکن اس وقت تم حق پر اور وہ غلطی پر تھے۔ یہ مت خیال کرنا کہ میں نے آصف خان کو ایک علاقے کا حاکم مقرر کر دیا ہے اور تمہیں نظر انداز کیا ہے۔''

یہاں تک کہتے کہتے اکبر جب دم لینے کے لئے رکا تو بڑی انکساری اور عاجزی میں عادل خان بول اٹھا۔

''شہنشاہِ معظم! آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں اس وقت آپ کے لشکر میں شامل ہوا جس وقت ظلم اور کدورت، نفرت اور کرب، قضا کی نادیدہ مخفی قوتیں اور حکایات خونچکاں

Marfat.com

میرے تعاقب میں تھیں۔ میں ایک محروم انسان تھا بلکہ محروم بچہ تھا۔ آپ نے میری مظلومی اور میری مجبوری کی چادر اتار کر مجھ پر فوز مندی، امن کی ردا ڈال دی۔ میں آپ کے سامنے اشک آلود دامن لے کر آیا تھا۔ آپ نے میرے دامن کو راحتوں اور شانتی سے بھر دیا۔ جالندھر کے نواح میں، میں غم دوراں کی بے زبانی کی طرح آپ کے لشکر میں شامل ہوا تھا۔ یہ آپ کی عنایات ہیں کہ اب.......''

عادل خان اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔ اس لئے کہ اس کے سر پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے اکبر پھر بول اٹھا۔

''تمہاری اس کامیابی میں میرا کوئی کمال نہیں ہے۔ تمہاری حیثیت میرے ہاں میرے پسندیدہ سالاروں کی سی ہے۔ اور یہ مقام تم نے اپنی جرأت آموز کرشمہ سازی سے حاصل کیا ہے۔ میں نے تمہیں جس مہم پر بھی روانہ کیا تم میرے دشمنوں کے خلاف سلگتے دھاروں اور حقائق کی داستانوں کی طرح حرکت میں آئے اور اپنی کامیابی اور میرے وقار کو یقینی بنایا۔ میرے وہ دشمن جو حادثات کی آندھیوں اور سلگتے اذیتوں کے جلتے عذاب کی طرح میرے مفادات کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے میرے کہنے پر کئی بار تم ان پر تباہی کے بگولوں اور موت کے جھکڑوں کی یورش کی طرح چھا گئے اور کامیابی کو اپنا مقدر بنایا۔ یہ سب کچھ تمہاری ذاتی جرأت مندی اور شجاعت کا نتیجہ ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اکبر رکا۔ پھر وہ کہہ رہا تھا۔

''عادل خان! میں جانتا ہوں جہاں تمہارے بڑے بھائی وزیر خان کے ساتھ تمہارا مزاج نہیں ملتا، وہاں آصف خان کے ساتھ بھی اب تمہارا مزاج نہیں ملتا۔ اس لئے کہ آصف خان پر اس کی بیوی کا تسلط ہے اور اس کی بیوی میرے خیال میں بنیادی طور پر تم دونوں بھائیوں کے درمیان اتفاق نہیں چاہتی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اکبر رکا، کچھ دیر مسکراتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے پھر عادل خان کو مخاطب کیا۔

''مجھے سانول داس کے ذریعے یہ خبریں بھی مل چکی ہیں کہ کملا دیوی اور اس کی بھانجی رتن کماری دونوں تمہیں پسند کرتی ہیں اور دونوں مل کر تمہیں اپنا جیون ساتھی بنانے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔ یہ بھی جان چکا ہوں کہ جس وقت تم گزشتہ مہموں میں میرے ساتھ تھے تو ان دونوں نے سانول داس سے کہہ کر تمہارے مکان کی حالت بھی بدل کر

Marfat.com

رکھ دی ہے۔ ان ساری باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے عادل خان! میں تمہیں جدا نہیں کرنا چاہتا۔ اس وجہ سے نہ میں تمہیں کسی علاقے کا حاکم مقرر کرنا چاہتا ہوں اور نہ ہی کسی علاقے میں سپہ سالار کی تقرری پر بھیجنا چاہتا ہوں۔ میں تمہیں اپنے لشکر میں رکھنا چاہتا ہوں۔ دیکھو، جس آدمی کے پاس کوئی رتن، کوئی گوہر ہو وہ کسی بھی صورت اسے جدا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ میں تمہیں اپنے محافظ دستوں کا ایک رتن، اپنے لشکر کے اندر ایک گوہر خیال کرتا ہوں۔ چنانچہ میں تمہیں کسی علاقے کا نہ حاکم مقرر کروں گا نہ کہیں سالار بنا کر بھیجوں گا۔ اپنے لشکر میں ایک سالار کی حیثیت سے رکھوں گا۔ اس لئے کہ میں جانتا ہوں میں جس سمت بھی تمہیں ضرب لگانے کے لئے بھیجوں گا تم انتہائی دیانت داری اور جانثاری سے اپنے فرائض ادا کرو گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اکبر رکا۔ اس موقع پر اسے مخاطب کر کے عادل خان کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اکبر پھر بول اٹھا۔ ''میں نے اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کر دیا ہے۔ اسے تمہاری کمانداری میں دیا ہے۔ اب میں تمہارے ذمے یہ مہم لگاتا ہوں کہ رنتھبور پر حملہ آور ہو۔ باقی لشکر کو لے کر میں سیدھا آگرہ جاؤں گا اور وہاں کے حالات میں نے درست کرنے ہیں۔ تمہارے ساتھ میں نے کچھ راہبر بھی کر دیئے ہیں جو وہاں تک نہ صرف تمہاری راہنمائی کریں گے بلکہ وہ وہاں کے محل وقوع سے بھی واقف ہیں اور رنتھبور پر حملہ آور ہونے میں وہ تمہاری خاصی مدد کر سکتے ہیں۔''

اکبر کے ان احکامات کے سامنے عادل خان نے سر جھکا دیا تھا۔ پھر اس کے بعد اکبر نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا تھا۔ طے یہ پایا تھا کہ پہلے پورا لشکر وہاں سے آگرہ کی سمت کوچ کرے گا۔ راستے میں عادل خان اس لشکر کے ساتھ جو اس کے لئے مختص کر دیا گیا تھا علیحدہ ہو گا اور رنتھبور کی طرف روانہ ہو جائے گا۔ اس طرح اپنے پورے لشکر کے ساتھ اکبر نے وہاں سے کوچ کر لیا تھا۔

◎......◎

Marfat.com

* * *

جس وقت اکبر نے وہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا اور چند میل ہی آگے گیا ہوگا کہ اچانک ایک انتہائی خونخوار اور بڑی جسامت کا شیر اکبر کے سامنے آیا۔ اکبر چونکہ اس وقت اپنے چند محافظ دستوں کے ساتھ اپنے لشکر کے آگے آگے تھا لہٰذا شیر کو دیکھتے ہوئے اس کی جسامت پر وہ بڑا متاثر ہوا اور فوراً لشکریوں کو حکم دیا کہ کوئی بھی اس شیر پر حملہ آور ہونے کی کوشش نہ کرے۔

جہاں سے اس وقت اکبر کا لشکر گزر رہا تھا وہاں بائیں جانب کچھ چشمے بھی تھے اور شیر شاید ان چشموں ہی کی طرف جا رہا تھا۔

چنانچہ اکبر نے بذات خود شیر پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کیا۔ اپنے گھوڑے سے لٹکتی ہوئی کمان اس نے سنبھالی، سخت اور بڑا تیر کمان پر چڑھایا اور جب تاک کر تیر مارا تو تیر شیر کو لگا۔ ایک تیر کھانے کے بعد شیر نے کسی ردِعمل کا اظہار نہ کیا اور اتنے بڑے لشکر کو اپنے سامنے دیکھتے ہوئے شیر ڈھلان میں چشموں کی طرف گیا۔

چنانچہ اپنے محافظ دستوں کے ساتھ اکبر نے ادھر کا رخ کیا اور دوبارہ اس نے جب شیر پر ضرب لگائی تب شیر بپھر گیا۔ بری طرح غراتے ہوئے پلٹا۔ چونکہ اکبر نے ہی شیر پر تیر چلایا تھا لہٰذا شیر نے سیدھا اکبر کا رخ کیا اور بری طرح دھاڑتا ہوا بھاگتا ہوا ابھی اس کوشش میں ہی تھا کہ اکبر کے اوپر جست لگائے کہ ایک دم عادل خان جو اس وقت اپنے گھوڑے پر سوار اکبر کے پہلو میں تھا، جست لگاتے ہوئے شیر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

مؤرخین خاصی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ اپنی تاریخوں میں لکھتے ہیں کہ جس وقت چتوڑ کی مہم کے بعد اکبر واپسی کا رخ کر رہا تھا تو ایک خونخوار شیر اس کے سامنے آیا جسے تیر مار کر اکبر نے زخمی کیا اور جوابی کارروائی کرتے ہوئے شیر جب بپھر کر اکبر پر

Marfat.com

حملہ آور ہونے لگا تب عادل خان نے اس پر جست لگائی تھی۔ تاریخ فرشتہ کے مصنف محمد بن قاسم فرشتہ نے عادل خان کے شیر پر جست لگانے کے اس واقعے کو زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

عادل خان کے ایسا کرنے، اس کی جرأت مندی، اس کی دلیری، اس کی جانثاری اور اس کی اس قربانی کو دیکھتے ہوئے اکبر دنگ رہ گیا تھا۔ کچھ دیر تک سب حیران اور پریشان تھے۔ کیونکہ یہ سارا معاملہ پلک جھپکتے میں رونما ہو گیا تھا اور اب سب کے سامنے عادل خان اور خونخوار بڑی جسامت کا شیر ایک دوسرے سے گتھم گتھا تھے۔

شیر چونکہ جست لگانے کے عمل میں تھا لہٰذا عادل خان نے جب جس پر جست لگائی تھی تو شیر اور عادل خان ایک دوسرے سے ٹکرا گئے تھے جس کے نتیجے میں عادل خان زمین پر گر گیا تھا۔ اب اکبر کے بجائے شیر نے عادل خان کا رخ کیا تھا۔ اس لئے کہ شیر نے تو اکبر کو فراموش کر دیا تھا۔ عادل خان نے چونکہ اس پر جست لگائی تھی لہٰذا شیر اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

جب جست لگانے کے بعد وہ اس سے ٹکراتے ہوئے عادل خان زمین پر گرا تب اس نے وقت ضائع کئے بغیر ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلوار نکال لی تھی۔ اتنی دیر تک شیر اس پر بپھر پڑا تھا۔ شیر نے آگے جا کر جب اپنا منہ اس کی شہ رگ پر رکھنا چاہا تو عادل خان نے اپنی تلوار ایک طرح سے اپنے سامنے کرتے ہوئے شیر کے منہ میں ڈال دی تھی اور تلوار چونکہ تیز اور صیقل شدہ تھی لہٰذا شیر کا منہ کافی حد تک زخمی ہوا تھا۔ اس وجہ سے شیر مزید غضب ناکی اور برہمی کا شکار ہوا اور اپنے پنجوں سے اس نے عادل خان کو خاصا زخمی کر دیا۔ عین اسی لمحہ عادل خان نے جہاں اپنی تلوار پر اپنے دونوں ہاتھوں کی گرفت قائم رکھی وہاں اپنے دونوں پاؤں شیر کے پیٹ کے ساتھ لگاتے ہوئے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کا زور لگایا اور شیر کو ایک طرح سے اچھالتے ہوئے دائیں طرف ہٹا دیا تھا۔

پھر وہ برق کے کوندے کی طرح اٹھا تھا۔ قبل اس کے شیر پھر اٹھ کر اس پر حملہ آور ہوتا اتنی دیر تک اکبر کے محافظ دستوں میں سے کچھ اور لشکری بھی اپنے گھوڑوں سے کود گئے تھے۔ شیر نے اب دیکھا کہ اس کے مقابلے میں ایک نہیں کئی اور لشکری بھی اترے ہیں۔ اس نے جب اپنی توجہ ان کی طرف کی تب اچانک عادل خان کی تلوار بلند ہو کر

Marfat.com

گری اور شیر کا اس نے کام تمام کر کے رکھ دیا تھا۔
اس سارے منظر کو اکبر ابھی تک حیرت زدہ اور پریشان حال سا کھڑا دیکھ رہا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ معاملہ اس قدر بڑھ جائے گا۔ وہ تو یہ خیال کئے ہوئے تھا کہ وہ بڑی آسانی سے شیر کا شکار کرے گا۔ لیکن تیر کھا کر اور زخمی ہونے کے باوجود بھی شیر اس قابل تھا کہ جوابی کارروائی کرتا۔ اور پھر عادل خان نے جو شیر کے اوپر جست لگائی تو اس نے اکبر کو اور زیادہ پریشان اور حیرت زدہ سا کر کے رکھ دیا تھا۔

چنانچہ جب عادل خان نے اپنی تلوار گراتے ہوئے شیر کا خاتمہ کر دیا تب تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں اکبر عادل خان کی طرف دیکھتا رہا۔ اس نے دیکھا عادل خان کا لباس جگہ جگہ سے پھٹ چکا تھا۔ شیر کے پنجوں کی وجہ سے اس کے جسم کے مختلف حصوں پر زخم آئے تھے جن سے خون بہنے لگا تھا۔ اس موقع پر کچھ لشکری اسے سنبھالنے لگے تھے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے اکبر، اس کے سالار اور اس کے ساتھ اس وقت جو عمائدین تھے وہ بھی اپنے گھوڑوں سے اتر گئے تھے۔ اکبر آگے بڑھا۔ عادل خان کے سامنے آیا۔ اس موقع پر عادل خان ان لشکریوں کی طرف متوجہ ہوا جو اسے سہارا دینے کی کوشش کر رہے تھے اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مجھے چھوڑ دو۔ مجھے کچھ نہیں ہوا۔ میں ٹھیک ہوں۔ چل سکتا ہوں۔ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکتا ہوں۔"

عادل کے ان الفاظ پر وہ لشکری ذرا پیچھے ہٹ گئے تھے۔ اس لئے کہ اکبر بھی ان کی طرف آ رہا تھا۔ عادل خان کے ان الفاظ پر اکبر بھی خوشی محسوس کر رہا تھا۔ اکبر عادل خان کے سامنے آیا اور مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"عبداللہ خان کے بیٹے! میں اس موقع پر سنگ اُڑاتی آندھیوں اور انگاروں کی بارش جیسی تیری شجاعت، حلاوت بھری اخوت اور صداقت کے احترام جیسی تیری جانثاری، خوفناک لہروں، طوفانوں کے خیابانوں جیسی تیری سرفروشی، عداوتوں کی چلچلاتی دھوپ، صدیوں کے کھولتے انقلاب سی تیری بے باکی اور سرمدی خوابوں کی سی اجنبی اور خوبصورت رتوں کے بوجھل خمار سی تیری فداکاری کو سلام پیش کرتا ہوں۔ جس طرح تُو نے میری طرف لپکتے شیر پر چھلانگ لگا کر اپنی طرف متوجہ کیا اور میری طرف بڑھنے سے اسے روک دیا، ایسی قربانی اور جانثاری کو تو میں زندگی بھر فراموش نہیں کر سکوں گا۔"

Marfat.com

یہاں تک کہنے کے بعد اکبر جب دم لینے کے لئے رُکا تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے عادل خان بڑی عقیدت میں کہنے لگا۔

''شہنشاہِ معظم! ایک نیک دل حکمران اپنے ماتحتوں کے دلوں کے لئے کنول کا پھول، سعادت کا سرچشمہ، ایک مہربان حاکم، زندگی کے اسرار کا سرور ہوتا ہے اور اس کے چاہنے والے نسل در نسل، عہد در عہد، قرن در قرن حفاظت کا ایک حصار بناتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔ جو شخص اپنے رحم دل حاکم کی جان کو ایک امانت سمجھ کر چار سُو بھڑکتی آگ کو اس کی طرف بڑھنے سے نہیں روکتا وہ اپنے منصب سے وفاداری نہیں کرتا۔ اور جو اپنے منصب سے وفاداری نہیں کرتا ایسے لوگ نہ صرف منصب سے جفا کاری کرتے ہیں بلکہ اپنے نصب العین کے لئے مضطرب ہونے کا ڈھنگ بھی نہیں جانتے اور وہ لوگ جو اپنے نصب العین کو نہیں سمجھتے وہ لمحہ بہ لمحہ آہستہ آہستہ پانیوں سے اُبھرتی پیاس، شکستہ در و بام، ویران طاقوں، پیاسے اشجار اور محرابوں کے سناٹے سے ساکت اور بے حس ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور میں کم از کم اپنا شمار ایسے لوگوں میں نہیں کرانا چاہتا۔''

عادل خان کے ان الفاظ پر اکبر خوشی میں جھوم سا اٹھا تھا۔ پھر اپنے پیچھے دیکھا، پھر اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''لشکر کو یہیں پڑاؤ کرنے کا حکم دو۔ یہاں جو ہمارے سامنے شیر آیا ہے اس کا مطلب ہے یہاں شکار ہے۔ یہیں قیام کے دوران عادل خان کے جو شیر کے پنجوں کے زخم آئے ہیں ان کی دیکھ بھال کی جائے گی اور پھر عادل خان کی جگہ کسی اور کو سالار بنا کر رنتھنبور پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا جائے گا۔''

اکبر کا یہ حکم سنتے ہی لشکری فوراً حرکت میں آئے۔ وہاں پڑاؤ قائم کرنے لگے۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے خیمے نصب ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اکبر نے پھر اپنے سامنے کھڑے عادل خان کو مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہا تھا کہ عادل خان پہلے ہی بول اٹھا تھا۔

''شہنشاہِ معظم! میری طرف سے ایک گزارش ہے۔ آپ نے رنتھنبور کی مہم کے لئے میری تقرری کے احکامات جاری کر دیئے ہیں۔ میری آپ سے التماس ہے کہ اس میں تبدیلی نہ کی جائے۔ اس مہم پر میں ہی روانہ ہوں گا۔ میرے زخم نہ زیادہ تکلیف دہ ہیں نہ گہرے ہیں۔ ایک دو دن تک شیر کے پنجوں سے آنے والی خراشیں بھی دور ہو

Marfat.com

جائیں گی اور میں اپنی مہم پر روانہ ہو جاؤں گا۔ اس مہم کے بعد میرے جسم پر جو خراشوں کے نشانات ہیں وہ بھی جاتے رہیں گے۔ اس حالات میں شہنشاہِ معظم! میں آگرہ کا رخ بھی نہیں کرنا چاہتا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عادل خان رکا، کچھ سوچا پھر پہلے کی نسبت بوجھل اور بھاری آواز میں وہ کہہ رہا تھا۔

"آپ جانتے ہیں، میرے ماں باپ مارے جا چکے ہیں۔ دو بھائی ہیں، وہ بھی میرے لئے نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اس لئے کہ ان کی طبیعت، ان کا مزاج مجھ سے میل نہیں کھاتا جس کی بناء پر وہ دونوں بھی مجھ سے نالاں ہیں۔ سلطانِ محترم! آپ جانتے ہیں آگرہ کے اندر صرف دو ہستیاں ایسی ہیں جب میں آگرہ سے رخصت ہوتا ہوں تو ان کے چہرے اُداس ہوتے ہیں۔ جب میں آگرہ میں نہیں ہوتا تو وہ بڑی بے چینی سے میرا انتظار کرتی ہیں۔ اپنے جسم پر شیر کے پنجوں کی خراشیں لے کر میں ان دونوں کے سامنے نہیں جانا چاہتا۔ یہاں قیام کے دوران زخم مندمل ہو جائیں گے پھر میں اپنی رنتھنبور کی مہم پر نکل جاؤں گا اور تب تک میرے جسم سے خراشیں بھی ختم ہو جائیں گی۔ اور پھر جب ان دونوں کو یہ خبر ہو گی کہ میں تو ایک لشکر کی کمانداری کرتے ہوئے رنتھنبور کی مہم پر روانہ ہو چکا ہوں تو وہ مطمئن اور خوش ہو جائیں گی کہ میں ٹھیک ہوں۔ اسی بناء پر مجھے اس مہم کی کمانداری کے لئے مقرر کیا ہے۔"

جب تک عادل خان بولتا رہا اکبر مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ اتنی دیر تک لشکر کے کچھ طبیب وہاں آ گئے تھے۔ اس موقع پر اکبر کچھ کہنا چاہتا تھا مگر خاموش رہا۔ اکبر کے کہنے پر ان طبیبوں نے عادل خان کے جسم پر جو جگہ جگہ شیر کے پنجوں کی خراشیں آئی تھیں وہاں مرہم لگا دیا تھا اور جہاں پٹی باندھنے کی ضرورت تھی وہاں پٹیاں بھی باندھ دی گئی تھیں۔ اتنی دیر تک وہاں پڑاؤ بھی قائم ہو گیا تھا۔

اکبر نے چند دن تک وہاں قیام کیا۔ کچھ دن تک شکار بھی کھیلتا رہا۔ اس دوران عادل خان کے جسم پر آنے والی خراشیں بھی ٹھیک ہو گئی تھیں۔ جس کے بعد اکبر تو اپنا لشکر لے کر آگرہ کی طرف چلا گیا تھا جبکہ لشکر کا وہ حصہ جو عادل خان کے لئے مختص کیا گیا تھا اسے لے کر عادل خان رنتھنبور کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

○○○

Marfat.com

عادل خان اپنے لشکر کے ساتھ ابھی رنتھنبور نہیں پہنچا تھا۔ دوسری طرف اکبر بھی ابھی راستے ہی میں تھا کہ اکبر کو اطلاع ملی کہ باغی مغل شہزادوں اور امراء نے ایک بار پھر اکبر کے خلاف حرکت میں آتے ہوئے مالوہ پر حملہ کر دیا ہے اور اجین شہر کا انہوں نے محاصرہ کر لیا ہے۔

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اکبر نے فوراً ایک لشکر اجین کی طرف روانہ کیا۔ لیکن باغی مغل امراء کے مقابلے میں لشکر کو کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اس ناکامی کی وجہ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اکبر کو یہ شک اور شبہ ہو گیا تھا کہ اس لشکر کے کچھ سالار باغی مغل امراء سے ملے ہوئے تھے جس کی بناء پر اس مہم میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

چنانچہ اکبر کو جب خبر ملی کہ مالوہ پر حملہ آور ہونے والے مغل امراء اور شہزادوں نے جہاں مالوہ کے وسیع حصوں پر قبضہ کر لیا ہے وہاں انہوں نے بڑی سختی کے ساتھ اجین کا محاصرہ بھی کیا ہوا ہے اور جو لشکر اس نے ان سے ٹکرانے کے لئے بھیجا تھا اسے کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی۔ اس نے تیز رفتار قاصد رنتھنبور کی طرف روانہ کئے۔

اس وقت تک عادل خان اپنے لشکر کے ساتھ رنتھنبور پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ جو قاصد اکبر نے عادل خان کی طرف روانہ کئے وہ مالوہ کے سارے علاقوں سے واقف تھے اور اکبر نے عادل خان کے نام یہ پیغام بھجوایا کہ فی الحال وہ رنتھنبور کی مہم کو التوا میں ڈال دے اور مالوہ کا رخ کرے۔ خصوصیت کے ساتھ پہلے اجین کی طرف جائے جہاں باغی مغل امراء نے شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے اور ان پر حملہ آور ہو کر نہ صرف اجین کا محاصرہ ختم کرائے بلکہ باغی مغل امراء کو مالوہ سے نکال باہر کرے۔

مؤرخین وضاحت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ رنتھنبور کی اس مہم کو ادھورا چھوڑنے کے بعد اکبر کے لشکر نے مالوہ کا رخ کیا تھا۔

دوسری طرف باغی مغل امراء اور شہزادوں کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ اکبر کا پہلا لشکر ان کے خلاف ناکام ہوا ہے تو اکبر نے دوسرا لشکر جو رنتھنبور کا محاصرہ کرنے والا تھا اسے ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کر دیا ہے۔

عادل خان جانتا تھا کہ اس سے پہلے لشکر باغی مغل امراء کے مقابلے میں ناکام ہو چکا ہے اور اب اسے حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا اس مہم میں اس کی

Marfat.com

عزت، اس کے وقار اور اس کے مستقبل کا سوال ہے لہٰذا وہ اپنی پوری تیاری سے پتھروں کی رگوں سے نکل کر بھڑک اٹھنے والی آگ اور پرانے ویران دیولاخوں سے اٹھتے مہیب طوفانوں کی طرح باغی مغل امراء کی طرف بڑھا تھا۔

جب وہ اجین کے قریب گیا تو باغی مغل امراء کے مخبر بھی پوری طرح کام کر رہے تھے اور انہوں نے عادل خان کے آنے کی اطلاع کر دی تھی۔ لہٰذا باغی مغل امراء نے وقتی طور پر اجین کا محاصرہ ترک کر کے پہلے عادل خان کے لشکر کی راہ روک کر اس سے نمٹنے کا فیصلہ کر لیا۔

یہ فیصلہ کرتے ہی باغی امراء اپنے لشکر کے ساتھ پراگندہ اور فرومایہ کر دینے والی سیال آتش اور تلخیوں، انبوہ اور غضب ناک ہجوم کی طرح عادل خان کے لشکر کی طرف بڑھے تھے۔

عادل خان کے لشکر کے سامنے آتے ہی ان باغی امراء نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً ہی عادل خان کے لشکر پر وہ موت کے سرابوں، روح کے عذابوں، درد کی اندھی لو، وحشتوں کے مناظر اور مرگ کی گراں باری کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

عادل خان چونکہ پرانے راہنماؤں کے ساتھ اجین کا رخ کئے ہوئے تھا۔ ساتھ ہی اکبر کے مخبر بھی پوری طرح کام کر رہے تھے لہٰذا مخبروں نے اسے آگاہ کر دیا تھا کہ باغی امراء کا لشکر اجین کا محاصرہ وقتی طور پر ترک کر کے اس کی راہ روکنے کے لئے آ رہا ہے۔

لہٰذا جس وقت باغیوں کا لشکر اس پر حملہ آور ہوا اس وقت عادل خان نے بھی ہر سمت طوفان کھڑا کرتے قضا فروشوں کی طرح باغیوں کی طرف پیش قدمی کی۔ پھر وہ باغیوں کے لشکر پر وحشتوں کی چادر پھیلاتے رگ رگ میں چبھتے خوف نظر منظر میں وحشتیں بھرتی لاوے کی اُبھرتی لہروں اور نفس نفس میں ماندگی طاری کر دینے والے ماورائے ادراک ہیولوں کی تابکاری کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس طرح عادل خان اور باغی امراء کے درمیان بود و نابود کی کشمکش شروع ہو گئی تھی۔ وقت کی آنکھ نے دیکھا، عادل خان سر پر کفن باندھ کر جس سمت بھی حملہ آور ہوتا اپنے سامنے باغیوں کے لشکریوں کو گھائل اور مجروح پرندوں کی طرح کرتا چلا جا رہا تھا۔

باغیوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی جس طرح مغلوں کا پہلا لشکر ان کے مقابلے میں ناکام ہوا ہے اس لشکر کو بھی وہ شکست دے کر مار بھگائیں لیکن یہاں معاملہ

Marfat.com

دوسرا تھا۔ عادل خان اس جانثاری، اس دلجمعی اور اس بے باکی اور جرأت مندی سے حملہ آور ہو رہا تھا کہ بڑی تیزی سے اس نے باغیوں کے لشکریوں کا اس طرح قتل عام کرنا شروع کر دیا تھا جیسے کوئی ماہر فن کاغذ پر لکھی کچی تحریروں اور دیواروں پر بنے کچے رنگوں کے نقوش کو لمحوں کے اندر مٹاتا چلا جاتا ہے۔

باغی امراء نے جب دیکھا کہ عادل خان کسی طور بھی ان کی گرفت اور قابو میں نہیں آ رہا اور یہ کہ اب وہ ان پر بھاری ثابت ہو رہا ہے اور بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ ان کے لشکریوں کا قتل عام کرتے ہوئے ان کے لشکر کی تعداد بھی کم کرتا چلا جا رہا ہے تو انہوں نے ایک بار صلاح مشورہ کر کے پورے زور و شور اور جذبے کے ساتھ عادل خان پر حملہ کیا۔ لیکن عادل خان نے ان کے اس قہرمانیت بھرے حملے کو بھی روک دیا۔ اس کے بعد اس نے بھی اپنے حملوں میں تیزی پیدا کر دی تھی اور ان تیز حملوں کی وجہ سے باغی امراء کے لشکریوں کی حالت اب عذابوں کے مسافروں، ویرانوں کے نوحوں اور اِدھر اُدھر بکھرتے بے بس پتوں سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

باغی امراء نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ان کے لشکر کو بڑی تیزی سے کاٹا جا رہا ہے لیکن انہوں نے مزید کچھ دیر میدان میں رک کر قسمت آزمانے کا فیصلہ کیا اور جب انہوں نے دیکھا کہ اب ان کا میدان میں ٹھہرنا خود اپنے آپ کو موت کے حوالے کرنا ہے تو باہم مشورہ کرنے کے بعد اپنے بچے کھچے لشکر کو سمیٹ کر باغی مغل امراء بھاگ کھڑے ہوئے۔ عادل خان نے کافی دور تک ان کا تعاقب کیا۔ ان کی تعداد کو مزید کم کیا۔

اس کے بعد وہ اجین شہر کی طرف بڑھا۔ اب باغی مغل امراء کی بدبختی کہ جس وقت انہوں نے اجین شہر کا محاصرہ کیا ہوا تھا اجین کے نواح ہی میں ان کا پڑاؤ تھا جہاں ان کی ضروریات کی اشیاء کے ڈھیر اور انبار لگے ہوئے تھے۔ عادل خان کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد وہ ایسے بدحواس ہوئے کہ اجین کا رخ نہیں کیا۔ بلکہ سیدھے جنوب کی طرف بھاگے۔ چنانچہ عادل خان کی خوش قسمتی کہ اجین پہنچ کر اس نے دشمن کے لشکر کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا تھا۔ ساتھ ہی اس نے اپنے لشکر کے کچھ افراد کے ذمے کام لگایا کہ مالِ غنیمت کے سامان کی فی الفور فہرستیں تیار کرنی شروع کر دی جائیں۔

پہلے کام کی تکمیل کے بعد عادل خان نے اپنے لشکر کے ساتھ مالوہ کے مختلف

Marfat.com

علاقوں میں بکھرے ہوئے باغی مغلوں کے خلاف کارروائی کی اور چند ہی ہفتوں کے اندر اندر اس نے نہ صرف باغیوں کا مکمل صفایا کر کے رکھ دیا بلکہ مالوہ کے سارے علاقوں کو ان سے پاک کر کے عادل خان نے انہیں دریائے نربدا کے اس پار بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

عادل خان کی ان ساری کارگزاریوں کی خبریں اکبر کے پاس آگرہ میں پہنچ رہی تھیں۔ باغیوں کے خلاف اس کی کامیابی نے اکبر کو خوش کر کے رکھ دیا تھا۔ لہٰذا اس نے قاصدوں کے ذریعے عادل کو پیغام بھجوایا کہ مالوہ سے نکل کر وہ رنتھمبور کا رخ کرے۔ ساتھ ہی اکبر نے یہ بھی کہلا بھیجا کہ وہ خود بھی ایک لشکر لے کر آگرہ سے روانہ ہو رہا ہے اور رنتھمبور پہنچ رہا ہے۔

چنانچہ جس وقت عادل خان اپنے لشکر کے ساتھ رنتھمبور کے نواح میں پہنچا تو اس سے پہلے ہی اکبر وہاں پہنچ چکا تھا۔ اکبر نے شاندار انداز میں عادل خان اور اس کے لشکریوں کا استقبال کیا۔ عادل خان جب اکبر کے سامنے آیا تو اکبر نے کئی بار اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے اس کی کارگزاری پر اسے مبارک باد دی۔ اس موقع پر عادل نے اس سارے سامان کی فہرستیں بھی اکبر کی خدمت میں پیش کر دیں جو سامان اسے اجین کے نواح میں باغی مغل امراء کے پڑاؤ سے ملا تھا۔

اکبر کچھ دیر تک ان فہرستوں کو بہ نظر غائر دیکھتا رہا۔ اس موقع پر وہ مسکراتا رہا پھر فہرستوں سے نگاہ ہٹا کر اس نے عادل خان کی طرف دیکھا پھر بڑی اپنائیت میں کہنے لگا۔

”عادل خان! تم میرے واحد اور پہلے سالار ہو جس نے آج تک کبھی بھی مالِ غنیمت میں سے ایک تنکے کی بھی خورد برد نہیں کی۔ جس قدر بھی مال غنیمت تمہیں ملتا رہا میرے حضور پیش کرتے رہے اور تمہارے رویے سے میں اس قدر مطمئن اور خوش ہوں کہ اسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد اکبر رکا۔ پھر اس سارے سامان کی فہرست اس نے عادل خان کی طرف بڑھائی اور کہنے لگا۔

”یہ ساری فہرستیں اپنے پاس رکھو اور ان فہرستوں کے مطابق جو سامان تمہارے پاس ہے اسے اپنے لشکریوں میں تقسیم کرنے کے ساتھ ساتھ اس میں سے ایک بڑا

Marfat.com

حصہ اپنے لئے بھی رکھو۔ اس تقسیم کے بعد میں تم سے پوچھوں گا کہ تم نے اپنے لئے کیا رکھا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی اکبر نے اپنے گھوڑے کی زین کے ساتھ جو خرجین بندھی ہوئی تھی اس کا منہ کھول کر اس کے اندر ہاتھ ڈالا پھر اس میں سے ایک تھیلی نکالی۔ اس کا منہ کھول کر دیکھا، مسکرایا۔ پھر وہ تھیلی اس نے عادل خان کی طرف بڑھائی اور کہنے لگا۔

"پہلے اس تھیلی کا منہ کھول کر دیکھو۔"

عادل خان نے تھیلی لے لی۔ اس کا منہ کھول کر دیکھا۔ وہ تھیلی جواہرات کے علاوہ سونے کے سکوں سے بھری ہوئی تھی اور سارے سامان کو دیکھتے ہوئے عادل حیرت کا اظہار کر رہا تھا کہ اکبر کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

"اس چھوٹی خرجین کو سنبھال کر رکھ لو۔ عنقریب تمہاری شادی کملا اور رتن سے کرانے کا اہتمام کیا جائے گا اور اس موقع پر یہ تھیلی یقیناً تمہارے کام آئے گی۔ عادل خان! میں جانتا ہوں ریاست گونڈوانہ سے کملا اور رتن اپنے ساتھ بہت کچھ لے کر آئی ہیں جس سے تمہاری معاشرتی زندگی میں بھی ایک انقلاب برپا ہو گا لیکن جو کچھ میں نے تمہیں دیا ہے اس کے علاوہ بھی میں تمہیں نوازتا رہوں گا۔ ہاں ایک بات یاد رکھنا اگر تم میری صحبت سے نکل کر کسی علاقے کا حاکم بننے کی خواہش رکھو تو مجھے بتا دینا، میں تمہیں وہاں کا حاکم مقرر کر دوں گا۔"

جواب میں عادل خان نے پہلے سر کو خم کرتے ہوئے عاجزی اور انکساری کا اظہار کیا پھر کہنے لگا۔

"اس موقع پر میں آپ سے یہ التماس کروں گا کہ مجھے کبھی اپنے آپ سے جدا نہ کیجئے گا۔ میرے لئے یہی سب سے بڑا فخر ہو گا کہ میں آپ کی خدمت کے فرائض انجام دیتا رہوں۔"

عادل خان کے ان الفاظ سے اکبر خوش ہو گیا تھا۔ پھر دونوں اپنے لشکر کے ساتھ رنتھنبور کی طرف بڑھے تھے۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

کملا اور رتن دونوں ایک روز عادل خان کے مکان کی صفائی ستھرائی کرنے کے بعد جب سانول داس کی حویلی کے دیوان خانے کے دروازے پر آئیں تو انہوں نے دیکھا اس وقت سانول داس، پورن دیوی، جگت کماری کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ پریشان بھی تھے، افسردہ بھی دکھائی دے رہے تھے۔ جونہی دروازے پر کملا اور رتن نمودار ہوئیں تو وہ خاموش ہو گئے پھر ایک دم سانول داس کسی دوسرے موضوع پر گفتگو کرنے لگا تھا۔

ان تینوں کی اس حرکت پر کملا اور رتن چونکی تھیں۔ معنی خیز انداز میں دونوں نے تھوڑی دیر تک ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر دیوان خانے میں داخل ہوئیں۔ خالی نشستوں پر بیٹھ گئیں۔ پھر گفتگو کا آغاز رتن کماری نے کیا اور اپنے ماموں سانول داس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"ماموں! اگر آپ برا نہ مانیں تو میں آپ سے کچھ جاننا چاہتی ہوں۔ جس وقت میں اور کملا دیوان خانے کے دروازے پر آئی تھیں اس وقت آپ تینوں کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ پریشان اور فکرمند بھی تھے۔ لیکن جونہی میں اور کملا دروازے پر آئیں تو آپ لوگوں نے نہ صرف اپنے چہروں کے تاثرات بدل لئے بلکہ موضوعِ سخن بھی تبدیل کر لیا۔ کیا میں اس کی وجہ جان سکتی ہوں؟ کیا آپ ہم دونوں سے کوئی بات چھپانا چاہتے ہیں؟ کوئی ایسا راز ہے جسے ہم دونوں پر منکشف نہیں کرنا چاہتے؟"

رتن کے ان الفاظ پر اس کا ماموں سانول داس مسکرا رہا تھا۔ جب وہ خاموش ہوئی تب کہنے لگا۔

"بیٹا! نہ کوئی راز ہے نہ کوئی ایسی بات ہے جسے تم سے چھپانے یا اسے راز میں

Marfat.com

رکھنے کی ضرورت درپیش ہو۔ بیٹے! دراصل عادل خان کے ساتھ ایک حادثہ پیش آیا تھا۔ میں تمہاری ممانی اور جگت کے ساتھ اسی سے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔ تم دونوں کے آنے پر میں خاموش ہو گیا اور چاہتا تھا کہ عادل خان کے اس حادثے کا ذکر تم سے نہ ہی کیا جائے تو اچھا ہے۔ اب جبکہ تم نے پوچھ ہی لیا ہے تو میں تم سے کچھ چھپاؤں گا نہیں۔"

یہاں تک کہتے کہتے سانول داس کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ کملا اور رتن دونوں انتہا درجہ کی پریشان اور فکر مند ہو گئی تھیں۔ پھر کملا نے سانول داس کو مخاطب کیا۔

"ماموں! انہیں کیا حادثہ پیش آیا ہے؟ ہم نے تو سنا تھا وہ اپنی مالوہ کی مہم میں شاندار کامیابی حاصل کرنے کے بعد باغیوں کو دریائے نربدا کے اس پار مار بھگانے میں کامیاب ہو گئے تھے اور پھر شہنشاہ نے ان کی طرف پیغام بھجوایا تھا کہ وہ رنتھمبور کا رخ کریں۔ ساتھ ہی چند دن پہلے خود شہنشاہ بھی ان سے جا ملنے کے لئے لشکر لے کر رنتھمبور کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ کیا عادل خان کے ساتھ یہ حادثہ رنتھمبور میں پیش آیا ہے؟ اور یہ حادثہ کیسا ہے؟ وہ خیریت سے تو ہیں؟ اس وقت وہ کہاں اور کیسے ہیں؟"

کملا کے ان سارے سوالات پر سانول داس مسکرایا اور کہنے لگا۔

"بیٹا! تم نے بیک وقت کئی سوالات مجھ پر داغ دیئے ہیں۔ وہ حادثہ یوں جانو ماضی کا ایک حصہ بن چکا ہے۔"

اس کے بعد سانول داس نے مالوہ سے لوٹتے ہوئے خونخوار شیر کے اکبر پر حملہ آور ہونے، عادل خان کے شیر پر جست لگانے، زخمی ہونے اور پھر چند دن کے بعد ٹھیک ہو جانے کے بعد اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ رنتھمبور کی طرف کوچ کر جانے کی تفصیل کہہ دی تھی۔ ساری تفصیل کہنے کے بعد سانول داس کہنے لگا۔

"بیٹا! میں یقیناً یہ تفصیل تمہیں بہت پہلے کہہ دیتا لیکن اکبر اور دوسرے سالاروں سے عادل خان نے کہہ دیا تھا، اس کے اس حادثے کا ذکر تم دونوں سے نہ کیا جائے۔ شاید اس نے ایسا اس لئے کیا ہو کہ اس کی وجہ سے تم فکر مند اور پریشان نہ ہو۔ اس کا کہنا تھا کہ شیر کے پنجوں کی معمولی خراشیں تھیں جو اس کے جسم پر آئی تھیں۔ وہ ٹھیک ہو جائیں گی۔ اور پھر ایسا ہی ہوا۔ جب اس کے زخم مندمل ہو گئے تو اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ وہ رنتھمبور کی طرف چلا گیا۔ میری بچیو! اس سلسلے میں تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ بھی میں تم دونوں سے ایک موضوع پر گفتگو

Marfat.com

کرنا چاہتا ہوں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سانول داس رکا، دوبارہ بولا اور اپنی بات کو آگے بڑھانا شروع کیا۔

"میری بچیو! جہاں تک عادل خان کا تعلق ہے تو اس کے متعلق تم دونوں اب بالکل بے فکر ہو جاؤ۔ وہ صحت مند اور ٹھیک ہے۔ یہ جو تفصیل میں نے تم سے کہی ہے یہ جب اکبر واپس آیا تھا تو اس نے خاص طور پر مجھے طلب کیا تھا، یہ تفصیل بتائی تھی۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا تھا فی الحال اس کا ذکر تم سے نہ کیا جائے۔ تم دونوں کے علاوہ اس کا ذکر میں نے تمہاری ممانی اور بہن سے بھی نہیں کیا تھا۔ آج اس موضوع پر ان سے گفتگو کی ہے تو یہ ارادہ کیا تھا کہ تمہیں بھی اس حادثے سے آگاہ کروں گا۔ اچھا ہوا تم دونوں بروقت آگئیں اور یہ تفصیل جان لی۔

اب دوسرا موضوع جس پر میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جس وقت شہنشاہ نے مجھے بلایا تھا تو شہنشاہ نے اس خواہش کا بھی اظہار کیا تھا کہ رنتھمبور کی مہم کو نمٹانے کے بعد عادل خان جب واپس آگرہ آئے گا تو تم دونوں سے اس کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے گا۔

میری بچیو! اس موضوع پر میں نے تمہاری ممانی اور تمہاری بہن جگت کماری سے بات بھی کی ہے۔ اب تم دونوں جگت کماری کے ساتھ مل کر اس سارے سامان کی فہرست تیار کرو جو میری طرف سے تمہیں دیا جانا چاہئے۔"

سانول داس جب خاموش ہوا تب بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس بار کملا بول اٹھی۔

"ماموں! آپ کو اس سلسلے میں کوئی زحمت اٹھانا نہیں پڑے گی۔ نہ ہی ہم دونوں کی شادی کے سلسلے میں سامان کی کوئی فہرست بنے گی اور نہ ہی آپ کو کوئی سامان خریدنا پڑے گا۔ آپ جانتے ہیں میں اور رتن دونوں تقریباً روز ہی عادل خان کے مکان کی طرف جاتی ہیں اور آئے دن ہم اس مکان میں کسی نہ کسی چیز کا اضافہ کرتی رہتی ہیں۔ باورچی خانے کا تقریباً سارا سامان ہم نے نیا خرید کر ڈلوا لیا ہے۔ باورچی خانے کی ہیئت بھی بدل دی ہے۔ اس کے علاوہ توشک خانے کے اندر بہت سے فالتو بستروں کا بھی اہتمام کر دیا ہے۔ دو بڑی بڑی مسہریاں سامنے والے دونوں کمروں میں لگا دی گئی

Marfat.com

تھیں۔ اب بہت سی مسہریاں توشک خانے میں رکھوانے کے بعد ان پر بھی گھر میں کام آنے والا کچھ سامان رکھوا دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ میں اور رتن دونوں نے مل کر عادل خان کے لئے بہت سے لباس بھی خریدے ہیں۔ وہ بھی ہم نے وہاں محفوظ کر دیئے ہیں۔ فی الحال میں اور رتن نے اپنے لئے کپڑوں کی خریداری نہیں کی۔ جب شادی کا موقع آئے گا تو میں اور رتن خود ہی خرید لیں گی۔ میں پھر آپ سے کہتی ہوں کہ اس سلسلے میں آپ کو نہ کوئی زحمت کرنے کی ضرورت ہے نہ ہی آپ کو اس سلسلے میں کچھ خرچ کرنا چاہئے۔ آپ جانتے ہیں کہ میرے اور رتن کے پاس بہت کچھ ہے بلکہ میں کہہ سکتی ہوں کہ اتنا کچھ کہ ہم عادل کے ساتھ اپنی زندگی کے آخری دموں تک خوش گوار، خوش کن لمحات گزار سکتی ہیں۔ لہٰذا میں آپ سے کہوں کہ ہماری شادی کے سلسلے میں نہ ہی آپ کو کوئی سامان خریدنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی کوئی فہرست بنانے کی ضرورت ہے۔ رنتھنبور کی مہم کے بعد عادل جب لوٹیں گے تو میں اور رتن ان سے ملاقات کریں گی۔ ان سے پوچھ لیں گی کہ شادی کے سلسلے میں ان کی کیا ضروریات ہیں۔ اس کے بعد میں اور رتن اپنے لئے کپڑے بنوانا شروع کر دیں گی۔"

کملا دیوی جب خاموش ہوئی تب اس کی طرف گھورنے کے انداز میں جگت کماری کچھ دیر دیکھتی رہی، پھر کہنے لگی۔

"کملا میری بہن! میں تمہاری اس تجویز سے قطعی اتفاق نہیں کرتی۔ دیکھو، عادل بھائی جب اپنی مہم سے واپس آئیں گے تو ہو سکتا ہے شہنشاہ ایک دو دن کے اندر ہی تم تینوں کی شادی کا اہتمام کر دیں۔ پھر کیا تم ان ایک دو دن ہی کے اندر اپنی ضروریات کے کپڑے خرید کر انہیں سلوا بھی سکو گی۔"

جگت کماری کے ان الفاظ پر معنی خیز انداز میں کملا دیوی نے رتن کی طرف دیکھا۔ جواب میں رتن بول اٹھی۔

"جگت ٹھیک کہتی ہے کملا، میری بہن! اگر شہنشاہ نے اس سلسلے میں زیادہ دن کی مہلت نہ دی تو پھر میں اور تم اپنے لئے کپڑے تو تیار نہیں کروا سکیں گی۔"

رتن کے ان الفاظ کو پورن دیوی اور جگت کماری دونوں نے سراہا تھا۔ یہاں تک کہ جگت کماری اپنے باپ سانول داس کو مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھی۔

"پتا جی! آپ ان دونوں کی باتوں پر نہ جایئے گا۔ یہ دونوں میری بہنیں ہیں اور

Marfat.com

ہماری طرف سے انہیں یہاں سے خالی ہاتھ تو وداع نہیں کیا جائے گا۔ آپ مجھے خاصی رقم مہیا کریں۔ میں ان دونوں کے ساتھ مل کر ان کی اور عادل بھائی کے کپڑوں کی فہرست بناتی ہوں۔ آج ہی ان دونوں کو اپنے ساتھ بازار لے کر جاؤں گی۔ جہاں عادل بھائی کے لئے کپڑوں کے علاوہ دوسرا ضروریات کا سامان خریدا جائے گا وہاں ان دونوں کی بھی ساری چیزوں کی خریداری آج ہی مکمل کر لی جائے گی۔ عادل بھائی رتھمبور کی مہم سے فارغ ہو کر کسی بھی وقت آگرہ واپس آ سکتے ہیں۔ لہٰذا ان کی آمد سے پہلے پہلے ہمیں اپنی ساری تیاریوں کی تکمیل کر لینی چاہئے۔"

اپنی بیٹی جگت کماری کی اس گفتگو سے سانول داس خوش ہو گیا تھا۔ پورن دیوی بھی خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ یہاں تک کہ رتن کماری بول اٹھی۔ کہنے لگی۔

"جگت! میری بہن! میں تیری کچھ باتوں سے اتفاق کرتی ہوں، کچھ سے اختلاف۔ جہاں تک سامان کی فہرست کا تعلق ہے تو تمہارے ساتھ مل کر ہم دونوں آج ہی سامان کی فہرست بنائیں گی۔ جہاں تک ہمارے اور عادل کے لئے کپڑوں کے علاوہ دوسرے سامان کی خریداری کا تعلق ہے تو وہ سامان بھی ہم تمہارے ساتھ ابھی بازار جا کر خریدتی ہیں۔ لیکن اس سارے سامان کے لئے رقم ماموں مہیا نہیں کریں گے۔ تم نے ماموں سے لینے کی کوشش کی تو میں جانوں گی تمہارا بھروسہ، تمہارا اعتماد اور تمہارا وشواس مجھ پر نہیں ہے۔"

جگت کماری نے بڑے پیارے انداز میں ایک ہلکی سی چپت رتن کماری کے گال پر لگائی پھر کہنے لگی۔

"تُو کیسی باتیں کرتی ہے؟ تُو میری بہن ہے۔ ہر معاملے میں میرا تم پر اعتماد اور بھروسہ ہے۔ اس کے علاوہ......."

جگت کماری اپنی بات مکمل نہ کر سکی۔ اس لئے کہ رتن بول اٹھی تھی۔

"اگر یہ بات ہے تو سنو، جہاں تک رقم کا تعلق ہے تو وہ میرے اور کملا کے پاس بہت ہے۔ اس کا ذکر میں پہلے بھی کر چکی ہوں۔ میں بار بار دہرانا نہیں چاہتی۔ میری بہن! سب سے پہلے تم ایسا کرو یہیں بیٹھے بیٹھے سامان کی فہرست تیار کرو۔ اس کے بعد تینوں بہنیں بلکہ ممانی کو بھی ساتھ لے کر چلتی ہیں۔ جو چیزیں خریدنی ہیں خرید لاتے ہیں۔"

Marfat.com

رتن کماری کے ان الفاظ پر پورن دیوی مسکرائی اور کہنے لگی۔

''رتن! میری بیٹی! تم مجھ بوڑھی کو کہاں اپنے ساتھ بازار میں گھسیٹتی پھرو گی؟ تم تینوں بہنیں جاؤ، جو چیز تمہارا من چاہے وہ خرید کر لے آؤ۔ مجھ بوڑھی عورت کو ساتھ جانے کی کیا ضرورت ہے۔''

جگت کماری نے بھی اپنی ماں کے ان الفاظ سے اتفاق کیا تھا۔ پھر جگت کماری اٹھ کر دوسرے کمرے کی طرف گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک کاغذ اور قلم دوات لے کر آئی اور پھر اپنی ماں کے علاوہ اپنے باپ، کملا اور رتن کے ساتھ مشورہ کرتے ہوئے وہ خریداری کے سامان کی فہرست بنانے لگی تھی۔

جب جگت کماری نے وہ فہرست تیار کر لی تب رتن نے کملا کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

''کملا! جاؤ رقم لے کر آؤ۔ پھر تینوں بازار چلیں۔''

اس پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کملا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اپنی خواب گاہ کی طرف گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹی۔ اس کے ہاتھ میں ایک چرمی خرجین تھی۔ پھر رتن اور جگت کماری کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''رقم میں لے کر آئی ہوں۔ اب دونوں بہنیں اٹھو اور بازار چلیں۔''

جگت اور رتن دونوں نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ پھر تینوں دیوان خانے سے نکل کر بازار کی طرف ہو لی تھیں۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

اکبر اور عادل خان نے جس وقت اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ رنتھنبور کی طرف کوچ کیا تھا تو راستے میں اکبر کے کچھ پرچہ نویس رنتھنبور کی طرف سے آئے اور انہوں نے اکبر کو اطلاع دی کہ رنتھنبور میں وہاں کے راجہ سرجن رائے نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر رکھا ہے۔ اس لشکر کو اس نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ بڑا حصہ شہر کے اندر محفوظ حصے کے طور پر متعین کر دیا گیا ہے جبکہ ایک حصہ اس نے اپنے دو بیٹوں دودھ اور بھوج کی کمانداری میں دیا ہے اور انہیں اپنے مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے اکبر کے لشکر کی راہ روکنے کے لئے روانہ کیا ہے۔

پرچہ نویسوں نے جب، اکبر کو یہ اطلاع دی تب اکبر نے وہاں رک کر اپنے سالاروں سے اس سلسلے میں مشورہ کیا۔ چنانچہ طے پایا کہ لشکر کے ایک حصے کو مقدمۃ الجیش کا نام دیا جائے اور اسے رنتھنبور کے راجہ سرجن رائے کے دونوں بیٹوں دودھ اور بھوج سے ٹکرانے کے لئے روانہ کیا جائے۔ اس لئے کہ دودھ اور بھوج دونوں اپنے ہر اول لشکر کو لے کر رنتھنبور سے ذرا آگے آ گئے تھے۔

اپنے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد آخر کار اکبر نے مقدمۃ الجیش کے طور پر اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کیا۔ اسے عادل خان کی سرکردگی میں دیا اور پھر عادل خان کو راجہ سرجن رائے کے دونوں بیٹوں دودھ اور بھوج سے ٹکرانے کے لئے روانہ کیا گیا۔

اس صورت حال کو راجہ سرجن رائے نے اپنے حق میں سمجھا۔ اس لئے کہ اس کے مخبر بھی بڑی تیزی سے اپنا کام سرانجام دے رہے تھے جنہوں نے سرجن رائے کو اطلاع کر دی تھی کہ اس نے جو اپنے دونوں بیٹوں کی سرکردگی میں ہر اول لشکر رنتھنبور سے باہر بھجوایا ہے تو اس کے جواب میں اکبر نے بھی اپنے لشکر کا ایک حصہ اپنے سالار

Marfat.com

عادل خان کی سرکردگی میں مقدمۃ الجیش کے طور پر اس کے دونوں بیٹوں سے ٹکرانے کے لئے روانہ کیا ہے۔ سرجن رائے کی طمانیت کی وجہ یہ بھی تھی کہ اس کے پرچہ نویسوں نے یہ اطلاع کر دی تھی کہ اکبر نے جو لشکر اپنے سالار عادل خان کی سرکردگی میں اس کے دونوں بیٹوں سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا ہے وہ تعداد میں اس کے بیٹوں کے لشکر سے بہت کم ہے اور راجہ سرجن رائے کے لئے طمانیت کی یہی سب سے بڑی وجہ تھی۔

راجہ کا خیال تھا کہ جب اس کے دونوں بیٹے اکبر کے مقدمۃ الجیش کو رنتھنبور سے دور ہی شکست دے کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیں گے تب اس کی اس کامیابی اور اکبر کے لشکر کی ناکامی کی وجہ سے اکبر کے لشکریوں پر منفی اثرات مرتب ہوں گے اور اس کے دو نتیجے برآمد ہوں گے۔ پہلا یہ کہ ہوسکتا ہے کہ اکبر رنتھنبور پر حملہ آور ہونے کا ارادہ ترک کر کے واپسی کا رخ اختیار کر لے۔ یا اگر وہ رنتھنبور کا رخ کرے بھی تو ایسی صورت میں اس کے مقدمۃ الجیش کی شکست کی وجہ سے اس کے لشکری بد دل ہوں گے۔ چنانچہ جب اکبر رنتھنبور کا محاصرہ کرے گا اور محاصرہ جب طول پکڑے گا تو بد دلی میں مزید اضافہ ہوگا جس کے نتیجے میں اکبر کو ہر صورت میں محاصرہ ترک کر کے ناکام اور نامراد واپس جانا پڑے گا۔

یہ سوچیں رنتھنبور کے راجہ سرجن رائے کی تھیں۔ دوسری طرف اکبر نے تہیہ کر رکھا تھا کہ وہ ہر صورت میں رنتھنبور کو فتح کر کے اپنی مملکت میں شامل کرے گا۔ دراصل اکبر نے اپنی زندگی کا یہ مقصد بنا لیا تھا کہ سب سے پہلے راجپوتوں کو اپنے سامنے زیر اور نگیں کیا جائے تاکہ شمالی ہندوستان میں کوئی بڑی طاقت اس کے خلاف سر اٹھانے کے قابل نہ رہے۔

اس کا یہ بھی خیال تھا کہ اگر وہ راجپوتوں کو مطیع اور فرمانبردار بنا لیتا ہے تو اس کے خلاف ان علاقوں میں جگہ جگہ بغاوتیں کھڑی ہونے کا سلسلہ اپنے انجام کو پہنچ جائے گا اور اگر اس کے عاملوں یا اس کے سالاروں میں سے بھی کسی کے ذہن میں بغاوت اور سرکشی کی بو سماتی ہے تو راجپوتوں کو مطیع کرنے کے بعد ان پر بھی ایک طرح سے خوف اور لرزہ طاری ہوگا اور وہ آنے والے دور میں بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ اس طرح اکبر شمالی ہندوستان کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنانے کے بعد پھر جنوبی

Marfat.com

ہندوستان اور اس سے ملحقہ دوسرے علاقوں پر ضرب لگانے کا متمنی تھا۔

بہر حال راجہ سرجن رائے نے اپنے دونوں بیٹوں کی سرکردگی میں اپنا ہراول لشکر رنتھمبور سے باہر روانہ کیا۔ دوسری طرف عادل خان بھی بڑی برق رفتاری کے ساتھ اپنے مقدمۃ الجیش کے ساتھ ان ہی کا رخ کئے ہوئے تھا۔

چنانچہ رنتھمبور سے چند فرسنگ دور راجہ سرجن رائے کے دونوں بیٹے اور عادل خان اپنے لشکریوں کے ساتھ ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ چونکہ راجہ کے دونوں بیٹوں دوہد اور بھوج دونوں کو ان کے پرچہ نویسوں نے اطلاع کر دی تھی کہ ان دونوں کی راہ روکنے کے لئے اکبر نے اپنا مقدمۃ الجیش روانہ کیا ہے اور وہ تعداد میں ان سے کم ہے۔ لہٰذا وہ دونوں بھائی خوش تھے۔ جونہی عادل خان ان کے سامنے آیا انہوں نے اس پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ دراصل وہ وقت ضائع کئے بغیر اپنے لئے فوائد حاصل کر کے اپنے باپ کو خوش کرنا چاہتے تھے۔

دوسری طرف دوہد اور بھوج کی بدبختی کہ وہ یہ خیال کر رہے تھے کہ عادل خان جو ان کے سامنے آیا ہے اور وہ اچانک اس پر حملہ آور ہو کر اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہیں تو عادل خان کو ان کے اس طرح اچانک حملہ آور ہونے کی اطلاع نہ ہوگی۔ لیکن اکبر کے پرچہ نویس بھی بڑی تیزی سے کام کر رہے تھے اور ان پرچہ نویسوں اور طلایہ گروں نے عادل خان کو اطلاع کر دی تھی کہ جونہی وہ راجہ سرجن رائے کے دونوں بیٹوں کے لشکر کے سامنے جائے گا وہ اس پر حملہ آور ہو کر اپنے لئے کامیابی کے در کھولنے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ ان کے اس اچانک حملے کو روکنے کے لئے عادل خان پوری طرح تیار اور مستعد تھا۔

چنانچہ دونوں لشکر جب ایک دوسرے کے سامنے آئے تب رنتھمبور کے راجہ سرجن رائے کے دونوں بیٹے دوہد اور بھوج حرکت میں آئے اور عادل خان کے لشکر پر کہر کے دبیز پردوں میں سرگرداں بدبختیوں کے سیاہ سایوں، ذلت اور خواری کے ہتھیاروں سے لیس خلش آفریں ہولناک موت، اہانت اور ذلت کی جولان گاہوں سے اٹھتی موت کی کھلی آغوش کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

دوسری طرف عادل خان نے بھی پستی کی پنہائیوں کو سرفرازی کی رفعتوں، شام ہجراں کی داستانوں کو مقدر کی سحر خیزیوں اور بت خانہ اوہام کے نقوش کو زمزموں کی

Marfat.com

بازگشت میں تبدیل کر دینے کے انداز میں اپنے کام کی ابتداء کی تھی۔ پہلے تو اس نے راجہ سرجن رائے کے دونوں بیٹوں کے حملے کو روکا۔ اس کے بعد دفاع کی ساری صناعی کو ایک طرف رکھتے ہوئے وہ جارحیت کی ہنر مندی پر اُترا اور ایک طرح سے جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ راجہ سرجن رائے کے بیٹوں کے لشکر پر قطرہ در قطرہ تشنگی بڑھاتے جھلتے خوفناک دشت، ذرہ در ذرہ درد کے آنگن کھڑے کرتے موت اور نیستی کے اندھیاؤ، یم در یم سوچوں کی لہریں بپا کر دینے والی لیل و نہار کی کروٹوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

گو عادل خان کے لشکر کی تعداد کم تھی لیکن اس کے حملوں میں موت اور مرگ کی بھڑتی آگ جیسی ہولناکی، درد کی شوریدہ سری اور لاوے، شعلے اور شراروں کی سی سختی تھی۔

کچھ دیر تک کھلے میدانوں میں دونوں لشکر ایک دوسرے پر کالی راتوں کی آندھیوں، خواہشوں کی ہواؤں، فضاؤں کی بے کرانیوں میں چنگھاڑتے طوفانوں اور قدم قدم پر روگ کھڑے کرتے گرم سرابوں کے فریب کی طرح حملہ آور ہوتے رہے۔

ہر لشکری کی کوشش تھی کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنے مد مقابل کو زیر کر کے اپنی فتح مندی، اپنی کامیابی اور اپنی کامرانی اور فوز مندی کے در کھولتا چلا جائے۔

جنگ اور ٹکراؤ کے شروع ہی سے دوہد اور بھوج کو یہ پکی بلکہ قوی امید تھی کہ وہ اکبر کے مقدمۃ الجیش کو مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ایسا وہ اپنی عددی فوقیت کی وجہ سے اندازہ لگا رہے تھے۔ مگر جب عادل خان سے ان کا ٹکراؤ شروع ہوا تو آہستہ آہستہ انہوں نے جاننا شروع کیا کہ اکبر کے مقدمۃ الجیش کے مقابلے میں ان کی عددی فوقیت کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہی اور پھر وقت کی آنکھ نے دیکھا کہ شروع شروع میں دوہد اور بھوج اپنی فتح مندی کو یقینی بنانے کے لئے کچھ دیر تک ظلمتوں کے بھنور، شام کے بے انت اندھیروں اور وقت کی بدترین قہرمانیت کی طرح ضربیں لگاتے ہوئے عادل خان کو اس کے لشکریوں کے ساتھ مار بھگانا چاہتے تھے۔ لیکن جب بار بار حملہ آور ہوتے ہوئے، بار بار ضربیں لگانے کے بعد اور کئی بار تیز اور جان لیوا حملے کرنے کے باوجود بھی وہ اپنے سامنے عادل خان اور اس کے لشکریوں کو ٹس سے مس نہ کر سکے اور نہ ہی انہیں پیچھے ہٹنے اور پسپا کرنے پر قادر ہو سکے تب دوہد اور بھوج بذاتِ خود ایک طرح

Marfat.com

سے بے اطمینانی کے شکار ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اور جب ان کی یہ بے اطمینانی اور بد دلی ان کے لشکریوں پر بھی ظاہر ہونا شروع ہوئی تب ان کے لشکر پر بھی اس کے منفی اثرات مرتب ہونا شروع ہو گئے تھے۔

دوہد اور بھوج نے جب اندازہ لگایا کہ معاملہ تو الٹ ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ دونوں بھائیوں نے خود ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ عادل خان کے سامنے ان کے لشکریوں کی حالت آہستہ آہستہ ٹوٹے خوابوں کے بکھرے خیالات، بے چین بھٹکتی وحشتوں، زندگی کی بدترین دشواریوں اور خوابوں کی مسماری سے بھی زیادہ ہولناک ہونا شروع ہو گئی تھی۔

یہ صورت حال یقیناً دونوں بھائیوں کے لئے ناقابل برداشت اور تشویش ناک تھی۔ لہٰذا اپنے لشکریوں کو للکارتے ہوئے انہوں نے عادل خان کے لشکر پر زوردار انداز میں ضربیں لگانے کے لئے انہیں اُکسانا اور انگیخت کرنا شروع کیا۔ لیکن ان کی یہ بار بار کی انگیخت اور اُکساہٹ بھی کسی کام نہ آئی۔ جس وقت ان کے لشکری اپنے حملوں میں تیزی پیدا کرتے اس وقت عادل خان کے حکم پر اس کے لشکری بھی ان کی نسبت زیادہ تیزی اور شدت پیدا کر دیتے تھے۔ اس طرح عادل خان آہستہ آہستہ راجہ کے دونوں بیٹوں کے لشکر کو کاٹتا ہوا کچھ دیر بعد ان کے لشکر کی تعداد اپنے برابر کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا اور یہ صورت حال راجہ کے لشکریوں کے لئے یقیناً ناقابل برداشت تھی۔

اس کے بعد جو حالات پیدا ہوئے وہ دوہد اور بھوج دونوں کے لئے انتہائی خطرناک اور خلاف توقع تھے۔ اس لئے کہ عادل خان کے اشارے پر اچانک اس کے لشکر کے اندر تکبیریں بلند ہونا شروع ہوئیں جس کے جواب میں ہر لشکری، ہر سالار شعلہ بداماں ہو کر جنگ کی بھٹی میں کود پڑا تھا اور انہوں نے اپنے حملوں میں ایسی شدت، ایسی سختی پیدا کی تھی کہ ان حملوں کے دوران راجہ کے لشکر کے اگلے حصے کو انہوں نے بالکل کچلتے مسلتے ہوئے صفایا کر کے رکھ دیا تھا۔ راجہ کے دونوں بیٹوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے فی الفور اپنے لشکر کے ساتھ پسپائی کے سنکھ بجانا شروع کر دیئے اور سنکھ کی یہ آوازیں سنتے ہی راجہ کے لشکری پسپا ہوئے اور پھر دوہد اور بھوج اپنے بچے کھچے لشکریوں کو لے کر زنجھبور کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ اپنا سارا سامان وہیں چھوڑ کر وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے تھے۔ عادل خان نے کچھ دور تک

Marfat.com

بڑے ہولناک انداز میں ان کا تعاقب کرتے ہوئے انہیں نہ صرف مزید اذیت پہنچائی بلکہ ان کی تعداد بھی کافی حد تک کم کر دی تھی۔ پھر جس جگہ دشمن کے ساتھ اس کا ٹکراؤ ہوا تھا واپس اُس جگہ آیا، دشمن کے سارے سامان پر اس نے قبضہ کر لیا اور وہیں رک کر وہ اکبر کا انتظار کرنے لگا تھا۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اکبر بھی باقی لشکر کو لے کر وہاں پہنچ گیا۔ اکبر اپنے دیگر سالاروں کے ساتھ اس جگہ پر آ کر اپنے گھوڑے سے اترا جہاں عادل خان زخمیوں کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔ اکبر کے آنے پر عادل خان اکبر کی طرف بڑھا۔ اپنے گھوڑے سے اتر کر اکبر بھی مسکراتا ہوا اس کی طرف گیا۔ قریب جا کر اکبر نے اپنا بایاں ہاتھ عادل خان کے سر پر رکھا۔ دائیں ہاتھ سے اس کا شانہ تھپتھپایا اور پھر بڑی اپنائیت اور پدرانہ شفقت میں اسے مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

''عبداللہ خان کے بیٹے! قسم خداوند کی، تم ہر بار میری امیدوں پر پورے اترے ہو۔ جس وقت تمہیں ہراول لشکر کا کماندار بنا کر میں نے راجہ کے دونوں بیٹوں کی طرف روانہ کیا تھا اس وقت گو میرے طلایہ گردوں نے مجھے بتایا تھا کہ راجہ کے دونوں بیٹے ایک کافی بڑا لشکر لے کر ہراول کے طور پر پیش قدمی کر رہے ہیں۔ لیکن مجھے تمہاری ذہانت، تمہاری بہادری پر بھروسہ اور اعتماد تھا۔ اس بناء پر میں نے ان سے چھوٹا لشکر تمہیں مہیا کیا۔ لیکن جس صناعی اور جس ہنر مندی سے تم نے ان پر حملہ آور ہو کر انہیں مار بھگایا ہے اس کے لئے میں تمہاری جس قدر تعریف کروں کم ہے۔ راجہ کے ہراول لشکر کو ذلت آمیز اور بدترین شکست دینے کے بعد عادل خان! مانگو کیا مانگتے ہو؟ جو بھی مانگو گے، مانگی جانیوالی چیز میرے بس میں ہوئی تو یاد رکھنا میں انکار نہیں کروں گا۔ بولو، کیا مانگتے ہو؟''

اکبر کے ان الفاظ کے جواب میں عادل خان مسکرایا۔ کہنے لگا۔

''شہنشاہِ معظم! ابھی تو میرے ذہن میں کوئی ایسی چیز نہیں جو میں آپ سے مانگوں۔ کبھی ضرورت پیش آئی تو ضرور مانگوں گا۔''

عادل خان کے اس جواب پر اکبر مزید خوش ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اکبر نے پورے لشکر کو وہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ کچھ دیر تک زخمیوں کی دیکھ بھال کی جاتی رہی۔ لشکریوں کو وہاں ستانے کا موقع بھی فراہم کیا گیا۔ اگلے روز اپنے پورے لشکر کو لے کر

Marfat.com

اکبر رنتھبور کی طرف بڑھا تھا۔

OOO

اکبر نے آگے بڑھ کر اپنے لشکر کے ساتھ رنتھبور کا محاصرہ کر لیا تھا۔ گو راجہ سرجن رائے کے ہراول لشکر کو رنتھبور سے باہر شکست ہو چکی تھی اور اس کے لشکر کا کافی نقصان بھی ہوا تھا اس کے باوجود رنتھبور کے اندر ابھی راجہ کے پاس بہت بڑا لشکر تھا جس کی وجہ سے اس نے مزاحمت کرنے اور اکبر کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی تھی۔

اب صورتِ حال یہ تھی کہ اکبر کے پاس جس قدر لشکر تھا اس سے بھی بڑا لشکر راجہ سرجن رائے کے پاس رنتھبور کے اندر تھا۔ اکبر کے پاس اس موقع پر چند توپیں بھی تھیں۔ دوسری طرف راجہ سرجن رائے کے پاس بھی کافی توپیں تھیں جس کی بناء پر سرجن رائے کو امید تھی کہ وہ اکبر کو رنتھبور کا محاصرہ اٹھا کر واپس چلے جانے پر مجبور کر دے گا۔

چنانچہ پہلے تو محاصرے کے اندر شدت پیدا کی گئی۔ جب کوئی ردِعمل ظاہر نہ ہوا تب توپ خانے سے کام لیا جانے لگا۔ جہاں اکبر کے لشکر سے توپیں داغی جانے لگی تھیں وہاں شہر کے اندر سے اکبر کے لشکر پر بھی گولے داغے جانے لگے تھے۔ اس بناء پر دونوں طرف کا نقصان ہونا شروع ہو گیا تھا۔

اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے اکبر نے ایک روز شام کے قریب اپنے سارے سالاروں کو جمع کیا اور رنتھبور کو فتح کرنے سے متعلق مشاورت شروع کی اس سلسلے میں طویل گفتگو ہوئی کچھ سالاروں نے یہ مشورہ بھی دیا کہ فی الحال توپ خانے سے کام نہ لیا جائے بلکہ رات کے وقت اچانک شب خون کے انداز میں قلعے کی فصیل پر چڑھ کر کسی نہ کسی طرح قلعے کو فتح کرنے کی کوشش کی جائے۔ لیکن سالاروں کی اکثریت نے اس سے اتفاق نہ کیا۔ اس لئے کہ فصیل کے اوپر راجہ کا ایک خاصا بڑا لشکر ہمہ وقت مستعد اور بیدار رہتا تھا اور اس کی موجودگی میں رات کے وقت رسوں کی سیڑھیوں کے ذریعے قلعے کی دیوار کے اوپر چڑھ کر قلعے کو فتح کرنا ایک دشوار کام تھا اور اس صورت میں لشکریوں کو خاصا نقصان بھی ہو سکتا تھا۔

کچھ سالاروں نے یہ مشورہ دیا کہ اپنی توپوں کو لگاتار داغتے ہوئے رنتھبور کی فصیل کے اندر شگاف ڈال دیئے جائیں اور ان شگافوں کے ذریعے شہر میں داخل ہو کر اپنے

Marfat.com

لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

لیکن خود اکبر اور کچھ بزرگ سالاروں نے بھی اس رائے کو ناپسند کیا۔ اس لئے کہ فصیل کے اندر اگر سوراخ پیدا کر دیئے جاتے تو اس سے قلعے کے اندر جو راجہ کا لشکر تھا اسے کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ اس کی طاقت ویسے کی ویسی ہی رہتی۔ اور جب ٹوٹنے والے حصے سے اکبر کا لشکر شہر میں داخل ہونے کی کوشش کرتا تو راجپوت اس پر حملہ آور ہو کر یقیناً اُسے ناقابل تلافی نقصان پہنچاتے۔ اس بناء پر اس تجویز کو بھی رد کر دیا گیا۔

جب تک سالاروں کے ساتھ اکبر کی یہ مشاورت جاری رہی اس وقت تک عادل خان ایک طرف بالکل چپ چاپ بیٹھا رہا۔ سب کی باتیں سنتا رہا۔ جب تمام تجویزوں کو مسترد کر دیا گیا اور ان میں سے کوئی بھی تجویز اکبر کو پسند نہ آئی تب اکبر نے عادل خان کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”عادل خان! میں دیکھتا ہوں تم ابھی تک چپ چاپ خاموش بیٹھے ہوئے ہو۔ سالاروں میں سے اکثر نے اپنی رائے، اپنا مشورہ ظاہر کیا ہے۔ تم بھی کچھ بولو۔ کہو کہ رنتھمبور پر کیسے ضرب لگائی جا سکتی ہے اور کیسے کم سے کم نقصان اٹھاتے ہوئے اسے فتح کیا جا سکتا ہے۔“

اکبر کے ان الفاظ پر عادل خان بڑی انکساری میں کہنے لگا۔

”شہنشاہ معظم! میں نے سب کی باتیں سنی ہیں۔ ہر ایک نے اپنے اپنے تجربے کے مطابق تجویز پیش کی ہے۔ یہاں جس قدر معمر سالار بیٹھے ہوئے ہیں سب کا تجربہ مجھ سے زیادہ ہے۔ میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔ ہو سکتا ہے اس تجویز کو ہمارے سالاروں میں سے کوئی پسند نہ کرے۔ اسی بناء پر میں چپ اور خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اب آپ نے پوچھ لیا ہے تو میں اس تجویز کا اظہار کرتا ہوں۔ ہو سکتا ہے وہ ہمارے لئے فائدہ مند ثابت ہو جائے۔“

عادل خان جب خاموش ہوا تب اکبر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”جو تمہارے ذہن میں تجویز ہے کھل کر کہو۔ مجھے امید ہے تم یقیناً اچھی تجویز ہی پیش کرو گے۔“

اکبر جب خاموش ہوا تب عادل خان نے کہنا شروع کیا۔

”شہنشاہ معظم! رنتھمبور کے قلعے اور فصیل کے ساتھ ایک کوہستانی سلسلہ ہے۔ اس

Marfat.com

کوہستانی سلسلے کو مدن کا نام دیا گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں مدن نام کے اس کوہستانی سلسلے کے اوپر اپنی چند توپیں چڑھا دی جائیں اور ان سے کام لیا جائے۔ یقیناً وہ ہمارے لئے سودمند ثابت ہوں گی۔

میدان میں توپوں کو کھڑا کر کے جو ہم نے گولے داغنے شروع کئے ہیں تو اس سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ جبکہ جواب میں شہر کے اندر سے بھی ہم پر گولے داغے جانے کا عمل شروع ہو گیا تھا۔ اس طرح نیچے توپوں کو کھڑا کر کے گولے داغنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

میں چاہتا ہوں چند توپیں کوہستانی سلسلے کے اوپر جما دی جائیں۔ پھر ان کے ذریعے رنتھنبور کی فصیل کو نہیں بلکہ آبادی کے کچھ مکانوں کو ہدف بنایا جائے۔ جب توپوں کے گولوں کی وجہ سے رنتھنبور کے اندر کچھ مکانوں یا عمارات کو نقصان پہنچے گا تو یاد رکھئے گا رنتھنبور کا راجہ سرجن رائے چیختا چلاتا ہوا صلح اور فرمانبرداری پر مجبور ہوگا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عادل خان رکا، کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

"شہنشاہِ معظم! مدن نام کے اس کوہستانی سلسلے کے اوپر توپیں لے جانے سے ہمیں خاطر خواہ فائدہ ہوگا۔ میدان کے اندر جو ہم نے اپنی توپیں رکھی تھیں اور گولے داغنے شروع کئے تھے تو شہر کے اندر سے بھی گولے آ کر ہمارے پڑاؤ کے اندر ہی دائیں بائیں گرتے رہے تھے۔ اسی طرح ہمارے گولے بھی شہر کے اندر گرتے رہے۔ لیکن میدان کے اندر جو توپیں نصب کی گئی تھیں ان سے شہر کے مکانوں کو ہدف نہیں بنایا جا سکتا تھا۔ اس لئے کہ سامنے دیوار تھی۔ ہمارے اکثر گولے شہر کی فصیل میں ہی لگے۔ چند ایک شہر کے اندر بھی گرے وہ بھی کھلی جگہ۔ اور شہر کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔

اب ہم اپنی توپوں کو مدن پہاڑ کے اوپر نصب کریں گے اور میں چاہتا ہوں یہ کام رات کے وقت مکمل کر لیا جائے۔ صبح سویرے جب مشرق سے سورج طلوع ہو تو اس کے تھوڑی دیر بعد اپنے کام کی ابتداء کر دی جائے۔ کوہستانی سلسلے کے اوپر سے توپوں کے ذریعے گولے داغنے کا عمل شروع کر دیا جائے۔ ان توپوں سے جو گولے داغے جائیں گے ان سے شہر کے اندر خاصا نقصان ہوگا۔ جب نقصان ہوگا تو لوگ چیخیں چلائیں گے۔ سرجن رائے کو مجبور کریں گے کہ وہ آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرے۔

Marfat.com

کوہستانی سلسلے کے اوپر توپیں نصب کرنے کے بعد جب ہم کارروائی شروع کریں گے تو ہم محفوظ رہیں گے۔ میدان کے اندر تو توپوں پر شہر کے اندر سے بھی گولے گرائے جا سکتے تھے لیکن جب ہم کوہستانی سلسلے کے اوپر توپیں نصب کر کے گولے داغیں گے تو شہر کے اندر سرجن رائے کے توپچی اپنی توپوں کا رخ اتنی بلندی کی طرف نہیں لے جاسکیں گے کہ وہ کوہستانی سلسلے کے اوپر ہماری توپوں کو اپنا ہدف بنا سکیں۔ اس بناء پر ہماری توپوں سے داغے جانے والے گولے تو سرجن رائے کے لئے انتہا درجے کے مہلک اور خطرناک ثابت ہوں گے۔ لیکن جوابی کارروائی کرتے ہوئے اگر سرجن رائے کے توپچی گولے داغتے ہیں تو ان گولوں سے کوہستانی سلسلے کے اوپر ہمیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچے گا اور ہم اپنی خواہش کے مطابق سرجن رائے پر ضرب لگاتے ہوئے صرف ایک دن کے اندر اسے اپنے سامنے جھکانے اور فرمانبرداری اختیار کرنے پر مجبور کر دیں گے۔"

عادل خان کی یہ تجویز اکبر کو بڑی بھائی تھی۔ اس نے اسے بے حد پسند کیا تھا۔ جب دوسرے سالاروں سے اس کی رائے لی گئی تب سب نے عادل خان کی اس تجویز کو پسند کیا تھا۔ آخر اکبر مطمئن ہو گیا۔ آنے والی رات کو لشکریوں نے طوفانی انداز میں کام کرتے ہوئے کچھ توپیں مدن پہاڑ کے اوپر چڑھا دی تھیں اور صبح کا سورج طلوع ہونے سے پہلے توپیں وہاں نصب کر کے انہیں بالکل تیار کر دیا گیا تھا۔

اگلے روز کا سورج جب طلوع ہوا، شہر کے اندر گہما گہمی اور کاروبار کی ابتداء ہوئی تب اکبر کے حکم پر کوہستانی سلسلے کے اوپر سے توپیں چلانے کا کام شروع کیا گیا۔ جب توپوں سے لگاتار کئی گولے رنتھبور کے اندر گرے تو اس سے نہ صرف کئی مکانوں کو نقصان پہنچا بلکہ بہت سی جانیں بھی تلف ہوئیں۔

اس موقع پر راجہ سرجن رائے اور اس کے سالاروں نے جب دیکھا کہ مسلمانوں نے تو اپنی توپیں مدن پہاڑ کے اوپر نصب کر کے گولہ باری شروع کر دی ہے تب وہ بے حد پریشان اور فکر مند ہوئے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اکبر ہندوستان میں پہلا حکمران تھا جس نے مدن نام کے اس کوہستانی سلسلے کے اوپر توپیں نصب کر کے رنتھبور کو اپنے سامنے جھکانے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔

Marfat.com

چنانچہ جب توپوں کے گولے شہر کے اندر گرے تو جانیں بھی ضائع ہوئیں۔ مکان بھی مٹی کا ڈھیر بننا شروع ہوئے۔ تب نہ صرف سرجن رائے کے سالار اور لشکری بڑے پریشان اور فکر مند ہوئے بلکہ شہر کے اکثر لوگ سرجن رائے کے پاس گئے اور اسے رائے دی کہ رنتھمبور کی سلامتی اور بقاء اسی میں ہے کہ اکبر کی فرمانبرداری اور اطاعت اختیار کر لی جائے اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر جس طرح مسلمانوں نے مدن پہاڑ کے اوپر توپیں نصب کر دی ہیں ان توپوں سے کام لیتے ہوئے نہ صرف وہ رنتھمبور کی پوری آبادی کا قلع قمع کر کے رکھ دیں گے بلکہ فصیل کو گرا کر بھی زمین بوس کر کے رکھ دیں گے۔

جب سرجن رائے کے سارے سالاروں، لشکریوں اور عمائدین شہر نے بھی سرجن رائے پر زور ڈالا تب سرجن رائے بے بس ہو گیا۔ وہ جان گیا تھا کہ اگر توپوں کے چند اور گولے شہر کے اندر گرے تو اس کے اپنے آدمی اس کے خلاف بغاوت اور رسہ کشی کریں گے اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے بے بس کر کے اکبر کے سامنے پیش کر دیں گے اور رنتھمبور اپنی مرضی سے اکبر کے حوالے کر دیں گے۔

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے راجہ سرجن رائے نے اپنے کچھ قاصد اکبر کی طرف بھجوائے اور اکبر کے سالاروں میں سے راجہ مان سنگھ اور بھگوان داس سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ساتھ ہی یہ بھی استدعا کی کہ جب تک بھگوان داس اور راجہ مان سنگھ کے ساتھ گفتگو ہوتی ہے اس وقت تک کوہستانی سلسلے کے اوپر سے گولے داغے جانے کے عمل کو بند کر دیا جائے۔

اکبر نے راجہ سرجن رائے کی اس التجا کو قبول کر لیا اور اس کی خواہش کے مطابق اپنے سالاروں میں سے بھگوان داس اور راجہ مان سنگھ کو رنتھمبور میں سرجن رائے سے بات چیت کرنے کے لئے بھجوا دیا۔

کوہستانی سلسلے کے اوپر جو توپیں تھیں انہیں خاموش کر دیا گیا۔ اب اکبر ہی نہیں اس کے سالار بھی بھگوان داس اور راجہ مان سنگھ کی واپسی کا انتظار کرنے لگے تھے۔

دوپہر کے قریب بھگوان داس اور مان سنگھ دونوں لوٹے۔ اکبر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہی اکبر نے انہیں مخاطب کیا۔

”کیا سرجن رائے فرمانبرداری اختیار کرنے پر آمادہ ہے؟ تم دونوں جو اس سے

Marfat.com

گفتگو کر کے آئے ہو تو اس کی کوئی شرط نہیں مانی تھی۔“
اس موقع پر راجہ مان سنگھ اکبر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
”مہابلی! ہم نے سرجن رائے کی کوئی بھی تجویز نہیں مانی نہ ہی اس نے کوئی تجویز پیش کی ہے۔ وہ جان گیا ہے کہ وہ آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس کی سمجھ میں یہ بات آ گئی ہے کہ اگر جنگ کچھ دیر مزید جاری رہی تو کوہستانی سلسلے کے اوپر نصب کی جانے والی توپیں رنتھمبور کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دیں گی۔ لہٰذا سرجن رائے نے جو ہم دونوں کو گفتگو کے لئے بلایا تھا تو اس گفتگو کے دوران راجہ اطاعت کے لئے تیار ہے۔
رنتھمبور پر حملہ آور ہوتے ہوئے کوہستانی سلسلے کے اوپر توپیں نصب کر کے اور گولے داغتے ہوئے اسے اپنے سامنے بے بس کر دیا۔ آج اگر ہم اس سے صلح کر لیں اور ہمارے یہاں سے ہٹنے کے بعد اسی کوہستانی سلسلے کو اپنے تصرف میں لاتے ہوئے اگر سرجن رائے نے پھر بغاوت اور سرکشی کی راہ اختیار کی تو پھر اس کے لئے کیا ضمانت ہے؟
چنانچہ سرجن رائے نے ہماری طرف سے اٹھائے جانے والے اندیشوں اور تحفظات کے جواب میں جو کچھ راجہ سرجن رائے نے کہا اس سے ہم نے اندازہ لگا لیا کہ راجہ نہ صرف گفتگو کرنے میں بھی مخلص ہے بلکہ وہ ہماری فرمانبرداری اختیار کرنے میں بھی بالکل فدا کاری سے کام لے رہا ہے۔ جب ہم نے اس کے سامنے اپنے خدشات اور اندیشے پیش کئے تب وہ کہنے لگا کہ ضمانت کے طور پر وہ اپنے دو بیٹوں دوہد اور بھوج کو شہنشاہِ معظم کے پاس رکھنے کے لئے تیار ہے تاکہ کسی کے ذہن میں یہ بات نہ آئے کہ سرجن رائے آنے والے دور میں سرکشی اختیار کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے دونوں بیٹے جب ہمارے پاس ایک طرح سے گروی اور رہن ہوں گے تو سرجن رائے کبھی، کسی وقت بھی ہمارے خلاف سر اٹھانے کی جرأت اور جسارت نہیں کر پائے گا۔“

راجہ بھگوان داس اور راجہ مان سنگھ کی اس گفتگو سے اکبر بے حد خوش ہوا۔ چنانچہ راجہ سرجن رائے کی تجویز کو قبول کر لیا گیا جس کے جواب میں راجہ کے دونوں بیٹے دوہد اور بھوج کو اکبر کے سامنے پیش کیا۔ اکبر نے ان سے بڑا بہترین اور عمدہ سلوک کیا اور دونوں کو خلعتیں عطا کرنے کے بعد انہیں اپنے پاس ضمانت کے طور پر رکھنے کی بجائے انہیں اپنے باپ راجہ سرجن رائے کے پاس جانے کی اجازت دے دی۔

Marfat.com

اکبر کے اس عمدہ حُسنِ سلوک سے راجہ سرجن رائے ایسا خوش اور متاثر ہوا کہ اس نے خود بھی اکبر سے ملاقات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔
چنانچہ اس کی اس خواہش کو جب اکبر کے سامنے پیش کیا گیا تو اکبر نے اس سے ملاقات کرنے کی حامی بھر لی۔ چنانچہ راجہ سرجن رائے کو اکبر کے سامنے پیش کیا گیا۔ ملاقات کے دوران راجہ سرجن رائے نے نہ صرف اکبر کی اطاعت اور فرمانبرداری قبول کی بلکہ رنتھنبور کے قلعے کی چابیاں بھی اس نے اکبر کے حوالے کر دیں۔
راجہ سرجن رائے کے اس عمل سے اکبر بے حد خوش ہوا۔ اکبر نے اسے انعام و اکرام سے خوب نوازا اور خطابات بھی دیئے اور ساتھ ہی اسے اپنی ملازمت میں لے لیا۔ بعد ازاں اسی راجہ سرجن رائے کو اکبر نے بنارس کا حاکم مقرر کیا تھا۔ چنانچہ رنتھنبور کی فتح کے بعد اکبر نے اپنے سالاروں میں سے ایک انیس الدین کو رنتھنبور کا حاکم مقرر کیا۔
رنتھنبور کی فتح کے بعد اکبر نے اپنے لشکر کے ساتھ وہیں پڑاؤ کر لیا تھا۔ اس پڑاؤ کے دوران ایک روز اس کے پرچہ نویسوں اور طلایہ گروں نے اسے اطلاع دی کہ کالنجر کا راجہ رام چند بھی اکبر کے خلاف سرکشی اور بغاوت پر اُترا ہوا ہے اور اکبر کا مقابلہ کرنے کے لئے اس نے ایک بہت بڑا لشکر بھی تیار کر لیا ہے۔ دراصل راجپوتوں کے دو مضبوط اور مستحکم قلعوں چتوڑ اور رنتھنبور پر اکبر کا قبضہ ہو جانے کا رام چند کو بے حد دکھ اور صدمہ تھا۔ شاید وہ اس بناء پر اکبر کے خلاف انتقامی کارروائی پر اترنا چاہتا تھا۔
یہ خبریں ملنے کے بعد اکبر نے عادل خان اور اپنے ایک دوسرے سالار مجنوں خان کو اپنے خیمے میں طلب کیا۔ جس وقت وہ دونوں اکبر کے خیمے میں آئے اکبر نے انہیں اپنے سامنے نشست پر بٹھایا۔ پھر ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
"تم دونوں نے رنتھنبور کی فتح کے سلسلے میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ان کے لئے میں تم سے بے حد خوش ہوں اور تمہاری کارگزاری پر مطمئن بھی ہوں۔ اب میں تم دونوں کے ذمے ایک اور مہم لگانے لگا ہوں۔
معاملہ کچھ یوں ہے کہ تھوڑی دیر پہلے کالنجر کی طرف سے ہمارے پرچہ نویس آئے تھے اور انہوں نے اطلاع دی ہے کہ کالنجر کا راجہ رام چند ہم سے ٹکراؤ کا ارادہ کر چکا ہے اور وہ شاید رنتھنبور اور چتوڑ کی فتح کا انتقام ہم سے لینے پر تلا ہوا ہے۔ میں چاہتا ہوں تم

Marfat.com

دونوں ایک لشکر لے کر کالنجر کا رخ کرو۔ رام چند سے ٹکراؤ اور مجھے امید ہے کہ تم دونوں رام چند کو اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ گو مخبروں نے مجھے اطلاعات فراہم کی ہیں۔ ان کے مطابق رام چند کے پاس اس وقت اتنا بڑا لشکر ہے کہ جو لشکر اس وقت ہماری کمانداری میں رنتھنبور سے باہر ہے رام چند کے پاس اس سے بھی بڑا لشکر ہے۔ اس کے باوجود رام چند سے ہمیں کسی طریقے اور کسی جنگی حکمت عملی کے تحت نمٹنا ہو گا۔

مجھے فی الفور یہاں سے آگرہ جانا ہو گا اس لئے کہ کچھ انتظامی امور کی وجہ سے میرا آگرہ میں ہونا انتہائی ضروری ہے۔ اس مہم کے دوران اگر ہم نے کالنجر کے راجہ رام چند کو اپنے سامنے زیر کر لیا تو میرے خیال میں راجپوتوں کی ساری قوت ایک طرح سے ہمارے سامنے سرنگوں ہو جائے گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اکبر جب خاموش ہوا تب عادل خان اکبر کو مخاطب کر کے بول اٹھا۔

''شہنشاہ معظم! کالنجر کے راجہ رام چند سے ایسے ردِعمل کی امید کی جا سکتی تھی۔ بلکہ جہاں تک میرا اندازہ ہے ایک اور راجہ بھی کالنجر کے راجہ رام چند کے خیالات کی پیروی کرتے ہوئے ہمارے خلاف اٹھ سکتا ہے۔ لہٰذا آنے والے دور میں شاید اس سے بھی ہمیں نمٹنا پڑے۔''

عادل خان کے ان الفاظ پر اکبر نے چونکنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔

''عبداللہ خان کے بیٹے! تمہارا اشارہ کس راجپوت حکمران کی طرف ہے؟''

شہنشاہ معظم! میرا اشارہ جودھ پور کے راجہ مالدیو کی طرف ہے۔'' اکبر کی طرف دیکھتے ہوئے عادل خان نے دھیمے لہجے میں کہنا شروع کیا تھا۔ ''اس لئے کہ مالدیو اور اس کا لڑکا چندرسین دونوں ہی کالنجر کے راجہ رام چند سے بھی زیادہ انتقامی مزاج رکھنے والے ہیں اور میرا اندازہ ہے کہ رام چند کی طرح وہ بھی ہمارے خلاف اٹھیں گے ضرور۔''

عادل خان کے ان الفاظ کے جواب میں اکبر تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

Marfat.com

"عادل خان! تم جن خدشات کا اظہار کر رہے ہو ایسا نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ رنتھنبور کی طرف آنے سے پہلے جودھ پور کے راجہ مالدیو کا بیٹا چندرسین آگرہ میں میری خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس نے اپنی اور اپنے باپ مالدیو کی طرف سے مکمل فرمانبرداری اور اطاعت کا اظہار کیا تھا اور میرے خیال میں میرے ساتھ یہ عہد کرنے کے بعد جودھ پور کا راجہ مالدیو یا اس کا بیٹا چندرسین عہد شکنی نہیں کریں گے اور وعدے کے مطابق ہماری سلطنت کے فرمانبردار بن کر رہیں گے۔"

اکبر کے خاموش ہونے پر عادل خان نے پھر اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"شہنشاہ معظم! اگر آپ برا نہ مانیں تو کالنجر پر حملہ آور ہونے کے لئے میں ایک تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں اور میرا یہ بھی خیال ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو ہم کالنجر کے راجہ رام چند پر بڑی آسانی سے قابو پانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

عادل خان کے ان الفاظ کے جواب میں اکبر نے مسکراتے ہوئے اور کسی قدر گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"اگر تمہارے پاس کوئی اچھی تجویز ہے تو پھر بولو۔"

عادل خان پھر بول اٹھا جیسا کہ آپ بتا چکے ہیں کہ جس قدر لشکر اس وقت ہمارے پاس رنتھنبور سے باہر پڑاؤ کئے ہوئے رام چند کے لشکر کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے۔ ظاہر ہے جب آپ یہاں سے آگرہ کی طرف کوچ کریں گے تو لشکر کا ایک حصہ اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔ کچھ دستے رنتھنبور سے بھی انتظامی امور پر گرفت رکھنے کے لئے جائیں گے اور ایک حصہ میرے اور مجنوں خان کے حوالے کرنے کے بعد کالنجر کی طرف روانہ کیا جائے گا۔

ظاہر ہے ہمیں دشمن کے کئی گنا بڑے لشکر سے ٹکرانا ہو گا۔ میں نہیں چاہتا کہ اس ٹکراؤ کے نتیجے میں ہمیں پسپائی اختیار کرنا پڑے۔ میں چاہتا ہوں پہلے ہی ٹکراؤ میں ہم اپنی فتح مندی اور کامیابی کو یقینی بنائیں۔ اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے میں چاہتا ہوں کہ جو لشکر آپ کالنجر پر حملہ آور ہونے کے لئے علیحدہ کرنا چاہتے ہیں اس کے مزید دو حصے کر دیئے جائیں۔ ایک حصہ مجنوں خان کی سرکردگی میں رہے۔ دوسرا میری کمانداری میں دے دیا جائے۔ جب آپ یہاں سے آگرہ کی طرف کوچ کریں تو ظاہر یہی کریں کہ کالنجر پر حملہ آور ہونے کے لئے صرف مجنوں خان کو روانہ کیا گیا ہے جبکہ

Marfat.com

میں آپ کے ساتھ آگرہ کی طرف روانہ ہو چکا ہوں......"

یہاں تک کہتے کہتے عادل خان کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اکبر نے اس کی طرف گھورا پھر پوچھا۔

"اس سے کیا فائدہ ہوگا؟"

"شہنشاہِ معظم! اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ جب کالنجر کے راجہ رام چند کے پاس اس کے مخبر یہ خبریں لے کر جائیں گے کہ آپ نے صرف اپنے ایک سالار مجنوں خان کو اس پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا ہے اور ساتھ ہی اس کے پرچہ نویس مجنوں خان کے لشکر کی تعداد سے بھی راجہ کو آگاہ کریں گے تو راجہ اپنی جگہ مطمئن رہے گا۔ کالنجر کے قلعے میں محصور رہ کر مجنوں خان کا مقابلہ کرے گا۔ اس لئے کہ مجنوں خان کے لشکر کی تعداد کو سامنے رکھتے ہوئے وہ چاہے گا کہ کالنجر سے باہر نکل کر مجنوں خان پر حملہ آور ہو اور اُسے شکست دے کر مار بھگائے۔ جو تجویز میں پیش کرنے لگا ہوں اس کا مقصد اور لب لباب صرف رام چند کو قلعے کے حصار سے باہر نکالنا ہی مقصود ہے۔ اس لئے کہ اگر میں اور مجنوں خان دونوں اکٹھے متحدہ لشکر لے کر کالنجر کی طرف روانہ ہوئے تو راجہ رام چند ہر صورت میں کالنجر میں محصور ہو جائے گا۔ آپ جانتے ہیں کالنجر کے قلعے کی فصیلیں بے حد مضبوط اور مستحکم ہیں۔ لہٰذا اگر ہم کالنجر کو فتح کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے تو اس کا محاصرہ بڑا طول پکڑے گا اور محاصرے کی طوالت کی وجہ سے ہمارے لشکریوں کے اندر بددلی کے آثار بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ ایسی کوئی نوبت آئے۔

چنانچہ جو تجویز میں پیش کرنا چاہتا ہوں وہ کچھ یوں ہے کہ مجنوں خان اپنے لشکر کے ساتھ تیزی سے کالنجر کی طرف بڑھے گا جبکہ راجہ کو بھی یہی خبر ہو گی کہ صرف مجنوں خان اس سے ٹکرانے کے لئے آ رہا ہے لہٰذا وہ کالنجر سے باہر نکل کر مجنوں خان کا مقابلہ کرے گا۔ جہاں تک میرا اور میرے ماتحت کام کرنے والے لشکریوں کا تعلق ہو گا تو میں آپ کے ساتھ آگرہ کی طرف روانہ ہوں گا۔ چند میل آپ کے ساتھ سفر کرنے کے بعد میں رات کے وقت آپ سے علیحدہ ہو جاؤں گا اور بڑی برق رفتاری سے کالنجر کا رخ کروں گا اور کسی مناسب جگہ گھات لگا لوں گا۔

ہمارے ایسا کرنے سے راجہ رام چند کے مخبر دھوکے اور فریب میں آ جائیں گے اور وہ یہی سمجھیں گے کہ صرف مجنوں خاں کو کالنجر کی طرف بھیجا گیا ہے، باقی سارے لشکر کو

Marfat.com

لے کر آپ آگرہ کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ چنانچہ میں کچھ اس انداز میں سفر کروں گا کہ رات کے وقت کالنجر کے نواح میں کسی مناسب جگہ اپنے لشکر کے ساتھ گھات لگا لوں گا۔ اتنی دیر تک مجنوں خان بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ کر پڑاؤ کرے گا۔ اس کے وہاں پڑاؤ کرنے کے ساتھ راجہ بھی کالنجر سے نکلے گا اور مجنوں خان سے ٹکرائے گا۔

چنانچہ جس وقت رام چند اور مجنوں خان کے درمیان ٹکراؤ اپنے عروج پر آئے گا تب میں اپنی گھات سے نکلوں گا اور راجہ کے لشکر کی پشت کی طرف سے اس پر ایسی ضرب لگاؤں گا کہ راجہ کے لشکریوں پر ہی نہیں بلکہ خود راجہ پر بھی دو طرح کے منفی نتائج مرتب ہوں گے۔

اول یہ کہ راجہ اور اس کے لشکری یہ خیال کرنے لگیں گے کہ صرف مجنوں خان ہی ان سے ٹکرانے کے لئے نہیں آیا بلکہ خود شہنشاہِ معظم بھی دیگر لشکر کے ساتھ ان علاقوں کا رخ کئے ہوئے ہیں اور ان ہی کے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ ہو کر ان کی پشت پر حملہ آور ہو گیا ہے۔

دوسرا برا اثر جو ان کے لشکر پر ہو گا وہ یہ کہ میرے پشت کی طرف سے حملہ آور ہونے کے بعد ان میں ایک طرح سے بد دلی پھیل جائے گی۔ انہیں فی الفور اپنے لشکر کی صفوں کے اندر تبدیلی اور رد و بدل کرنا پڑے گا اور اس رد و بدل کے دوران سامنے کی طرف مجنوں خان اور پشت کی طرف سے میں حملہ آور ہو کر اپنی فتح اور کامیابی کو یقینی بنا لیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عادل خان جب خاموش ہوا تب اکبر کچھ دیر گہری سوچوں میں ڈوبا رہا پھر عادل خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"عادل خان! میں تمہاری اس تجویز سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں۔ میرے خیال میں اس طرح رام چند کے بڑے لشکر پر تم دونوں آسانی سے قابو پانے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ اس موقع پر تم دونوں میری ایک بات ضرور گرہ میں باندھ کر رکھنا، جب تم دونوں کا ٹکراؤ رام چند سے ہو اور رام چند کے مقابلے میں تمہیں فتح ہو اور رام چند تمہارے سامنے ہتھیار ڈال دے یا صلح پر آمادہ ہو یا اطاعت کا اظہار کرے تو پھر اس کے خلاف کوئی انتقامی یا تادیبی کارروائی نہ کرنا۔ اگر وہ یہ وعدہ کرے کہ آنے والے دور میں وہ ہماری سلطنت کا مطیع اور فرمانبردار رہے گا تو اس کی اس پیشکش کو قبول کر لینا۔"

Marfat.com

یہاں تک کہنے کے بعد اکبر رکا، کچھ سوچا اس کے بعد وہ ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں دوبارہ عادل خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''عادل خان! رنتھنبور کو فتح کرنے کے بعد میں نے یہ بات اپنے دل میں ٹھان لی تھی کہ یہاں سے تمہیں لے کر آگرہ کی طرف کوچ کروں گا اور آگرہ پہنچتے ہی سب سے پہلے میں رتن اور کملا سے تمہاری شادی کا اہتمام کروں گا۔ اس کے بعد تمہیں کسی مہم پر روانہ کروں گا۔ لیکن کالنجر کی جواچانک مجھے خبریں ملیں تو ان کے نتیجے میں مجھے اپنے ارادوں میں تبدیلی کرنا پڑی۔ اس لئے کہ رام چند کے پاس اس وقت خاصا بڑا لشکر ہے اور مجنوں خان اس سے اکیلا نمٹ نہیں سکے گا۔ تم دونوں مل کر یقیناً رام چند کو اپنے سامنے زیر کر لو گے۔''

اکبر جب خاموش ہوا تب عادل خان مسکراتے ہوئے بول اٹھا۔

''شہنشاہِ معظم! شادی میں تاخیر بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ ہم نے شادی کی کوئی تاریخ تو مقرر نہیں کی ہوئی جس کی وجہ سے ہم پریشان اور متفکر ہوں۔''

جواب میں ہلکے ہلکے تبسم میں اکبر کہنے لگا۔

''عادل خان! ایسی بات نہیں ہے۔ جب میں رنتھنبور کی اس مہم کے لئے آگرہ سے نکلا تھا تو رتن کے ماموں سانول نے مجھ سے ملاقات کی تھی اور یہ استدعا کی تھی کہ اب رتن اور کملا کی شادی تم سے کر دینی چاہئے اور میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ رنتھنبور کی مہم نمٹانے کے بعد میں عادل کو لے کر واپس آؤں گا اور واپسی پر جو پہلا کام ہو گا وہ عادل کی شادی ہی کا ہو گا۔''

اکبر رکا، کچھ سوچا، دوبارہ اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''عادل خان! بہرحال جو تجویز تم نے پیش کی ہے اسی پر عمل کیا جائے گا اور اسی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ہم یقیناً رام چند کے خلاف کامیاب رہیں گے۔''

اس کے بعد مجنوں خان اور عادل خان کے ساتھ اکبر اپنے خیمے سے نکلا۔ پورے لشکر کا جائزہ لیا۔ چند دستے رنتھنبور کا نظم و نسق سنبھالنے کے لئے مقرر کر دیئے گئے۔ باقی لشکر میں سے بڑا حصہ علیحدہ کر کے دو مزید حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک حصہ عادل کی کمانداری میں، دوسرا مجنوں خان کی سالاری میں دے دیا گیا تھا۔ اس کے بعد اگلے روز اکبر نے وہاں سے کوچ کیا تھا۔

Marfat.com

کوچ کے بعد مجنوں خان اپنے لشکر کو لے کر کالنجر کی طرف روانہ ہوا تھا جبکہ عادل خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اکبر کے ساتھ آگرہ کی طرف بڑھا تھا۔

یہ کوچ چونکہ عصر کے بعد ہوا تھا لہٰذا اکبر نے اپنے لشکر کے ساتھ چند میل ہی سفر کیا ہو گا کہ رات آ گئی اور رات کی تاریکی میں عادل خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ علیحدہ ہوا اور پھر رات کی تاریکی اور اندھیرے میں وہ ایک چکر اور کاوا کاٹتا ہوا بڑی برق رفتاری سے کالنجر کی طرف بڑھا تھا۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

مجنوں خان جو ایک نامور ترک سالار تھا اپنے حصے کے لشکر کو لے کر جب کالنجر کے نواح میں پہنچا تو ایک مناسب جگہ اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔ راجہ رام چند کے پرچہ نویس اور طلایہ گر مجنوں خان کے لشکر کے اطراف میں بھوکے گدھوں کی طرح منڈلا رہے تھے۔ انہوں نے جہاں راجہ کو یہ اطلاع دی کہ مجنوں خان اپنے لشکر کے ساتھ کالنجر کے نواح میں پڑاؤ کر گیا ہے ساتھ ہی انہوں نے راجہ کو مجنوں خان کے لشکر کی تعداد سے بھی آگاہ کر دیا تھا۔

یہ خبریں کالنجر کے راجہ رام چند کے لئے بڑی حوصلہ افزاء تھیں۔ اگر اکبر بذاتِ خود اپنے لشکر کے ساتھ کالنجر کا رخ کرتا تو راجہ یقیناً کالنجر کے اندر محصور رہ کر اپنی مدافعت کا اہتمام کرتا لیکن یہاں معاملہ چونکہ الٹ تھا، مجنوں خان کے پاس مختصر سا ایک لشکر تھا جس کے ساتھ اس نے کالنجر کے نواح میں پڑاؤ کیا تھا۔ چنانچہ اس کی آمد اور اس کے پڑاؤ کرنے کی خبریں ملتے ہی راجہ حرکت میں آیا۔ وہ تو پہلے ہی مجنوں خان کے لشکر کا بڑی بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ چنانچہ اپنے لشکر کو وہ حرکت میں لایا۔ کالنجر سے نکلا اور عین مجنوں خان کے لشکر کے سامنے اس نے پڑاؤ کیا تھا۔

شہر سے نکلتے ہی رام چند نے ٹکراؤ کی ابتداء نہیں کی۔ پڑاؤ کرنے کے بعد وہ مجنوں خان کے لشکر کا جائزہ اپنے مخبروں کے ذریعے لیتا رہا۔ جب اسے اس کے مخبروں نے یہ یقین دلا دیا کہ اکبر اور اس کے دیگر سالار تو لشکر کے بڑے حصے کو لے کر آگرہ کی طرف کوچ کر گئے ہیں اور صرف مجنوں خان ہی ایک مختصر سا لشکر لے کر کالنجر کی قوت سے ٹکرانے کے لئے آیا ہے تب راجہ رام چند بڑا مطمئن ہوا۔ ایک دن اور ایک رات اس نے اپنے لشکر کے ساتھ مجنوں خان کے سامنے پڑاؤ کئے رکھا۔ اس کا فائدہ

Marfat.com

مجنوں خان کو بھی ہوا۔ اس لئے کہ اس کے لشکریوں کو ستانے اور آرام کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ ساتھ ہی عادل خان بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ایک قریبی گھات میں پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ اگلے روز راجہ نے جنگ کی ابتداء کرنے کا عزم کیا اور صبح سویرے ہی اس کے لشکر میں نرسنگھے پھونک دیئے گئے اور نرسنگھے پھونکے جانے کے بعد اس کے لشکر میں مختلف آوازیں اٹھنے لگی تھیں۔ مجنوں خان نے اندازہ لگا لیا تھا کہ راجہ اب جنگ کی تیاری کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں۔ اس وقت تک اکبر کے مخبروں نے مجنوں خان کو اطلاع کر دی تھی کہ عادل خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ قریب ہی گھات میں ہے۔ لہٰذا اسے پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ خبر چھوٹے سالاروں تک بھی پہنچا دی گئی تھی اور جنگ سے تھوڑی دیر پہلے یہ خبر ایک کان سے دوسرے کان اور ایک زبان سے دوسری زبان سے ہوتی ہوئی لشکریوں میں پھیل گئی تھی۔ لہٰذا لشکریوں کے حوصلے اور ولولے بڑھ گئے تھے اور انہوں نے پوری طاقت اور طمانیت کے ساتھ راجہ رام چند سے ٹکرانے کا عزم کر لیا تھا۔

دوسری طرف رام چند اپنی جگہ اب مطمئن تھا کہ مجنوں خان کے مختصر سے لشکر کو وہ لمحوں کے اندر بھاگ جانے پر مجبور کر دے گا۔ چنانچہ لشکر کی صفیں درست کرنے کے بعد حملہ آور ہونے کی ابتداء اسی نے کی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے رام چند اور اس کے سالار اور لشکری ہر سُو زندگی کو ہراساں کرتی اور اپنے مقصد اور مدعا کو کھوجتی مرگ، انسانی شکلوں تک کو مسخ کر دینے والی انگاروں کی جھلساتی تپش اور عداوتوں کے خمار سے لیس کھولتی اذیتوں اور جلتے عذابوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

مجنوں خان نے بھی جوابی کارروائی کرنے میں تاخیر نہیں کی اور وہ بھی رام چند کے لشکر پر ستم کے سیاہ اعمال کو نابود اور مسدود کر دینے والی وجد آفریں بے باکیوں، لیل و نہار کی کروٹوں میں گریبان تک چاک کر دینے والی داستانوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

کالنجر کے نواح میں دونوں لشکروں کے اس طرح ٹکرانے سے میدانِ جنگ رقص کرتے وحشی فتنوں، بھاپ اور تیل کے جلتے غبار اور اندیشوں بھرے بگولوں کی طرح بھڑک اٹھا تھا۔

راجہ رام چند اور مجنوں خان تھوڑی دیر ہی ایک دوسرے سے ٹکرائے تھے کہ اچانک

Marfat.com

قریب ہی سے انقلاب نمودار ہوا۔ دیکھتے ہی دیکھتے عادل خان اپنی گھات سے جھوم کر اٹھتے تند طوفانوں، لہراتے شعلوں، شرر بڑھاتے شعلوں اور کرب کے بے کراں سلسلوں کی طرح نمودار ہوا۔ میدانِ جنگ کے قریب آ کر اس نے سنگین صداؤں کے وقار، سچائی کی داستانوں، کہربائی کوندوں کی طرح تکبیریں بلند کیں پھر وہ دفعتہً راجہ رام چند کے لشکر کی پشت پر رات کی جاگتی تاریکیوں سے نکلتی قہرمانیت کی طغیانیوں، مرگ کی خونی دستک دیتے ماورائے ادراک ہیولوں اور سمندر کی لازوال نیلاہٹوں تک کو اتھل پتھل کر دینے والی سرکش اور وحشی آندھیوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

تھوڑی دیر قبل جہاں راجہ رام چند اپنی جگہ بڑا مطمئن تھا، بڑھ چڑھ کر وہ مجنوں خان کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا وہاں اب اس کے سارے ولولے آندھیوں، سارے عزائم طوفانوں کا شکار ہو گئے تھے۔ اس لئے کہ پشت کی جانب سے عادل خان کے زوردار انداز میں حملہ آور ہونے کے بعد اب رام چند کے لشکر میں مرگ کے انبوہ، قضا کے ہجوم، روح کی گراں باریاں اور موت و حیات کی کشاکش کے نہ ختم ہونے والے سلسلے کھڑے ہو گئے تھے۔

عادل خان کے حملہ آور ہونے سے پہلے جہاں راجہ رام چند کو اپنی فتح مندی اور کامیابی کا پورا یقین تھا اب عادل خان کے حملہ آور ہونے کے بعد اپنے لشکر کی حالت دیکھتے ہوئے اسے اپنی شکست، ناکامی اور نامرادی کا بھی پکا یقین ہو گیا تھا۔ چنانچہ کچھ دیر تک تو اس نے دوطرفہ حملوں کا مقابلہ کیا، آخر اس نے اندازہ لگا لیا کہ وہ زیادہ دیر تک دوطرفہ حملوں کا مقابلہ نہیں کر سکے گا اور اگر اس نے ایسا کیا تو اس کا پورا لشکر تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گا اور ساتھ ہی کوئی گمنام لشکری اس کی گردن بھی کاٹ کر اپنے نیزے پر بلند کرتے ہوئے اپنی اور اپنے لشکر کی فتح مندی کا اعلان کر دے گا۔ چنانچہ اس نے جنگ رکواتے ہوئے صلح کی درخواست کی۔

عادل خان اور مجنوں خان دونوں کو چونکہ اکبر نے سمجھا کر بھیجا تھا کہ اگر کالنجر کا راجہ فرمانبرداری اور اطاعت پر اترے تو اس کے خلاف جنگ موقوف کر دی جائے اور اس کے ساتھ صلح کی شرائط طے کر لی جائیں۔

چنانچہ مجنوں خان اور عادل خان نے بھی جنگ سے ہاتھ کھینچ لئے۔ اس کے بعد مجنوں خان اور عادل خان کے ساتھ رام چند کی گفتگو شروع ہوئی جس کے نتیجے میں رام

Marfat.com

چند نے اکبر کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کر لی تھی۔ اور یہی اکبر چاہتا تھا۔ آخر کالنجر بھی فتح ہوا اور اسے مغل سلطنت میں شامل کر لیا گیا۔ یہی کالنجر کا قلعہ تھا جس کو فتح کرتے ہوئے شیر شاہ سوری اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا اور اس کے بعد یہ قلعہ رام چند کے تصرف میں چلا گیا تھا۔ اب رام چند کو بدترین شکست دینے کے بعد کالنجر کا یہ قلعہ مغل سلطنت میں شامل کر لیا گیا تھا۔

OOO

عادل خان اور مجنوں خان نے کالنجر کی فتح کے بعد اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ ابھی کالنجر کے نواح ہی میں قیام کیا ہوا تھا۔ اس وقت تک وہ کالنجر کے انتظامی امور سے فارغ ہو چکے تھے۔ اب وہ واپس آگرہ کی طرف کوچ کرنے کی تیاریوں میں تھے کہ اگرہ سے اکبر کی طرف سے بھیجے ہوئے تیز رفتار قاصدان کے پاس پہنچے۔ ان قاصدوں کے ذریعے اکبر نے کالنجر کی فتح پر اپنی خوشی اور خوشنودی کا اظہار کیا۔ ساتھ ہی انہیں لشکر لے کر جودھ پور کا رخ کرنے کا بھی حکم دیا تھا۔ اس لئے کہ جودھ پور کے راجہ مالدیو کے بیٹے چندر سین نے مغلوں کے خلاف علم بغاوت کھڑا کر دیا تھا۔

اکبر کی طرف سے آنے والے قاصدوں نے یہ بھی پیغام دیا تھا کہ اکبر خود بھی ایک لشکر لے کر چند سرکردہ سالاروں کے ساتھ جودھ پور کا رخ کر رہا ہے۔ چنانچہ یہ حکم ملنے کے بعد اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ عادل خان اور مجنوں خان دونوں نے کالنجر کے نواح سے بڑی برق رفتاری کے ساتھ جودھ پور کا رخ کیا تھا۔

دراصل جودھ پور کے راجہ مالدیو کے بیٹے چندر سین کے ذہن میں بھی ایک طرح کا جنون سوار ہو گیا تھا اور وہ سارے راجپوتوں کا سرکردہ بننے اور راجپوتوں کے علاقوں پر ایک منفرد حکمران کی حیثیت سے نمودار ہونے کے خواب دیکھنے لگا تھا۔

گو یہی چندر سین کچھ عرصہ پہلے آگرہ میں اکبر کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کرتے ہوئے اکبر کو یہ یقین دہانی کرائی کہ آنے والے دور میں وہ اکبر کا مطیع اور فرمانبردار رہے گا۔ لیکن اب آگرہ سے جودھ پور واپس جا کر کچھ عرصہ تو اس نے اپنی جنگی تیاریوں میں گزارا۔ جب اس نے اندازہ لگایا کہ اس کی طاقت اس قابل ہو گئی ہے کہ وہ حملہ آوروں کا مقابلہ کر سکے تب اس نے اکبر سے جو فرمانبرداری اور اطاعت کے وعدے کئے تھے انہیں اتار پھینکا اور ایک طرح سے سرکشی

Marfat.com

اور بغاوت کی روش اختیار کر لی تھی۔

انہی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے جہاں اکبر ایک لشکر لے کر آگرہ سے جودھ پور کی طرف روانہ ہوا تھا وہاں اس نے عادل خان اور مجنوں خان کو بھی اپنے لشکر کے ساتھ جودھ پور جانے کا حکم جاری کر دیا تھا۔

جودھ پور جاتے ہوئے راستے ہی میں عادل خان اور مجنوں خان دونوں اکبر کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔ اس طرح اکبر اپنے متحدہ لشکر کو لے کر جودھ پور کی طرف روانہ ہوا تھا۔

اکبر اپنے لشکر کے ساتھ ابھی جودھ پور سے چند فرسنگ کے فاصلے پر ہی تھا کہ اس کے پرچہ نویسوں اور طلایہ گردوں نے اسے اطلاع دی کہ چندر سین ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ جودھ پور کے نواح میں پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ اس کا ارادہ وہیں مغل لشکر سے ٹکرانے کا ہے۔ پرچہ نویسوں نے اکبر کو یہ بھی اطلاع کر دی تھی کہ چندر سین کے یہ ارادے ہیں کہ اگر تو اس ٹکراؤ کے نتیجے میں اسے کامیابی اور کامرانی حاصل ہوئی تو وہ واپس جودھ پور جائے گا اور پھر راجپوتوں کے دوسرے علاقوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے سارے علاقوں پر اپنی حکمرانی کی گرفت مضبوط اور مستحکم کرنے کی کوشش کرے گا۔

انہوں نے یہ بھی اطلاع دی کہ چندر سین کے یہ بھی ارادے ہیں کہ اگر مغل لشکر کے مقابلے میں اسے ناکامی اور پسپائی کا سامنا کرنا پڑا تب وہ سوانہ نام کے قلعے میں جا کر محصور ہو جائے گا۔ وہاں اپنی عسکری طاقت کو محفوظ کرے گا۔ سوانہ کا قلعہ کوہستانی سلسلے کے اندر تھا۔ بڑا مضبوط اور مستحکم خیال کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے متعلق یہ بھی روایات تھیں کہ وہ ایک طرح کا ناقابل تسخیر تھا۔ چنانچہ چندر سین نے اپنے انہی ارادوں کو سامنے رکھتے ہوئے جودھ پور کے نواح میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا۔ شاید وہ ایسا کر کے سارے راجپوت علاقوں کا حکمران بننے کے لئے طالع آزمائی پر اترا تھا۔

اس موقع پر شاید اکبر نے بھی چندر سین کو اس کی کمزوری کا احساس دلانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے جو لشکر پہلے سے عادل خان اور مجنوں خان کے پاس تھا، وہ انہی کی ماتحتی میں رہنے دیا بلکہ جو لشکر وہ آگرہ سے لے کر آیا تھا اس میں سے مزید کچھ دستے ان کے ماتحت کئے۔ اس طرح عادل خان اور مجنوں خان کے تحت لشکر کی تعداد اس نے بڑھائی۔ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک کی کمانداری عادل خان کے ہاتھ میں،

Marfat.com

دوسری مجنوں خان کے پاس رہی اور ان دونوں کو حکم دیا کہ وہ آگے بڑھ کر جودھ پور کے نواح میں چندر سین سے ٹکرائیں۔ ایسا کر کے شاید چندر سین کو اکبر یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ اکبر سے ٹکرانا تو بہت دور کی بات، چندر سین اس کے چھوٹے اور جواں سالاروں کا مقابلہ کرنے کے قابل بھی نہیں ہے۔

چنانچہ اکبر کے حکم کے مطابق عادل خان اور مجنوں خان دونوں اپنے لشکر کو لے کر بڑی برق رفتاری سے آگے بڑھے اور اس جگہ پہنچ گئے جہاں چندر سین نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہوا تھا۔ دوسری طرف چندر سین کو بھی اس کے مخبروں نے اطلاع کر دی تھی کہ اکبر خود تو لشکر کے ایک حصے کے ساتھ پیچھے پیچھے آ رہا ہے جبکہ عادل خان اور مجنوں خان دونوں کو لشکر کا ایک حصہ دے کر اس نے چندر سین پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا ہے۔

یہ خبر یقیناً چندر سین کے لئے خوش کن تھی۔ وہ یہ سوچنے لگا تھا کہ اگر وہ جودھ پور کے نواح میں اکبر کے سالار عادل خان اور مجنوں خان دونوں کو شکست دینے میں کامیاب ہو گیا تو یقیناً ان کے لشکر کی کافی تعداد جنگ میں کام آ جائے گی۔ اس طرح نہ صرف اکبر کے لشکر کی تعداد کم ہو جائے گی بلکہ اس کے لشکریوں کے حوصلے بھی کم تر ہو کر رہ جائیں گے اور ہو سکتا ہے عادل خان اور مجنوں خان سے نمٹنے کے بعد وہ اکبر کو بھی پسپا ہونے پر مجبور کر دے۔ ان ارادوں کے تحت چندر سین نے فیصلہ کیا کہ جونہی اکبر کے سالار عادل خان اور مجنوں خان اس کے سامنے آئیں گے وہ ان پر حملے کی ابتداء کر دے گا۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ عادل خان اور مجنوں خان جب دونوں اس کے پڑاؤ کے سامنے آئے تب اس نے اپنے لشکر کی ترتیب درست کرنا شروع کر دی تھی۔ ساتھ ہی اس کے حکم پر اس کے لشکر کے اندر جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے سنکھ پھونکے جانے لگے تھے۔

عادل خان اور مجنوں خان بھی جان گئے تھے کہ ان کی آمد کے ساتھ ہی چندر سین جنگ کی ابتداء کرنا چاہتا ہے چنانچہ وہ بھی اس کا مقابلہ کرنے اور جوابی ضرب لگانے کے لئے اپنے لشکر کی صفیں درست کر رہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر بعد چندر سین نے اپنے کام کی ابتداء کی۔ چنانچہ اپنے لشکر کے ساتھ وہ چہروں کی شکنوں میں خونی اشتہا کو نمایاں

Marfat.com

کرنے والی آوارہ غضب ناکیوں کی طرح آگے بڑھا۔ اس کے بعد وہ اپنے پورے لشکر کے ساتھ عداوت اور رقابت کی ہیجان انگیزیاں کھڑی کرتی جنونی خواہشوں، اندھی رتوں میں آگ اور خون کا آشوب برپا کرتے غمِ دوراں کے اضطراب اور جہنمی آتش ناکیوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

دوسری طرف عادل خان اور مجنوں خان بھی جنگ کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ گو نوعمر تھے اس کے باوجود فطرت کے جلال کی طرح جوانی کے سجیلے پن پر پختہ عمری کی سی قوت اور بڑھاپے کی سی دانائی کو آراستہ کرتے ہوئے اپنے لشکر کو حرکت میں لائے۔ پھر وہ دونوں بھی ساعتوں پر قدغن لگاتی آندھیوں کے غبار، پتھروں کا سینہ تک شق کر دینے والے جنوں خیز موسموں کے طوفانوں اور ہر بلندی اور پستی کو رگیدتے حادثوں، کوندتی برق اور زلزلوں کی طرح چندر سین کے لشکر پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

جودھ پور کے نواح میں دونوں لشکروں کے اس طرح ٹکرانے سے ہست و بود کا کھیل شروع ہو گیا تھا۔ رگوں میں سلگتے لاوے اور موت کے اندھے سوگ کا رقص چاروں طرف پھیلنے لگا تھا۔

میدانِ جنگ کے اندر موت کی آوارہ تھکن، بے چہرگی کی کمند، کرب کی سسکیوں اور یاسیت اور نا آسودگی سے لیس ہو کر چاروں سمت چیخ و پکار کرنے لگی تھی۔ ہر کوئی آندھیاں اوڑھے اپنے دل میں کامیابیوں کے ارمان، حوصلوں کی اڑانیں لئے غموں کے عذابوں کی طرح ایک دوسرے پر حملہ آور ہونا شروع ہو گیا تھا۔ میدانِ جنگ کے اندر چاروں طرف زندگی کا لہو نچوڑتی اندھی شوریدہ سری، من کے روگ اور تن کے آشوب پھیلنا شروع ہو گئے تھے۔

چندر سین نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ وہ عادل خان اور مجنوں خان کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائے گا لیکن اس کی بدقسمتی کہ وہ ان دونوں کے سامنے زیادہ دیر ٹھہر نہ سکا۔ اسے دونوں کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ لہٰذا اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر چندر سین بھاگ کھڑا ہوا۔ اس نے جودھ پور کا رخ نہیں کیا۔ وہ جانتا تھا کہ ابھی تو اکبر کے صرف دو سالار عادل خان اور مجنوں خان ہی آئے ہیں اور ان کے پیچھے پیچھے ایک حصے کے ساتھ اکبر بھی ادھر ہی کا رخ کر رہا ہے۔ چنانچہ وہ پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق اپنے کوہستانی قلعے سوانہ کی طرف بھاگا۔

Marfat.com

چونکہ اکبر کے پرچہ نویس پہلے ہی بتا چکے تھے کہ چندر سین قلعے کو اپنی پناہ گاہ کے طور پر استعمال کرے گا۔ لہٰذا عادل خان اور مجنوں خان نے صلاح مشورہ کرنے کے بعد اپنے لشکر کے چند دستے اس جگہ چھوڑے جہاں جنگ ہوئی۔ تاکہ وہ دستے چندر سین کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کرلیں۔ اس کے بعد عادل خان اور مجنوں خان چندر سین کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔

چندر سین نے اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ سیدھا سوانہ کے قلعے کا رخ کیا اور وہاں محصور ہو گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے عادل خان اور مجنوں خان بھی وہاں پہنچ گئے اور انہوں نے قلعے کا محاصرہ کرلیا۔

دوسری طرف اکبر پہلے اس جگہ پہنچا جہاں چندر سین کے ساتھ جنگ ہوئی تھی۔ عادل خان اور مجنوں خان نے جو اپنے چند دستے وہاں چندر سین کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کرنے کے لئے مقرر کئے تھے انہیں بھی اکبر نے اپنے لشکر میں شامل کرلیا۔ اس کے بعد اکبر نے جودھ پور کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ اس طرح ایک فاتح کی حیثیت سے اکبر جودھ پور میں داخل ہوا اور جودھ پور میں قیام کے دوران اکبر نے بیکانیر کے رائے سنگھ کو جودھ پور کا حاکم مقرر کیا اور اس تقرری کی اطلاع دینے کے لئے تیز رفتار قاصد رائے سنگھ کی طرف بیکانیر بھی روانہ کر دیئے۔

اس طرح اکبر نے چند روز تک جودھ پور میں قیام کیا۔ وہ جانتا تھا کہ اب جودھ پور کی عسکری طاقت اور قوت کی کوئی حیثیت نہیں رہی۔ چندر سین جو سوانہ نام کے قلعے میں محصور ہو گیا تھا وہ زیادہ دن تک عادل خان اور مجنوں خان کے سامنے مدافعت نہیں کر سکے گا اور اسے ہتھیار ڈالتے ہوئے فرمانبرداری اختیار کرنا پڑے گی۔ لہٰذا اکبر نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ جودھ پور سے بھی کوچ کیا۔ اب اس نے اجمیر کے راستے ناگور کا رخ کیا۔

ناگور پہنچ کر اکبر نے وہاں پانی کے تین بڑے بڑے ذخیروں کی صفائی اور مرمت کرائی۔ وہاں قیام کے دوران اس نے ایک فوارہ بھی تعمیر کروایا۔ اس طرح ان کاموں کے سلسلے میں اکبر نے ناگور میں قیام کرلیا تھا۔

دوسری طرف عادل خان اور مجنوں خان دونوں نے مل کر سوانہ کے قلعے کے محاصرے میں شدت پیدا کر دی تھی۔ اس محاصرے سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے لئے

Marfat.com

چندر سین نے کئی بار قلعے سے نکل کر عادل خان اور مجنوں خان پر حملہ کیا لیکن اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ کچھ مواقع پر شب خون مارنے سے بھی کام لیا لیکن اس میں بھی اسے کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ جبکہ عادل خان اور مجنوں خان دونوں نے محاصرے میں پہلے سے بھی زیادہ شدت پیدا کر دی تھی۔

اب چندر سین کو دو طرح کا خوف طاری ہوا۔ پہلا یہ کہ عادل خان اور مجنوں خان قلعے کا محاصرہ ترک نہیں کرتے' اور روز بروز اس میں شدت پیدا کرتے چلے جا رہے ہیں۔ چنانچہ چندر سین گھبرا اٹھا کہ کہیں قلعے کے اندر اُس کے پاس خوراک کے جو ذخائر ہیں وہ ختم نہ ہو جائیں۔ اگر ایسا ہوا تو اسے ہر صورت میں عادل خان اور مجنوں خان کے سامنے ہتھیار ڈالنا پڑیں گے۔

دوسرا بڑا خدشہ جو چندر سین کو درپیش تھا وہ یہ کہ اگر محاصرے نے طول پکڑا تو اس کے اپنے لشکر بھی جنگ کی طوالت سے گھبرا کر جنگ سے جی چرانے لگیں گے اور اگر اس موقع پر قلعے کے اندر قحط اور کال کی صورت بھی اٹھ کھڑی ہوئی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے اپنے لشکری ہی اس کے خلاف بغاوت کھڑی کر دیں۔

ان اندیشوں کے تحت چندر سین نے ایک رات اپنے چند دستوں کو محافظوں کے طور پر اپنے ساتھ لیا اور ایک خفیہ راستے سے ہوتا ہوا سوانہ کے قلعے سے نکل کر تیزی سے ناگور کی طرف بھاگا۔ اس کو اندیشہ تھا کہ اگر اس نے وقت ضائع کیا، عادل خان اور مجنوں خان اس کے تعاقب میں لگ گئے، اسے اگر گرفتار کر لیا گیا تو وہ دونوں اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ لہٰذا ان کی گرفت سے بچ کر وہ ناگور اکبر کے پاس پہنچنا چاہتا تھا اور اس کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی طلب کرتے ہوئے اپنی اطاعت کا یقین دلانا چاہتا تھا۔ اسی بناء پر چند محافظ دستوں کو لے کر وہ ناگور کی طرف بھاگا۔ باقی لشکریوں کو اس نے سوانہ ہی میں رہنے دیا۔

عادل خان اور مجنوں خان کو بھی چندر سین کے لشکریوں سے کوئی غرض نہیں تھی۔ انہیں جب پتہ چلا کہ چندر سین تو رات کے تاریکی میں چند محافظ دستوں کے ساتھ ناگور کی طرف بھاگا ہے جہاں اکبر پہنچ چکا ہے چنانچہ اپنے لشکر کو لے کر عادل خان اور مجنوں خان بھی چندر سین کے پیچھے پیچھے ناگور کی طرف روانہ ہوئے۔

اکبر نے جس وقت ناگور میں قیام کیا ہوا تھا تو وہیں بیکانیر کا رائے سنگھ اور اس کا

Marfat.com

باپ کلیان مل دونوں اکبر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چنانچہ رائے سنگھ کو تو جودھ پور کے حکمران کی حیثیت سے جودھ پور روانہ کر دیا گیا جبکہ کلیان مل بادشاہ کی خدمت میں تحائف پیش کرنے کے بعد اکبر کے حکم پر واپس بیکانیر چلا گیا تھا۔

چنانچہ چندرسین بھی ناگور ہی میں اکبر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ گڑگڑاتے ہوئے اپنے رویے کی معافی مانگی اور آئندہ مطیع اور فرمانبردار رہنے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ اکبر نے اسے معاف کر دیا۔ اس کے پیچھے پیچھے عادل خان اور مجنوں خان بھی اپنے حصے کے لشکر کو لے کر ان سے آن ملے تھے۔

اپنے پورے لشکر کے ساتھ اکبر نے چند روز تک ناگور ہی میں قیام کیا۔ اس کے بعد اس نے وہاں سے کوچ کیا۔ اجودھن یعنی پاک پٹن کا رخ کیا۔ شیخ فرید الدین شکر گنج کے مزار کی زیارت کی اس کے بعد وہاں سے کوچ کرتا ہوا پہلے وہ دیپالپور پہنچا یہاں اس نے پڑاؤ کر کے اپنے لشکر کو ستانے اور پڑاؤ کرنے کا موقع فراہم کیا۔ دیپالپور سے اس نے کوچ کیا، لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ لاہور میں بھی اس نے چند روز قیام کیا۔ اس کے بعد حصار کے راستے نو اگست کو وہ فتح پور سیکری پہنچا اور یہاں پہلی بار اس نے ایک عظیم الشان شہر آباد کرنے کا فیصلہ کیا۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

اکبر نے فتح پور سیکری میں ایک نیا شہر تعمیر کرنے کے لئے سب سے پہلے وہاں خیموں کا ایک شہر آباد کر دیا تھا جہاں اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔ اکبر کا ارادہ تھا کہ جب تک وہ فتح پور سیکری کی تعمیر میں مصروف رہے گا اس کا دارالحکومت آگرہ کی بجائے فتح پور سیکری ہی ہوگا۔

فتح پور سیکری میں ہی قیام کے دوران ایک روز عادل خان خیموں کے شہر کے نواح میں چوگان کھیلنے کے بعد لوٹ رہا تھا کہ ایک لشکری اس کے قریب آیا اور اسے اطلاع دی کہ اسے اکبر نے طلب کیا ہے۔ چنانچہ آنے والے اس شخص کی معیت میں عادل خان اکبر کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوا۔

اکبر اس وقت تعمیرات کے سامان کا جائزہ لے رہا تھا۔ قریب جا کر عادل خان اترا۔ اسے آتا دیکھ کر اکبر کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ جب عادل خان اس کے قریب آ کر رکا تب اکبر اس کی طرف متوجہ ہوا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''عادل خان! فی الحال ہمارے سامنے کوئی مہم نہیں ہے اور اسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے یہاں ایک نیا شہر آباد کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور تعمیرات کا سامان بھی جمع کرنا شروع کر دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں جب تک کوئی مہم نہیں اٹھتی اس وقت تک میں تم سے دو کام لوں۔''

اکبر رکا، کچھ سوچا دوبارہ وہ عادل خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''پہلا کام تم نے یہ کرنا ہے کہ یہاں سے اپنے لشکر کے کچھ دستے لے کر آگرہ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور وہاں سے میرے دربار کا سارا سامان لے کر فتح پور پہنچ جاؤ۔ اس

Marfat.com

لئے کہ میں اب آگرہ کی بجائے فتح پور سیکری ہی کو اپنا مرکز حکومت بنانا چاہتا ہوں۔

دوسرا کام گو تمہاری ذات سے متعلق ہے لیکن چونکہ میں تمہیں اپنی ذات کے ساتھ وابستہ کر چکا ہوں لہٰذا وہ کام بھی میں اپنی ذمہ داری خیال کرتا ہوں۔ جب تم لشکر کے ایک حصے کے ساتھ آگرہ جاؤ تو وہاں کچھ دن قیام کرنا۔ یہاں سے آگرہ کی طرف تمہاری روانگی سے پہلے میں اپنا ایک قاصد رتن کماری کے ماموں سانول داس کی طرف روانہ کروں گا اور اسے یہ پیغام دوں گا کہ عادل خان آگرہ پہنچ رہا ہے۔ لہٰذا جونہی وہ آگرہ پہنچے، رتن اور کملا دونوں کو اس سے بیاہ دیا جائے۔ چنانچہ شادی کے بعد چند روز تم وہاں قیام کرنا اس کے بعد یہاں پہنچ جانا۔ اب بولو تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو؟''

اکبر کے ان دونوں احکامات کے جواب میں عادل خان کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ راجہ مان سنگھ وہاں آیا۔ راجہ مان سنگھ نے اکبر کو تعظیم دی، پھر اکبر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مہابلی! اس وقت دو مختلف سمتوں سے آنے والے قاصد آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ ایک قاصد نگر کوٹ کی طرف سے آیا ہے۔ وہ ایک طرح سے ہمارا مخبر ہے۔ دوسرا قاصد جنوبی ہندوستان کی طرف سے آیا ہے اور اسے وہاں کے ایک معتمد اور سرکردہ شخص اعتماد خان نے آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے۔''

راجہ مان سنگھ کے ان الفاظ پر اکبر گہری سوچوں میں کھو گیا تھا۔ پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''لگتا ہے جس کام کے لئے میں عادل خان کو آگرہ بھیجنا چاہتا ہوں اس میں روڑے اٹکانے والی کوئی مہم نکل آئی ہے۔ بہرحال نگر کوٹ سے آنے والے اپنے مخبر کو بھی لے کر آؤ اور جنوبی ہندوستان سے اعتماد خان کے بھیجے ہوئے قاصد کو بھی میرے سامنے پیش کرو۔''

راجہ مان سنگھ وہاں سے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دو اشخاص کو اپنے ساتھ لے کر آیا۔ سب سے پہلے اکبر نے اپنے مخبر کی طرف توجہ کی اور اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

''پہلے تم کہو کیا خبر لے کر آئے ہو؟''

اس پر اکبر کا وہ طلایہ گر اور پرچہ نویس اکبر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''شہنشاہِ معظم! نگر کوٹ کا حکمران جو پہلے کبھی راجکمار تھا اور اب راجہ ہے نام جس

Marfat.com

کا بدائے چند ہے۔ اس نے آپ کے خلاف علم بغاوت کھڑا کر دیا ہے۔ اگر بروقت اس کی سرکوبی نہ کی گئی تو وہ اپنے پَر پُرزے پھیلاتے ہوئے پنجاب کے مختلف علاقوں میں بغاوت اور سرکشی کی صورتِ حال پیدا کر دے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب رکا تب اکبر تھوڑی دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا، پھر ہاتھ کے اشارے سے اس نے اپنے مخبر کو ایک جگہ کھڑا ہونے کو کہا اور پھر ہاتھ ہی کے اشارے سے اس نے جنوبی ہندوستان سے آنے والے قاصد کو اپنے قریب آنے کا حکم دیا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم کہو تم جنوبی ہند کے اعتماد خان کی طرف سے کیا پیغام لے کر آئے ہو؟''

''شہنشاہ معظم! جنوبی ہند خصوصیت کے ساتھ گجرات کے حالات انتہا درجہ کے ابتر ہیں۔ آپ جانتے ہیں مغل امراء اور وہ مغل شہزادے جنہوں نے آپ کے خلاف بغاوت کی تھی وہ کبھی مالوہ پر قابض ہوتے رہے ہیں اور کبھی دریائے نربدہ کو پار کر کے اپنی کارروائیاں کرتے ہیں۔ اس وقت ان باغی امراء نے گجرات کو اپنا مرکز بنا لیا ہے اور وہ وہاں طاقت اور قوت پکڑ رہے ہیں۔ اگر بروقت ان پر ضرب لگا کر ان کی سرکوبی نہ کی گئی تو یاد رکھئے گا جنوبی ہند کے اندر وہ ایسی مضبوط، مستحکم حکومت بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے جو آنے والے دور میں ہمارے لئے مشکلات پیدا کر سکتی ہے۔

اس وقت جنوبی ہند میں اعتماد خان ایسا سالار اور سرکردہ شخص ہے جو باغی مغل امراء کا سخت مخالف ہے۔ اس نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ میں آپ پر یہ انکشاف کروں کہ باغی مغل امراء کا بروقت سدِ باب کرنا چاہئے ورنہ وہ اس قدر دراز دست ہو جائیں گے کہ ہماری گرفت سے نکلتے دکھائی دیں گے۔''

باغی امراء سے متعلق سن کر اکبر کسی قدر فکر مند اور پریشان ہوا تھا۔ جس وقت اکبر نے اپنے لشکر کے ساتھ فتح پور سیکری میں قیام کیا ہوا تھا اس وقت گجرات کے حالات واقعی نازک تھے۔ وہاں کے خود غرض امراء آپس میں نبرد آزما رہتے تھے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے کوشاں تھے۔ گجرات کا حکمران مظفر سوئم گجرات کا برائے نام حاکم تھا۔ وہ بالکل بے اختیار تھا اور مختلف گروہوں کا آلہ کار بنا ہوا تھا۔ گجرات میں باغی مغل امراء کے پہنچ جانے کے بعد وہاں ایک طرح سے خانہ جنگی کی کیفیت طاری تھی۔ چنانچہ اس خانہ جنگی میں مصروف ایک فریق نے جس کا سرغنہ اعتماد

Marfat.com

خان تھا اکبر کو گجرات پر حملہ آور ہو کر وہاں کے سارے علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کرنے کی ترغیب دی تھی۔

اس وقت گجرات کی بڑی اہمیت تھی۔ اس لئے کہ ان دنوں مکہ کو جانے کے لئے یہی ایک راستہ رہ جاتا تھا۔ لہٰذا برصغیر کے مسلمان بھی چاہتے تھے کہ وہاں مستحکم حکومت قائم ہو تاکہ سمندر کے ذریعے حج کو جانے والے حاجی محفوظ انداز میں سمندر تک سفر کر سکیں۔ اس کے علاوہ گجرات کی ان خانہ جنگیوں سے غیر ملکیوں کو بھی ساحلوں پر حملہ آور ہونے کی ترغیب ہو رہی تھی اور اسی خانہ جنگی اور غیر مستحکم حکومت کے باعث خصوصیت کے ساتھ پرتگالیوں کو ان ساحلوں کی بندرگاہوں سے چلنے والے حاجیوں کے جہازوں پر حملہ آور ہونے کی جرأت بھی ہو گئی تھی۔

گجرات کے اعتماد خان کی طرف سے آنے والا قاصد جب خاموش ہوا تب اکبر کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر راجہ مان سنگھ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مان سنگھ! تمہاری آمد سے پہلے میں عادل خان سے گفتگو کر رہا تھا اور اسے دو امور کے سلسلے میں آگرہ کی طرف روانہ کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا لیکن اب میں عادل خان کی روانگی کو موقوف کرتا ہوں۔ عادل خان! میں نے تو یہ سوچا تھا کہ اس وقت ہمارے سامنے کوئی مہم نہیں لہٰذا تمہیں آگرہ کی طرف روانہ کروں۔ لیکن تم دیکھو تمہارے ساتھ گفتگو کے دوران ہی ایک نہیں بلکہ ایک ساتھ دو مہمیں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں۔ لہٰذا میں آگرہ کی طرف تمہاری روانگی کو فی الحال التوا میں ڈالتا ہوں۔

شہنشاہ معظم! آگرہ کی طرف جانے کے لئے میں نے آپ سے استدعا نہیں کی تھی بلکہ دو امور کے سلسلے میں آپ کا یہ حکم تھا“ بڑی عاجزی اور انکساری سے عادل خان نے اکبر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔ ”جس وقت آپ نے مجھے وہ حکم دیا تھا اس وقت ہمارے سامنے کوئی مہم نہیں تھی۔ اب چونکہ ایک دم ایک چھوڑ دو مہمیں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں لہٰذا آپ مجھے آگرہ نہ جانے کا حکم دے رہے ہیں تو میں نے تو آپ کے حکم کا اتباع کرنا ہے۔ حکم دیں گے تو آگرہ روانہ ہو جاؤں گا اور حکم دیں گے کہ فلاں شخص پر ضرب لگانی ہے تو آپ کے حکم کے مطابق اس پر ٹوٹ پڑوں گا۔“

عادل خان کے یہ الفاظ سن کر اکبر مسکرا دیا تھا۔ کچھ دیر تک غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر راجہ مان سنگھ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

Marfat.com

''مان سنگھ! ایک تیز رفتار قاصد پنجاب کے ہمارے حاکم حسین قلی خان کی طرف روانہ کرو۔ اس قاصد کے ساتھ یہاں سے بیربل بھی روانہ ہو۔ حسین قلی خان کے نام میرا یہ پیغام بھجواؤ کہ جونہی میرا قاصد اور بیربل اس کے پاس پہنچیں وہ فوراً ایک لشکر لے کر نگرکوٹ کے راجہ بدائے چند کے خلاف حرکت میں آئے، اس پر حملہ آور ہو۔ اس کی بغاوت، اس کی سرکشی کا خاتمہ کرے اور نگرکوٹ کو فتح کرنے کے بعد راجہ بیربل کو وہاں کا حاکم مقرر کر دے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اکبر رکا، کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''مان سنگھ! اپنے لشکر میں سے چند دستے یہیں قیام کریں گے اور شہر کی تعمیرات کا کام اسی طرح جاری رہے گا۔ جبکہ باقی لشکر کو چوکس کر دو اور اسے تیار رہنے کا حکم دو۔ اس لئے کہ ہم اپنے لشکر کے ساتھ گجرات کا رخ کریں گے۔''

چنانچہ اکبر کے یہ دونوں احکامات سن کر راجہ مان سنگھ وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ اس نے راجہ بیربل کے ساتھ ایک قاصد پنجاب کے حاکم حسین قلی خان کی طرف لاہور روانہ کر دیا تھا۔

دراصل نگرکوٹ کا راجہ پہلے ایک شخص جے چند ہوا کرتا تھا۔ ایک موقع پر اس نے اکبر کے دربار میں حاضری کے دوران چند گستاخانہ الفاظ اکبر کی شان میں ادا کئے تھے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ راجہ جے چند کے وہ نازیبا الفاظ سن کر اکبر نے جے چند کو گرفتار کر لیا تھا۔ چنانچہ راجہ جے چند کے بیٹے بدائے چند کو جب اپنے باپ کے گرفتار کئے جانے کی اطلاع ملی تو اسے یہ شبہ گزرا کہ شاید اکبر نے اس کے باپ کو گرفتار کر کے قتل کر دیا ہے۔ چنانچہ اس نے نگرکوٹ میں بغاوت کھڑی کر دی تھی۔

ان حالات میں اکبر نے اپنے لشکر کے ساتھ فتح پور سے کوچ کیا۔ گجرات کا رخ کیا۔ دوسری طرف پنجاب کے حاکم نے نگرکوٹ یعنی کانگڑہ کی بغاوت اور سرکشی کو فرو کر دیا تھا۔ گجرات کی طرف جاتے ہوئے راستے میں اکبر کو اس کے مخبروں نے یہ بھی اطلاع دی کہ گجرات میں جو متحارب قوتیں تھیں وہ دو حصوں میں تقسیم ہو چکی تھیں۔ ایک قوت کی سربراہی شیر خان فولادی کر رہا تھا جو اکبر کا مخالف تھا اور دوسرے گروہ کی کمانداری اعتماد خان کے ہاتھ میں تھی جو اکبر سے وفاداری رکھتا تھا۔ اکبر کو یہ بھی اطلاع ملی کہ شیر خان فولادی نے گجرات کے برائے نام حاکم مظفر سوم کو گرفتار کرنے کے بعد

Marfat.com

اکبر کے حامی اعتماد خان کا محاصرہ کرلیا ہے۔
ان حالات میں اکبر نے راجہ مان سنگھ کو ایک لشکر دے کر مقدمہ الجیش پر اپنے آگے آگے روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ اکبر کے وہاں پہنچنے تک مان سنگھ شیر خان پر حملہ آور ہوتا کہ وہ اعتماد خان کا محاصرہ ترک کرنے پر مجبور ہو جائے۔ چنانچہ راجہ مان سنگھ اکبر کے آگے آگے بڑھا۔ اس وقت شیر خان فولادی کے لڑکے مختلف علاقوں میں ترک تاز اور لوٹ مار کا بازار گرم کیے ہوئے تھے۔ مان سنگھ کو اپنے لشکر کے ساتھ آتے دیکھ کر شیر خان فولادی کے لڑکے تو جونا گڑھ کی طرف بھاگ گئے۔ مان سنگھ نہ انہیں گرفتار کر سکا اور نہ ہی شیر خان فولادی کا محاصرہ توڑنے میں کامیاب ہوا۔
شیر خان فولادی بھی جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا تھا لہٰذا راجہ مان سنگھ اس کے خلاف کامیاب نہ ہو سکا اور شیر خان فولادی نے اعتماد خان کا محاصرہ جاری رکھا۔ لیکن چند ہی دن بعد شیر خان فولادی کو خبر پہنچی کہ راجہ مان سنگھ کے پیچھے پیچھے اکبر خود بھی اپنے لشکر کے ساتھ ان علاقوں کا رخ کر رہا ہے۔ تب وہ پریشان ہوا کہ اس کی اس پریشانی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گجرات کا حاکم مظفر سوم اس کی قید سے بھاگ نکلا۔ ساتھ ہی اکبر کی آمد کا سن کر شیر خان فولادی نے اعتماد خان کا محاصرہ بھی ترک کر دیا اور اپنی جان بچانے کی فکر میں لگ گیا۔
منزل پر منزل مارتے ہوئے اکبر اپنے لشکر کے ساتھ پٹن کے مقام پر پہنچا۔ یہیں پر اعتماد خان کے علاوہ گجرات کا سابق حاکم مظفر بھی اکبر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مظفر اور اعتماد خان دونوں نے احمد آباد شہر کی چابیاں اکبر کے حوالے کیں۔ اس موقع پر اکبر نے بڑی دانش مندی سے کام لیتے ہوئے گجرات کے کچھ علاقے جو دریائے ماہی تک تھے وہاں کا حاکم تو اپنے سالار خانِ اعظم کو مقرر کیا اور باقی علاقوں پر اعتماد خان کو حاکم مقرر کر دیا۔
اعتماد خان کو ان علاقوں کا حاکم اکبر نے اس لئے مقرر کیا تھا کہ ان علاقوں پر اس وقت باغی مغل امراء کا بڑا زور تھا اور اعتماد خان باغی مغل امراء کا سخت مخالف تھا۔
چنانچہ یہ کام نمٹانے کے بعد 20 نومبر 1572ء کو اکبر اپنے لشکر کے ساتھ احمد آباد پہنچا جہاں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔
احمد آباد اس وقت ہندوستان کے امیر ترین اور وسیع ترین شہروں میں شمار کیا جاتا

Marfat.com

تھا۔ اس کی تجارتی اہمیت بھی بہت زیادہ تھی۔ ایران اور یورپ کے تاجروں کے لئے احمد آباد مرکزی حیثیت کا حامل تھا۔ احمد آباد پہنچنے کے بعد اکبر نے محسوس کیا کہ باغی مغل امراء اور شہزادے کسی حاکم یا عادل کے قابو میں نہیں آئیں گے۔ لہٰذا اسے خود ہی ان کے خلاف کارروائی کرنا ہوگی۔ چنانچہ اکبر 8 دسمبر 1572ء کو احمد آباد سے روانہ ہو کر 12 دسمبر کو کمبے کے مقام پر پہنچا جہاں اس نے اپنی زندگی میں پہلی بار ترکی، شام، پرتگال اور دیگر ممالک کے تاجروں کو دیکھا۔ ان سے گفتگو کی اور ساتھ ہی زندگی میں پہلی بار وہ ساحل سمندر پر پہنچا اور زندگی میں پہلی بار ہی اس نے سمندر کا نظارہ کیا۔ ایک ہفتہ وہاں قیام کرنے کے بعد اکبر 22 دسمبر کو بڑودہ پہنچا۔

ان دنوں باغی مغل امراء اور سرکردہ مغل سرداروں نے جنوبی گجرات کے خوشحال اضلاع پر اپنا قبضہ جما رکھا تھا۔ ان میں ابراہیم حسین، مرزا محمد حسین اور شاہ مرزا بالترتیب بڑودہ، سورت اور چمپانیر پر قابض تھے۔

بڑودہ میں قیام کے دوران اکبر نے سب سے پہلے اپنے ایک سالار سید محمد خان کی کمان میں ایک لشکر سورت پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا۔ دوسرا لشکر اس نے اپنے ایک اور سالار شہباز خان کی قیادت میں چمپانیر کی طرف روانہ کیا۔ اکبر نے چونکہ بڑودہ کے نواح میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا لہٰذا بڑودہ پر ضرب لگانے کے لئے ایک لشکر عادل خان کی سرکردگی میں دیتے ہوئے اسے مرزا ابراہیم حسین پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا گیا تھا۔

بڑودہ میں مقیم مرزا ابراہیم کو جب خبر ہوئی کہ اکبر بڑودہ کے نواح میں پہنچ گیا ہے اور وہاں اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا ہے اور یہ کہ اپنے سالار عادل خان کو اس پر ضرب لگانے کے لئے روانہ کیا ہے تب ابراہیم حسین شہر سے نکلا۔ عادل خان سے ٹکرایا۔ اس ٹکراؤ کے نتیجے میں عادل خان نے ابراہیم حسین کو بدترین شکست دی۔ چنانچہ مرزا حسین بڑودہ شہر واپس جانے کی بجائے دوسری سمت بھاگ کھڑا ہوا۔ عادل خان چونکہ ان علاقوں سے واقف نہیں تھا لہٰذا بڑے محتاط انداز میں وہ مرزا ابراہیم حسین کے پیچھے لگ گیا تھا۔

دوسری طرف مغل مخبروں نے اکبر کو یہ اطلاع کر دی کہ مرزا ابراہیم حسین بڑودہ سے بھاگ نکلا ہے۔ اکبر کو یہ بھی اطلاع کر دی گئی کہ ابراہیم اپنے لشکر کو لے کر اور

Marfat.com

عادل خان کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد واپس بڑودہ نہیں گیا بلکہ گجرات کے کسی اور محفوظ مقام کی طرف نکل گیا ہے۔ چنانچہ اکبر نے اپنے لشکر کا پڑاؤ تو بڑودہ کے نواح ہی میں رہنے دیا۔ چند دستے اپنے ساتھ لئے اور خود بھی مرزا ابراہیم کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا۔

اکبر تقریباً نصف شب اور آئندہ پورا دن سفر کرنے کے بعد سورج غروب ہونے کے قریب ایک دریا کے کنارے جا پہنچا۔ دوسری طرف دوسرے راستوں سے ہوتا ہوا عادل خان بھی مرزا حسین کے تعاقب میں تھا۔ جس وقت اکبر دریا کے کنارے پہنچا اس کے مخبروں نے اسے اطلاع دی کہ دریا کے دوسرے کنارے سرنال کے مقام پر اس وقت مرزا ابراہیم پڑاؤ کیے ہوئے ہے۔ اس وقت دریا میں چونکہ کافی پانی تھا لہٰذا اکبر کے کچھ چھوٹے سالاروں نے مشورہ دیا کہ فی الحال اس مہم کو ملتوی کر دینا چاہئے لیکن اکبر نے ان کا کہا ماننے سے انکار کر دیا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس وقت مرزا ابراہیم کو کھلا چھوڑ دیا گیا تو آنے والے دور میں وہ زیادہ خطرناک ثابت ہوگا۔ چنانچہ اکبر نے دریا کو عبور کیا۔

دوسری طرف مرزا ابراہیم کے مخبر بھی اسے اکبر کے علاوہ عادل خان کی نقل و حرکت سے پوری طرح آگاہ کر رہے تھے۔ چنانچہ جس وقت اکبر نے دریا کو عبور کیا، مرزا ابراہیم اچانک حرکت میں آیا اور اکبر پر اس نے حملہ کر دیا۔ مرزا ابراہیم کا یہ حملہ انتہائی خطرناک اور ہولناک تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس موقع پر مرزا ابراہیم کے کچھ لشکری لڑتے بھڑتے بالکل اکبر کے قریب پہنچ گئے۔ ان کی تعداد تین تھی اور وہ اکبر کا خاتمہ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اکبر کے مقدر میں ابھی ہندوستان کی حکومت لکھی تھی لہٰذا وہ تین تیغ زن جب اکبر کا خاتمہ کرنے کے لئے اس کے قریب آئے تب ان دو میں سے ایک کو تو بھگوان داس نے موت کے گھاٹ اتار دیا اور باقی دو پر اکبر ایسی خونخواری سے حملہ آور ہوا کہ وہ بری طرح زخمی ہوئے اور اپنی جانیں بچا کر اِدھر اُدھر بھاگ نکلے۔ یہ سارا ٹکراؤ رات کی تاریکی میں ہوا تھا۔ لہٰذا کسی کو کچھ خبر نہ ہو رہی تھی کہ کیا ہو رہا ہے۔ تاہم اکبر کا لشکر اور مرزا ابراہیم کے لشکر بری طرح دریا کے کنارے ایک دوسرے سے ٹکرائے تھے۔

لیکن مرزا ابراہیم کی بدقسمتی کہ عین اسی لمحہ رات کے اندھیرے میں عادل حان بھی

Marfat.com

اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ اس نے ایسے زوردار انداز میں ابراہیم پر حملہ کیا کہ مرزا ابراہیم شکست اٹھا کر بھاگ نکلا۔ عادل خان اب اکبر کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔ لہٰذا پورے لشکر کے ساتھ اکبر نے ابراہیم مرزا کا تعاقب شروع کیا۔ چنانچہ وہ علاقہ اکبر اور عادل خان کے لئے نا آشنا تھا۔ اس کے علاوہ رات کا سماں تھا جس کی بناء پر تاریکی کے باعث مزید تعاقب ممکن نہ رہا۔ چنانچہ مرزا ابراہیم اپنی جان بچا کر احمد نگر کے راستے سروہی اور وہاں سے پٹن پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

اس طرح بڑودہ پر تو مرزوں کا قبضہ ختم ہوا اور اب سورت شہر کی باری آئی۔ سورت میں جو باغی مغل امراء تھے وہ شہر کو ایک شخص ہم زبان کے حوالے کر کے خود شہر خالی کر کے چلے گئے تھے۔ ہم زبان بھی اکبر کے باپ ہمایوں کے لشکر میں شامل تھا۔ اچھا سالار اور سپہ سالار تھا۔ لیکن بعد میں وہ باغی مغل امراء کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔ مرزا ابراہیم کو مار بھگانے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ اکبر 11 جنوری 1973ء کو سورت پہنچا۔ شہر کا اس نے محاصرہ کر لیا۔ ہم زبان چھ ہفتوں تک محصور رہ کر اکبر کا مقابلہ کرتا رہا۔ آخر اس نے مشروط طور پر اطاعت قبول کرنے کا وعدہ کر لیا۔ اکبر نے اس کی بعض آسان شرائط کو منظور کر لیا۔ اس طرح 26 فروری 1573ء کو سورت کا قلعہ بھی اکبر کے سپرد کر دیا گیا۔

اس کے بعد چمپائیر کو بھی مطیع اور فرمانبردار کر لیا گیا تھا۔ اس طرح تینوں بڑے شہر باغی مغل امراء کی گرفت سے نکال لئے گئے تھے

ان کارروائیوں تک اکبر ایک پکا اور راسخ عقیدہ مسلمان تھا۔ نماز باقاعدگی سے ادا کرتا تھا۔ لہٰذا اس ناتے اس نے احمد نگر میں مستحکم حکومت قائم کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ وہاں کا ماحول پُر امن رہے اور زائرین مکہ کسی دقت اور خوف کے بغیر سفر جاری رکھ سکیں۔ چنانچہ احمد آباد میں قیام کے دوران اکبر نے پرتگالی تاجروں سے بھی رابطہ قائم کیا تاکہ حاجیوں کے جہاز کسی خدشے اور خطرے کے بغیر مکہ تک پُر امن طور پر سفر کر سکیں۔

2 اپریل 1573ء کو اکبر احمد نگر میں قیام کئے ہوئے تھا اور وہاں کے نظم و نسق میں مصروف تھا۔ اس نے صوبے کا گورنر خان اعظم کو مقرر کیا۔ مظفر خان تربتی کو قطب الدین محمد خان کی جگہ مالوہ کا حاکم مقرر کیا۔ چنانچہ جس وقت اکبر 13 اپریل کو احمد آباد سے روانہ ہو کر فتح پور سیکری کا رخ کرنا چاہتا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ باغی مغل امراء

Marfat.com

مرزا حسین پٹن سے پنجاب کی طرف بھاگ گیا تھا اور پنجاب کے حاکم حسین قلی خان نے مرزا ابراہیم، اس کے بھائی مرزا مسعود حسین دونوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ چنانچہ اکبر نے بڑی برق رفتاری سے واپسی کا سفر شروع کیا تھا۔

تین جون کو اکبر فتح پور سیکری پہنچ گیا۔ اتنی دیر تک پنجاب کے حاکم حسین قلی خان نے باغی مغل امیر ابراہیم کا سر کاٹ دیا تھا اور اس کے بھائی مسعود حسین خان کو زندہ گرفتار کر لیا تھا۔ ساتھ ہی ان دونوں کے تین سو ساتھیوں کو بھی گرفتار کر لیا گیا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ابراہیم حسین کا تو سر کٹ چکا تھا۔ اس کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس کے بھائی مسعود حسین کو اکبر نے گوالیار کے زندان میں ڈال دیا تھا۔ باقی قیدیوں سے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ ان کو گایوں، گدھوں، کتوں اور دیگر مختلف جانوروں کی کھالوں میں لپیٹ کر اکبر کے دربار میں پیش کیا گیا۔ ان میں سے کچھ کو رہا کر دیا گیا، کچھ زندان میں ڈال دیئے گئے باقیوں کو قتل کر دیا گیا اور پنجاب کے حاکم حسین قلی خان کی اس کارروائی پر خوش ہوتے ہوئے اکبر نے اسے خان جہان کے خطاب سے نوازا تھا۔

ان ساری کارروائیوں کے بعد جب اکبر نے فتح پور سیکری میں قیام کیا تو وہاں سے اس نے عادل خان کو آگرہ روانہ کیا۔ ساتھ ہی اکبر نے تیز رفتار قاصد عادل خان کی روانگی سے پہلے سانول داس کی طرف روانہ کر دیئے تھے۔ چنانچہ عادل خان جب آگرہ پہنچا تو بڑی سادگی سے اس کی شادی کملا اور رتن کماری سے کر دی گئی تھی۔ رتن اور کملا دونوں عادل خان کے مکان میں منتقل ہو گئی تھیں۔ چند روز تک عادل خان نے کملا اور رتن کے ساتھ آگرہ ہی میں قیام کئے رکھا۔ اس کے بعد وہ اکبر کے حکم کے مطابق اس کے دربار کا جملہ سامان لے کر فتح پور سیکری کی طرف واپس چلا گیا تھا۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

آگرہ میں ایک روز رتن دیوی کا ماموں چندر سین اور اس کی بہن جگت کماری اپنی حویلی کے پھول دار پودوں کو پانی دے رہے تھے کہ اچانک جگت کماری حویلی کے صدر دروازے کی طرف دیکھ کر چونک پڑی۔ اس لئے کہ صدر دروازے سے ان کا چچا اور ان کے باپ کا چھوٹا بھائی بیر نارائن داخل ہوا تھا جو دہلی میں رہائش رکھتا تھا۔

اسے دیکھتے ہی جگت کماری شور کرتی ہوئی اس کی طرف بھاگی۔ اس کے پیچھے پیچھے چندر سین بھی اس کی طرف بڑھا۔ ان کی یہ چیخ و پکار سن کر حویلی کے اندر سے خود سانول داس اور اس کی بیوی پورن دیوی بھی تیز تیز چلتے ہوئے باہر آ گئے تھے۔ سب نے پُر جوش انداز میں بیر نارائن کا استقبال کیا اور اسے حویلی کے اندر لے گئے۔ سب حویلی کے دیوان خانے میں جا کر بیٹھ گئے تھے۔ دہلی سے آنے والا بیر نارائن سانول داس کا چھوٹا بھائی تھا۔ کچھ دیر وہ اِدھر اُدھر دیکھتا رہا پھر سانول کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بھائی! مجھے رتن اور کملا دونوں کہیں دکھائی نہیں دے رہیں۔''

اس موقع پر سانول داس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کہنے لگا۔

''وہ دونوں اب اپنے گھر کی ہو گئی ہیں۔ لہٰذا اپنے گھر میں رہائش رکھتی ہیں۔''

بیر نارائن نے اس موقع پر تیز نگاہوں سے سانول داس کی طرف دیکھا۔ کہنے لگا۔

''بھائی! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ جہاں تک کملا دیوی کا تعلق ہے اس کی اگر اس طرح شادی ہو جاتی تو مجھے کوئی اعتراض نہ تھا۔ لیکن رتن میری بھی بھانجی ہے۔ اس کی شادی کی نہ تم نے مجھے اطلاع دی نہ اس کا رشتہ طے کرنے میں مجھے شریک کیا اور نہ ہی شادی میں شرکت کی دعوت دی۔''

سانول داس نے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

Marfat.com

"ان لوازمات، ان رسومات کو چھوڑو۔ وہ دونوں اپنے گھر کی ہوگئی ہیں کیا اس میں ہماری خوشی نہیں ہے؟ اور پھر یہ شادی انتہائی سادگی کے ساتھ ہوئی تھی اور ایک ایسے شخص کے ساتھ ان دونوں کی شادی ہوئی جسے دونوں ہی پسند کرتی تھیں۔"

سانول داس کے ان الفاظ پر بیر نارائن چونک سا اٹھا تھا۔ پیشانی پر بل پڑ گئے تھے۔ آنکھوں میں کئی سوال اُبھر آئے تھے۔ کہنے لگا۔

"بھائی! تمہارے الفاظ سے کیا میں یہ سمجھ لوں کہ ان دونوں نے ایک ہی شخص سے شادی کی ہے؟"

سانول داس نے پہلے اثبات میں گردن ہلائی پھر کہنے لگا۔

"تمہارا اندازہ درست ہے۔"

سانول داس اس موضوع پر مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس موقع پر جگت کماری نے دخل اندازی کی اور اپنے چچا بیر نارائن کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"چچا! آپ کو تو خوش ہونا چاہئے کہ دونوں کی شادی ہوگئی۔ دونوں چونکہ ایک ہی نوجوان کو پسند کرتی تھیں جو ایک طرح سے بے مثل خیال کیا جاتا ہے۔ لہٰذا ہم سب لوگ ان دونوں کی اس شادی پر بے حد مطمئن اور خوش ہیں۔"

بیر نارائن نے اس موقع پر سوالیہ سے انداز میں جگت کماری کی طرف دیکھا۔ دوبارہ اپنے بڑے بھائی سانول کو مخاطب کیا۔

"اچھا یہ بتاؤ ان دونوں نے شادی کس سے کی؟"

"شہنشاہ اکبر کا ایک بے حد عمدہ سالار ہے۔ وہ اس کے محافظ دستوں میں اب نائب سالار کی حیثیت رکھتا ہے۔ پہلے اس کی رہائش چوڑھ گڑھ میں ہوا کرتی تھی۔ اس کا باپ کملا دیوی کی ماتا رانی دُرگا وتی کی بگھی کا سائیس تھا اور یہ عادل خان بچپن میں کملا دیوی اور رتن کماری دونوں کے ساتھ کھیلتا رہا ہے اور بچپن ہی سے رتن کماری اور کملا دیوی اسے پسند کرنے لگی تھیں۔"

اس کے بعد سانول داس نے انتہائی بری حالت میں عادل خان کے چوڑھ گڑھ سے نکلنے، آگرہ میں وارد ہونے، اس کے بعد اکبر کی نگاہوں میں آنے، کملا اور رتن کماری کی محبت اور پھر ان دونوں کی شادی کے حالات پوری تفصیل کے ساتھ کہہ دیئے تھے۔

Marfat.com

سانول داس سے یہ سب کچھ جاننے کے بعد بیر نارائن نے بے چینی کی حالت میں اپنی جگہ پر پہلو بدلا پھر سانول داس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''بھائی! میں تو ان دونوں کو اپنے ساتھ دہلی لے جانے کے لئے آیا تھا۔ اب تم ایسا کرو تم سب لوگ میرے ساتھ رتن اور کملا کے ہاں چلو۔ میں چند روز یہاں قیام کروں گا اس کے بعد چاہتا ہوں ان دونوں کو اپنے ساتھ دہلی لے جاؤں۔ وہ چند روز میرے ہاں قیام کریں گی پھر لوٹ آئیں گی۔''

بیر نارائن جب خاموش ہوا تب بڑی سنجیدگی میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے سانول داس کہنے لگا۔

''بیر نارائن! پہلے کھانا کھاؤ۔ کچھ دیر آرام کرو۔ شام کے وقت ہم سب کملا اور رتن کی طرف جائیں گے۔ جہاں تک تمہارا یہ خیال ہے کہ تم دونوں کو اپنے ساتھ دہلی لے جانا چاہتے ہو تو ایسا ممکن نہیں۔ اب ان پر ہمارا حق کم ہے۔ وہ ہماری بیٹیاں کم اور اکبر کے سالار عادل خان کی بیویوں کی حیثیت سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ لہٰذا بے شک تم رتن کے ماموں ہو لیکن ان سے قریبی رشتہ ہوتا تب بھی وہ دونوں اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر آگرہ سے دہلی نہیں جا سکتیں۔''

سانول داس جب خاموش ہوا تب اس کی باتوں کی تائید کرتے ہوئے اس بار اس کی بیوی پورن دیوی بول اٹھی۔

''بیر نارائن! میرے بھائی! تمہارا بھائی ٹھیک کہتا ہے۔ اب وہ دونوں عادل خان کی بیویاں ہیں اور اس کی اجازت کے بغیر وہ دونوں کوئی قدم نہیں اٹھا سکتیں لہٰذا......''

پورن دیوی کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے خفگی کے اظہار میں بیر نارائن بول اٹھا۔

''یہ کیا بات ہوئی۔ رتن میری بھانجی ہے۔ میں اس کا ماموں ہوں۔ کیا میں اسے اپنی مرضی سے کہیں نہیں لے جا سکتا؟ کیا یہ انہونی بات نہیں ہے؟''

اس بار سانول داس پہلے کی نسبت زیادہ سنجیدگی میں کہنے لگا۔

''بیر نارائن! بچوں کی سی بات نہ کرو۔ ٹھیک ہے رتن تمہاری بھانجی ہے۔ پر یہ بھی سوچو کہ وہ عادل خان کی بیوی ہے۔ عادل کا اس پر حق ہم سب کی نسبت زیادہ ہے۔ بہرحال اس موضوع کو چھوڑ دو۔ پہلے تمہارے لئے کھانے کا اہتمام کرتے ہیں۔ تھوڑی

Marfat.com

دیر آرام کرلو۔ شام کو سب ان دونوں کے ہاں چلیں گے۔"

اس موقع پر بیر نارائن نے سوالیہ سے انداز میں چند لمحوں کے لئے سانول داس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"بھائی! میں آپ کی بات کو سمجھتا ہوں۔ لیکن اگر میرے کہنے پر کملا اور رتن دونوں میرے ساتھ دہلی جانے کے لئے تیار ہو جائیں تو کیا آپ کو کوئی اعتراض ہوگا؟"

سانول داس نے لمحہ بھر کے لئے ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر اس کمرے میں اس کی آواز ابھری تھی۔

"بیر نارائن! تمہارا بچپنا نہ گیا۔ وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر تمہارے ساتھ کیوں دہلی جانے لگیں؟ ہاں اگر وہ جانے کے لئے تیار ہو گئیں تو تمہیں اجازت ہوگی کہ تم اپنے ساتھ ان دونوں کو لے جانا ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

سانول داس کے ان الفاظ پر بیر نارائن خوش ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ جگت کماری اور پورن دیوی دونوں اس کی خاطر مدارت میں لگ گئی تھیں۔

شام کے وقت جبکہ کملا دیوی اور رتن کماری دونوں اپنے گھر میں کھانا کھانے کے بعد فارغ ہوئی تھیں کہ گھر میں سانول داس، بیر نارائن، پورن دیوی، جگت کماری، چندر سین داخل ہوئے۔ رتن اور کملا نے بہترین انداز میں بیر نارائن کا سواگت کیا۔ سب سے مل کر خوشی کا اظہار کیا۔ پھر سب ایک کمرے میں بیٹھ گئے۔ بیر نارائن کچھ دیر اس مکان کا جائزہ لیتا رہا پھر رتن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"تمہارے ماموں سانول داس نے مجھے بتایا تھا کہ تم دونوں کی شادی ہو گئی ہے اور شادی بھی ایک ہی شخص سے ہوئی ہے۔ نام اس کا عادل خان ہے اور وہ شہنشاہ اکبر کے اچھے سالاروں میں سے ایک ہے۔ اس وقت میں نے اپنے ذہن میں یہ بات بنائی تھی کہ تم دونوں کسی محل نما عمارت میں رہتی ہوگی۔ لیکن تمہارا یہ چند کمروں کا مکان دیکھ کر کم از کم مجھے بڑی مایوسی ہوئی ہے۔"

بیر نارائن کے ان الفاظ کو کملا اور رتن دونوں نے محسوس کیا تھا۔ ایک بار دونوں نے عجیب سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر رتن بول اٹھی۔

"ماموں! مکان کا ہم نے کیا کرنا ہے۔ کیا ہم دونوں کے لئے یہی اطمینان کا باعث نہیں ہے کہ ہم دونوں اپنے شوہر کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی بسر کر رہی ہیں اور شوہر

Marfat.com

بھی وہ جسے ہم دونوں نے شادی سے پہلے ہی پسند کیا تھا۔"
بیر نارائن کچھ دیر خاموش رہا پھر کہنے لگا۔
"بیٹی! میں نے یہاں آنے کے بعد سانول داس سے اپنے آنے کا مقصد بیان کر دیا ہے۔ دراصل میں تم دونوں کو لینے آیا تھا کہ تم میرے ساتھ دہلی چلو اور ہمارے ہاں چند روز قیام کرو۔"
اس موقع پر کملا دیوی غور سے بیر نارائن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔
"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں اور پھر ان کو اطلاع کئے بغیر، ان سے پوچھے بغیر اور ان کی اجازت کے بغیر آگرہ سے دہلی چلے جائیں؟ یہ ناممکن ہے۔"
بیر نارائن نے کملا دیوی کے اس جواب کو ناپسند کیا تھا۔ لہٰذا اس نے رتن کی طرف دیکھا اور پوچھ لیا۔
"رتن! میری بیٹی! اس سلسلے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"
رتن مسکرائی۔ کہنے لگی۔
"ماموں! جو الفاظ میری بہن کملا نے ادا کئے ہیں وہی الفاظ میرے بھی ہیں۔ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر ہم کہیں بھی نہیں جا سکتیں۔"
بیر نارائن نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔
"اگر عادل خان سے اجازت لے لی جائے اور وہ تمہیں اجازت دے دے کہ میرے ساتھ دہلی چلی جاؤ تو پھر؟"
اس بار رتن کماری خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔
"اگر ہمارے شوہر نے اجازت دے دی تو پھر ہم دونوں آپ کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن یہ اجازت کیسے لی جائے گی؟ اس وقت وہ تو یہاں نہیں ہیں۔ ان دنوں انہوں نے شہنشاہ کے ساتھ فتح پور سیکری میں قیام کیا ہوا ہے۔ کوئی آدمی ان سے اجازت لینے کے لئے گیا تو ہم اس پر اعتبار نہیں کریں گی۔"
اس پر بیر نارائن نے چند لمحوں تک سانول داس کے بیٹے اور اپنے بھتیجے چندر سین کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔
"اگر چندر سین کو فتح پور سیکری بھیجا جائے۔ یہ وہاں عادل خان سے بات کرے۔

Marfat.com

اگر عادل خان چندر سین کو اجازت دے دے کہ تم میرے ساتھ دہلی جا سکتی ہو تب؟"
رتن پھر بول اٹھی۔
"اگر بھائی چندر سین فتح پور سیکری جائے، ہمارے شوہر سے ملے، اس موضوع پر ان سے گفتگو کرے اگر وہ ہم دونوں کو آگرہ سے دہلی جانے کی اجازت دے دیں تو پھر ہم دونوں آپ کے ساتھ چلی جائیں گی۔ لیکن ہماری شرط ہے کہ ہم ایک ہفتے سے زیادہ وہاں قیام نہیں کریں گی۔ واپس اپنے گھر آئیں گی۔ بھائی چندر سین ہمارے ساتھ جائے گا۔ یہ بھی ایک ہفتہ وہاں قیام کرے گا۔ پھر ہم دونوں بہنیں اس کے ساتھ ہی واپس آگرہ آجائیں گی۔"
بیر نارائن رتن کے ان الفاظ سے مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر کہنے لگا۔
"اب تم دونوں بہنیں آرام کرو۔ ہم جاتے ہیں۔ کل صبح چندر سین کو فتح پور سیکری روانہ کر دیا جائے گا۔ پھر جو جواب عادل دے گا اس پر عمل کیا جائے گا۔"
بیر نارائن کی اس گفتگو سے رتن اور کملا دونوں مطمئن ہو گئی تھیں۔ پھر سانول داس، بیر نارائن، چندر سین، پورن دیوی اور جگت کماری وہاں سے اٹھ کر چلے گئے تھے۔

OOO

فتح پور سیکری میں عادل خان ایک روز اپنے خیمے میں بیٹھا ہوا تھا کہ خیمے میں چندر سین داخل ہوا۔ چندر سین کو دیکھ کر عادل خان بڑا پریشان ہوا۔ چندر سین مسکراتے ہوئے آگے بڑھا۔ عادل بڑے پُر جوش انداز میں اسے گلے لگا کر ملا پھر کسی قدر سنجیدگی میں پوچھا۔
"چندر سین! تمہارا آگرہ سے میرے پاس فتح پور سیکری آنا کسی وجہ اور علت کے بغیر نہیں ہے۔ بھائی! مجھے کوئی اچھی خبر دینا۔"
چندر سین مسکرایا اور کہنے لگا۔
"بھائی! آپ فکر مند نہ ہوں۔ بیٹھیں۔ پھر میں بات کرتا ہوں۔"
عادل خان جب بیٹھ گیا تب چندر سین نے بیر نارائن کے دہلی سے آگرہ آنے، رتن اور کملا کو اپنے ساتھ چند دن کے لئے دہلی لے جانے کی تفصیل کہہ دی تھی۔ ساتھ ہی عادل خان کو یہ بھی اطمینان دلایا تھا کہ وہ خود ان دونوں کے ساتھ جائے گا۔ ان کے ساتھ وہاں قیام کرے گا پھر ان دونوں کو لے کر واپس آگرہ آجائے گا۔

Marfat.com

ساری تفصیل جاننے کے بعد عادل خان نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''چندر سین! اگر تم خواتین اور کملا کے ساتھ دہلی جا رہے ہو تو پھر مجھے کوئی فکر مندی نہیں ہے۔ بیر نارائن دونوں کو اپنے ساتھ دہلی لے جا سکتا ہے لیکن تم ان دونوں کے ساتھ جاؤ گے اور جس طرح رتن نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ وہاں ایک ہفتے سے زیادہ قیام نہیں کریں گی لہٰذا ایک ہفتے بعد تم ان دونوں کو لے کر آگرہ آ جانا۔''

اس موقع پر چندر سین نے عادل خان کا نہ صرف شکریہ ادا کیا بلکہ خوشی کا اظہار بھی کیا۔ صرف ایک دن اور ایک شب اس نے عادل خان کے پاس قیام کیا پھر فتح پور سیکری سے واپس آگرہ کی طرف ہو لیا تھا۔

واپس آگرہ پہنچ کر اس نے اپنے باپ سانول داس اور چچا بیر نارائن کو عادل خان کا پیغام دیا اور یہی پیغام رتن اور کملا کو بھی سنا گیا۔ تب کملا اور رتن دونوں بیر نارائن کے ساتھ دہلی جانے کے لئے تیار ہو گئیں۔ اور چندر سین بھی ان دونوں کے ساتھ بیر نارائن کے ساتھ دہلی کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

عادل خان ان دنوں اکبر کے ساتھ فتح پور سیکری ہی میں قیام کئے ہوئے تھا اور فتح پور سیکری میں قیام کے دوران اکبر بنگال پر حملہ آور ہونے کی تیاریوں میں مصروف تھا اور ایک طرح سے اس نے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے دی تھی۔ اس لئے کہ بنگال کے حالات ان دنوں مغلوں کے مفادات کے خلاف ہوتے جا رہے تھے لہٰذا اکبر نے بنگال پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

جہاں تک بنگال کے حالات کا تعلق تھا تو شیر شاہ سوری کے وقت بنگال پر افغان سرداروں کا قبضہ رہا لیکن 1564ء میں بہار کے حاکم سلمان خان نے گھور شہر پر قبضہ کرنے کے بعد بنگال اور بہار دونوں کی حکومت سنبھال لی تھی۔ اس نے اکبر کی حاکمیت بھی تسلیم کر لی تھی اور وقتاً فوقتاً وہ اکبر کی خدمت میں خراج بھی ادا کرتا رہتا تھا۔

1572ء میں سلمان کی وفات کے بعد اس کا لڑکا بایزید تخت نشین ہوا لیکن چند ماہ بعد وہ بھی اپنے وزیروں کے ہاتھوں قتل کر دیا گیا۔ بعد ازاں اس کے چھوٹے بھائی داؤد کو تخت پر بٹھایا گیا۔ لیکن داؤد حکومت کے فن سے بالکل نا آشنا تھا۔ علاوہ ازیں فوجی قوت اور بھرے ہوئے خزانے کے باعث وہ بے حد مغرور ہو چکا تھا۔ اس کے پاس اس وقت چالیس ہزار گھوڑے، ایک لاکھ چالیس ہزار پیادہ، بیس ہزار توپیں، تین

Marfat.com

ہزار تین سو ہاتھی اور لاتعداد کشتیاں تھیں۔ اپنی اسی طاقت کے گھمنڈ میں اس نے اکبر کی حاکمیت اور بالادستی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا بلکہ الٹا اپنی سلطنت میں اضافہ کرنے کے لئے اس نے مغلوں پر حملہ آور ہو کر ان پر قبضہ کرنا شروع کر دیا تھا۔

سب سے پہلے وہ غازی پور کے قریب زمانیہ کے قلعے پر حملہ آور ہوا اور اسے مکمل طور پر تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

بنگال کے اسی حاکم داؤد کی غیر ذمہ داریوں کو سامنے رکھتے ہوئے اکبر اپنے لشکر کے ساتھ فتح پور سیکری سے بنگال کی طرف کوچ کرنا چاہتا تھا کہ اس کے مخبروں نے اسے اطلاع دی کہ گجرات میں اس کے خلاف شورش اٹھ کھڑی ہوئی ہے اس لئے مغل سرداروں میں سے ایک شخص جس کا نام محمد حسین مرزا تھا جو کبھی دولت آباد بھاگ گیا تھا وہ گجرات واپس آ کر دیگر باغی امراء کے ساتھ بغاوت پر تل گیا تھا۔ اس نے بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ اس طرح اپنی طاقت اور قوت میں اس نے خوب اضافہ کیا تھا۔

اکبر کی طرف سے ان دنوں احمد آباد میں اس کا سالار خانِ اعظم تھا اور وہ ان سارے علاقوں کا ناظم بھی تھا۔ چنانچہ مغل سردار محمد حسین مرزا نے گجرات پہنچ کر اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کرنے کے بعد پیش قدمی کرنی شروع کی اور احمد آباد پہنچ کر اس نے خانِ اعظم کا محاصرہ کر لیا۔

یہ صورت حال یقیناً اکبر کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ یہ خبریں سن کر اس نے برہمی کا بھی اظہار کیا۔ اس لئے کہ وہ تو بنگال پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر چکا تھا اور اب اسے اپنا یہ فیصلہ ملتوی کر کے ایک طرح سے گجرات کا رخ کرنا پڑ رہا تھا۔ چنانچہ اکبر 23 اگست 1573ء کو بہ نفس نفیس اپنے لشکر کے ساتھ گجرات کی طرف روانہ ہوا۔ اکبر کے کچھ سالاروں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ فوری طور پر دشمن پر ٹوٹ پڑے لیکن اکبر ہمیشہ اسی بات کا قائل رہا تھا کہ اطلاع دیئے بغیر بدترین دشمن پر بھی حملہ کرنا بزدلی ہے۔

چنانچہ محمد حسین مرزا کے لشکر کے قریب جا کر اکبر نے شاہی نقارے پیٹنے کا حکم دیا۔ محمد حسین مرزا کو ابھی تک یقین نہیں آیا تھا کہ مغلوں کا جو لشکر اس سے ٹکرانے کے لئے آیا ہے خود اکبر بھی اس میں شامل ہے۔ کیونکہ اس کے جاسوسوں نے یہ اطلاع دی تھی کہ صرف پندرہ دن پہلے انہوں نے اکبر کو فتح پور سیکری میں دیکھا تھا۔ چنانچہ محمد حسین

Marfat.com

مرزا یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اکبر اتنی جلدی فتح پور سیکری سے احمد آباد پہنچ سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکبر نے فتح پور سیکری سے احمد آباد کا سفر صرف گیارہ دن میں طے کر لیا تھا۔ چنانچہ جب شاہی نقارے بج اٹھے تب محمد حسین مرزا کو یقین ہو گیا کہ واقعی مغلوں کا جو لشکر آیا ہے اس میں شہنشاہ اکبر بذاتِ خود موجود ہے۔

اس صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے محمد حسین مرزا نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اپنے پاس رکھا اور دوسرا حصہ اپنے سالار اختیار الملک کے حوالے کیا۔ فیصلہ یہ کیا کہ محمد حسین مرزا خود اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اکبر سے ٹکرائے گا جبکہ اس کا سالار اختیار الملک اکبر کے سالار خانِ اعظم پر حملہ آور ہو گا جو احمد آباد کا حاکم بھی تھا۔

اکبر نے اس موقع پر اپنے سالاروں کو جمع کیا پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''محمد حسین مرزا یہ خیال کرتا ہے کہ وہ ہمیں شکست دے کر اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ مجھے یہ خبر مل گئی ہے کہ اس کے پاس ایک بہت بڑا لشکر ہے۔ خود محمد حسین مرزا مجھ سے ٹکرائے گا اور اپنے سالار اختیار الملک کو خانِ اعظم کے خلاف ضربیں لگانے کے لئے استعمال کرے گا۔

جو لشکر اس وقت خانِ اعظم کے پاس ہے اس کی تعداد اختیار الملک کے لشکر سے بہت کم ہے۔ لہٰذا اس موقع پر میں ایک احتیاطی تدبیر کرنے لگا ہوں۔ لشکر تین حصوں میں رہے گا۔ ایک حصہ میرے پاس رہے گا۔ دوسرا پہلے ہی احمد آباد کے ہمارے حاکم خانِ اعظم کے پاس ہے۔ لشکر کا تیسرا حصہ میں عادل خان کے سپرد کروں گا اور اس کے ذمے ایک اہم کام بھی لگاؤں گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد اکبر رکا پھر بڑے غور سے عادل خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''عادل خان! تمہاری حیثیت میری نگاہوں میں کیا ہے اسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ تم اپنے حصے کا لشکر لے کر ایک طرف رہو گے۔ میں محمد حسین مرزا سے ٹکراؤں گا اور مجھے امید ہے کہ میں بہت جلد اسے پسپا کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ جہاں تک خانِ اعظم کا تعلق ہے تو اختیار الملک کی نسبت اس کے پاس لشکر کم ہے۔ لہٰذا جس وقت اختیار الملک خانِ اعظم پر حملہ آور ہو تو تم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ

Marfat.com

ایک دم حرکت میں آنا اور اختیار الملک کے لشکر کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر اپنی کامیابی اور اختیار الملک کی شکست کو یقینی بنانا۔ جس وقت جنگ کی ابتداء ہو گی تم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ میرے ساتھ ہی رہو گے۔ لیکن جلد ہی مجھ سے علیحدہ ہو کر تم اختیار الملک کا رخ کرو گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اکبر رکا۔ جب اپنے سالاروں سے اس تجویز کے متعلق مشورہ کیا تو سب نے اس تجویز کو پسند کیا۔ اس کے بعد دونوں لشکر ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہونا شروع ہو گئے تھے۔

جنگ کی ابتداء باغی مغل سردار حسین مرزا نے کی تھی۔ اپنے لشکر کو اس نے آگے بڑھایا پھر زندگی کی تہوں، سانسوں کی ڈوریوں میں کھولتا زہر بھر دینے والی بھڑکتی، بپھرتی آگ اور لاشوں پر رقص کرتی موت کی طرح وہ اکبر پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

اکبر جنگ کے دوران بڑا ثابت قدم رہنے والا شخص تھا۔ حسین مرزا اس پر حملہ آور ہوا تو اس نے اپنے ردِ عمل کا اظہار کیا بلکہ ایک دم اس نے جوابی کارروائی کی اور مایوسی کو شرف، غم کو خوشی میں تبدیل کر دینے والی سرمدی سربلندیوں کی طرح اس نے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا۔ پھر وہ نظر نظر میں موت کے گرداب، نفس نفس میں بربادی کے بگولوں کے طوفان اور قدم قدم پر خاک و خون کا رقص کرتے حوادث کی طرح حسین مرزا پر ضرب لگانے لگا تھا۔

دوسری طرف اختیار الملک بھی حرکت میں آیا۔ وہ خانِ اعظم پر خواب و بیداری، زندگی میں صحرائی آندھی، وحشت بھر دینے والے خون آشام اندھیاؤں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔ جوابی کارروائی کرتے ہوئے خانِ اعظم بھی جسم و جان کو چاٹ جانے والے بارود کے سوداگروں، بربادی کے خرابے کھڑے کرتے جلتے بھڑکتے شعلوں کی دستک کی طرح اختیار الملک پر حملہ آور ہوا تھا۔

جہاں تک اکبر کا تعلق تھا تو اس نے پہلے ہی حملے میں ایک طرح سے اپنے سامنے حسین مرزا کے لشکر کو رگیدنا شروع کر دیا تھا۔ دوسری طرف جب اختیار الملک خان اعظم پر اپنا دباؤ بڑھا رہا تھا عین اسی لمحہ اکبر کے لشکر سے عادل خان اپنے حصے کے لشکر سے علیحدہ ہوا پھر وہ کاسۂ وقت میں تپش و لو کے ہجوم کی طرح اس سمت بڑھا جہاں اختیار الملک اور خانِ اعظم ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ ایک دم عادل خان

Marfat.com

اختیار الملک کے لشکر کی پشت کی طرف گیا پھر وہ زندگی کے لئے درد و کرب کے باب کھولتی وقت کی کرب خیز گھڑیوں، خوف اور اشکوں میں نہلاتی دشتِ ہجراں کی دوزخ، مزاج موت اور ہواؤں کی اُڑتی رفتار میں پراسرار سرابوں کے کالے حصار کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

یوں دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے میدانِ جنگ میں اُداس رتوں میں موت کا سمندر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ قضا کی اندھی وحشت، زیست کے راستوں پر بڑے بڑے سورماؤں پر فنا کی اور مرگ میں لپٹی اپنی ردا پھیلانے لگی تھی۔

اس خوفناک ٹکراؤ کے دوران اکبر کے مقابلے میں محمد حسین مرزا شدید زخمی ہوا۔ محمد حسین مرزا نے جب دیکھا کہ اب شکست، ہزیمت اور ذلت اس کا مقدر بنتی جا رہی ہے تب اس نے فرار ہو کر اپنی جان بچانا چاہی۔ لیکن اس کی بدقسمتی کہ جس وقت وہ فرار ہونے لگا تھا، اس کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گرا اور گھوڑے سمیت وہ زمین پر آ رہا۔ اس موقع پر اکبر کا ایک لشکری حرکت میں آیا اور آگے بڑھ کر اس نے حسین مرزا کو گرفتار کر لیا اور اپنے سالار رائے سنگھ کے سپرد کر دیا تھا۔

جہاں تک اختیار الملک کا تعلق تھا تو وہ پشت کی جانب سے عادل خان اور سامنے کی طرف سے خانِ اعظم کے جان لیوا حملوں کو برداشت نہ کر سکا۔ اس کے لشکر کو شکست ہوئی اور حسین مرزا کی طرح اسے بھی گرفتار کر لیا گیا۔

جب جنگ ختم ہو گئی اور بچے کھچے حسین مرزا کے ساتھی اپنی جانیں بچا کر بھاگے تب اختیار الملک اور حسین مرزا دونوں کو اکبر کے سامنے پیش کیا گیا۔ اکبر نے دونوں سے کوئی گفتگو نہ کی۔ جب وہ اس کے سامنے آ کر کھڑے ہوئے تو اس نے انتہائی برہمی اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا پھر دونوں کو رائے سنگھ کے حوالے کر دیا اور پھر اکبر کے حکم پر محمد حسین مرزا اور اختیار الملک دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔

اس شاندار فتح کے بعد اب اکبر گجرات کا مطلق العنان فرمانروا ہو چکا تھا۔ اس کے اختیارات کو چیلنج کرنے والا کوئی نہ بچا تھا۔ اس نے فوری طور پر نظم و نسق کی طرف توجہ مبذول کی۔ مالیاتی شعبہ راجہ ٹوڈرمل کے سپرد کیا گیا۔ اراضی کا اشتمال کرایا گیا۔ مالیہ کی وصولی اور نظام کو منظم کیا گیا۔ بعد ازاں یہ سارا کام اپنے ایک سالار شہاب الدین احمد خان کے سپرد کیا گیا۔

Marfat.com

گجرات پر اپنا قبضہ مضبوط اور مستحکم کرنے اور وہاں کے حالات کو اپنی خواہش کے مطابق ڈھالنے کے بعد اور وہاں اپنا حاکم مقرر کر کے اکبر بنگال کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ گجرات سے پہلے ہی وہ بنگال پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر چکا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے اس نے اپنے سالار منعم خان کو بنگال پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا۔

چنانچہ منعم خان بنگال کی طرف بڑھا۔ دوسری طرف بنگال کا حاکم داؤد خان بھی خم ٹھونک کر منعم خان کے مقابلے میں آیا۔ دونوں میں ہولناک جنگ ہوئی۔ اس جنگ کے نتیجے میں منعم خان نے داؤد کے لشکر کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی منعم خان نے داؤد کے ساتھ معاہدۂ امن کر لیا۔

اکبر نے اپنے سالار منعم خان کی اس حرکت کو انتہا درجہ کا ناپسند کیا۔ اسے منعم خان پر غصہ بھی بڑا آیا۔ اسے شک ہو گیا تھا کہ داؤد خان کے باپ سلیمان خان کے ساتھ کسی دور میں منعم خان کے بہت گہرے مراسم تھے اور اسی بناء پر منعم خان نے داؤد کا لحاظ کیا۔ چنانچہ ان حالات میں اکبر بذاتِ خود لشکر لے کر بڑی برق رفتاری سے بنگال کی طرف بڑھا۔

اس وقت داؤد منعم خان سے صلح کرنے کے بعد اپنے مرکزی شہر پٹنہ میں قیام کیے ہوئے تھا۔ اسے جب خبر ہوئی کہ منعم خان کے امن کے معاہدے کو اکبر نے ناپسند کیا ہے اور اب وہ بذاتِ خود لشکر لے کر پٹنہ کا رخ کیے ہوئے ہے تب داؤد خان بڑا بدحواس ہوا اور اپنا مرکزی شہر پٹنہ چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اس طرح اکبر بغیر کسی جدوجہد کے اپنے لشکر کے ساتھ پٹنہ میں داخل ہوا۔ منعم خان چونکہ اچھے سالاروں میں سے تھا لہٰذا منعم خان نے جو داؤد خان کے ساتھ معاہدہ کیا تھا اس سلسلے میں اکبر نے اس سے کوئی باز پرس نہ کی اور اسے بنگال کا حاکم مقرر کر دیا۔ اسکے اختیارات میں بھی توسیع کر دی تاکہ وہ ضرورت کے وقت مناسب کارروائی کر سکے۔

بعد کے دور میں اس داؤد خان نے پھر پر پُرزے نکالنے شروع کر دیئے تھے۔ وہ اپنے کھوئے ہوئے علاقے کی کسک اپنے دل میں لئے ہوئے تھا۔ چنانچہ اس نے رفتہ رفتہ اپنے کھوئے ہوئے علاقوں پر قبضہ جمانا شروع کر دیا۔ اس دوران منعم خان اسّی سال کی عمر میں وفات پا گیا۔ چنانچہ منعم خان کی وفات کے بعد داؤد خان کو کھل کھیلنے کا موقع مل گیا۔ اس نے اپنے لشکر پھر سے جمع کیے اور پورے علاقے پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔

Marfat.com

اکبر کو جب داؤد کے ان اقدامات کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے ایک اور سالار کو اس کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔

راج محل کے قریب اکبر کے لشکر اور داؤد خان کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی۔ اس جنگ کے نتیجے میں نہ صرف داؤد کے لشکر کو بدترین شکست دی گئی بلکہ داؤد کو گرفتار کرلیا گیا اور اس کا سر قلم کر کے اکبر کے سامنے پیش کیا گیا۔ جبکہ اس کا جسم ٹانڈہ میں دفن کر دیا گیا۔ اس لئے کہ ٹانڈہ اس کا دارالحکومت تھا۔ اس طرح بنگال کی تقریباً ڈھائی سو سال پرانی آزاد حکومت ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی۔ بنگال اور بہار کا تمام علاقہ اکبر کے پاس آ گیا اور وہاں شاہی وائسرائے مقرر کئے جانے لگے تھے۔

بنگال کے حالات درست کرنے کے بعد آگرہ جانے کی بجائے اکبر نے پہلے فتح پور سیکری کا رخ کیا۔ اس لئے کہ اب وہ اپنا زیادہ قیام فتح پور سیکری ہی میں رکھتا تھا۔ لیکن فتح پور سیکری کی طرف جاتے ہوئے راستے میں اس کی ملاقات راجہ مان سنگھ سے ہوئی جس نے اکبر کو میواڑ کے ابتر ہوتے حالات کی اطلاع کی۔

ہوا یوں کہ کبھی میواڑ کا راجہ اودے سنگھ ہوا کرتا تھا۔ وہ 1572ء میں انتقال کر گیا تو اس کے لڑکے رانا پرتاب سنگھ نے میواڑ کا انتظام سنبھالا۔

رانا پرتاب سنگھ ایک بار پھر راجپوتوں کی آزادی اور خودمختاری کے خواب دیکھنے لگا تھا۔ وہ اکثر اپنی محفلوں، اپنے جلسے جلوسوں میں رانا سانگا اور رانا کمبھ کی بہادری اور شجاعت کے قصے بیان کیا کرتا تھا۔ وہ اب تک مسلمانوں پر غلبہ حاصل کرنے کی امیدیں وابستہ کئے ہوئے تھا۔

رانا پرتاب سنگھ ان تمام راجپوتوں سے بھی ناراض اور برافروختہ تھا جو اکبر کی اطاعت قبول کر کے اس کے درباری بن چکے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر رانا پرتاب سنگھ نے امبر کے راجہ مان سنگھ کے ساتھ اسی بناء پر توہین آمیز سلوک کیا اور اس کے ساتھ کھانا کھانے سے اس لئے انکار کر دیا کہ اس نے نہ صرف مسلمان بادشاہ اکبر کی اطاعت قبول کی بلکہ وہ چونکہ مسلمانوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے، کھاتا پیتا ہے لہٰذا وہ ملیچھ ہے۔ اس کے علاوہ اس نے امبر کے راجہ مان سنگھ پر یہ بھی اعتراض کیا کہ اس نے اپنی بہن بھی مسلمانوں سے بیاہ دی ہے۔ اس توہین پر راجہ مان سنگھ کو اتنا غصہ آیا کہ رانا پرتاب سنگھ نے جو اس کی دعوت کی تھی، دعوت کو ادھورا چھوڑا، کھانا نہ کھایا اور رانا پرتاب

Marfat.com

سنگھ کو دھمکی دی۔

''اگر میں نے تمہارے غرور کو پاش پاش نہ کیا تو میرا نام بھی مان سنگھ نہیں ہے۔''

کہا جاتا ہے کہ راجہ مان سنگھ کے جانے کے بعد رانا پرتاب سنگھ نے گنگا کے پانی سے وہ تمام جگہ دھلوا کر پوتر کروائی جہاں راجہ مان سنگھ کے لئے کھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں راجپوت امراء نے اس موقع پر اشنان کے بعد اپنا لباس بدلا کہ ملیچھوں میں رہنے والے شخص کے ساتھ کھڑے ہونے کے بعد وہ ناپاک ہو گئے تھے۔

رانا پرتاب سنگھ نے راجہ مان سنگھ سے توہین آمیز سلوک کر تو لیا لیکن اس کے چلے جانے کے بعد وہ خاصا متفکر ہوا۔ اس نے دفاعی انتظام میں فوری نمایاں تبدیلیاں کیں اور اپنے لشکر کو بہتر اسلحے سے لیس کرنے اور اس کی بہتر تربیت کرنے کے لئے فوری اقدامات کرنے شروع کر دیئے۔ اس نے مختلف قلعوں کی مرمت کروائی۔ ساتھ ہی وہ گوریلا جنگ کرنے کے لئے بھی تیاریاں کرنے لگا۔

چنانچہ اکبر جس وقت بنگال سے لوٹا تو راجہ مان سنگھ اکبر کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس ساری صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ یہ حالات سن کر اکبر میواڑ کے راجہ پرتاب سنگھ پر بڑا غضب ناک ہوا۔ چنانچہ اس نے ایک لشکر علیحدہ کیا، اس کے تین حصے کئے۔ ایک حصہ راجہ مان سنگھ کی تحویل میں، دوسرا عادل خان اور تیسرا عادل خان کے بھائی آصف خان کی کمانداری میں دیتے ہوئے انہیں میواڑ پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا تھا جبکہ باقی لشکر کے ساتھ اکبر نے فتح پور سیکری کا رخ کیا تھا۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

آگرہ میں ایک روز سانول داس، اس کی بیوی پورن دیوی، بیٹی جگت کماری بیٹھے ہوئے تھے کہ سانول داس کچھ دیر اُداس اور افسردہ بیٹھا رہا۔ دیوان خانے میں اس کے سامنے بیٹھی ہوئی پورن دیوی اور جگت کماری کچھ دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتی رہیں پھر پورن دیوی بول اٹھی۔

''کیا بات ہے؟ میں دیکھتی ہوں کہ چند روز سے آپ بڑے پریشان اور فکرمند رہنے لگے ہیں۔''

اس پر اپنا جھکا ہوا سر سانول داس نے آہستہ آہستہ اوپر اٹھایا، ایک گہری نگاہ اس نے باری باری پورن دیوی اور جگت کماری پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

''کملا اور رتن کماری دونوں ایک ہفتے کے لئے میرے بھائی بیر نارائن کے ہاں دہلی گئی تھیں۔ اب ایک ہفتے کی بجائے کئی ہفتے گزر چکے ہیں اور وہ دہلی سے لوٹ کر آگرہ نہیں آئیں۔ نہ ہی چندر سین لوٹا ہے کہ ان دونوں سے متعلق کوئی اطلاع دیتا۔ میں رتن کماری اور کملا دیوی سے متعلق انتہا درجہ کا پریشان اور فکرمند ہوں۔ اس لئے کہ وہ یہاں میرے ساتھ وعدہ کر کے گئی تھیں کہ وہ دہلی میں ایک ہفتے سے زائد قیام نہیں کریں گی اور تم دونوں ماں بیٹی جانتی ہو وہ وعدے کی بڑی پابند ہیں۔ اب ایک ہفتے کی بجائے کئی ہفتے گزر چکے ہیں اور وہ لوٹ کر نہیں آئیں اور نہ ہی ان کی خیریت کی کوئی خبر ہے۔ بس انہی باتوں نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔''

جواب میں پورن دیوی اور جگت کماری کچھ دیر سوچتی رہیں، پھر پورن دیوی اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہنے لگی۔

''پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے آپ کے بھائی اور

Marfat.com

اس کے اہل خانہ نے کملا دیوی اور رتن کماری کو روک لیا ہو۔ ایک دو ہفتے مزید دیکھتے ہیں۔ اگر چندر سین انہیں لے کر واپس نہ آیا تو پھر ان کی خیر خبر جاننے کے لئے یہاں سے کسی کو دہلی بھیج دیں گے۔ اس طرح پریشان اور فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے؟"

پورن دیوی کے ان الفاظ پر سانول داس کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا۔

OOO

جہاں تک شہنشاہ اکبر کا تعلق تھا تو اب تک وہ پکا سچا مسلمان تھا۔ لیکن اب اس نے ایک نئے دین کی ابتداء کرنے کی ٹھان لی تھی۔

فتح پور سیکری میں قیام کے دوران اکبر نے ایک عبادت خانے کی تعمیر کرائی۔ دراصل یہ عبادت خانہ نہ تھا بلکہ امورِ مذہب پر بحث و مباحث کے لئے ایک جگہ مخصوص کی گئی تھی اور اس عبادت گاہ میں اکبر نے چار قسم کے لوگوں کا اجتماع اور قیام کا اہتمام کیا تھا۔

اول شیخ یا وہ لوگ جنہیں مخصوص روحانی قوتوں کے حصول کا دعویٰ تھا۔

دوئم سیّد جو حضور ﷺ سے تعلق کے باعث زیادہ لائق احترام تھے۔

سوئم علماء جو قوانین شریعت اور فقہ پر عبور کے مدعی تھے۔

چہارم دربار کے معززین جنہیں اپنے تصورات اور مذہبیات سے دلچسپی تھی۔

ابتداء میں صرف مسلمانوں کو ہی ایسی مجالسِ مذاکرہ کے لئے منتخب کیا گیا۔ گو اکبر کو صوفیوں کی آزاد خیالی میں خاصی دلکشی کا احساس ہوتا تھا تاہم اس وقت تک وہ مسلمان ہی تھا اور سنت کے مطابق عمل کرنے کے علاوہ راسخ عقیدہ مسلمانوں کی قیادت ملا عبداللہ سلطان پوری اور شیخ عبدالنبی کرتے تھے۔ ان دونوں کو ہمایوں کے وقت میں عروج حاصل تھا لیکن جب ہندو بیویوں اور بدبخت ابوالفضل جیسے لوگوں نے اکبر کے ذہن کو متاثر کرنا شروع کیا تو ان راسخ عقیدہ علماء کا زوال شروع ہو گیا۔ شیخ عبدالنبی اس لئے زیر عتاب آئے کہ انہوں نے ایک ہندو برہمن کو اس لئے موت کے گھاٹ اتار دیا کہ اس نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کئے تھے۔ علاوہ ازیں انہوں نے قانونِ شریعت کے مطابق شادی کی جو تاویل پیش کی تھی اس کے باعث اکبر ان سے ناراض ہو گیا۔ کیونکہ اس تاویل کے مطابق اکبر بت پرست عورتوں سے اسلامی شریعت کے اتباع میں شادی نہ کر سکتا تھا۔

Marfat.com

مذہب کے معاملے میں اکبر کو بھڑکانے والے تین اہم شخص تھے۔ ایک ابوالفضل اور دوسرا فیضی جو اکبر کے نورتن تھے۔ اور تیسرا ان دونوں کا باپ شیخ مبارک۔ یہ ہر روز کوئی نہ کوئی مسلک تبدیل کرتا۔ کبھی صوفی کہلاتا، کبھی مہدوی اور ایک بار تو اس نے خود مہدی ہونے کا بھی اعلان کیا تھا۔ چنانچہ بعض علماء نے اس کے قتل کو واجب قرار دے دیا تھا۔ چنانچہ وہ کچھ عرصہ کے لئے روپوش ہو گیا تھا۔

جب اکبر نے فتح پور سیکری میں عبادت خانہ بنوایا تب وہاں جو مذہبی بحثیں ہوتی تھیں ان میں شیخ مبارک حصہ لینے لگا۔ عبادت خانہ میں شیخ مبارک کی حیثیت مذہبی اعتبار سے ایک آزاد رکن یا بالفاظِ دیگر ایک دہریہ کی سی ہوا کرتی تھی۔ اس سے بارہا یہ سوال کیا گیا کہ اسلام کا متبادل اس کے پاس کیا ہے۔ مگر وہ اس کا جواب نہ دے سکا۔ دراصل اس کے مقاصد صریحاً تخریبی اور اپنے راسخ العقیدہ مسلمان دشمنوں کو گزند پہنچانے کے لئے تھے۔

دراصل مذہب کے معاملے میں اکبر کا بھٹکنا اس کی چند خامیوں کی وجہ سے تھا۔ بلاشبہ اکبر ان پڑھ بادشاہ تھا مگر اس کی دور اندیشی اور فہم و فراست بے مثال تھی۔ تخت نشین ہوتے ہی اکبر نے محسوس کیا کہ اگر حکومت کا استحکام درکار ہے تو آئے دن کی ہندو بالخصوص راجپوت سرکشی کو کسی نہ کسی طرح ختم کرنا ہو گا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اکبر سے پہلے بھی مسلمان حکمرانوں نے ہندوؤں سے ممکنہ رواداری کا سلوک کرنے کی کوشش کی تھی لیکن انتہائی تعصب کے باعث ہندو مسلمانوں پر اعتماد نہ کر سکے۔

اسی بناء پر مسلمان بھی ہندوؤں پر اعتماد سے محروم رہے۔ بہرحال ہندوؤں اور مسلمانوں کو قریب تر لانے کے لئے اکبر نے جو انتہائی اقدام کئے وہ اس کی بدنامی کا باعث بھی بنے۔ زیرک اور فہیم بادشاہ ہونے کے باوجود اکبر نے اس بات پر قطعاً غور نہ کیا کہ دو مختلف اقوام یعنی ہندو اور مسلمان انتہائی مذہبی تفریق کی حامل ہیں۔ ان کے مذاہب، بود و باش، معاشرت، خوراک حتیٰ کہ لباس تک میں اتنا نمایاں فرق چلا آ رہا ہے کہ انہیں کسی ایک نقطہ پر یکجا کرنا ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا ایسی دو اقوام سے یہ توقع کرنا کہ وہ کسی تیسرے اور بین بین قسم کے مذہب کو نہ صرف اختیار کر لیں گی بلکہ ایک دوسرے میں جذب ہونے کی حد تک قریب ہو جائیں گی محض خیالِ خام تھا۔

ابتدائی دور کا اکبر یقیناً ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھا۔ مگر ہندوؤں کو راضی رکھنے

Marfat.com

کے لئے اسلام میں تحریف شروع کر دی۔ حالانکہ بحیثیت مسلمان اس پر صرف اتنا فرض عائد ہوتا تھا کہ وہ غیر مسلموں سے مکمل رواداری سے پیش آتا اور ان کے حقوق اور جان و مال کا تحفظ دیتا۔ مگر اس کے باوجود غیر مسلم اس کے خلاف شورش کرتے تو اسے ان کی سرکوبی کا اتنا ہی حق پہنچتا تھا جتنا حق وہ اپنی زندگیوں میں مسلمان باغیوں کی سرکوبی کی صورت میں استعمال کرتا تھا۔

اکبر کی انہی کوششوں سے مسلمان اس سے نالاں رہنے لگے اور مسلمانوں کے رویے نے اکبر کو اتنا پریشان کر دیا کہ وہ ہندوؤں کو اپنا بنانے کے سوا بھلائی کہیں نہ پاتا تھا۔

لیکن مؤرخین اعتراض کرتے ہیں کہ کیا اسلام میں تحریف اور ایک نئے مذہب کی ایجاد ہی سے ہندوؤں کو اپنایا جا سکتا تھا؟ مسلمانوں کے رویے سے اکبر بے حد پریشان ہو گیا تھا۔ وہ مسلمان اس کے لئے مزید پریشانی کا باعث نہ بن سکتے تھے۔ اور کیا خود اکبر ہندوؤں پر لاتعداد مہربانیوں کے باوجود اس نتیجے پر نہ پہنچا کہ وہ وفادار ترین ہندو ملازم پر بھی اعتبار نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے کہ اس کے کئی قابل اعتبار ہندو ساتھیوں نے اسے دھوکا دیا جن میں راجہ مان سنگھ بھی شامل تھا۔

مؤرخین یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ کیا ان لوگوں کو مٹھی میں کرنے کے لئے اسلام میں تحریف کی ضرورت تھی؟ کیا اکبر ایک راسخ العقیدہ مسلمان رہتے ہوئے اسلامی عقائد کے تحت غیر مسلموں سے وہ سلوک نہیں کر سکتا تھا جو شیر شاہ سوری نے کیا تھا اور جس کے بارے میں انگریز مؤرخ ڈاکٹر کروک کا کہنا ہے۔

"شیر شاہ سوری برصغیر کا اولین حکمران تھا جس نے سلطنت کی بنیاد رعایا کے جذبات وخواہشات کے احترام پر رکھی۔"

اس کے علاوہ ڈاکٹر قانون بھی اعتراف کرتا ہے کہ شیر شاہ نے ہندوؤں کے ساتھ فیاضی کا برتاؤ کیا۔

مزید یہ کہ ڈاکٹر اشوری پرشاد نے بھی تاریخ میں شیر شاہ سوری کے اس قول کو رقم کیا۔ اس کا کہنا تھا۔

"بادشاہ پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی رعایا کے ہر طبقے سے مساوات اور انصاف کے اصول کی بنیاد پر سلوک کرے اور ظلم اور استحصال کی پالیسی سے بچنے کی ہر ممکن

Marfat.com

کوشش کرے۔"

شیر شاہ سوری تو ایک سچا اور عبادت گزار مسلمان تھا جس نے ہندوؤں اور مسلمانوں میں امتیاز کے بغیر صرف وہ کیا جو انصاف کا تقاضا تھا۔ اس لئے اس کی زندگی پر کسی مذہب کی ایجاد، کسی مذہب میں تحریف، کسی طبقہ سے امتیازی سلوک اور غیر منصفانہ برتاؤ کے داغ کا وجود نہیں۔ یہی وجہ ہے متعصب سے متعصب غیر مسلم چاہتے ہوئے بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے مسلمان ہوتے ہوئے غیر مسلمانوں سے غیر منصفانہ برتاؤ کیا۔

لیکن اکبر کی حالت کچھ مختلف تھی۔ اکبر کے بچپن کی زندگی کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات عیاں ہو جاتی ہے وہ نہ صرف مغرور، کھلنڈرا اور سیماب صفت شہزادہ تھا، وہ حصولِ تعلیم اور فنِ حرب وغیرہ میں ہمیشہ غیر دلچسپی کا اظہار کرتا رہا۔ کبوتر بازی، ہاتھیوں کی لڑائی اور شکار اس کے پسندیدہ مشاغل تھے۔ اس اعتبار سے اسے نہ صرف مذہب سے وابستگی کا موقع ملا بلکہ تعلیم سے بیگانگی اور سیمابی طبیعت نے اسے تحقیق اور تجسس سے بھی دور رکھا۔

وہ جب سریر آرائے سلطنت ہوا تو اس نے محض سیاسی بنیادوں پر ہندو مسلم اتحاد کی خاطر اپنے نئے دینِ الٰہی اور صلح کل کا قلعہ تعمیر کرنا شروع کیا۔ اس قلعہ پر مکر وریا کا وہ پرچم لہرایا جس کے سائے میں اس نے عیسائی مشنری اور ہندوؤں کے ساتھ ساتھ نام نہاد صوفی ازم کو پناہ دی اور خود ہندوؤں کے تہواروں میں شرکت کر کے ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ وہ کون سی سچائی تھی جس کی تلاش میں اکبر علی الصبح ایک پرانی عمارت میں آلتی پالتی مار کر بیٹھنے اور سر جھکا کر آنکھیں بند کر کے گیان حاصل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اکبر کو کسی سچائی کی تلاش تھی نہ کسی اور بات کی۔ غرض اس کی بنیادی ناخواندگی نے اس پر دو اثرات مرتب کئے تھے۔

پہلا یہ کہ وہ مذاہب کے مباحث میں الجھ کر رہ گیا اور کسی ایک حقیقت کو بھی نہ پا سکا۔

دوئم یہ کہ خون کے اعتبار سے وہ شاہی گھرانے سے متعلق تھا اور خود بادشاہ تھا لہٰذا

Marfat.com

ناخواندگی کے باعث اس کے احساسِ کمتری کا تقاضا یہی تھا کہ وہ نہ صرف خُود کو لائق حکمران سمجھے بلکہ مذہبی امور میں بھی پیشوا کا درجہ حاصل کرے۔ اس قیادت کے حصول کی کوشش میں وہ اتنا آگے نکل گیا کہ اس کی اپنی شخصیت تضادات کا مجموعہ بن گئی۔ اکبر غیر مسلموں کی خوشنودی حاصل کرتے کرتے خود ذہنی اُلجھاوؤں میں مبتلا ہونا شروع ہو گیا۔ علاوہ ازیں اس کے چند چاپلوس درباریوں نے بھی اکبر کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ وہ انسان سے بڑھ کر کچھ اور بھی ہے۔

اکبر کی رگوں میں ہمایوں اور حمیدہ بانو کا خون دوڑ رہا تھا۔ وہ دونوں راسخ عقیدہ مسلمان ہونے کے ناطے ہر غیر مسلم کے ساتھ رواداری کے حامی تھے۔ ہمایوں نے اپنی زندگی میں مذہبی اختلافات کی بنیاد پر کسی کو گزند نہیں پہنچایا۔ اکبر کو یہ سبق بیرم خان جیسے لائق اتالیق سے ملا تھا۔ اس کے باوجود مذہبی میلانِ طبع میں تبدیلی کا باعث کچھ تو وہ ہندو عورتیں تھیں جو اکبر سے برائے نام نکاح کے بعد حرم میں داخل ہوئیں اور دوسرے تین اشخاص جنہوں نے اکبر کو مذہب کے معاملے میں گمراہ کیا وہ شیخ مبارک اور اس کے دونوں بیٹے ابوالفضل اور فیضی جیسے لوگ تھے۔ بالخصوص ابوالفضل جس نے اکبر کے مذہبی رجحان کو بدلنے میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔

جہاں تک اس ابوالفضل کا تعلق ہے تو یہ صرف بائیس سال کی عمر میں دربارِ اکبری میں داخل ہوا۔ اس نے اپنے والد شیخ مبارک سے تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں اپنی سوچ اور مطالعے کے تحت کچھ مخصوص خطوط اختیار کیے۔ پھر ایک بار خود اس نے اپنے متعلق کہا تھا۔

"میں بالکل کورا ہو کر رہ گیا۔"

اس ابوالفضل نے تمام مذاہب کے بارے میں جاننے کی کوشش کی اور ہر مذہب کے ماننے والوں کے درمیان اختلافات سے اتنا پریشان ہو گیا کہ چپ رہنے کی سکت نہ رہی اور نہ چلا اٹھنے کی طاقت۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر روحانی معاملات میں اکبر کو کوئی بدترین مشیر ملا تو وہ ابوالفضل تھا۔ دینِ الٰہی میں ابوالفضل اور اس کے باپ شیخ مبارک نے نہایت اہم کردار ادا کیا تھا۔

بہرحال فتح پور سیکری میں قیام کے دوران اکبر اکثر و بیشتر اپنے تعمیر کیے جانے والے عبادت خانے میں بیٹھتا اور وہاں مذہبی مباحث کرتا اور ساتھ ہی ساتھ وہ ایک نیا

Marfat.com

دین یعنی دینِ الٰہی جاری کرنے سے متعلق بھی اپنی تیاریوں میں مصروف ہو گیا تھا۔ اس عبادت خانے کی بحثوں نے اسلام کو اور نقصان پہنچایا۔ اس لئے کہ مختلف عقیدوں کے علماء بہت سے امور پر آپس میں شدید اختلاف کرنے لگے۔ اکبر ان اختلافات کی تہہ تک جا کر صحیح نتیجہ پر پہنچنے سے قاصر تھا۔ لہٰذا جب یہ مختلف خیال علماء ایک دوسرے پر تکرار پر اتر آتے تو اکبر مزید الجھ جاتا۔ وہ اپنی ناخواندگی کو تو نظر انداز کر دیتا لیکن مختلف مسلک رکھنے والے علماء کے دلائل کو ہدف بنا لیتا۔

اکبر کے اسی ذہنی الجھاؤ اور مختلف مسلک رکھنے والے علماء کی باہم تو تکار نے اکبر کی لادینی سوچ کے لئے مزید راہ ہموار کی اور وہ اسلام سے الگ ہو گیا۔ اس حد تک بد دلی کے باوجود اکبر کے الجھاؤ کا عالم یہ رہا کہ اس کی اس حالت کو دیکھتے ہوئے اس کی بیگم سلیمہ بیگم اور پھوپھی گلبدن بیگم اسی سال حج کے لئے مکہ چلی گئیں۔ اب اکبر بڑی تیزی سے اپنے نئے دینِ الٰہی کی تیاریوں میں لگ گیا تھا۔

OOO

اکبر کے حکم کے مطابق عادل خان، آصف خان اور مان سنگھ تینوں اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ میواڑ کے راجہ پرتاب سنگھ کی طرف بڑھے تھے۔ دوسری طرف رانا پرتاب سنگھ کے گھمنڈ، اس کے غرور اور اس کے تمرد اور عسکری قوت کے نشے کی حالت اپنے عروج پر تھی۔ اسے جب خبر ہوئی کہ اکبر کی طرف سے اس کے تین سالار عادل خان، آصف خان اور مان سنگھ بڑی تیزی اور برق رفتاری سے اس کے علاقوں کا رخ کر رہے ہیں تب اس نے بھی اپنی عسکری تیاریوں کو آخری شکل دی اور ایک بہت بڑا لشکر لے کر تینوں کی راہ روکنے کے لئے کھلے میدانوں میں آیا اور وہاں اس نے پڑاؤ کر لیا تھا۔

رانا پرتاب سنگھ کے مخبر چونکہ اسے اطلاع دے چکے تھے کہ اکبر کے لشکر کے تین حصے ہیں جو اس پر حملہ آور ہوں گے۔ اکبر کے لشکر ایک حصے کی کمانداری مان سنگھ کے پاس، دوسرے کی عادل اور تیسرے کی اس کے بھائی آصف خان کے ہاتھ میں تھی۔ چنانچہ ان کی آمد سے پہلے پہلے رانا پرتاب نے بھی اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر لیا تھا۔ عددی لحاظ سے بھی رانا پرتاب سنگھ کو فوقیت حاصل تھی۔ مان سنگھ، عادل خان اور آصف خان کے متحدہ لشکر کے مقابلے میں اس کی عسکری قوت زیادہ تھی اور پھر اس نے

Marfat.com

یہ بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ جونہی وہ تینوں کھلے میدانوں میں اس کے سامنے آئیں گے وہ ان سے جنگ کی ابتداء کر دے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ عادل خان، آصف خان اور راجہ مان سنگھ تینوں جب اپنے متحدہ لشکر کو لے کر رانا پرتاب سنگھ کے سامنے آئے تب رانا پرتاب سنگھ نے جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے اپنے لشکر کے اندر بڑے بڑے طبل بجوانے کا حکم دے دیا تھا اور یہ حکم ملتے ہی میدان طبل کی گونجوں سے لبریز ہو کر ایک طرح کی وحشت اور خوف طاری کرنے لگا تھا۔

دوسری طرف مان سنگھ، عادل خان اور آصف خان نے بھی جان لیا تھا کہ رانا پرتاب سنگھ جنگ کی ابتداء کرنا چاہتا ہے لہٰذا انہوں نے فوراً اپنی ترتیب درست کرنا شروع کر دی تھی۔ راجہ مان سنگھ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ وسطی حصے میں رہا۔ دائیں پہلو پر عادل خان اور بائیں پہلو پر آصف خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ جم گئے تھے۔ کچھ دیر تک میدانِ جنگ کے اندر طبل بجتے رہے۔ خوف و ہراس پھیلتا رہا۔ اس کے بعد گھمنڈ بھرے رانا پرتاب سنگھ نے جنگ کی ابتداء کی تھی۔ وہ اپنے لشکر کے ساتھ گناہ کی سرزمینوں میں رعونت سے لبریز خونی دھندلکوں کی طرح آگے بڑھا پھر قلب و نظر کے اطوار میں اندھی تاریکیوں میں اُڑتی راکھ، سوختہ جان ورانیاں پھیلاتے مرگ کے حصار، کربِ مسلسل اور انگارہ قصوں کی طرح اس نے اپنے حملوں کی ابتداء کی۔ سب سے پہلے دائیں جانب سے عادل خان رانا پرتاب سنگھ پر ضرب لگانے کے لئے آگے بڑھا۔ اپنے لشکر کو اس نے صدیوں کی رفتار پر حاوی ہوتے قضا کے رینگتے سرخ دھندلکوں کی طرح آگے بڑھایا پھر وہ رات کی قرب و بعد میں دکھ بھرتے خونی جذبات، خلاؤں، فضاؤں کی ظلمتوں تک کو تلپٹ کر دینے والی ہولناک آندھیوں کی طرح رانا پرتاب سنگھ کے لشکر کے بائیں پہلو پر حملہ آور ہوا تھا۔ عادل خان کے ان حملوں میں کسی عارف کے دل و جان کی تڑپ، دستکِ اجل کی علامات کا کمال اور شعلوں سے لبریز ایک انوکھے طلسم کی تابکاری تھی۔

عادل خان کے بعد اس کا بڑا بھائی آصف خان بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور وہ بھی دل کے قرطاس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والے بھید بھرے سرگرداں دُکھ، شیشۂ ہست کو ریزہ ریزہ کرتے وحشتوں کے خوفناک موسموں اور پارہ

Marfat.com

پارہ اور زخموں سے چھلنی کرتی موت کی ہولناک دستک کی طرح رانا پرتاب سنگھ کے لشکر کے دائیں حصے پر ٹوٹ پڑا تھا۔

آصف خان کے ساتھ ساتھ مان سنگھ نے بھی اپنے کام کی ابتداء کی اور وہ بھی کالی راتوں کے طول میں دُکھ بھری اذیتیں دیتی خراشوں، زخم اور گھاؤ لگاتی کڑوی کسیلی رتوں اور بھٹکے کاروانوں کی سی حالت کر دینے والی شوریدہ سر دُکھوں کی کسک کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

میدانِ جنگ میں دونوں لشکروں کے ایک دوسرے پر صحرائی عقابوں، خزاں کے طوفانی جھونکوں اور دشت کے بگولوں کے تلاطم کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ میدانِ جنگ میں روحیں کرب، صدائیں شعلوں کا شکار ہونے لگی تھیں۔ فضاؤں میں موت کے آنچل پھیلنے لگے تھے۔ دکھ کا ہر مداوا، زخموں کا ہر مرہم، درد کا ہر درماں مصائب کے ہجوم کا شکار ہو کر مفقود ہونے لگا تھا۔

شروع شروع میں رانا پرتاب سنگھ کو یقین تھا کہ چونکہ اس نے اپنے لشکر کی بہترین تربیت کر رکھی ہے اس کے علاوہ راجپوت جنگجو بھی ہیں اور پھر اسے عددی فوقیت بھی حاصل ہے لہٰذا وہ ہر صورت میں عادل خان، آصف خان اور مان سنگھ کے مقابلے میں فتح مند رہے گا۔ لیکن عادل خان، آصف خان اور راجہ مان سنگھ کے حملوں نے اس کے سارے ارادوں کو ایک طرح سے موت کے گرداب میں ڈال کر رکھ دیا تھا۔ کچھ دیر تک تو ہولناک جنگ ہوتی رہی اس کے بعد پرتاب سنگھ کے لشکر کا قتل عام شروع ہو چکا تھا۔
اور پھر آہستہ آہستہ پرتاب سنگھ نے خود دیکھا کہ اس کے لشکر کی حالت منزلوں کے موہوم تعین، کرب خیز قصوں، بد دعاؤں بھری صداؤں، تشنگی کی دھوپ میں صداؤں کی داستانوں اور عذاب کے قصوں سے بھی زیادہ ابتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔ یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے رانا پرتاب سنگھ اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا۔
سب سے پہلے بھاگتے پرتاب سنگھ کا تعاقب عادل خان نے شروع کیا لیکن مان سنگھ نے ایسا کرنے سے روک دیا اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رانا پرتاب سنگھ شکست اٹھا کر کوہستانی سلسلوں میں جا کر اپنی اور اپنے بچے کھچے لشکریوں کی جان بچانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

دوسری طرف اکبر کو جب خبر ہوئی کہ راجہ مان سنگھ نے راجہ پرتاب سنگھ کو شکست

Marfat.com

دینے کے بعد اس کے تعاقب کی اجازت نہیں دی تو اس پر اکبر نے انتہائی ناپسندیدگی اور غضب ناکی اور غصے کا اظہار کیا۔ مان سنگھ کے ساتھ چونکہ اکبر کا ایک رشتہ تھا جس کی بناء پر اس نے راجہ مان سنگھ کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہ کی۔ اس طرح عادل خان، آصف خان اور راجہ مان سنگھ کے ہاتھوں گھمنڈ بھرے راجہ پرتاب سنگھ کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

ایک روز سانول داس، اس کی بیوی پورن دیوی، بیٹی جگت کماری تینوں اپنی حویلی کے صحن میں بیٹھے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ سانول داس کا بیٹا چندرسین اپنے گھوڑے کی بھاگ تھامے حویلی میں داخل ہوا تھا۔ وہ تھکا تھکا، الجھا الجھا سا تھا۔

اسے حویلی میں داخل ہوتے دیکھ کر خود سانول داس، پورن دیوی اور جگت کماری تینوں اس کی طرف لپکے تھے۔ جگت کماری نے آگے بڑھ کر اپنے بھائی چندرسین سے اس کے گھوڑے کی باگ لے لی تھی۔ اس کی حالت دیکھتے ہوئے خود سانول داس اور اس کی بیوی پورن دیوی الجھ کر رہ گئے تھے۔ اس موقع پر سانول داس نے آگے بڑھ کر اپنے بیٹے چندرسین کے شانے پر ہاتھ رکھا، پھر کہنے لگا۔

”بیٹے! کملا اور رتن کہاں ہیں؟ میرا دل کہتا ہے کہ وہ اپنے گھر چلی گئی ہوں گی۔ کم از کم تم انہیں اپنے ساتھ ہی لے کر آتے۔“

اس پر دکھ بھرے انداز میں چندرسین کہنے لگا۔

”پتا جی! ہمارے ساتھ ایک حادثہ پیش آ گیا ہے۔ پہلے دیوان خانے میں جا کر بیٹھتے ہیں پھر میں تفصیل آپ سے کہتا ہوں۔“

چندرسین کے ان الفاظ نے سانول داس، پورن دیوی اور جگت کماری تینوں کو پریشان کر دیا تھا۔ جگت کماری نے جلدی جلدی گھوڑے کو ایک طرف باندھ دیا۔ پھر سب دیوان خانے میں داخل ہوئے۔ نشست پر بیٹھتے ہی چندرسین بول اٹھا۔

”بابا! بات دراصل یہ ہے کہ میں کملا اور رتن دونوں کو لے کر دہلی پہنچا۔ کملا اور رتن دونوں کی مرضی تھی کہ وہ ایک ہفتہ سے زیادہ دہلی میں قیام نہیں کریں گی۔ چنانچہ میں بھی یہی چاہتا تھا کہ ان کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ ہو کہ کہیں بھائی عادل خان ناراضگی

Marfat.com

اور خفگی کا اظہار نہ کرے۔ اس کے باوجود چچا بیر نارائن اور اس کے اہل خانہ کے زور دینے پر ہم ان کے ہاں کچھ دیر زائد ہی ٹھہرے۔ اس کے بعد میں رتن اور کملا کو لے کر روانہ ہوا۔ چچا بیر نارائن بھی میرے ساتھ روانہ ہوئے۔ وہ چاہتے تھے کہ خود بھی رتن اور کملا کے ساتھ آگرہ تک آئیں لیکن ہماری بدقسمتی کہ راستے میں کچھ لوگ ہم پر حملہ آور ہوئے۔ اسے میری اور چچا بیر نارائن کی بدبختی کہئے کہ حملہ آوروں نے ہم دونوں کو مار مار کر ادھ موا کر دیا اور کملا اور رتن کو ہم سے چھین کر لے گئے۔

ان حملہ آوروں نے مجھے تو زیادہ مارا لیکن چچا کو بوڑھا جان کر ان پر اتنا جبر نہیں کیا اور ہمیں خاموش رہنے کی دھمکی دے کر کملا اور رتن کو لے کر بھاگ گئے اور ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دی کہ اگر ہم نے یہ معاملہ کسی کو بتانے کی کوشش کی تو ہم دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ چچا تو مار کھانے کے بعد دہلی چلے گئے لیکن میں سفر کے قابل نہیں تھا۔ میں تھوڑا سا آگے آیا، وہاں دریائے جمنا کے کنارے ترکوں کے ایک خانہ بدوش قبیلے نے قیام کر رکھا تھا۔ میں نے چند ہفتوں تک اس قبیلے میں قیام کئے رکھا۔ اس قبیلے کے اندر جو طبیب تھا اس نے میرا بہترین علاج کیا اور جب میں ٹھیک ہوا تو وہاں سے نکل کر آپ کے پاس پہنچ گیا ہوں۔ میری خوش قسمتی کہ مجھے ان ترک خانہ بدوشوں کا قبیلہ مل گیا ورنہ میں بھی اپنی جان سے ہاتھ دھو چکا ہوتا۔ اس لئے کہ ایک طرح سے انہوں نے مجھے مار مار کر مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔ وہ ترک قبیلہ دریائے جمنا سے دریائے چناب کی درمیانی سرزمینوں میں سفر کرتا ہے۔ جس جگہ اس قبیلے نے پڑاؤ کیا ہوا تھا وہاں سے ایک شاہراہ اس شاہراہ کی طرف جاتی ہے جو دہلی سے لاہور کی طرف جاتی ہے اور اسی شاہراہ پر چڑھتے ہوئے وہ دریائے چناب تک سفر کرتے ہیں۔ اگر وہ مجھے اپنے ہاں رکھ کر اپنے طبیب کے ذریعے میرا علاج نہ کرتے تو میرے جانبر ہونے کی کوئی توقع نہ تھی۔ اب یوں جانیں کملا اور رتن سے ہم دونوں محروم ہو چکے ہیں۔ حملہ آور انہیں اٹھا کر لے گئے ہیں۔ کہاں لے گئے ہیں، پتا جی! میں یہ نہیں جانتا۔"

چندر سین کے اس انکشاف پر سانول داس کے دکھ کی کوئی انتہا نہ تھی۔ دوسری طرف پورن دیوی اور جگت کماری بھی عجیب سے تاثرات کا اظہار کر رہی تھیں۔ اس کے بعد دونوں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھیں۔ ان کی یہ حالت دیکھتے ہوئے سانول داس کی آنکھوں سے بھی ساون بھادوں کی بارش کی طرح آنسو بہہ نکلے تھے۔

Marfat.com

کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا پھر انتہائی دکھ بھرے انداز میں سانول داس بول پڑا۔
''اب میں تو یہ سوچ کر ہی لرز کانپ رہا ہوں کہ جب عادل خان واپس آئے گا تو میں اسے کیا جواب دوں گا کہ اس کی دونوں بیویاں کملا اور رتن کہاں ہیں۔ میں نے اپنے بھائی کی وجہ سے تمہیں عادل کے پاس اجازت لینے کے لئے بھیجا۔ کاش میرا بڑا بھائی بیر نارائن دہلی سے آگرہ آیا ہی نہ ہوتا اور یہ حادثہ پیش نہ آتا۔ اب میں یہ سارے حالات کس منہ سے عادل خان سے کہوں گا اور کیسے اس کا سامنا کروں گا؟ میرا تو جی چاہتا ہے کہ اس کی آگرہ آمد سے پہلے پہلے میں خود بھی اپنے ہاتھوں سے اپنا کام تمام کر کے اپنے آپ کو ختم کرلوں تاکہ مجھے کسی جواب دہی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔
جو خبریں اب تک آئی ہیں ان کے مطابق عادل خان، اس کا بھائی اور راجہ مان سنگھ میواڑ پر حملہ آور ہونے کے لئے گئے تھے اور میواڑ کے راجہ پرتاب سنگھ کو انہوں نے شکست بھی دے دی ہے۔ میرے خیال میں اب عادل خان بہت جلد آگرہ کا رخ کرے گا۔ اور جب وہ یہاں آئے گا تو میں اسے کیا جواب دوں گا؟'' اس کے ساتھ ہی سانول داس نے اپنا سر اپنے دونوں گھٹنوں میں چھپا لیا تھا اور اس کی سسکیوں اور ہچکیوں کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔ جبکہ پورن دیوی اور جگت کماری کی حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی۔

OOO

میواڑ کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد عادل خان، آصف خان اور راجہ مان سنگھ واپس فتح پور سیکری پہنچ گئے تھے۔ فتح پور سیکری میں قیام ہی کے دوران ایک روز عادل خان اپنے خیمے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا اس کے دونوں بڑے بھائی آصف خان اور وزیر خان دونوں اس کے خیمے میں انتہا درجہ کے اُداس، افسردہ، پریشان اور غمزدہ سے بیٹھے ہوئے تھے۔
عادل خان جب خیمے میں داخل ہوا تو آصف خان اور وزیر خان دونوں اٹھے، آگے بڑھ کر دونوں نے باری باری عادل خان کو گلے لگایا۔ جب تینوں نشستوں پر بیٹھ گئے تب شکوہ کرنے کے انداز میں آصف خان، عادل خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
''عادل خان! میرے بھائی! میں اور وزیر خان کافی دیر سے یہاں بیٹھے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ ہم دونوں بڑے پریشان تھے۔ اس لئے کہ ہم نے ایک انتہائی

Marfat.com

پریشان کن خبر سنی ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد آصف رکا، ایک نگاہ اپنے پہلو میں بیٹھے وزیر خان پر ڈالی۔ اس موقع پر وزیر خان بڑا اُداس اور غمزدہ سا بیٹھا ہوا تھا یہاں تک کہ بات کو آگے بڑھاتے ہوئے آصف خان کہنے لگا۔

"میں اور وزیر خان دونوں نے سنا ہے کہ تم نے اپنی دونوں بیویوں کملا اور رتن کو آگرہ سے دہلی جانے کی اجازت دی تھی اور وہاں سے وہ واپس نہیں لوٹیں۔ رتن کا ماموں زاد چندر سین دونوں کو اپنے ساتھ لے کر گیا تھا اور وہ اکیلا واپس آ گیا ہے اور واپس آ کر اس نے آگرہ میں یہ کہا ہے کہ وہ انہیں واپس لے کر آ رہا تھا کہ کچھ لوگ حملہ آور ہوئے اور دونوں کو اٹھا کر لے گئے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد آصف خان جب رکا تب کچھ دیر تک تو عادل خان بڑے غور اور فکر مندی کے انداز میں اپنے دونوں بھائیوں کی طرف دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔

"جو کچھ تم دونوں نے سنا ہے درست ہے۔ اسی سلسلے میں مجھے شہنشاہ نے طلب کیا تھا اور میں ابھی ان ہی کے پاس سے اٹھ کر آ رہا ہوں۔ اس موضوع پر ان کے ساتھ میری طویل اور تفصیل کے ساتھ گفتگو ہوئی ہے اور میرے ماتحت کام کرنے والے ایک چھوٹے سالار مشیر خان کو دس دوسرے جوانوں کے ساتھ میرے ساتھ مقرر کیا ہے جو اس واقعہ کی تحقیق میں میری مدد کریں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عادل خان جب دم لینے کے لئے رکا تب اس بار شعلہ خیز انداز اور کڑکتی ہوئی آواز میں وزیر خان بولا۔

"ان لوگوں کی ایسی تیسی جوان دونوں کو اٹھا کر لے گئے ہیں۔ کملا اور رتن نہ صرف ہماری بہنیں تھیں بلکہ ہمارے بھائی کی عزت تھیں۔ لہٰذا انہیں اٹھانے والے مجرموں کو ہم ایسی کڑی سزا دیں گے کہ ان کی پشتیں یاد رکھیں گی۔

وزیر خان کے خاموش ہونے پر عادل خان نے بڑی نرمی میں اس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

"وزیر خان! میرے بھائی! اس سلسلے میں غصہ کرنے یا بھڑک اٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ بڑا نازک معاملہ ہے۔ میں نے کہا نا اس سلسلے میں شہنشاہ کے ساتھ تفصیل کے ساتھ میری گفتگو ہو چکی ہے۔ میں آج ہی فتح پور سیکری سے آگرہ کا رخ کروں گا۔"

Marfat.com

یہاں تک کہتے کہتے عادل خان کو رک جانا پڑا۔ اپنی بات کو وہ مکمل نہ کر سکا۔ اس لئے کہ وزیر خان پھر بول اٹھا۔

''ہم تمہیں اکیلا تو آگرہ نہیں جانے دیں گے۔ جن لوگوں نے یہ کارروائی کی ہے یقیناً وہ تم پر بھی نگاہ رکھیں گے اور تم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا تمہارا اس طرح اکیلے یہاں سے آگرہ جانا خطروں اور اندیشوں سے خالی نہیں ہے۔

اس سلسلے میں تم دونوں بھائیوں کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ شہنشاہ نے مشیر خان کی سرکردگی میں دس جوانوں کو میرے ساتھ مقرر کیا ہے۔ وہ یہاں سے میرے ساتھ آگرہ جائیں گے۔ وہاں جا کر میں خود بھی زیادہ شور شرابہ نہیں کروں گا۔ سب سے پہلے میں رتن کے ماموں سانول داس کے ہاں جاؤں گا۔ تفصیل کے ساتھ چندر سین سے بات کروں گا۔ اس کے بعد خاموشی اختیار کر لوں گا اور یہی ظاہر کروں گا کہ میں چندر سین سے ہونے والی گفتگو کے بعد بالکل مطمئن ہو گیا ہوں جبکہ اس کام کے لئے میں مشیر خان اور اس کے ساتھ کام کرنے والے اپنے دس ساتھیوں کے سپرد کچھ کام کروں گا اور پھر تم دونوں بھائی دیکھنا بہت جلد میں ان بھیانک لوگوں کو بے نقاب کرنے کی کوشش کروں گا جو اس گھناؤنے اور بدترین فعل میں ملوث ہیں۔ میں تم دونوں بھائیوں کو یقین دلاتا ہوں کہ میں جب تک مجرموں تک نہیں پہنچوں گا، دم نہیں لوں گا۔ اس سلسلے میں تم دونوں بھائی بھی بالکل خاموش رہو۔ یہ ظاہر کرو کہ کچھ ہوا ہی نہیں۔ اندر ہی اندر رہ کر ہم نے کام کرتے ہوئے مجرموں تک پہنچنا ہے اور اگر ہم نے اس سلسلے میں شور شرابہ کیا یا اِدھر اُدھر بھاگ دوڑ کرنی شروع کی تو جو لوگ اس کام میں ملوث ہیں وہ محتاط ہو جائیں گے اور ہمارا ان تک پہنچنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ہو جائے گا۔''

آصف خان اور وزیر خان دونوں بھائی عادل خان کی اس گفتگو سے مطمئن ہو گئے تھے۔ اس روز تینوں بھائیوں نے اسی خیمے میں قیام کیا۔ اکٹھے کھانا کھایا اور اگلے روز اپنے ساتھ کام کرنے والے مشیر خان سمیت گیارہ جنگجو جوانوں کے ساتھ عادل خان فتح پور سیکری سے آگرہ کی طرف روانہ ہوا تھا۔

OOO

عادل خان ایک روز آگرہ میں سانول داس کی حویلی میں داخل ہوا۔ اس وقت سانول داس، اس کی بیوی پورن، بیٹی جگت کماری اور بیٹا چندر سین حویلی کے صحن میں ہی

Marfat.com

کچھ نشستوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ عادل خان کے آنے پر سب اُداس اور فکرمند ہو گئے تھے۔ عادل خان سیدھا ان کی طرف گیا۔ سب سے پہلے سانول داس نے اسے گلے لگا کر پیار کیا پھر پُرجوش انداز میں چندر سین ملا۔ پورن دیوی اور جگت کماری نے بھی عادل خان کی خیریت معلوم کی۔ اس کے بعد سب وہاں نشستوں پر بیٹھ گئے۔

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد سانول داس انتہائی افسردہ سے انداز میں عادل خان کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی عادل خان بڑے غور سے چندر سین کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھا۔

''چندرسن! میرے عزیز بھائی! مجھے تفصیل کے ساتھ بتاؤ کہ کیسے تم دہلی سے آگرہ کی طرف آرہے تھے اور وہ کون لوگ تھے جو رتن اور کملا کو تم سے چھین کر اٹھا لے گئے؟''

یہاں تک کہنے کے بعد عادل خان جب خاموش ہوا تب بڑی فکرمندی میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے سانول داس بول اٹھا۔

''بیٹے! تو کیا اس جان لیوا حادثے کی خبر تمہیں ہو چکی ہے؟''

اس موقع پر عادل خان نے بڑے پیارے انداز میں سانول داس کا شانہ تھپتھپایا، کہنے لگا۔

''فکرمند نہ ہوں۔ مجھے اس واقعے کا علم ہو چکا ہے۔ بس میں ذرا تفصیل کے ساتھ اپنے بھائی چندرسین سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

اس پر چندرسین بول اٹھا۔

''دراصل رتن اور کملا ایک ہفتے سے زیادہ دہلی میں قیام بھی نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ تاہم چچا بیر نارائن اور ان کے گھر والوں کے کہنے پر ایک ہفتہ سے زیادہ قیام کر لیا گیا۔ اس کے بعد جب میں اپنی دونوں بہنوں کو وہاں سے لے کر روانہ ہونے لگا تو چچا بیر نارائن کہنے لگا میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ مجھ اکیلے کا دونوں کو لے کر روانہ ہونا اچھا نہیں ہے۔ چنانچہ چچا بیر نارائن بھی میرے ساتھ روانہ ہو گئے۔ اس طرح میں اور چچا بیر نارائن دونوں کملا اور رتن کو لے کر روانہ ہوئے۔ دہلی سے آگرہ آتے ہوئے جہاں دریائے جمنا کے کنارے چند ٹیلے ہیں وہاں کچھ سوار آ نکلے۔ انہوں نے کملا اور رتن کماری کو ہم سے زبردستی چھیننا چاہا۔ جب میں اور چچا بیر نارائن نے مزاحمت کی تو انہوں نے ہمیں، مارنا پیٹنا شروع کیا۔ پہلے تو ان کے ایک آدمی نے کہا دونوں کو قتل کر

Marfat.com

کے کملا اور رتن دونوں کو اپنے ساتھ لے چلو۔ پر اس موقع پر ان کے ایک ساتھی نے مشورہ دیا کہ ان دونوں کو ایسی مار مارو کہ حرکت کے قابل نہ رہیں۔ لہٰذا انہوں نے چچا کو تو کم، مجھے زیادہ مارنا شروع کیا۔ وہ شاید ہم دونوں کو مار مار کر ادھ موا کر دیتے کہ ایک سمت سے کچھ سوار آتے دکھائی دیئے۔ لہٰذا ہمیں ہماری حالت پر چھوڑ کر وہ رتن اور کملا دونوں کو زبردستی لے کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس صورت حال پر میں اور چچا بیر نارائن بڑے فکر مند ہوئے۔ بیر نارائن کو تو میں نے واپس بھیج دیا۔ اس لئے کہ اسے کم مار پڑی تھی اور وہ سفر کرنے کے قابل تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ آگرہ آئے اور یہاں پڑا رہے اور اس کے گھر والے پریشان اور فکر مند ہوں۔ میری حالت بڑی نازک اور بری تھی۔ چنانچہ میں بڑی مشکل سے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ تھوڑا سا آگے آیا ہوں گا کہ وہاں ترکوں کے ایک خانہ بدوش قبیلے نے قیام کیا ہوا تھا۔ میں ان کے پاس گیا۔ جو صورتِ حال مجھے پیش آئی تھی اس کی انہیں اطلاع دی۔ ترکوں کے اس خانہ بدوش قبیلے کے سربراہ کا نام نصیر الدین تھا اور اس کے قبیلے کے اندر ایک بہت اچھا طبیب بھی تھا۔ طبیب کا نام سیف الدین تھا۔ چنانچہ جہاں اس ترک قبیلے والوں نے میری خوب آؤ بھگت کی وہاں سیف الدین نے میرا علاج بھی کیا۔ چند ہفتے میں نے اس خانہ بدوش قبیلے کے اندر ہی قیام کیا اور جب وہ کوچ کرنے لگے تب میں ان کے ہاں سے نکل کر آگرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس لئے کہ وہ خانہ بدوش قبیلہ جمنا اور دریائے چناب کے درمیان رواں داں رہتا ہے۔

آگرہ اور دہلی کے درمیان ایک شاہراہ جمنا کے کنارے سے اس شاہراہ سے ملتی ہے جو دہلی سے لاہور جاتی ہے اور جسے شیر شاہ سوری نے بنوایا تھا۔ اس خانہ بدوش قبیلے کے افراد کا کہنا تھا کہ وہ دریائے جمنا کے کنارے سے اس شاہراہ کی طرف جاتے ہیں اور شاہراہ کے کنارے کنارے سفر کرتے ہوئے لاہور میں قیام کرتے ہوئے تاریخی شہر ایمن آباد سے ہوتے ہوئے دریائے چناب تک جاتے ہیں۔ وہاں دریا کے کنارے کچھ عرصہ قیام کرتے ہیں۔ ان کے پاس کافی جانور بھی ہیں۔ دریا کے کنارے جو چراگاہیں ہیں، وہاں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد پھر واپس دریائے جمنا کی طرف اپنے سفر کی ابتداء کر دیتے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد چندر سین جب خاموش ہوا تب اس کی طرف بڑے غور

Marfat.com

سے دیکھتے ہوئے عادل خان بول اٹھا۔
''چندر سین! میرے بھائی! پہلے یہ بتاؤ کہ جو مسلح جوان تم پر حملہ آور ہوئے تھے وہ تعداد میں کتنے تھے؟''
چندر سین جھٹ سے بول اٹھا۔''وہ تعداد میں پانچ تھے۔''
عادل خان نے پھر غور سے اس کی طرف دیکھا، دوبارہ پوچھا۔
''وہ پانچ مسلح جوان کس سمت سے آئے تھے؟ اور پھر کملا اور رتن کو لے کر کس سمت گئے؟''
جواب میں چندر سین پھر کہنے لگا۔
''وہ پانچوں مسلح جوان جو ہم پر حملہ آور ہوئے وہ آگرہ کی طرف سے آئے تھے۔ کملا اور رتن کو لے کر وہ بظاہر ہمارے سامنے آگرہ ہی کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ راستے میں انہوں نے اگر سمت بدل لی ہو تو اس کی مجھے خبر نہیں ہے۔''
چندر سین یہاں تک کہنے کے بعد جب خاموش ہوا تب عادل خان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔اس موقع پر سانول داس اٹھا، عادل خان کا بازو پکڑا اور کہنے لگا۔
''بیٹے! کہاں جا رہے ہو؟ تم ہمارے ہاں قیام کرو۔ اس لئے کہ........''
جواب میں عادل خان نے سانول داس کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ کہنے لگا۔
''میں جانتا ہوں آپ چاروں کملا اور رتن کی وجہ سے بڑے دکھی اور غمزدہ ہیں۔ میں یہ جانتا ہوں، آپ یہ محسوس کر رہے ہوں گے، آپ چاروں کملا اور رتن کے اس طرح اٹھائے جانے پر میرا کیسے سامنا کریں گے۔ اس سلسلے میں آپ کو پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سلسلے میں جب آپ لوگوں کا کوئی قصور ہی نہیں ہے تو پھر پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ میں اپنے بھائی چندر سین سے کچھ معلومات چاہتا تھا وہ میں نے حاصل کر لی ہیں۔ میں اب لشکر گاہ کی طرف جاتا ہوں۔ اس لئے کہ شہنشاہ نے میرے ذمے کچھ انتہائی اہم کام لگا رکھے ہیں اور میں نے انہیں نمٹانا ہے۔ اس کے بعد میں نے واپس فتح پور سیکری چلے جانا ہے۔ شہنشاہ خود بھی اپنے کچھ آدمی مقرر کرے گا جو کملا اور رتن کو اٹھانے والوں کی تلاش کریں گے۔ جبکہ میں پہلے کی طرح شہنشاہ کے لشکر میں رہتے ہوئے کام کرتا رہوں گا۔ اس لئے کہ شہنشاہ کا فی الوقت یہی حکم ہے۔ میں آپ کے ہاں ضرور قیام کرتا لیکن شہنشاہ کی طرف سے جو

Marfat.com

امور میں نے نمٹانے ہیں وہ عجلت میں طے کئے جانے ہیں۔ لہٰذا میرا واپس جانا ضروری ہے۔"

اس کے بعد عادل خان سانول داس اور چندر سین کو گلے لگا کر ملا۔ پورن دیوی اور جگت کماری کو سلام کیا۔ اس کے بعد وہ وہاں سے نکل گیا تھا۔

سانول داس کے ہاں سے نکلنے کے بعد عادل خان سیدھا آگرہ کے مستقر میں آیا اور اس قیام گاہ کا رخ کیا جہاں اس کا چھوٹا سالار مشیر خان اور دس جوان ٹھہرے ہوئے تھے۔ عادل خان جب ان کے پاس آیا تو وہ اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ عادل خان نے ان سب کو بیٹھنے کے لئے کہا اور جو گفتگو چندر سین کے ساتھ ہوئی تھی اس کی تفصیل اس نے اپنے چھوٹے سالار مشیر خان اور دیگر دس ساتھیوں سے کہہ دی تھی۔

اس کے بعد مشیر خان کو مخاطب کر کے عادل خان کہنے لگا۔

"مشیر خان! تم آج رات کے وقت پانچ ساتھیوں کو لے کر دہلی سانول داس کے بھائی بیر نارائن کی طرف روانہ ہو جانا۔ وہاں قیام کے دوران بیر نارائن پر نگاہ رکھنا۔ جس وقت وہ اپنے گھر سے نکل کر باہر جائے تب تم اس گھر میں داخل ہونا۔ اس کے اہلِ خانہ سے پہلے یہ گفتگو کرنا کہ رتن اور کملا نے ان کے ہاں کتنے دن قیام کیا تھا اور کب وہ دہلی سے آگرہ کی طرف روانہ ہوئیں اور بیر نارائن بھی ان کے ساتھ آگرہ کے لئے روانہ ہوا تھا۔ تفصیل جاننے کے بعد وہاں سے ہٹ جانا اور بیر نارائن کی طرف متوجہ ہونا۔ اپنے ایک ساتھی کو پہلے ہی بیر نارائن کی طرف روانہ کر دینا اور دیکھنا وہ کدھر گیا ہے۔ اس کے اہلِ خانہ سے گفتگو کرنے کے بعد پھر اپنے اس ساتھی کی رہنمائی میں بیر نارائن کے پاس پہنچنا۔ جو سوالات میں نے چندر سین سے کئے ہیں وہی تم بیر نارائن سے کرنا اور یہ ساری تفصیل لے کر یہیں آگرہ کے مستقر میں پہنچ جانا۔ میں بھی آج ہی رات دیگر پانچ ساتھیوں کے ساتھ آگرہ سے روانہ ہوں گا۔ میں پہلے اس شاہراہ کا رخ کروں گا جو دہلی سے لاہور کی طرف جاتی ہے اور ترکوں کے اس خانہ بدوش قبیلے کو تلاش کرنے کی کوشش کروں گا جس میں چندر سین نے قیام کیا تھا۔ میں اس قبیلے کے سردار نصیر الدین اور طبیب سیف الدین سے اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کروں گا۔ اتنی دیر تک میرا اندازہ ہے کہ تم بھی دہلی سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگرہ پہنچ جاؤ گے۔ میں خانہ بدوش قبیلے سے گفتگو

Marfat.com

کرنے کے بعد واپس آ جاؤں گا۔ اور پھر جو گفتگو ہو گی اس کی روشنی میں آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔"

مشیر خان اور دیگر دس ساتھیوں نے عادل خان کی اس گفتگو سے اتفاق کیا تھا۔ لہٰذا آنے والی شب کو دونوں اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

Marfat.com

★★★

مشیر خان اپنے پانچ ساتھیوں کے ساتھ آگرہ سے دہلی پہنچا۔ دہلی کے مستقر میں اس نے قیام کیا اور سانول داس کے بھائی بیر نارائن کے گھر کی اس نے نگرانی شروع کر دی تھی۔

ایک روز بیر نارائن جب اپنے گھر سے کسی کام کے لئے نکلا تو مشیر خان کو اس کے ساتھیوں نے اطلاع کر دی۔ چنانچہ ایک ساتھی کو مشیر خان نے عادل خان کے کہنے کے مطابق بیر نارائن کے پیچھے لگا دیا۔ باقی ساتھیوں کو اس نے بیر نارائن کے گھر کے باہر روکا اور خود اس نے گھر کے دروازے پر دستک دی تھی۔

دوسری دستک پر بیر نارائن کے حویلی نما گھر کا صدر دروازہ کھلا۔ کھولنے والی ڈھلی ہوئی عمر کی خاتون تھی۔ مشیر نے اندازہ لگایا کہ وہ بیر نارائن کی بیوی ہو گی۔ اسے دیکھتے ہی مشیر خان نے بڑے احترام سے اسے مخاطب کیا۔

''خاتون محترم! میں نے آپ کو زحمت دی۔ اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ دراصل میں فتح پور سیکری سے آیا ہوں۔ مجھے شہنشاہ اکبر کے ایک سالار عادل خان نے آپ لوگوں کی طرف روانہ کیا ہے۔ آپ جانتی ہوں گی کہ رتن کماری اور کملا دیوی دونوں نے عادل خان سے شادی کر لی تھی۔ چند ہفتے پہلے وہ آگرہ سے آپ کے ہاں دہلی کے لئے روانہ ہوئی تھیں۔ میں نے صرف یہ جاننا ہے کہ ان دونوں نے آپ کے ہاں کتنا عرصہ قیام کیا؟''

مشیر خان کے اس سوال پر وہ بوڑھی خاتون سٹپٹا سی گئی تھی۔ گھبرا کر فکر مند ہو گئی تھی، پھر کہنے لگی۔

''عادل خان کا نام ہم نے سن رکھا ہے۔ میرے شوہر بیر نارائن نے اس کے متعلق

Marfat.com

بتایا تھا کہ کملا اور رتن دونوں نے اس سے شادی کر لی۔ اگر اس نے آپ کو بھیجا ہے تو آپ ہمارے لئے بڑے قابلِ احترام ہیں۔ آپ اندر آئیں۔ آرام سے بیٹھیں۔ پھر جو کچھ آپ جاننا چاہتے ہیں میں تفصیل سے آپ سے کہتی ہوں۔''

اس پر مشیر خان فوراً بول اٹھا۔

''خاتون محترم! میں جلدی میں ہوں۔ ابھی اور اسی وقت مجھے لوٹ کر فتح پور سیکری جانا ہے۔ بس میں آپ سے یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کملا دیوی اور رتن کماری اگر یہاں آئی تھیں تو انہوں نے کتنے ہفتے یہاں قیام کیا؟''

اس پر بیر نارائن کی بیوی مزید پریشان ہو گئی۔ کہنے لگی۔

''دیکھو بیٹے! میرا شوہر بیر نارائن اپنے چھوٹے بھائی سانول داس کے پاس گیا تھا۔ وہاں اسے پتہ چلا کہ کملا اور رتن دونوں نے اکبر کے ایک سالار عادل خان سے شادی کر لی ہے۔ وہاں قیام کے دوران میرے شوہر بیر نارائن نے کوشش کی تھی کہ رتن اور کملا دونوں کو اپنے ساتھ لا سکے۔ لیکن وہ وہاں سے اکیلا لوٹ آیا۔ ہاں، اپنے بھتیجے چندر سین کو وہاں سے اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ لیکن کملا اور رتن کماری یہاں نہیں آئی تھیں۔ اس لئے انہوں نے اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر آگرہ چھوڑنے سے انکار کر دیا تھا۔ لہٰذا بیر نارائن انہیں اپنے ساتھ یہاں نہ لا سکا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد بیر نارائن کی بیوی جب خاموش ہوئی تب مشیر خان نے پھر سوال کیا۔

''چندر سین نے یہاں کتنا عرصہ قیام کیا؟''

''وہ تو یہاں کئی ہفتے قیام کئے رہا۔'' بیر نارائن کی بیوی پھر بول اٹھی تھی۔

یہ سب کچھ جاننے کے بعد مشیر خان نے بڑے پیارے انداز میں بیر نارائن کی بیوی کو سلام کیا اور کہنے لگا۔

''میں نے آپ کو زحمت دی۔ اس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔ میں اب جاتا ہوں۔ اس لئے کہ میں جلدی میں ہوں۔ آپ حویلی کا دروازہ بند کر لیں۔''

جواب میں بیر نارائن کی بیوی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ مشیر خان پیچھے ہٹ گیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک طرف ہو لیا تھا۔ لہٰذا بیر نارائن کی بیوی نے بھی حویلی کا صدر دروازہ بند کر دیا تھا۔

Marfat.com

اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشیر خان تھوڑا سا ہی آگے گیا ہو گا کہ سامنے کی طرف سے اس کا وہ ساتھی بھاگتا ہوا آیا جسے بیر نارائن کے تعاقب میں بھیجا گیا تھا۔ وہ آتے ہی مشیر خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''قریب ہی ایک مندر ہے اور بیر نارائن مندر میں گیا ہے۔''

اس پر مشیر خان خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''چلو، جلدی کرو۔ اس مندر کے باہر جا کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اور جب بیر نارائن مندر سے نکلے گا تو اس کے ساتھ تفصیل سے گفتگو کر لیں گے۔''

سب ساتھیوں نے اس سے اتفاق کیا۔ لہٰذا تیز تیز چلتے ہوئے وہ مندر کی طرف گئے اور مندر کے باہر جا کر کھڑے ہو گئے۔

تھوڑی ہی دیر بعد بیر نارائن مندر سے باہر نکلا۔ جب وہ مشیر خان اور اس کے ساتھیوں کے پاس سے گزرنے لگا تب مشیر خان نے اسے مخاطب کیا۔

''ذرا میری بات سنئے۔''

اس پکار پر بیر نارائن رک گیا۔ مشیر خان اس کے سامنے آیا اور بڑی نرمی میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ محترم سانول داس کے چھوٹے بھائی بیر نارائن ہیں۔''

بیر نارائن نے چونکنے کے انداز میں مشیر خان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''یقیناً، تمہارا اندازہ درست ہے۔ میں ہی بیر نارائن ہوں۔''

مشیر خان نے پھر پوچھا۔

''اگر آپ برا نہ مانیں تو کیا میں جان سکتا ہوں کہ آپ کیا کام کرتے ہیں؟''

بیر نارائن مسکرایا اور کہنے لگا۔

''میری بازار میں دکان ہے اور دکان زیادہ تر میرا بیٹا ہی چلاتا ہے۔''

اس پر مشیر خان جلدی میں بول اٹھا۔

''برا نہ مانئے گا، میں فتح پور سیکری سے آیا ہوں اور مجھے شہنشاہ اکبر کے سالار عادل خان نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔ دراصل آپ کا بھتیجا چندر سین آگرہ پہنچ گیا ہے اور اس نے وہاں جا کر خبر دی ہے کہ جس وقت وہ عادل خان کی دونوں بیویوں کملا اور

Marfat.com

رتن کو لے کر دہلی سے آگرہ کی طرف جا رہا تھا تو راستے میں کچھ مسلح جوان حملہ آور ہوئے۔ چندر سین کو مار پیٹ کر کملا اور رتن کو اس سے چھین کر لے گئے۔''

اس انکشاف پر بیر نارائن نے اپنے چہرے پر مصنوعی فکرمندی پھیلا دی تھی۔ پھر چونکنے کے انداز میں پوچھنے لگا۔

''اتنا بڑا حادثہ پیش آیا اور کسی نے مجھے اس کی اطلاع ہی نہیں دی۔''

بیر نارائن مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ مشیر خان نے دوسرا سوال داغ دیا۔

''کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ کملا اور رتن دونوں نے کتنے ہفتے آپ کے ہاں دہلی میں قیام کیا؟''

ماتھے پر تاسفانہ انداز میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بیر نارائن کہنے لگا۔

''میرے خیال میں دو تین ہفتے تو انہوں نے یہاں قیام کیا تھا۔ وہ تو ایک ہفتے سے زائد نہیں رہنا چاہتی تھیں لیکن میرے اہل خانہ کے اصرار پر وہ اتنا عرصہ رکی رہیں۔ اس کے بعد چندر سین ان دونوں کو لے کر آگرہ روانہ ہو گیا۔''

''آپ کے اہل خانہ میں سے بھی کوئی چندر سین کے ساتھ روانہ ہوا تھا؟''

جواب میں نفی میں گردن ہلاتے ہوئے بیر نارائن کہنے لگا۔

''نہیں۔ ہم میں سے کوئی بھی چندر سین کے ساتھ آگرہ کے لئے روانہ نہیں ہوا تھا۔ وہ اکیلا ہی رتن اور کملا کو لے کر گیا تھا۔''

اس موقع پر مشیر خان نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ کملا اور رتن سے کسی کی دشمنی تھی جو راستے میں ان پر حملہ کیا گیا اور چندر سین کو بری طرح مار کر ادھ موا کر دیا گیا اور رتن کو اٹھا کر لے گئے۔''

اس پر تاسفانہ انداز میں بیر نارائن نے پھر نفی میں گردن ہلائی اور کہنے لگا۔

''جہاں تک رتن کا تعلق ہے تو وہ میری سگی بھانجی تھی۔ کملا کو بھی میں بھانجی ہی کی طرح چاہتا تھا۔ ان دونوں کی کسی سے دشمنی تھی ہی نہیں۔ وہ دونوں بڑی بے ضرر تھیں۔ آپ نے یہ خبر سنا کر ایک طرح سے مجھے زندہ درگور کر دیا ہے۔ میرا بھتیجا چندر سین بڑا غیر ذمہ دار ثابت ہوا۔ اگر راستے میں اس پر حملہ آور ہو کر رتن اور کملا کو چھین لیا گیا تھا تو کم از کم وہ واپس میرے پاس آتا تا کہ معاملے کی تحقیقات کی جاتی۔ کملا اور رتن کو تلاش کیا جاتا۔ پر اس نے ایسا نہیں کیا۔ اب آگرہ جا کر اس نے یہ خبر کہہ دی ہے تو یقیناً میرا

Marfat.com

بھائی سانول داس، اس کے اہل خانہ کے علاوہ عادل خان بھی بڑا پریشان اور فکر مند ہو گا۔ اس لئے کہ کملا دیوی اور رتن کماری دونوں اسے دیوانگی کی حد تک چاہتی تھیں اور تینوں کی محبت کی شادی تھی۔ کاش جس وقت میں کملا اور رتن دونوں کو چندر سین کے ساتھ روانہ کر رہا تھا تو میں ان کے ساتھ کچھ مسلح جوان بھی بھیج دیتا جو تینوں کو با حفاظت آگرہ تک پہنچا آتے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بیر نارائن رکا، پھر کہنے لگا۔

"آپ میرے ساتھ میرے گھر چلیں اور مجھے خدمت کا موقع دیں۔"

اس پر مشیر خان کہنے لگا۔

"نہیں بس عادل خان کی طرف سے ہمیں یہی حکم ملا تھا۔ میں اور میرے ساتھی ابھی اور اسی وقت یہاں سے فتح پور سیکری کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ آپ جائیں، جا کر آرام کریں۔ ہم نے آپ کو روکنے کی زحمت دی۔ اس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔"

بیر نارائن نے ممنونیت سے مشیر خان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"کوئی بات نہیں۔ بہر حال میں بھی ایک دو روز تک تیاری کر کے آگرہ اپنے بھائی سانول داس کے پاس آ جاؤں گا۔"

اس کے ساتھ ہی بیر نارائن وہاں سے چلا گیا تھا۔

اس کے جانے کے بعد مشیر خان کچھ سوچتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کا ایک ساتھی بول اٹھا۔

"مشیر خان! اب تو سورج غروب ہونے والا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ آج کی رات مستقر ہی میں قیام کریں۔ کل یہاں سے کوچ کریں اور جاتی دفعہ بیر نارائن کو پکڑ کر اپنے ساتھ آگرہ لے جائیں اس لئے کہ جو بیانات چندر سین نے دیئے تھے، بیر نارائن ان کا الٹ کہہ رہا ہے۔"

جواب میں مشیر خان مسکرایا اور کہنے لگا۔

"میں تمہاری تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ چلو، پہلے مستقر میں چل کر آرام کرتے ہیں۔ کل صبح ہی صبح بیر نارائن کے گھر آئیں گے اور اسے اپنے ساتھ لے کر آگرہ کا رخ کریں گے۔ اس لئے کہ وہ خود بھی ارادہ ظاہر کر چکا ہے کہ وہ آگرہ میں اپنے بھائی

Marfat.com

سانول داس کے ہاں جائے گا۔‘‘

اس پر اتفاق کرنے کے بعد مشیر خان اور اس کے ساتھی مطمئن ہو کر دہلی کے مستقر کی طرف ہو لئے تھے۔

OOO

بیر نارائن جب اپنی حویلی میں داخل ہوا تب سب سے پہلے اس کی بیوی اس کے پاس آئی اور متفکر لہجے میں کہنے لگی۔

’’آپ کے مندر جانے کے بعد کچھ آدمی آئے تھے اور انہوں نے کملا اور رتن کے متعلق مجھ سے گفتگو کی تھی۔‘‘

اپنی بیوی کے یہ الفاظ سن کر بیر نارائن چونکا تھا۔ اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے اس نے اپنی بیوی کو خاموش رہنے کے لئے کہا اور چپ چاپ اسے اپنے پیچھے پیچھے دیوان خانے کی طرف آنے کا اشارہ دیا۔

چنانچہ بیر نارائن کے پیچھے پیچھے اس کی بیوی بھی دیوان خانے میں داخل ہوئی۔ دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ پھر بیر نارائن نے اپنی بیوی کو مخاطب کیا۔

’’اب بولو، جو لوگ آئے تھے انہوں نے کیا پوچھا؟‘‘

جواب میں سہمے سہمے انداز میں بیر نارائن کی بیوی نے مشیر خان کے ساتھ جو گفتگو ہوئی تھی وہ تفصیل کے ساتھ کہہ دی تھی۔

یہ ساری گفتگو سن کر بیر نارائن کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ چہرہ پیلا ہو گیا تھا۔ آنکھوں کے اندر فکر مندی، غم اور خطرات کی دھول اڑنے لگی تھی۔ کچھ دیر خاموش رہا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے پہلے کی نسبت زیادہ فکر مندی میں اس کی بیوی نے پوچھ لیا۔

’’کیا معاملہ ہے؟ وہ لوگ کملا اور رتن سے متعلق کیوں تحقیق کرنے آئے تھے؟ اور طرح طرح کے کیوں سوال کر رہے تھے؟‘‘

اس پر بیر نارائن اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے سرگوشی کے انداز میں کہنے لگا۔

’’کچھ لوگ کملا اور رتن کے سلسلے میں ہمیں پھانسنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اب جو گفتگو میں تمہارے ساتھ کرنے لگا ہوں اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ میں کچھ عرصے کے

Marfat.com

لئے گھر پر نہیں رہوں گا۔ بیٹے سے کہنا کہ دھیان سے اپنا کاروبار چلاتا رہے۔ میرے متعلق آئندہ اگر کوئی بھی آ کر پوچھے تو اسے یہ بتا دینا کہ دکن میں میرے کچھ جاننے والے ہیں۔ لہٰذا میں دکن جا چکا ہوں۔ اس کے علاوہ کسی سے کچھ مت کہنا۔ اگر کوئی پوچھے بھی تو کہنا کہ مجھے مزید کچھ علم نہیں ہے۔''

بیر نارائن کی اس گفتگو پر اس کی بیوی مزید پریشان ہو گئی تھی۔ کچھ پوچھنا چاہتی تھی کہ بیر نارائن نے ڈانٹنے کے انداز میں کہہ دیا۔

''اب مزید مجھ سے کوئی سوال نہ کرنا۔ میں پہلے ہی بڑا پریشان اور فکر مند ہوں۔ بیٹے سے بھی کہہ دینا کہ میں چند دن کے لئے گھر نہیں رہوں گا۔ بظاہر یہی کہنا کہ میں دکن گیا ہوں۔ لیکن میں دکن جاؤں گا نہیں۔ میں ایک خاص جگہ قیام کروں گا اور جب موقع ملا تو بیٹے سے مل کر اسے تفصیل کہہ دوں گا۔''

اس کے ساتھ ہی بیر نارائن دیوان خانے سے نکلا۔ جلدی جلدی اس نے اپنا کچھ سامان، کپڑے، ضروریات اور نقدی لی، سارا سامان سمیٹا اور پھر اصطبل کی طرف گیا۔ اتنی دیر تک سورج غروب ہو گیا تھا لہٰذا فضاؤں کے اندر اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ گھوڑے کو تیار کرنے کے بعد اپنا سامان گھوڑے کی زین کے ساتھ باندھا، لگام پکڑ کر حویلی سے نکلا اپنی بیوی کو الوداع کہا، گھوڑے پر سوار ہوا اور پھر گھوڑے کو ایڑ لگا کر وہاں سے چلا گیا تھا۔

OOO

اگلے روز صبح سویرے مشیر خان اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیر نارائن کی حویلی پہنچا۔ دروازے پر دستک دی۔

''دوسری دستک پر حویلی کا دروازہ کھلا۔ دروازہ کھولنے والی اس بار بھی بیر نارائن کی بیوی تھی۔ مشیر خان کو دیکھتے ہی وہ کہنے لگی۔

''بیٹے! تھوڑی دیر رکو۔ میں دیوان خانے کا دروازہ کھولتی ہوں۔ پھر آرام سے بیٹھو۔''

اس پر مشیر خان کہنے لگا۔ ''خاتونِ محترم! ہم بیٹھیں گے نہیں۔ بس آپ اتنی زحمت کریں کہ ذرا بیر نارائن کو باہر بھیجیں۔ ہم ایک موضوع پر ان سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔''

Marfat.com

واپس پلٹتے پلٹتے بیر نارائن کی بیوی رک گئی۔ مشیر خان کے سامنے آئی پھر کہنے لگی۔

"بیٹے! کل جس وقت تم آئے تھے اور مجھ سے گفتگو کی تھی، تمہارے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد دکن سے ایک قاصد آیا تھا۔ دکن میں میرے شوہر کے کچھ رشتہ دار ہوتے ہیں۔ ان کے کسی عزیز کے مرنے کی اطلاع دی۔ لہٰذا آنے والے اس قاصد کے ساتھ ہی میرا شوہر بیر نارائن دکن جا چکا ہے۔ گھر پر نہیں ہے۔ اگر آپ کو میری اس بات پر اعتبار نہ ہو تو آپ سب اندر آ جائیں اور......."

یہاں تک کہتے کہتے بیر نارائن کی بیوی کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ مشیر خان بول اٹھا۔ کہنے لگا۔

"خاتون! ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ ہم تو ویسے ہی ان سے ایک موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے تھے۔ اگر وہ دکن جا چکے ہیں تو کوئی بات نہیں۔ بات اتنی اہم بھی نہیں تھی کہ اس کے بغیر چارہ نہ ہو۔ آپ آرام کریں۔ ہم اب جاتے ہیں۔"

بیر نارائن کی بیوی مزید کچھ پوچھنا چاہتی تھی لیکن مشیر خان اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے ہٹ گیا۔ اسی روز مشیر خان اور اس کے ساتھی دہلی سے آگرہ کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

◎......◎

Marfat.com

***

دوسری طرف عادل خان نے اپنے پانچ ساتھیوں کے ساتھ ترکوں کے خانہ بدوش قبیلے کو مشہور تاریخی شہر ایمن آباد کے قریب جا لیا تھا۔ جس وقت وہ خانہ بدوش قبیلے میں داخل ہونے لگا تب ایک مسلح جوان نے اسے روکا اور عادل خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اگر آپ لوگ برا نہ مانیں تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ لوگ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟ اور کس مقصد کے تحت ہمارے خانہ بدوش قبیلے میں داخل ہوئے ہیں؟''

اس پر اپنے گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے عادل خان نے پہلے اپنا تعارف کروایا، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں تمہارے قبیلے کے سردار نصیر الدین سے ملنا چاہتا ہوں۔ دیکھو فکر مند نہ ہو۔ میں تم لوگوں کے لئے کوئی بری خبر لے کر نہیں آیا۔''

اس پر وہ شخص مطمئن ہو گیا تھا اور عادل خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''آپ میرے ساتھ آئیں۔ میں اپنے قبیلے کے سردار کے پاس آپ کو لے کر جاتا ہوں۔''

عادل خان اور اس کے ساتھی اس کے ساتھ ہو لئے۔ ایک بڑے خیمے کے پاس جا کر وہ شخص رک گیا۔ خیمے میں داخل ہوا۔ اتنی دیر تک عادل خان اور اس کے ساتھی اپنے گھوڑوں سے اتر گئے تھے۔ تھوڑی ہی دیر بعد خیمے سے ڈھلی ہوئی عمر کا ایک شخص نکلا۔ سیدھا عادل خان کی طرف آیا، پُر جوش انداز میں اسے گلے لگا کر ملا۔ اس کے ساتھیوں سے بھی اسی طرح ملا پھر عادل خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

Marfat.com

''میرے اس ساتھی نے آپ سے متعلق تفصیل بتا دی ہے۔ اس وقت میں اپنے اس خیمے میں ہوں جس میں، میں اپنے قبیلے کے لوگوں سے ملاقات کرتا ہوں۔ خیمہ خالی ہے۔ آپ اندر آئیں۔''

اتنی دیر تک خانہ بدوش قبیلے کے سردار نصیر الدین کے کہنے پر کچھ جوان حرکت میں آئے اور عادل خان اور اس کے ساتھیوں کے گھوڑوں کی زینوں کے ساتھ جو سامان بندھا ہوا تھا اور اتار کر ان کے حوالے کیا اور گھوڑوں کو پکڑ کر ایک طرف لے گئے۔

عادل خان اپنے ساتھیوں کے ساتھ نصیر الدین کے ساتھ خیمے میں داخل ہوا۔

جب سب نشستوں پر بیٹھ گئے تب نصیر الدین نے عادل خان کی طرف دیکھا اور بڑی نرمی میں کہنے لگا۔

''مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ ترک ہیں۔ اس ناتے سے آپ کی حیثیت میرے بیٹے کی سی ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ ہماری طرف کیسے آنا ہوا؟''

جواب میں عادل خان نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''جس وقت آپ نے اپنے خانہ بدوش قبیلے کے ساتھ دہلی اور آگرہ کے بیچ میں دریائے جمنا کے کنارے پڑاؤ کیا ہوا تھا اس دوران آپ کے قبیلے میں ایک نوجوان داخل ہوا تھا۔ نام اس کا چندر سین تھا۔ میں اس سے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔''

اس پر نصیر الدین چونکا اور کہنے لگا۔

''ہاں، جمنا کے کنارے چندر سین نام کا ایک نوجوان ضرور میرے قبیلے میں آیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ اپنی دو بہنوں کو لے کر دہلی سے آگرہ کی طرف جا رہا تھا کہ کچھ لوگ اس پر حملہ آور ہوئے۔ اس کی دونوں بہنوں کو اس سے چھین کر لے گئے۔ اس کا کہنا تھا کہ انہوں نے اسے بہت مار ماری ہے لہٰذا وہ سفر کرنے کے قابل نہیں۔ چنانچہ ہم نے اسے اپنے قبیلے میں رکھا۔ اس کی خدمت کی۔ اس کے بعد وہ واپس آگرہ چلا گیا۔

نصیر الدین جب خاموش ہوا تب دھیمے لہجے میں اور ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں نصیر الدین کی طرف دیکھتے ہوئے عادل خان کہنے لگا۔

''کیا اس سلسلے میں آپ کے قبیلے کے طبیب سیف الدین سے میں گفتگو کر سکتا

Marfat.com

ہوں؟‘‘
نصیر الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔
’’کیوں نہیں۔ میں سیف الدین کو یہیں بلاتا ہوں۔ آپ اس سے گفتگو کر لیں۔‘‘
اس پر نصیر الدین نے آواز دے کر ایک شخص کو بلایا۔ وہ بھاگا بھاگا خیمے میں داخل ہوا۔ نصیر الدین نے اسے سیف الدین کو بلانے کے لئے کہا۔ کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ڈھلی ہوئی عمر کا ایک شخص خیمے میں داخل ہوا۔ عادل کی طرف دیکھتے ہوئے نصیر الدین کہنے لگا۔
’’یہی سیف الدین ہیں۔‘‘
عادل خان اپنی جگہ پر اٹھ کر سیف الدین سے ملا۔ اس کے ساتھی بھی اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے سیف الدین سے ملے۔ پھر سیف الدین، نصیر الدین کے سامنے بیٹھ گیا۔ نصیر الدین نے پہلے عادل کا تعارف کروایا، پھر چندر سین سے متعلق تفصیل بھی بتائی۔ یہ ساری تفصیل سن کر سیف الدین کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عادل خان نے اسے مخاطب کیا۔
’’محترم سیف الدین! چندر سین نام کے ایک نوجوان نے آپ کے قبیلے میں قیام کیا تھا۔ میں صرف آپ سے یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس کے کہاں کہاں چوٹیں آئی تھیں جس کا آپ علاج کرتے رہے۔‘‘
سیف الدین جواب میں مسکراتا رہا پھر کہنے لگا۔
’’اس کا کہنا تھا کہ اس کی دو بہنوں کو چھینتے ہوئے کچھ لوگوں نے اسے بے دردی سے مارا تھا اور وہ سفر کرنے کے قابل نہیں۔ لہٰذا مجھ سے علاج کروانے کے لئے اس نے ہمارے قبیلے میں قیام کیا تھا۔ محترم عادل خان! میں نے اس کا بغور جائزہ لیا تھا۔ اس کے جسم پر چوٹ کا کوئی نشان نہیں تھا نہ کوئی زخم تھا۔ اگر کسی نے ایسی مار ماری ہوتی تو اس کے جسم پر کوئی نہ کوئی نشان ہوتا۔ میں طبیب ہوں، اپنے کام میں ماہر ہوں۔ میں نے بغور اس کا جسمانی جائزہ لیا اور میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اسے کسی نے مارا نہیں تھا وہ کسی خاص مقصد کے تحت ہمارے قبیلے میں قیام کرنا چاہتا تھا اور اس کی پوری تفصیل اور اطلاع میں نے سردار نصیر الدین سے بھی کہہ دی تھی۔ اس موقع پر میں نے ایک اور کام بھی کیا۔ بظاہر اس سے میں نے یہی کہا کہ میں اسے دوا دوں گا جس سے بہت جلد وہ

Marfat.com

ٹھیک ہو کر سفر کے قابل ہو جائے گا۔ محترم عادل خان! آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ میں اسے کوئی دوا نہیں دیتا رہا اس لئے کہ میں جان گیا تھا کہ وہ بہانہ کر رہا تھا۔ اسے کسی نے مارا نہیں تھا۔ میں اسے راکھ پانی میں ملا کر دوائی کے طور پر پلاتا رہا اور وہ یہی سمجھتا رہا کہ میں اسے دوا پلا رہا ہوں۔ ایک ہفتے میں ہی راکھ پینے کے بعد اس نے مجھے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ اسے میری دوا کی وجہ سے کچھ افاقہ ہونا شروع ہو گیا ہے۔ جتنے دن اس نے میرے قبیلے میں قیام کیا دوا کی بجائے میں اسے راکھ ہی پلاتا رہا۔ اور پھر اس نے ایک دن یہ کہہ دیا کہ وہ اب بالکل ٹھیک ہو گیا ہے۔ یوں وہ ہمارے قبیلے سے نکل کر آگرہ کی طرف روانہ ہوا اور یہ ساری تفصیل میں ساتھ ساتھ محترم نصیر الدین سے کہتا رہا تھا۔“

جواب میں عادل خان نے بھی اصل واقعات سیف الدین اور نصیر الدین سے کہہ دیئے تھے جنہیں سن کر سیف الدین اور نصیر الدین فکر مند ہو گئے تھے۔ پھر نصیر الدین عادل خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اگر جن دو بہنوں کا وہ ذکر کر رہا تھا وہ دونوں آپ کی بیٹیاں تھیں تو پھر وہ چندر سین نام کا نوجوان واجب قتل ہے۔ اگر ہمیں پہلے خبر ہو جاتی کہ معاملہ یہ ہے تو ہم تو اسے گرفتار کر لیتے۔“

نصیر الدین کی بات کاٹتے ہوئے عادل خان بول اٹھا۔

”اسے گرفتار کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اس لئے کہ اس وقت اس نے آگرہ ہی میں قیام کیا ہوا تھا۔ اس پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے دراصل میں پوری تفصیل جاننا چاہتا تھا کیونکہ مجھے آپ سے مکمل تفصیل مل گئی ہے۔ لہٰذا اب مجھے اجازت دیں۔ اب میں رخصت ہوں گا۔“

جواب میں نصیر الدین مسکرایا۔ نفی میں گردن ہلائی۔ کہنے لگا۔

”واہ بیٹے! یہ بھی آپ نے خوب کہی۔ میں کم از کم دو دن آپ کو یہاں سے نہیں جانے دوں گا۔ آپ آگرہ سے آئے ہیں۔ لمبا سفر کیا ہے۔ تھکے ہارے ہیں۔ میری آپ سے گزارش بلکہ التماس ہے کہ آپ دو روز ضرور میرے ہاں قیام کریں۔ میں آپ کا وقت نہیں ضائع کرنا چاہتا۔ اس طرح آپ کی تھکاوٹ بھی جاتی رہے گی۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو حکم دے دیا ہے کہ وہ آپ کے گھوڑوں کو لے جائیں۔ ان کے دانے

Marfat.com

اور چارے کا اہتمام کریں۔ مجھے امید ہے آپ انکار نہیں کریں گے۔"

نصیر الدین کے کہنے پر عادل خان مان گیا۔ دو روز اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس نے خانہ بدوش ترکوں کے اس قبیلے میں قیام کیا۔ اس کے بعد وہ ایمن آباد سے روانہ ہوا اور بڑی برق رفتاری سے اس نے آگرہ کا رخ کیا تھا۔

OOO

عادل خان جب آگرہ کے مستقر میں داخل ہوا تو اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے مشیر خان اپنے پانچوں ساتھیوں کے ساتھ دہلی سے آگرہ پہنچ چکا تھا۔ لہٰذا عادل خان بھی جب اپنے پانچوں ساتھیوں کے ساتھ وہاں پہنچا تو سب سے پہلے دہلی میں جو کچھ مشیر خان کو پیش آیا تھا وہ اس نے عادل خان سے کہا اور ترکوں کے خانہ بدوش قبیلے کے سردار نصیر الدین اور طبیب سیف الدین کے ساتھ جو گفتگو ہوئی تھی وہ عادل خان نے مشیر خان اور باقی پانچ ساتھیوں سے کہہ دی تھی۔

گفتگو کے اس تبادلے کے بعد مشیر خان عادل خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"امیر! میں سمجھتا ہوں معاملہ سانول داس کے بھائی بیر نارائن اور اس کے بیٹے چندر سین کے ساتھ ہی خراب ہے۔ ہماری ساری خرابی ان دونوں کی ہی وجہ سے ہوئی ہے۔"

اس موقع پر چند لمحے سوچ بچار کرنے کے بعد عادل خان مشیر خان اور اپنے دس ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"حیرت کی بات کہ کملا اور رتن دہلی پہنچی ہی نہیں۔ تم نے اچھا کیا کہ اس کی غیر موجودگی میں اس کی بیوی سے بات کر لی اور تم نے یہ بھی اچھا فیصلہ کیا کہ آتی دفعہ تم بیر نارائن کو آگرہ لے آؤ گے۔ لیکن بیر نارائن کو چونکہ اپنے جرائم کا احساس ہو چکا تھا اس بناء پر وہ بھاگ گیا۔ لیکن جائے گا کہاں۔ زمین کی تہہ میں بھی اتر گیا تو میں اسے وہاں سے بھی ڈھونڈ نکالوں گا۔ وہ اور چندر سین دونوں میرے انتقام سے بچ نہیں سکتے۔ چندر سین کو کسی نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ بالکل ٹھیک ہے وہ۔ اور پھر یہ بات کہ چندر سین نے یہ جھوٹ بولا کہ اس کا چچا بیر نارائن بھی کملا اور رتن کے ساتھ دہلی سے آگرہ کی طرف روانہ ہوا تھا۔ جبکہ بیر نارائن نے اس کی نفی کر دی ہے۔ میرا اپنا اندازہ ہے کہ بیر نارائن اور چندر سین نے پہلے سے کوئی مشورہ کر رکھا تھا۔ یا تو ان دونوں نے

Marfat.com

خود ہی کملا اور رتن دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے یا اس مقصد کے لئے انہوں نے پہلے سے کوئی مسلح جوان تیار کر رکھے تھے جو کملا اور رتن پر حملہ آور ہوئے اور دونوں کا کام تمام کر دیا۔ لیکن حالات کچھ بھی ہوں، بیر نارائن اور چندر سین بچ نہیں پائیں گے۔"

اس کے ساتھ ہی عادل خان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے بعد مشیر خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں ذرا سانول داس کے ہاں جاتا ہوں اور اب تک جو حالات ہمارے سامنے آئے ہیں ان سے انہیں آگاہ کرتا ہوں اور ساتھ یہ بھی کہوں گا کہ چندر سین کو ہمارے حوالے کیا جائے تاکہ ہم معاملے کی اصلیت تک پہنچ جائیں۔"

عادل خان کے کھڑے ہونے پر مشیر خان اور اس کے دس ساتھی بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر مشیر خان کہنے لگا۔

"امیر! میں اور میرے ساتھی آپ کو اکیلا نہیں جانے دیں گے۔ ہم آپ کے ساتھ جائیں گے اور پھر اس موضوع پر گفتگو کریں گے۔"

عادل خان مان گیا۔ چنانچہ مشیر خان اور اپنے دیگر دس ساتھیوں کے ساتھ اس نے سانول داس کی حویلی کا رخ کیا تھا۔

عادل خان جب سانول داس کی حویلی میں داخل ہو کر اندرونی حصے میں گیا اس وقت سانول داس اپنی بیوی پورن دیوی اور جگت کماری کے ساتھ دیوان خانے میں بیٹھا کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا۔ اپنے ساتھیوں کو سکونتی حصے سے باہر ہی عادل خان نے روک لیا۔ خود دیوان خانے میں داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی سانول داس، پورن دیوی اور جگت کماری بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سانول داس نے آگے بڑھ کر عادل خان کو گلے لگایا اور اپنے قریب بٹھایا۔ سانول داس اس موضوع پر گفتگو کرنا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی عادل خان بول اٹھا اور اب تک جو اطلاعات اس نے ترکوں کے خانہ بدوش قبیلے اور دہلی سے حاصل کی تھیں اس کی تفصیل اس نے سانول داس، پورن دیوی اور جگت کماری سے کہہ دی تھی۔

یہ ساری تفصیل سن کر پورن دیوی اور جگت کماری رونے لگی تھیں لیکن دوسری طرف سانول داس کے غصے کی کوئی انتہا نہ تھی۔ پھر وہ غضب ناکی میں کہنے لگا۔

Marfat.com

''اس کا مطلب ہے اب بیر نارائن بھی میرے ہاتھوں قتل ہو گا۔ وہ میرا بھائی ضرور ہے لیکن اب میں اس سے اپنے اس رشتے کو منقطع کرتا ہوں۔''

اس موقع پر عادل خان پھر بول اٹھا اور سانول داس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''آپ کی مہربانی کہ آپ چندر سین کو صرف ایک دن کے لئے میرے حوالے کریں تاکہ میں حالات کی اصلیت اس سے جان سکوں۔''

عادل خان کے ان الفاظ پر سانول داس کرب خیزی میں بول اٹھا۔

''عادل خان! میرے بیٹے! اس میں کوئی شک نہیں کہ میرا بیٹا چندر سین بھی مجرم ہے۔ میرے بیٹے! جب اس سے پہلے تم فتح پور سیکری سے میرے پاس آئے اور اس موضوع پر گفتگو کی تھی اس سے اگلے روز ہی چندر سین گھر چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ وہ کہاں گیا ہے، میرے بیٹے اس کی مجھے کوئی خبر نہیں۔ اب مجھے یقین ہو چکا ہے کہ رتن اور کملا دونوں کے قاتل میرا بیٹا چندر سین اور میرا بھائی بھیم نارائن ہیں اور یہ دونوں واجب القتل ہیں۔ دونوں چونکہ بھاگ چکے ہیں لہٰذا ان کا اس طرح بھاگ جانا ہی یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ مجرم ہیں۔ اول تو ان دونوں نے خود ہی کملا اور رتن پر حملہ آور ہو کر انہیں موت کے گھاٹ اتارا ہو گا یا اس مقصد کے لئے انہوں نے کرائے کے کچھ لوگوں سے کام لیا ہو گا اور دونوں بہنوں کا خاتمہ کر دیا ہو گا۔ میرے بیٹے! میں تم سے وعدہ کرتا ہوں چندر سین اب جہاں کہیں بھی مجھے ملا اپنے ہاتھوں سے اس کی گردن کاٹوں گا۔''

عادل خان نے سانول داس کا شانہ تھپتھپایا، پھر کہنے لگا۔

''آپ کو زیادہ پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ شہنشاہ سے گفتگو کرنے کے بعد اور سارا معاملہ ان کے ذہن نشین کرانے کے بعد کچھ آدمی مقرر کئے جائیں گے جو بیر نارائن اور چندر سین کا پتہ لگانے کی کوشش کریں گے۔ اور مجھے امید ہے کہ بہت جلد ہم ان دونوں قاتلوں کو ڈھونڈ نکالیں گے۔''

اس کے ساتھ ہی عادل خان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

''آپ برا نہ مانئے گا، میں ضرور یہاں ٹھہرتا اور قیام کرتا لیکن میرے کچھ ساتھی حویلی کے صحن میں کھڑے ہیں اور ہم نے ابھی اور اسی وقت روانہ ہونا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی سانول داس بھی عادل خان کے ساتھ باہر آیا۔ پھر عادل خان اپنے ساتھیوں کے ساتھ حویلی سے نکل گیا تھا اور اسی روز عادل خان اپنے ساتھیوں کو

Marfat.com

لے کر آگرہ سے فتح پور سیکری کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ وہاں پہنچ کر عادل خان نے پہلے کی طرح شہنشاہ کے حکم پر مختلف مہموں میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا تاکہ قاتل اس کی طرف سے غافل ہو جائیں۔ جبکہ کچھ خاص آدمی مقرر کر دیئے گئے تھے جنہوں نے بیر نارائن اور چندر سین کی تلاش شروع کر دی تھی۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

اکبر نے اب اسلامی اقدار سے روگردانی کرتے ہوئے ایک نیا مذہب جاری کرنے کا عزم کر لیا تھا۔ اس نے اپنی حالت اور وضع قطع بھی عجیب بنا لی تھی اور یہ محسوس ہوتا تھا کہ اکبر نے قربتِ خداوندی اور کیفیتِ روحانی کو خود پر طاری کر لیا ہو۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے اس کے درباریوں نے نہایت سنجیدگی سے اس حالت کو ولائت قرار دے دیا جس کی بنا پر اکبر خود کو روحانی پیشوا سمجھنے لگا۔ وہ ہندو اور مسلمان درباریوں کو ہر قدم پر روحانی مشورے دینے لگا۔ ہر وقت روحانی امور پر باتیں کرتا رہتا لیکن اس معاملے میں وہ کسی ایک مذہب سے وابستگی کی بجائے قطعی آزادی پسند کرتا۔ چنانچہ ایسے ہی ایک موقع پر جبکہ اس نے شادیوال کے مقام پر قیام کیا ہوا تھا، اپنے درباریوں کو مخاطب کر کے کہا۔

"بعض فرائض کے تقاضوں نے مجھے آئندہ ہر جمعہ کو گوشت کے استعمال سے گریز کرنے کا فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔"

اس کے بعد اپریل کے مہینے میں دریائے جہلم کے کنارے بھیرہ کے قریب پہنچا۔ اس نے شکار کے پرانے طریقے یعنی جانوروں کو نرغے میں لینے کے بعد شکار کرنے پر عمل شروع کر دیا۔ چار دن تک یہ کھیل جاری رہا۔ اس دوران لاتعداد جانور ہلاک کیے جا چکے تھے۔ لیکن اکبر جو صرف پچاس دن پہلے گوشت نہ کھانے کی بات کر چکا تھا یہ بھول گیا کہ گزشتہ چار دن میں کتنے سو جانور بلاوجہ اور بلاضرورت ہلاک کر دیئے گئے۔ پانچویں دن غالباً اکبر کو اپنے عمل کے تضاد کا احساس ہوا تو اس نے اچانک شکار بند کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ اس نے سختی سے یہ ہدایت جاری کی کہ کسی جانور کو معمولی خراش بھی نہ آئے۔

Marfat.com

اسے اکبر کے فعل کا تضاد کہا جا سکتا ہے یا روحانی پیشوائی حاصل کرنے میں ناکامی کے باعث ذہنی بوکھلاہٹ یا ایک روحانی شخصیت تسلیم کئے جانے کے لئے مجنونانہ دورے کی کیفیت کہا جا سکتا ہے۔ بہرحال ان دنوں اکبر کے قول اور فعل میں قدم قدم پر تضاد پایا جانے لگا تھا۔

چنانچہ کچھ لوگ یہ سمجھنے لگے کہ شہنشاہ میں خدا کی ذات میں جذب ہونے کی ایک اجنبی سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے اطوار میں ایک نامحسوس سی تبدیلی آ رہی تھی۔ ایسی تبدیلی جس کا بیان مشکل ہے۔ اس لئے کہ ہر شخص اس تبدیلی کو اپنے فہم کے مطابق مختلف رنگ میں بیان کرنے لگا تھا۔

اکبر کو دین سے برگشتہ کرنے میں زیادہ ہاتھ ابوالفضل، اس کے بھائی اور اس کے باپ کا تھا۔ ابوالفضل نے تو اس موقع پر اکبر سے متعلق یہ کہنا شروع کر دیا تھا، اکبر دنیا داری ترک کرنے، حتیٰ کہ مر جانے کے مرحلے پر پہنچ چکا تھا۔ وہ عجیب و غریب قسم کی کشمکش میں مبتلا تھا اور دنیاوی شان و شوکت سے نجات حاصل کرنے کے درپے تھا۔

چونکہ ابوالفضل دربارِ اکبری کا ایک چاپلوس مؤرخ تھا لہٰذا قدرتی طور پر وہ اکبر کے ہر اقدام کو رنگ آمیزی اور مبالغہ کے ساتھ پیش کرتا رہا۔ اس نے اکبر کے متعلق یہاں تک لکھ دیا تھا۔

> "ایک روحانی اور ماورائی قسم کی عسرت نے شہنشاہ اکبر کے جسم کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے اور خدا کی دلکشی نے اپنی مقدس شعاعیں اکبر پر برسانا شروع کر دی ہیں۔ اکبر اس موقع پر دنیا کے حُسن سے بے نیاز ہو کر روحانی حُسن کی بلندیوں پر پہنچ گیا ہے۔ وہ روحانی بلندیاں جو اس کے سرو پا کا احاطہ کر چکی ہیں۔"

صوفی اور خدا کے ایسے دوسرے متلاشی اکبر کو ہیچ نظر آنے لگے۔ چنانچہ اکبر قدرت کی سچائیوں اور خدا سے براہِ راست وابستگی کے لئے بے تاب رہتا تھا۔ وقتاً فوقتاً وہ یقین کی حد تک یہ سمجھنے لگتا کہ وہ خدا سے براہِ راست تعلق میں کامیاب ہو گیا۔ اکثر اوقات وہ اس کیفیت کو اپنے اوپر طاری کر لیتا اور کبھی مذہبی جنون کی منزل میں داخل ہو جاتا۔ بہرحال ایک شہنشاہ ہونے کی حیثیت سے تخت اور تاج کے ساتھ جو اس کا گہرا تعلق تھا، اس سے فرار اکبر کے بس میں تھا۔ اکبر شاید روحانی خواب دیکھتا مگر یہ خواب

Marfat.com

اچانک بکھر کر اسے انسانی زندگی کی حقیقتوں کی طرف لوٹ آنے پر مجبور کر دیتے تھے۔

چنانچہ دریائے جہلم کے کنارے بھیرہ میں شکار کھیلنے کے بعد اکبر اجمیر میں خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مزار پر حاضر ہوا۔ اس کے بعد جب فتح پور سیکری پہنچا تو غالباً بھیرہ میں شکار کے دوران بہت سے جانوروں کو ہلاک کرنے کا کفارہ اس نے یوں ادا کیا کہ مٹی کے بڑے بڑے برتنوں میں ساڑھے بیالیس لاکھ روپے ڈال کر بطور خیرات تقسیم کئے۔ نیز اپنے درباریوں اور دانشوروں کو قیمتی تحائف سے بھی نوازا۔

اس واقعہ کے بعد اکبر نے فتح پور سیکری میں جو عبادت خانہ بنوایا تھا اس میں مذہبی مباحث کی محفلیں زیادہ گرم ہونے لگیں۔ ان مباحث اور مختلف خیال مسلمانوں کے درمیان مناظرہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ اکبر اپنی ناخواندگی اور مذہب کی بنیاد سے عدم واقفیت کے باعث حقائق کی تہہ میں پہنچنے میں ناکام ہو گیا اور الجھ کر رہ گیا۔ اس نے یہ نتیجہ نکالا کہ اسلام کے دامن میں سکون میسر نہیں۔ چنانچہ اس نے عیسائیوں، ہندوؤں، جینیوں اور زرتشتیوں کو بحث مباحثہ کے ملئے مدعو کرنا شروع کر دیا۔ اب اکبر اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے لوگوں کو اپنا نیا دین یعنی دینِ الٰہی اختیار کرنے پر بھی مجبور کرنے لگا تھا۔

اس دوران ایک زرتشتی عالم دین مہیار جی رانا کو اکبر نے اپنے دربار میں مدعو کیا۔ بعد میں وہ اکبر کے پاس اس کے عبادت خانے کے مباحثوں میں بھی نمایاں حصہ لیتا رہا۔ مہیار جی رانا نے اکبر کو اس حد تک متاثر کیا کہ اس نے زرتشتوں کی طرح سورج کی قوت کو تسلیم کر کے شام کو چراغ روشن ہوتے ہی بعض رسومات کی ادائیگی شروع کر دی تھی۔

اکبر کی ان ہی حرکتوں نے بعض لوگوں کو یہ سمجھنے پر مجبور کر دیا کہ اس نے فارس کے اس قدیم مجوسی مذہب کو تسلیم کر لیا لیکن اکبر سیماب صفت شخص تھا۔ اس لئے اس کا ایک مذہب پر قائم رہنا دشوار تھا۔ علاوہ ازیں وہ تمام مذاہب کے علماء کو مدعو کر کے ان کے مباحث کے ساتھ دراصل مختلف مذاہب سے مختلف چیزیں چن کر ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالنے کی کوشش میں مصروف تھا۔

اسی سال بنگال سے ایک پرتگالی مشن بھی دربارِ اکبری میں پہنچا۔ مشن کی قیادت ایک شخص انٹونیو کر رہا تھا جو پادری تھا۔ اس نے اکبر کو مشورہ دیا کہ وہ گوا کے سینٹ پال

Marfat.com

کالج کی مشنری سے راہنمائی حاصل کرے۔ چنانچہ اس کا مشورہ قبول کرتے ہوئے ایک نمائندہ اکبر نے گوا بھیجا تاکہ وہاں سے دو علماء کی خدمت حاصل کی جا سکے۔

وائسرائے اکبر کی اس درخواست کو مشکوک نظر سے دیکھ رہا تھا۔ اسے اندیشہ تھا کہ اکبر کہیں وعدے کے باوجود دونوں پادریوں کو یرغمال کے طور پر نہ رکھ لے۔ بہرحال دو پادری اکبر کی طرف روانہ کئے گئے۔ ان میں سے ایک ایرانی تھا جس نے عیسائیت اختیار کر لی تھی۔

ان حالات میں جہاں اکبر ایک طرف زرتشتیوں، جینیوں اور نصرانی علماء سے ملاقاتیں کر رہا تھا اور ان سے مذہب سے متعلق تفصیل جاننے کی کوشش کر رہا تھا اس کے ساتھ ساتھ ابوالفضل، اس کا بھائی فیضی اور باپ شیخ مبارک، اکبر کو بار بار اس بات پر اکسا رہے تھے کہ وہ رعایا پر مادی اختیارات کے ساتھ ساتھ روحانی اختیارات اور برتری بھی ٹھونسنا شروع کر دے۔

چنانچہ مبارک اور اس کے دونوں بیٹوں ابوالفضل اور فیضی کے کہنے پر ہی اکبر نے اس سلسلے میں پہلا قدم یہ اٹھایا کہ خطبہ خود پڑھنے کا فیصلہ کر لیا اور ظاہر کیا کہ حضور ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کر رہا ہے۔

فیضی نے شہنشاہ کے لئے ایک منظوم خطبہ بھی ترتیب دیا تھا۔ خطبہ کے بعد قرآن مقدس کے پہلے پارے کا کچھ حصہ اور مختلف آیاتِ قرآنی استعمال کی گئیں۔ چنانچہ انہی حالات کے تحت جب اگلا میلاد النبیؐ آیا تو اکبر نے خاص تقریب کا اہتمام کیا۔ وہ فتح پور سیکری کی جامع مسجد کے منبر پر جا بیٹھا اور فیضی کا ترتیب دیا ہوا خطبہ پڑھ دیا۔

اس خطبے کا لب لباب کچھ اس طرح تھا۔

> "اس خدا کے نام جس نے ہمیں سلطنت عطا کی۔ جس نے ہمیں سوچنے کی قوت اور مضبوط بازو عطا کئے۔ جس نے انصاف کے راستے پر ہماری راہنمائی کی اور ہمارے دل سے اونچ نیچ کا جذبہ ختم کر دیا۔ خدا کی نعمتیں آدمی کی سمجھ سے باہر ہیں۔ خدا سب سے بڑا ہے۔ خدا بلند تر ہے۔ اللہ اکبر۔"

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اکبر نے جس وقت یہ خطبہ پڑھا تو اکبر کی زبان پر ہکلاہٹ اور جسم پر کپکپی طاری تھی۔ بعض اشعار کی ادائیگی میں متعدد قریبی لوگ اس کی

Marfat.com

مدد کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ وہ منبر سے اتر آیا اور امام مسجد کو خطبہ پڑھنے کا حکم دیا۔

کچھ مؤرخین کا کہنا ہے اکبر نے خطبہ پڑھا ہی نہیں۔ وہ منبر تک گیا، بیٹھا اور اتر آیا۔ بہر حال اس نے نماز میں شرکت کی۔ اس کی یہ ادا لوگوں کو ایک آنکھ نہ بھائی۔ بہت سے لوگوں کو شبہ ہوا کہ اکبر نے نہ صرف نبوت بلکہ خدا ہونے کا دعویٰ بھی کر دیا ہے۔ فیضی کے آخری اشعار میں "اللہ اکبر" کے الفاظ سے لوگوں کو شبہ ہوا کہ ان دو الفاظ کے مجموعہ کی تکرار میں اشارتاً اکبر نے خود کو خدا قرار دیا ہے۔ مگر لوگ اس لفظ کی ذو معنی حیثیت میں الجھ کر رہ گئے۔

جس طرح مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر میں بانی مذہب کی معصومیت کا تصور موجود ہے بالکل اسی طرح شیخ مبارک اور اس کے دونوں لڑکوں ابوالفضل اور فیضی نے اکبر کے لئے اسی قسم کی گنجائش پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ان تینوں نے قرآنِ مقدس کی ایک آیت اور حضور ﷺ کی ایک حدیث کی آڑ میں اکبر کی معصومیت کا پروانہ ترتیب دیا جس کے تحت اکبر سے درخواست کی گئی کہ وہ خدا اور رسول ﷺ کی طرف سے عائد ذمہ داریاں سنبھالے۔ ان تینوں باپ بیٹوں نے اس موقع پر جو تحریر ترتیب دی اس کا مطلب کچھ اس طرح تھا۔

جیسے کہ ہندوستان اب امن اور استحکام کا گہوارہ بن چکا ہے، جہاں انصاف کا دور دورہ ہے اور جہاں کے چھوٹے بڑے بالخصوص دانش ور علم کی دولت سے مالا مال اور بہت سے ماہرین قانون اور دینیات جو سلامتی کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور علم کے وسیع میدان کی راہ کے مسافر ہیں، عرب اور ایران سے ترکِ وطن کر کے اس سرزمین میں آچکے ہیں اور یہیں آباد ہو گئے ہیں۔

"ہم تمام علماء جو مختلف شعبہ ہائے قانون اور اصولِ فقہ پر عبور رکھتے ہیں اس بناء پر ہمیں نیک نیت اور پاکیزہ شخصیت کے طور پر جانا جاتا ہے۔ قرآن مقدس کی اس آیت کو

"اطاعت کرو خدا اور رسولؐ کی اور ان کی
جو تمہارے درمیان مقتدر ہیں"

علاوہ ازیں ہم نے حدیث پر گہری تحقیق کی۔ "جو شخص قیامت کے دن سب کو پیارا ہوگا وہ منصف حکمران ہوگا"...... "ہر وہ شخص جو

Marfat.com

اپنے امیر کی عزت کرتا ہے، میری اطاعت کرتا ہے اور جو شخص اپنے امیر سے بغاوت کرتا ہے میری بغاوت کرتا ہے۔" اس پر بھی ہم نے بڑا غور کیا ہے۔ لہٰذا ہم اس پر متفق ہیں کہ منصف بادشاہ کا رتبہ خدا کی نگاہ میں مجتہد سے بلند ہے۔

اگر جہاں پناہ قرآن کریم کے متن کے مطابق کوئی حکم جاری کرنے کے خواہش مند ہوں جو قوم کے لئے موجب مفاد خیال کیا گیا ہو تو ہر شخص اس حکم کا پابند ہوگا۔ ایسے کسی حکم کی مخالفت آخرت میں باعثِ عتاب اور اس دنیا میں مذہبی مراعات اور جائیداد سے محرومی کا باعث ہوگی۔

یہ دستاویز انتہائی جانب داری کے ساتھ عظمت خداوندی کے قیام اور تشہیر اسلام کی غرض سے لکھی گئی ہے جس پر مسلمانوں کے نمایاں علمائے دین نے آج رجب کے مہینے میں دستخط کر دیئے ہیں۔"

یہ تھی وہ تحریر جو ابوالفضل فیضی اور ان کے باپ نے تیار کی تھی۔ اکبر کے اس دستاویز پر دستخط کرنے کے بعد اسے شاہی فرمان کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ اس دستاویز پر مخدوم الملک شیخ عبدالنبی، قاضی قضا جلال الدین سلطان، خواجہ بدخشاں کے عالم غازی خان اور شیخ مبارک نے دستخط کیے۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں، اس دستاویز پر سبھی لوگوں نے اپنی مرضی کے خلاف دستخط کیے۔ اس مقصد کے لئے تمام علماء پر بھرپور شاہی دباؤ ڈالا گیا تھا۔ صرف شیخ مبارک نے اپنے دستخطوں کے سامنے لکھا۔

"یہی وہ مرحلہ تھا جس کا میں دل و جان سے خواہش مند تھا اور جس کی تکمیل کے لئے برسہا برس منتظر تھا۔"

اس فرمان کے مطابق اکبر کو بہر حال اسلام کے کسی ایک فرقہ کو اپنانا تھا اور اگر کسی معاملے میں اختلاف رائے تھا تو آیاتِ قرآنی کے مطابق عمل کرنا تھا۔ علاوہ ازیں اس فرمان کا بنیادی مقصد تبلیغِ اسلام تھا۔ مگر اکبر نے تمام امور کو بالائے تاک رکھ دیا۔ اب وہ مجتہد بھی تھا، عالم بھی تھا اور بادشاہ بھی۔ جہاں تک تبلیغِ اسلام کا تعلق تھا تو اس نے نہ صرف بعض معاملات میں مبالغہ آمیزی کی بلکہ انہیں مسخ بھی کیا اور رفتہ رفتہ اس مذہب

Marfat.com

کی جگہ ایک نئے مذہب کی ترویج کی کوشش شروع کردی۔ وہ یکایک فرمان کی شرائط سے انحراف نہ کرسکا۔ فرمان کے اجراء کے فوراً بعد وہ سالارنہ زیارت کے لئے اجمیر گیا لیکن یہ اس کا آخری دورہ تھا۔ اجمیر میں اس نے اپنے لئے راسخ العقیدہ مسلمانوں کی نفرت کے علاوہ کچھ نہ پایا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ خواجہ معین الدین پر اکبر کا عقیدہ اس حال پر بھی قائم رہا جب کہ وہ اسلام کو ایک بے بنیاد مذہب سمجھنے لگا تھا۔ اکبر کے خیال سے اس کے لباس کی ہر تہہ سے خواجہ اجمیر جیسے لاکھوں ولی نکل سکتے تھے۔

دوسری طرف ابوالفضل، اس کا بھائی فیضی اور ان کا باپ شیخ مبارک انتہائی غیر ذمہ دار اور اکبر کو مذہب سے ہٹانے میں پیش پیش تھے۔ جبکہ شیخ مبارک اس حد تک آگے بڑھ گیا تھا کہ وہ مخدوم الملک اور شیخ عبدالنبی کو اپنے راستے سے صاف کرنے کی کوششوں میں مصروف ہو گیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ان دونوں کو مکہ بھجوا کر موم کی گڑیا کی طرح اکبر کو مذہب کے معاملے میں جس طرف چاہے گھسیٹتا پھرے۔ چنانچہ ایک موقع پر جب اکبر اجمیر سے فتح پور سیکری پہنچا تو اسے احساس ہوا کہ اس کے نئے فرمان کے بعد لوگوں کے دلوں میں اس کے لئے قدر و منزلت کی جگہ نفرت کے بیج پھوٹ نکلے ہیں۔ اس نے ان شکوک اور شبہات کو رفع کرنے کے لئے مزید ریاکاری سے کام لیا۔ وہ جب اجمیر سے لوٹا تو نہ چاہتے ہوئے بھی نماز پڑھنے لگا۔ فتح پور سیکری پہنچنے کے بعد اسے مکہ سے آیا ہوا ایک بھاری پتھر پیش کیا گیا جس کے بارے میں مشہور تھا کہ اس پر حضور ﷺ کے پائے مبارک کا نقش موجود تھا۔

اکبر کو اس پتھر کی صداقت پر شبہ تھا۔ اس نے پتھر کے سلسلے میں کسی گرم جوشی کا مظاہرہ بھی نہ کیا۔ بس وہ اپنے کچھ درباریوں کے ساتھ احتراماً دکھاوے کے لئے قریباً چھ میل تک گیا اور یہ پتھر فتح پور سیکری لے آیا۔ ابوالفضل کے مطابق اکبر نے یہ سب کچھ بہ امر مجبوری کیا تھا تاکہ وہ شخص جو یہ پتھر لے کر آیا تھا اسے شرمندگی نہ ہو۔ علاوہ ازیں جو لوگ اکبر کو بحیثیت مسلمان شک و شبے کی نظر سے دیکھنے لگے تھے اس بہانے سے ان کی زبانیں بھی بند کی جاسکیں لیکن اس مقصد میں اکبر کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

تاہم وہ اپنا نیا دین جسے دینِ الٰہی کا نام دیا گیا تھا جاری رکھنے پر مصر رہا۔ اسی سلسلے میں 18 فروری 1580ء کو پہلی عیسائی مشنری ایک پادری مانسریت کی قیادت میں فتح پور سیکری پہنچی جس کا استقبال نہایت گرم جوشی کے ساتھ کیا گیا۔ ہیٹ اور لمبے لمبے

Marfat.com

چغے پہنے ہوئے ان داڑھی منڈھے اور غیر مسلم اجنبی لوگوں کو عوام نے نہایت استعجاب سے دیکھا۔ اکبر نے ان کا خیر مقدم نہایت گرم جوشی سے کیا اور آٹھ سو اشرفیاں نذر کیں جوان پادریوں نے لینے سے انکار کر دیا۔

ان کے اس انکار سے اکبر مزید متاثر ہوا۔ اکبر نے ان لوگوں سے لاتعداد نشستیں کیں۔ حتیٰ کہ انہیں گرجے کی تعمیر کی اجازت بھی دے دی۔ خیال ہے کہ اکبر عیسائی عقائد سے بے حد متاثر ہوا اور اس نے اسے دیگر تمام مذہب کے مقابلے میں بہتر مذہب کا درجہ دیا۔ اس لئے اس نے بعد ازاں مزید عیسائی مشنریوں کو مدعو کیا۔ ہر مشنری کو تبلیغ کی اجازت دے دی گئی بلکہ اکبر نے اپنے بیٹوں کو بھی مشنریوں کے پاس بھیجا تاکہ وہ عیسائی عقائد سے آگاہ ہو سکیں۔ اس کے ان اقدامات کے باعث ہر مشنری کو یہ مغالطہ ہوا کہ وہ اکبر کو عیسائی کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

ان پادریوں کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ وہ ایک بادشاہ کو عیسائی بنا کر اتنی وسیع مملکت پر عیسائی حکومت کی مُہر ثبت کر دیں۔ پہلے تو عیسائی پادریوں کو اسلام کے خلاف اکبر کے رویے سے یہ حوصلہ ہوا کہ وہ اسے آسانی سے عیسائی بنا لیں گے لیکن جلد ہی یہ انکشاف ہوا کہ اکبر کی خواہش تو ایک خود ساختہ نسل کی پیغمبری تھی لہٰذا اس سے کسی مذہب کی مکمل اطاعت اور اس کے عقائد کو اپنانے کی توقع رکھنا عبث تھا۔

عیسائی پادری اکبر کو یہ بھی بتا چکے تھے کہ اسے عیسائیت قبول کر لینے کے بعد ایک سے زائد بیویوں کو چھوڑنا پڑے گا لیکن اکبر ایسا کرنے پر بالکل آمادہ نہ تھا۔ اکبر نے تو یہ شادیاں ذاتی دلچسپی کے تحت نہیں بلکہ سیاسی مصلحتوں کی بناء پر رچائی تھیں۔ راجپوت لڑکیوں سے اکبر کی شادی محض راجپوتوں کو تخت سے قریب لا کر نہ صرف حکومت کا وفادار بنانا تھا بلکہ راسخ العقیدہ ہندو راجپوت بھی ان راجپوتوں سے جنہوں نے اپنی بہنیں اور بیٹیاں اکبر کے حوالے کر دی تھیں، کٹ گئے تھے۔

یہی اکبر کا مقصد تھا۔ راجپوتوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا جائے اور مغل حکومت کو استحکام حاصل ہو سکے۔ اگر اکبر عیسائی پادریوں کے کہنے پر ان راجپوتوں کی بہنوں اور بیٹیوں کو داشتاؤں کی طرح نکال پھینکتا تو پورا راجستھان اکبر کے خلاف اٹھ کھڑا ہوتا۔ نیز ان لڑکیوں کے ورثاء اکبر کے بدترین دشمن ہو جاتے۔ یہی وجہ تھی کہ اکبر عیسائیت قبول نہ کر سکا اور عیسائی پادریوں کی تمام کوششیں ناکام رہیں۔ عیسائی پادریوں میں ایک

Marfat.com

بھی اکبر کی ان سیاسی مشکلات کو سمجھ نہ سکا بلکہ ہر پادری غلط فہمی میں رہا کہ اکبر نے انہیں عمداً دھوکا دیا ہے۔

اس کے علاوہ مذہب کے معاملے میں اکبر کے ذہنی الجھاؤ نے رنگ دکھانا شروع کیا۔ اس وقت وہ نئے دین کی ابتداء کر رہا تھا جسے اس نے دینِ الٰہی کا نام دیا تھا۔ ابھی اس نے یہ دین جاری نہ کیا تھا لیکن اکبر کے عجیب و غریب عقائد کے باعث مسلمانوں کو انتہائی دکھ پہنچا تھا۔ وہ اکبر کے خلاف ہو چکے تھے۔ اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ہندوستان کی حکومت میں اکثریت مسلمانوں پر مشتمل تھی۔ مسلمانوں کا خیال تھا کہ اکبر کی وجہ سے اسلام کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ اسلام کے تحفظ کی خاطر اکبر کو تخت و تاج سے محروم کرنا اور اس کی جگہ کوئی سچا مسلمان تخت نشین کرنا نہایت ضروری ہے۔

چنانچہ اکبر کی جگہ ہندوستان میں مسلمانوں کا حاکم مقرر کرنے کے لئے لوگوں کی نگاہیں اکبر کے بھائی محمد حکیم مرزا پر جم گئی تھیں جو ان دنوں کابل کا حاکم تھا۔ محمد حکیم مرزا بلاشبہ ایک شراب نوش اور عیاش طبع انسان تھا تاہم مسلمان یہ توقع رکھتے تھے کہ وہ اکبر کی طرح اسلام سے الگ تھلگ کبھی نہ ہو گا۔

اکبر کی اس لادینیت کے باعث بہار اور بنگال کے مسلمان سالاروں نے بغاوت کر دی اور ادھر جون پور کے قاضی ملا محمد یزد نے بھی یہ فتویٰ جاری کر دیا کہ ایسے بادشاہ کے خلاف بغاوت جہاد کے مترادف ہے جو اسلام سے منحرف ہو چکا ہو۔ بہار میں بنگال کے سرکاری خزانے کو فتح پور سیکری جاتے ہوئے لوٹ لیا گیا حتیٰ کہ بنگال اور بہار کے باغیوں نے تلیا گڑھی کے مقام پر اکبر کے بھائی محمد حکیم مرزا کے نام کا خطبہ پڑھوا دیا۔ غرض کہ اکبر کے اس مذہبی رجحان نے ملک کے کونے کونے میں بے اطمینانی کی لہر دوڑا دی تھی۔

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے وقتی طور پر اکبر نے دین یعنی دینِ الٰہی کو بظاہر فراموش کر بیٹھا لیکن اندر ہی اندر اب وہ اس دین کو آخری شکل دے رہا تھا اور اسے اپنی مملکت میں جاری کرنے کے درپے تھا جس کے باعث اسے صوبہ گجرات میں بغاوتوں، جگہ جگہ قتل و غارت گری کی خبریں ملیں۔ اس کے بعد جب مخبروں نے اسے یہ اطلاع دی کہ خان دلیش سے اکبر کے دو لشکر گجرات کی طرف روانہ ہوئے تھے تاکہ بغاوت کو

Marfat.com

فرد کیا جا سکے لیکن باغی مہر علی نے کچھ دوسری سرکش قوتوں کے ساتھ مل کر اکبر کے دونوں لشکروں کو بدترین شکست دی ہے اور وہ دونوں لشکر شکست اٹھا کر احمد آباد میں محصور ہو گئے ہیں۔

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اکبر نے راجہ ٹوڈرمل کو ایک لشکر دے کر احمد آباد کی طرف روانہ کیا تا کہ وہاں پہلے جو لشکر مقیم ہے اس کے ساتھ مل کر باغیوں کے خلاف حرکت میں آئے۔ چنانچہ ٹوڈرمل ایک تازہ دم لشکر لے کر گجرات کی طرف گیا۔ جب اس کا پہلا ٹکراؤ باغیوں کے ساتھ ہوا تو وہ باغیوں کو مکمل شکست تو نہ دے سکا لیکن اس نے انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا اور انہیں کمبے کی طرف دھکیل دیا۔ چنانچہ جنگی اور سیاسی چال چلتے ہوئے مہر علی اور مظفر حسین مرزا دونوں باغی اپنے ساتھیوں کے ساتھ وقتی طور پر جونا گڑھ کی طرف چلے گئے۔

ان حالات میں جونہی ٹوڈرمل واپس ہوا دونوں باغی مہر علی اور مظفر حسین مرزا اپنے ساتھیوں کے ساتھ پھر گجرات میں داخل ہو گئے۔ سب سے پہلے انہوں نے کمبے شہر کے گرد و نواح میں لوٹ مار شروع کر دی۔ یہ خبریں جب اکبر کے پاس پہنچیں تو اکبر نے تیز رفتار قاصد سرنال کے حاکم وزیر خان کی طرف روانہ کیے۔ وزیر خان عادل خان کا بھائی تھا۔ وزیر خان کو اکبر نے حکم دیا کہ باغیوں پر حملہ آور ہو اور انہیں مار بھگائے۔ لیکن وزیر خان کی بدقسمتی جب وہ باغیوں کے سامنے آیا تو باغی ایسے روزگار انداز میں اس پر حملہ آور ہوئے کہ وزیر خان کو شکست ہوئی اور وزیر خان اپنی اور اپنے لشکریوں کی جان بچاتے ہوئے احمد آباد میں محصور ہونے پر مجبور ہوا۔ یہ حالات یقیناً اکبر کے لئے بڑے تکلیف دہ تھے۔ خان دیش کا حاکم باغیوں کے خلاف کامیاب نہ ہوا تھا۔ راجہ ٹوڈرمل بھی وقتی طور پر باغیوں کو پیچھے دھکیلنے میں کامیاب ہوا تھا لیکن اس کی واپسی پر باغی پہلے کی نسبت زیادہ شدت اختیار کرتے ہوئے صوبہ گجرات میں آن گھسے تھے اور انہوں نے وزیر خان کو بدترین شکست دے کر احمد آباد میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا تھا۔

اس ساری صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے اکبر نے ایک روز عادل خان کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ عادل خان نے تعظیم دی اور جب اکبر کے سامنے وہ کھڑا ہوا تب اکبر کچھ دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔

"عادل خان! میں جانتا ہوں تمہاری دونوں بیویوں کی گمشدگی نے تمہیں توڑ اور

Marfat.com

بکھیر کر رکھ دیا ہے۔ لیکن ہمارے گماشتے اور ہمارے مخبر سرگرداں ہیں اور وہ ایک نہ ایک روز تمہاری دونوں بیویوں کے علاوہ چندر سین اور سانول داس کے بھائی بھیم نرائن کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور مجھے امید ہے کہ جب ہم انہیں ڈھونڈ نکالیں گے تو انہیں کڑی سے کڑی سزا سے گزاریں گے۔ فی الوقت عادل خان! میں نے تمہیں ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں طلب کیا ہے۔ گجرات میں حالات انتہائی ابتر ہو گئے ہیں۔ مہر علی اور مظفر حسین مرزا نے جگہ جگہ ترک تاز اور یلغار کرتے ہوئے نہ صرف تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا ہے بلکہ اکثر علاقوں کو بھی اس نے اپنی گرفت میں لینا شروع کر دیا ہے۔ خان دیش میں جو ہمارا لشکر تھا پہلے ان باغیوں نے اسے شکست دے کر مار بھگایا۔ اس کے بعد میں نے ٹوڈرمل کو ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا لیکن ٹوڈرمل ان کا خاتمہ نہ کر سکا۔ وقتی طور پر باغی پیچھے ہٹ گئے اور جونہی ٹوڈرمل وہاں سے ہٹا، باغی پھر گجرات صوبے میں آن پہنچے۔ اس کے بعد میں نے تمہارے بھائی وزیر خان کو باغیوں پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا تھا لیکن وزیر خان کو بھی باغیوں کے مقابلے میں شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس وقت بچے کھچے لشکر کے ساتھ وزیر خان احمد نگر میں محصوز ہو چکا ہے۔

میں نے ایک لشکر تیار کر دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس لشکر کو لے کر تم احمد نگر کا رخ کرو۔ تمہارے جانے سے تمہارے بھائی وزیر خان کو بھی تقویت ہو گی اور وہ احمد آباد سے نکل کر جب تمہارے ساتھ مل جائے گا تو یقیناً تم دونوں بھائی مل کر باغیوں کی سرکوبی اور انہیں اپنے سامنے نیچا دکھانے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ اس سے پہلے مجھے امید تھی کہ شاید وزیر خان باغیوں پر حملہ آور ہو کر ان کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ میں سمجھتا ہوں وزیر خان کے پاس جنگ کا تجربہ بہت کم ہے۔ اب میں اسے سرنول کی حکمرانی سے علیحدہ کر کے واپس فتح پور سیکری بلا رہا ہوں اور اس کی جگہ سرنول کا حاکم اپنے سالار شہاب الدین احمد خان کو جو اس وقت مالوہ کا حکمران ہے اسے سرنول کا حاکم بنوا کر بھجوا رہا ہوں۔ اتنی دیر تک تم ایک لشکر لے کر احمد آباد کا رخ کرو۔ جو خبریں اس وقت تک مجھے دی گئی ہیں ان کے مطابق وزیر خان احمد آباد شہر کے اندر محصور ہے اور باغی عناصر شہر کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں اور کسی نہ کسی طرح فصیل کو پھلانگ کر شہر میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو نہ

Marfat.com

صرف وہ وزیر خان اور اس کے لشکریوں کا خاتمہ کر دیں گے بلکہ احمد آباد بھی ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

اکبر جب خاموش ہوا تب بڑی عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتے ہوئے عادل خان بول اٹھا۔

"شہنشاہ معظم! آپ بے فکر رہیں۔ جو لشکر آپ نے میرے لئے مختص کر دیا ہے۔ اسے میں آج ہی لے کر احمد آباد کا رخ کروں گا اور میرے احمد آباد پہنچنے کے بعد مجھے امید ہے کہ آپ کو اچھی خبریں سننے کو ملیں گی۔"

عادل خان کی اس گفتگو سے اکبر خوش ہو گیا تھا لہٰذا جو لشکر اس کے لئے مختص کیا گیا تھا اسے اس کی کمانداری میں دے کر گجرات کی طرف روانہ کر دیا گیا تھا۔

صوبہ گجرات میں دونوں باغی یعنی مظفر حسین مرزا اور مہر علی متحد ہو گئے تھے اور ان کے متحد ہونے سے ان کی عسکری طاقت اور قوت میں بڑا اضافہ ہوا تھا۔ اب صوبہ گجرات کے علاوہ خان دیش اور گرد و نواح میں اکبر کا کوئی ایسا بڑا لشکر نہیں تھا جو ان باغیوں کا مقابلہ کر کے انہیں گجرات سے نکال باہر کرتا، ان کا خاتمہ کرتا یا انہیں دوسرے علاقوں کی طرف مار بھگاتا۔ اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے اکبر نے عادل خان کو ایک لشکر دے کر مظفر حسین مرزا اور مہر علی کی سرکوبی کے لئے روانہ کر دیا تھا۔ عادل خان نے فتح پور سیکری سے روانہ ہونے سے پہلے اپنے آگے آگے کچھ مخبر بھی روانہ کر دیئے تھے۔ کچھ مخبر اس نے اپنے ساتھ رکھے تھے تاکہ اس کی راہنمائی کر سکیں۔ جو مخبر آگے آگے روانہ کئے تھے ان کے ذمے یہ کام لگایا تھا کہ اس کے احمد آباد پہنچنے سے پہلے ہی اسے وہاں کی اصل صورت حال سے آگاہ کریں۔ اس طرح عادل خان اپنے لشکر کو لے کر منزل پر منزل مارتا ہوا بڑی تیزی اور برق رفتاری سے احمد آباد کا رخ کئے ہوئے تھا۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

رات ہر شے کو گلے لگاتی اور آنکھوں میں اونگھ طاری کرتے ہوئے بھاگتی جا رہی تھی۔ فلک سے قطرہ قطرہ گرتی اوس نے درختوں کی ٹہنیوں کو دھان کی پکی بالیوں کی طرح سرنگوں کر دیا تھا۔ فضاؤں کے سیاہ گونگے لب خاموش تھے تاہم وقت کے سیاہ رنگ حصار میں کبھی کبھی ساون کے زرد مینڈک اور ملہار گاتے جھینگر اپنے ہونے کا ادراک ضرور دے رہے تھے۔ احمد آباد کی فصیل کے اردگرد کبھی کبھی نمودار ہونے والے جگنو فضا کے تھوڑے حصے کو ضرور روشن کر جاتے تھے۔

اکبر کے خلاف سرکشی کرنے والے سارے باغی دن بھر شہر پر حملہ آور ہوتے رہے تھے لیکن انہیں کوئی کامیابی نہ ہوئی تھی۔ وزیر خان پریشان تھا کہ اسے نہ کہیں سے مدد مل رہی ہے اور نہ ہی کامیابی کی کہیں امید دکھائی دے رہی ہے۔ ایسے میں احمد آباد کے شمالی دروازے پر ایک گھوڑ سوار نمودار ہوا اور گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے اس نے دروازے پر زوردار دستک دی تھی۔

دستک کے جواب میں اندر سے شہر پناہ کے محافظوں میں سے کسی ایک نے اس دستک کے جواب میں چلا کر کہا۔

''کون ہے؟ اور رات کے اس وقت کیا چاہتے ہو؟''

گھوڑ سوار جس نے دستک دی تھی اپنا منہ دروازے کے قریب لے گیا اور کہنے لگا۔

''دروازہ کھولو۔ مجھے اندر آنے دو۔ اگر تم زیادہ ہی احتیاط برت رہے ہو، مجھے اندر نہیں آنے دینا چاہتے تو میری وزیر خان سے گفتگو کروا دو.......''

یہاں تک کہتے کہتے اس گھوڑ سوار کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ شہر کے محافظوں میں سے کسی ایک کی آواز پھر سنائی دی۔

Marfat.com

"پہلے اپنا تعارف کرواؤ۔ کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو اور آنے کا مقصد بھی بیان کرو۔"

اس پر دستک دینے والا پھر پہلے جیسی رازداری میں بولا۔

"میں فتح پور سیکری کی طرف سے آیا ہوں۔ وزیر خان کی مدد کے لئے اس کا چھوٹا بھائی عادل خان ایک لشکر لے کر بڑی برق رفتاری سے احمد آباد کا رخ کئے ہوئے ہے اور میں اسی سلسلے میں وزیر خان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ یوں جانو میں وزیر خان کو اس کے بھائی عادل خان کا پیغام دینا چاہتا ہوں۔"

اس سوار کے ان الفاظ کے جواب میں احمد آباد کے شمالی دروازے کے اندر چھوٹا سا جو گول سوراخ تھا اس کا ڈھکن اٹھا کر اندر سے کسی نے دیکھا اور جب محافظوں نے جائزہ لیا کہ باہر ایک ہی سوار کھڑا ہے تب انہوں نے جلدی جلدی دروازہ کھولا۔ وہ سوار جب اندر داخل ہوا تو دروازہ انہوں نے فوراً بند کر دیا۔

دوسری طرف وزیر خان بھی دروازے کے قریب ہی ایک برج میں کھڑا تھا اور اس نے دستک کی آواز بھی سن لی تھی اور دستک دینے والے کو بھی دیکھ لیا تھا۔ لہٰذا اس نے آواز دے کر آنے والے کو فصیل کے اوپر ہی بلا لیا تھا۔

چنانچہ جو سوار شہر میں داخل ہوا تھا اس کے ساتھ شہر پناہ کے محافظوں میں سے ایک ہو لیا۔ اس کے گھوڑے کو فصیل کے نیچے باندھ دیا گیا اور اس کی راہنمائی کرتے ہوئے اسے فصیل کے اوپر لے جایا گیا۔ سوار کو عادل خان کے بھائی وزیر خان کے سامنے لا کھڑا کیا تب وزیر خان نے اس سوار کو مخاطب کیا۔

"میں وزیر خان ہوں۔ کہو تم کس سلسلے میں آئے ہو؟"

اس انکشاف پر اس سوار کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ پھر کہنے لگا۔

"احمد آباد اور گجرات کے دوسرے علاقوں کی خبریں شہنشاہ تک پہنچ گئی ہیں لہٰذا مہر علی اور مظفر حسین مرزا پر ضرب لگانے کے لئے شہنشاہ نے آپ کے چھوٹے بھائی عادل خان کو ایک لشکر دے کر احمد آباد کی طرف روانہ کیا ہے۔ عادل خان نے مجھے اپنے آگے آگے آپ کو ایک اہم پیغام دینے کے لئے روانہ کیا ہے۔"

آنے والا وہ سوار یہیں تک کہنے پایا تھا کہ وزیر خان نے بڑی انکساری اور شکر گزاری کے انداز میں آسمان کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

Marfat.com

''ربِ عظیم! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو ہماری مشکلوں کو آسان کر رہا ہے۔''
دوبارہ اس نے سوار کی طرف دیکھا اور پوچھا۔
''تم عادل خان کی طرف سے کیا پیغام لے کر آئے ہو؟''
سوار نے پھر کہنا شروع کیا تھا۔
''آپ کے نام عادل خان نے مجھے یہ پیغام دیا ہے کہ آج رات کے آخری حصے میں جس وقت فضاؤں کے اندر تاریکی ہوگی، تاہم سورج طلوع ہونے والا ہوگا عادل خان اور مظفر حسین مرزا کے لشکر پر حملہ آور ہوگا۔ عادل خان نے آپ کے نام یہ بھی پیغام دیا تھا کہ احمد آباد شہر کے شمال میں پہنچنے کے بعد وہ فضاؤں کے اندر جلتے پروں کا ایک تیر بلند کرے گا اور اس تیر کو دیکھتے ہوئے آپ کے لئے یہ نشاندہی ہو گی کہ آپ اپنے لشکر کے ساتھ مستعد ہو جائیں۔ وہ تیر چھوڑنے کے تھوڑی ہی دیر بعد عادل خان اپنے کام کی ابتداء کرے گا۔ دشمن پر حملہ آور ہوگا۔ ساتھ ہی عادل خان نے آپ کے نام یہ بھی پیغام بھیجا ہے کہ جس وقت وہ دشمن پر ضرب لگائے آپ بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شہر سے نکل کر دشمن پر حملہ آور ہو جائیں۔ اس طرح عادل خان کا کہنا ہے کہ وہ لمحوں کے اندر مہر علی اور مظفر حسین مرزا کو احمد آباد کے نواح سے مار بھگائیں گے۔''
یہ پیغام سن کر وزیر خان خوش ہو گیا تھا۔ آنے والے سوار کا شانہ تھپتھپایا، پھر کہنے لگا۔
''اس وقت شہر سے باہر نکل کر عادل خان کی طرف جانا تمہارے لئے خطرناک ہے۔ شہر کے اندر ہی آرام کرو۔ میں احتیاط کی خاطر فصیل کے اوپر کھڑا ہوا تھا اور دشمن کے لشکر پر گہری نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ اب میں اپنے چند ساتھیوں کو یہ کام سپرد کرنے کے بعد نیچے اترتا ہوں اور جس لشکر کے ساتھ میں نے صبح ہونے سے پہلے شہر سے نکل کر دشمن پر ضرب لگانی ہے انہے تیار کرتا ہوں۔''
پھر وزیر خان نے ایک لشکری آنے والے سوار کے ساتھ بھیج دیا تاکہ اس کے قیام اور طعام کا اہتمام کرے۔ جبکہ وہ خود بھی شہر پناہ سے اتر گیا تھا۔

OOO

صبح ہونے میں ابھی تھوڑی دیر تھی۔ تاہم مشرق کی طرف سے سفیدی اپنی چمک

Marfat.com

دکھانے لگی تھی۔ ایسے میں عادل خان اپنے لشکر کے ساتھ احمد آباد شہر کے شمال میں نمودار ہوا اور فضاؤں کے اندر اس نے جلتے پروں کا ایک تیر بلند کر دیا تھا۔

فضا میں تیر چھوڑنے کے ساتھ ہی عادل خان اپنے لشکر کے ساتھ بپھرے ہوئے ساگر میں موجوں کے تلاطم اور گہرے نیلے آسمان تلے پراسرار صید گاہوں کی بے قراری کی طرح احمد آباد کے جنوب مشرقی حصوں کی طرف بڑھا جہاں مہر علی اور مظفر حسین مرزا نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔

چونکہ مہر علی اور مظفر حسین مرزا دونوں اپنے اپنے لشکر کے ساتھ دن بھر شہر پناہ پر حملہ آور ہوتے رہے تھے اور انہیں کوئی کامیابی نہ ہوئی تھی۔ لہٰذا رات کے وقت وہ اور ان کے لشکری تھکے ہارے گہری نیند سوئے ہوئے تھے تاہم لشکر کا ایک حصہ بیدار رہتے ہوئے پہرہ دے رہا تھا۔

بیدار رہنے والے بھی اتنے چوکس نہ تھے۔ اس لئے کہ مہر علی اور مظفر حسین مرزا جانتے تھے کہ وزیر علی کے پاس چھوٹا سا ایک لشکر ہے اور وہ شہر سے نکل کر ان پر شب خون مارنے، ان سے ٹکرانے یا ان پر حملہ آور ہونے کی جرأت اور جسارت نہیں کرے گا۔

ایسے میں وہ کام عادل خان نے کر دکھایا۔ چنانچہ مہر علی اور مظفر حسین مرزا کے لشکر کے قریب آ کر اس نے زوردار انداز میں تکبیریں بلند کیں۔ ان تکبیروں کی آواز نے نہ صرف پہرہ دینے والوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا بلکہ جو لشکری سوئے ہوئے تھے ان پر بھی ایک خوف اور ایک لرزہ طاری کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی عادل خان ذہن میں امیدوں کی روشنی کو زہر بھری تاریکیوں میں بدل دینے والی زندگی کی بدترین ناآسودگیوں، لامحدود زمانے کو اپنے سامنے سمیٹتے اور فاصلوں کی زنجیریں کاٹتے پراسرار ردِعمل اور حیات کے گوشوں کو موت کی ویرانیوں، کرب کے ہیجان سے بھر دینے والے خونی بگولوں کے رقص کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

عادل خان کا یہ حملہ انتہائی ہولناک اور جان لیوا تھا۔ مہر علی اور مظفر حسین مرزا اس اچانک حملے کی امید بھی نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے کہ انہیں یقین تھا احمد آباد شہر سے باہر نکل کر وزیر خان ان پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ عادل خان کے اس طرح حملہ آور ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد وزیر خان بھی احمد آباد شہر سے آندھی اور طوفان کی

Marfat.com

طرح نکلا اور پھر وہ بھی دشمن کے لشکر کے ایک حصے پر ساعتوں کی چوکھٹ پر دستک دیتی قضاؤں کی بے چینی، آسیب زدہ لمحوں میں ڈوبتے صبر اور استقلال کے رقص اور اوس کے موتیوں کی طرح منہدم کرتے خونی لمحوں کے بھنور کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

ہولناکی کی شوریدہ اور آسیب زدہ فضاؤں اور تلواروں کے سایوں تلے نگاہوں کی تسکین، روحوں کی راحت، دل کے چپ دریچوں کا سکون درہم برہم ہونے لگا تھا۔ رقصاں ہوائیں، شادمان فضائیں غاروں کی بے نور تاریکیوں کا سماں پیش کرنے لگی تھیں۔ گلاب چہروں، شہاب جبینوں پر اُداس راستوں کے کرب کی کیفیت بڑی تیزی سے طاری ہونا شروع ہو گئی تھی۔

احمد آباد کے نواح میں دونوں لشکروں کے اس طرح ٹکرانے سے دشمنی کے خوفناک میدان میں فرزندانِ آدم کا لہو بیکار لاوے کی طرح بہنے لگا تھا۔ موت ہر ایک کو اپنے سامنے بوسیدہ پھٹے خیام اور ذلت آمیز الفاظ کی دلدل کی طرح زیر کرنے لگی تھی۔

عادل خان اور وزیر خان دونوں کے مقابلے میں اب بھی مہر علی اور مظفر حسین مرزا کے لشکر کی تعداد زیادہ تھی اور انہیں امید تھی کہ وہ حملہ آوروں کو مار بھگائیں گے۔ لیکن جب عادل خان نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ چیختی، کرلاتی آندھیوں اور زندگی کو شکن شکن کرتے دکھ کے بے روگ بگولوں کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے مہر علی اور مظفر حسین مرزا کے لشکر کی تعداد بڑی تیزی سے کم کرنا شروع کی تب مہر علی اور مظفر حسین دونوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ احمد آباد کے نواح میں شکست اُن کا مقدر بن چکی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ عادل خان اور وزیر خان نے ان کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور اب ان کے لشکر کی حالت بڑی تیزی سے بے عصمتی کی بدنام علامتوں، جہل و افلاس کی صداؤں اور فلاکتوں کے نشانات سے بھی زیادہ ہولناک ہونا شروع ہو گئی تھی۔

اپنے لشکر کی یہ حالت دیکھتے ہوئے مہر علی اور مظفر حسین مرزا نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر جنگ مزید جاری رہی تو ان کے سارے لشکریوں کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ چنانچہ شکست قبول کرتے ہوئے وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ عادل خان اور وزیر خان نے کچھ دور تک ان کا تعاقب کیا اس کے بعد وہ احمد آباد کی طرف لوٹ آئے تھے۔

دوسری طرف مہر علی اور مظفر حسین مرزا ایک بار پھر بچ کر جونا گڑھ کی طرف

Marfat.com

بھاگنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

تعاقب ترک کر کے عادل خان اور وزیر خان دونوں احمد آباد کے نواح میں اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کی۔ اس کے بعد عادل کو پکڑ کر وزیر خان ایک جگہ بیٹھ گیا پھر انتہائی سنجیدگی میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

عادل خان! میرے بھائی! کیا ہماری بہن کملا دیوی اور رتن کماری کا کچھ پتہ چلا؟''

وزیر خان کے اس سوال پر عادل خان بالکل بجھ کر رہ گیا تھا۔ اداسیاں اور افسردگیاں اس کے چہرے پر ہجوم کر آئی تھیں لیکن جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کہنے لگا۔

''ابھی تک ان کے متعلق کچھ پتہ نہیں چلا۔ تاہم ہمارے کچھ آدمی بڑی تیزی اور بڑی سرگرمی کے ساتھ نہ صرف ان کی تلاش اور جستجو میں ہیں بلکہ بھیر نارائن اور چندر سین کو بھی تلاش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اس لئے کہ کملا دیوی اور رتن کماری پر جو کچھ بھی بیتی ہے وہ اس بھیر نارائن اور چندر سین ہی کی وجہ سے ہے۔ میں سارے معاملے کی تحقیق کر چکا ہوں۔''

اس کے بعد عادل خان نے اپنے ایک نائب مشیر خان کو دہلی بھیجنے اور خود ایمن آباد جا کر معلومات حاصل کرنے کی تفصیل کہہ دی تھی۔

ساری تفصیل جاننے کے بعد وزیر خان کچھ اداس اور افسردہ ہو گیا تھا۔ کچھ دیر خاموشی رہی، اس کے بعد وزیر خان نے پھر عادل خان کو مخاطب کیا۔

''پتہ نہیں وہ دونوں بہنیں اب زندہ بھی ہیں یا بھیر نارائن اور چندر سین دونوں نے انہیں قتل کر دیا ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ بھیر نارائن اور چندر سین کے علاوہ اس کام میں کچھ اور لوگ بھی ملوث ہیں۔ بہر حال جس روز بھیر نارائن اور چندر سین ہمیں مل گئے اس روز ان کے جو دیگر ساتھی حمایتی اور گماشتے ہیں ان سے بھی خوب نمٹا جائے گا اور کسی کو زندہ نہیں رہنے دیا جائے گا۔''

عادل خان جب خاموش ہوا تو پہلے جیسے فکر انگیز لہجے میں وزیر خان پھر بول اٹھا۔

''مجھے اُڑتی اُڑتی خبر ملی ہے کہ شہنشاہ نے مجھے سرنال کی حکمرانی سے علیحدہ کر کے شہاب الدین احمد خان کو جو اس وقت مالوہ کا حاکم ہے سرنال کی حکومت سپرد کر دی ہے۔''

Marfat.com

جواب میں عادل خان نے پہلے اثبات میں گردن ہلائی ساتھ ہی کہنے لگا۔

"وزیر خان! تم نے درست سنا ہے۔ شہاب الدین احمد خان کے لئے احکامات جاری ہو چکے ہیں اور وہ صرف سرنال کا حاکم ہی نہیں ہو گا بلکہ اکبر کی طرف سے وہ پورے صوبہ گجرات کا ایک طرح سے وائسرائے مقرر کر دیا گیا ہے۔ میرے خیال میں شہنشاہ تمہیں کسی اور علاقے کی حاکمیت سپرد کر دے گا۔ اس لئے کہ گجرات میں مظفر حسین مرزا اور مہر علی کی وجہ سے جو حالات خراب ہوئے تھے اور لوگوں کا جانی اور مالی نقصان ہوا ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے شہنشاہ نے یہ کارروائی کی ہے۔ وزیر خان! میرے بھائی! میں اپنے لشکر کے ساتھ صرف دو راتیں یہاں قیام کروں گا۔ اس کے بعد اپنے لشکر کو لے کر فتح پور سیکری کا رخ کروں گا۔ تم شہاب الدین احمد خان کی آمد تک یہیں قیام کرو۔ ساتھ ہی یہ بھی انتظار کرو کہ شہنشاہ اب تمہیں کس علاقے کا حاکم مقرر کرتا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی دونوں بھائی اٹھ کھڑے ہوئے۔ لشکریوں کی دیکھ بھال کے علاوہ ان کے کھانے کا اہتمام کرنے لگے تھے۔ عادل خان نے اپنے لشکر کے ساتھ دو دن احمد آباد کے نواح میں گزارے۔ اس کے بعد وہ فتح پور سیکری کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

◎......◎

Marfat.com

***

عادل خان کے ہاتھوں مہر علی اور مظفر حسین کی بدترین شکست اور دونوں کے جنوب کی طرف بھاگ جانے کے باعث گجرات کے حالات قطعی طور پر درست ہو گئے تھے۔ لہٰذا گجرات کی طرف سے اکبر کو کسی قدر اطمینان حاصل ہوا۔ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اکبر نے دو کام کرنے کا فیصلہ کیا۔ پہلا یہ کہ کابل میں وہاں کے حاکم اور اپنے بھائی مرزا حکیم کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنانے پر مجبور کرنا چاہا۔ دوسرے یہ کہ کشمیر کے حاکم کو بھی اس نے فرمانبردار بنا کر مغل سلطنت میں شامل کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔

اپنے ان ارادوں کی تکمیل کے لئے اکبر نے سب سے پہلے کابل میں اپنے بھائی مرزا حکیم کے نام ایک سفارت کے ذریعے مطالبہ کیا کہ وہ فوری طور پر اکبر کی مکمل اطاعت کرے۔ ساتھ ہی اس نے دوسری سفارت کشمیر کے حاکم علی شاہ کی طرف روانہ کی اور اسے بھی مغل سلطنت کا مطیع اور فرمانبردار بننے کی تلقین کی۔

لیکن ان دونوں سفارتوں میں اکبر کو کوئی کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ کابل میں اکبر کا بھائی مرزا حکیم اپنی خودمختاری چاہتا تھا جبکہ کشمیر کا حاکم علی شاہ بھی جس کے اسلاف نے کسی دور میں بھی تخت دہلی کی برتری اور اطاعت کو قبول نہیں کیا تھا، اکبر کے اس مطالبے کو تسلیم کرنے پر تیار نہ تھا۔

کشمیر کا معاملہ تو حل ہوتے ہوتے خراب ہو گیا۔ اس لئے کہ اکبر کے سفارت بھیجنے کے کچھ عرصہ بعد کشمیر کا حکمران علی شاہ وفات پا گیا چنانچہ اس کے بعد اس کا لڑکا یوسف تخت نشین ہوا لیکن ایک درباری جس کا نام لوہار چک تھا اور وہ یوسف کا رشتہ دار بھی تھا اس نے یوسف کو تخت سے معزول کر کے حکومت اپنے ہاتھ میں کر لی تھی۔

چنانچہ یوسف لوہار چک کے خلاف مدد حاصل کرنے کے لئے کشمیر سے نکل کر اکبر

Marfat.com

کے پاس پہنچا اور لوہار چک کے خلاف مدد کی درخواست کی۔ چنانچہ یوسف کی درخواست پر اکبر نے فیصلہ کیا کہ یوسف کی مدد کرتے ہوئے اسے کشمیر کے تخت پر بحال کر دیا جائے۔ اس طرح اکبر چاہتا تھا کہ بغیر لڑے ہی یوسف کی وجہ سے کشمیر اس کی عملداری میں شامل ہو جائے۔

دوسری طرف کشمیر کے لوگوں کو خطرہ تھا کہ اگر یوسف مغل لشکر کے ساتھ کشمیر میں داخل ہوا تو ریاست میں بڑی خون ریزی ہوگی۔ ساتھ ہی ریاست ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ مغلوں کے تحت ہو جائے گی۔ لہٰذا انہوں نے تیز رفتار قاصد یوسف کی طرف دہلی بھجوائے اور اسے یقین دلایا کہ اگر وہ تنہا کشمیر لوٹ آئے تو اس کو ہر قسم کی مدد باہم پہنچائی جائے گی۔

یوسف نے اس پیشکش کو قبول کر لیا۔ چنانچہ وہ دوبارہ کشمیر گیا۔ جن لوگوں نے اسے بلایا تھا انہوں نے اس کے لئے ایک خاصا بڑا لشکر مہیا کیا۔ اس لشکر کے ساتھ یوسف لوہار چک سے ٹکرایا، اسے شکست دی۔ اس طرح اکبر کی مدد کے بغیر یوسف دوبارہ کشمیر کے تخت و تاج کا مالک بن گیا اور یوں کشمیر کو اکبر کی حکومت میں شامل کرنے کا ایک موقع ہاتھ سے نکل گیا۔

اب اکبر نے فیصلہ کیا کہ وہ نہ صرف کشمیر پر حملہ آور ہو گا بلکہ ایک لشکر لے کر کابل کا رخ کرے گا اور اپنے بھائی حکیم مرزا کو ہر صورت اپنے سامنے زیر کرنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن اکبر کے اسلام سے ہٹ جانے اور اسلامی اقدار کا ٹھٹھہ اور مذاق اڑانے کی وجہ سے حالات اکبر کے خلاف ہونا شروع ہو گئے۔ اکبر چونکہ اپنا دین جسے اس نے دینِ الٰہی کا نام دینے کا فیصلہ کیا تھا جاری کرنے کا تہیہ کر چکا تھا اور یہ خبریں لوگوں کے کانوں تک بھی پہنچنا شروع ہو گئی تھیں لہٰذا لوگ اکبر سے نالاں دکھائی دینے لگے تھے۔ اسی دوران مختلف سمتوں سے اکبر کو بری خبریں ملیں۔

پہلی بری خبر جو اکبر کو ملی وہ یہ تھی کہ عبداللہ ازبک جو کبھی اکبر کا ایک مانا ہوا اور سب سے زیادہ جانباز اور فدا کار جرنیل تھا اور اکبر کے غلط رویے کی وجہ سے وہ دریائے نربدہ کے اس پار بھاگ گیا تھا، وہاں سے بھی اس نے فرار اختیار کیا اور پنجاب سے ہوتا ہوا بدخشاں جا پہنچا۔ وہاں اس نے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے ازبکوں کا ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا۔ چنانچہ بدخشاں شہر پر وہ حملہ آور ہوا۔ شہر پر اس نے قبضہ کر۔

Marfat.com

لیا۔ اس طرح بدخشاں پر قبضہ کر کے عبداللہ ازبک بڑی تیزی سے اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کرنے لگا تھا۔

یہ خبر یقیناً اکبر کے لئے ناپسندیدہ اور فکرمندی کی تھی۔ لیکن وہ فی الفور عبداللہ ازبک کے خلاف اس طرح حرکت میں نہ آ سکا جس طرح وہ کشمیر اور اپنے بھائی حکیم مرزا کے خلاف نہ اٹھ سکا تھا۔ اس لئے کہ اسلام سے اس کے منحرف ہونے کی خبریں جگہ جگہ پھیلنے لگیں چنانچہ سب سے پہلے بہار اور بنگال میں اکبر کے خلاف علم بغاوت بلند ہوا اور پھر جون پور کے قاضی ملا محمد نے جب یہ فتویٰ صادر کیا کہ ایک ایسے حاکم کے خلاف بغاوت جو اسلام سے منحرف ہو چکا ہے، مذہبی فریضہ ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے بہار میں بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے تھے۔

اسی دوران اکبر کو ایک اور جھٹکا لگا۔ وہ یہ کہ بنگال کی سالانہ آمدنی کا خزانہ کچھ محافظ دستوں کے ساتھ اکبر کی طرف روانہ کیا گیا تھا۔ چنانچہ محافظ دستوں پر راستے میں باغی حملہ آور ہوئے۔ اکثر کو باغیوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ خزانہ لوٹ لیا۔ ان حالات سے نمٹنے کے لئے ایک لشکر دے کر اکبر نے ٹوڈرمل کو بنگال کی طرف روانہ کیا۔

ٹوڈرمل جب بنگال پہنچا تو چاروں طرف خاموشی چھا گئی۔ لیکن جونہی وہ بنگال سے روانہ ہوا بغاوت کے شعلے پھر بھڑک اٹھے۔

ٹوڈرمل کے جانے کے بعد سب سے پہلے جن لوگوں نے علم بغاوت کھڑا کیا وہ ترکوں کا ایک قبیلہ تھا جس کا نام قفشال تھا۔ جب قفشالی ترکوں نے اکبر کے خلاف اس کے مذہب سے تمسخر اڑانے کی وجہ سے بغاوت کا علم کھڑا کیا پھر دیکھتے ہی دیکھتے پورے بنگال اور بہار میں بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ قفشالی ترکوں نے اکبر کو اپنا شہنشاہ ماننے سے انکار کر دیا اور انہوں نے اکبر کے بھائی حکیم مرزا کو جو اس وقت کابل میں مقیم تھا اپنا حکمران تسلیم کر لیا۔

اسی دوران ایک شخص مظفر خان مرزا جو اکبر کا حامی تھا اور اس کے لئے کام کر رہا تھا اس نے باغی ترکوں سے وعدہ کر لیا کہ اکبر کی طرف سے حال ہی میں جو اصلاحات کی گئی ہیں انہیں کسی صورت نافذ نہ کیا جائے۔ دراصل ایسا کر کے مظفر خان قفشالی ترکوں کے خلاف ایک سازش تیار کر رہا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ اس بہانے قفشالیوں کو ملا کر ان کا ایک بہت بڑا اجلاس طلب کرے اور اس اجلاس کے دوراں ہی سارے

Marfat.com

قفشالی راہنماؤں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

جب قفشالی ترکوں کو اکبر کے ہمنوا مظفر خان مرزا کی اس سازش کا علم ہوا تو انہوں نے مظفر خان کے آدمیوں کو قتل کر کے مظفر خان کو ٹانڈہ میں محصور کر لیا اور آخر اسے گرفتار کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس کے بعد بہار اور بنگال دونوں صوبوں کے باغی تلیا گڑھی کے قریب جمع ہوئے۔ یہاں جمع ہونے کے بعد انہوں نے باہم فیصلہ کیا اور فیصلے کے نتیجے میں باغیوں نے اکبر کی بجائے کابل میں مقیم اس کے بھائی محمد حکیم مرزا کے نام سے خطبہ پڑھنے کا اہتمام کیا۔

یہ حالات جاننے کے بعد اکبر بڑا برہم ہوا۔ اس لئے کہ وہ تین قوتوں کے خلاف حرکت میں آنا چاہتا تھا۔ ایک کشمیر، دوسرے کابل میں مقیم اپنے بھائی حکیم مرزا اور تیسرا عبداللہ ازبک۔ چنانچہ بہار اور بنگال کی ان بغاوتوں کو دیکھتے ہوئے اکبر نے ایک بہت بڑا لشکر ٹوڈرمل کی سرکردگی میں دیا اور اسے باغیوں پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا۔

دوسری طرف باغی قوتوں کو خبر ہوئی کہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر ٹوڈرمل ان کی طرف آ رہا ہے تو انہوں نے پہلے جیسا رویہ اختیار کیا اور بالکل خاموشی اختیار کر لی۔ ٹوڈرمل جب بنگال اور بہار پہنچا اور اس نے باغیوں کے خلاف عملی قدم اٹھانا شروع کیا تب باغیوں نے بھی جوابی کارروائی کرتے ہوئے ٹوڈرمل کو جگہ جگہ سے پسپا ہونے پر مجبور کر دیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ ٹوڈرمل اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جان بچانے کے لئے مونگیر کے قلعے میں پناہ لینے پر مجبور ہوا۔ اس کے ایسا کرنے سے باغیوں کے حوصلے بلند ہوئے اور انہوں نے آگے بڑھ کر مونگیر کا محاصرہ کر لیا۔

اکبر کو جب ٹوڈرمل کی پسپائی اور مونگیر میں محصور ہونے کی خبریں ملیں تب وہ بڑا فکرمند ہوا۔ چنانچہ اس نے ایک اور بہت بڑا لشکر خانِ اعظم کی کمانداری میں ٹوڈرمل کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ باغی قوتوں کو جب خبر ملی کہ ٹوڈرمل کی مدد کے لئے ایک اور بہت بڑا لشکر خانِ اعظم کی سرکردگی میں بنگال کا رخ کئے ہوئے ہے تو باغیوں نے مونگیر کا محاصرہ ترک کر دیا اور ادھر ادھر منتشر ہوتے ہوئے انہوں نے خاموشی اختیار کر لی۔

Marfat.com

ٹوڈرمل اور خانِ اعظم یہ سمجھے کہ بس اب باغی خاموش ہو گئے ہیں اور کوئی جوابی کارروائی نہیں کریں گے۔ لیکن باغی اچانک آتش فشاں اور جوالا مکھی کی طرح پھٹ پڑے اور جگہ جگہ انہوں نے اپنی کارروائیاں شروع کر دیں۔

اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے خانِ اعظم کے ساتھ اکبر کا ایک سالار معصوم خان آیا تھا۔ چنانچہ معصوم خان لشکر کے ایک حصے کے ساتھ حرکت میں آیا، باغیوں پر حملہ آور ہوا۔ بہار پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے پٹنہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس طرح وقتی طور پر معصوم خان نے باغیوں کو منتشر کر کے پیچھے ہٹنے اور پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ ستمبر کے مہینے تک ٹوڈرمل، خان اعظم اور معصوم خان یہی سمجھنے لگے کہ اب بہار اور بنگال میں امن قائم ہو گیا ہے اور بغاوت کے جراثیموں کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

لیکن حقیقت یہ تھی کہ بغاوت کے جراثیم اب بھی موجود تھے۔ پھر وقت کی ستم ظریفی اور اکبر کی بدقسمتی کہ حالات نے اچانک یہ پلٹا کھایا کہ وہی معصوم خان جو اکبر کے بہترین سالاروں میں تھا اور جو اکبر کے لشکر کے ایک حصے کی کمانداری کر رہا تھا اور جس نے باغیوں کو شکست سے دوچار کیا تھا اچانک اس نے اکبر کے مذہب کے متعلق رویے سے تنگ آ کر اپنی وفاداریاں اکبر سے ختم کرنے کے بعد جون پور کا رخ کیا۔

جون پور پہنچ کر معصوم خان نے اکبر کے بھائی محمد حکیم خان کی مدد کے لئے لشکر جمع کرنا شروع کر دیا۔ اسی دوران اکبر کا ایک اور سالار نام جس کا نیابت خان تھا وہ بھی معصوم خان کے ساتھ مل گیا۔ چنانچہ نیابت خان نے الہ آباد کے ضلع میں بغاوت کی لیکن اس کی بدقسمتی کہ اکبر کے لشکر کے مقابلے میں اسے پسپا ہونا پڑا اور وہ اودھ کی طرف چلا گیا۔

اب دارالحکومت میں اکبر کی حیثیت مذہب میں بداحتیاطی برتنے کی وجہ سے بہت نازک ہو گئی تھی اس لئے کہ اتنا بھی ممکن نہ رہا تھا کہ باغیوں کے خلاف کسی مہم میں شریک ہو سکتا۔ کیونکہ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی دارالحکومت سے غیر حاضری کا خطرہ مول نہ لے سکتا تھا۔

انہی دنوں اس کے درباریوں میں ایک سازش کا انکشاف ہوا اور اس سازش کا سربراہ اکبر کا وزیر مال منصور تھا۔

اس منصور نے اکبر کے بھائی محمد حکیم خان کو کابل سے ہندوستان آنے اور تخت پر

Marfat.com

براجمان ہونے کی دعوت دی تھی۔

اکبر کو جب ان حالات کی خبر ہوئی تو اس نے منصور کو معطل کر دیا اور منصور کے ساتھ جو دیگر سازشی عناصر تھے انہیں ادھر اُدھر منتشر کر کے یکجا ہونے کی ممانعت کر دی۔

اس سازش کا علم ہو جانے کے باوجود اکبر ان عناصر کے خلاف کوئی انتہائی قدم اٹھانے کی جرأت نہ کر سکا کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ بغاوت کے یہ شعلے اس کا ایمان متزلزل ہونے کے باعث جگہ جگہ بھڑکے تھے اور اگر دربار کی سازش میں ملوث افراد میں سے کسی کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا تو ممکن ہے حالات قابو سے باہر ہو جائیں اور اتنی وسیع سلطنت کا شیرازہ پل کے پل میں بکھر جائے۔

اکبر نے معصوم خان سے بھی مصالحانہ انداز اختیار کیا حالانکہ اس نے اکبر کے خلاف علی الاعلان بغاوت کی تھی اکبر نے اسے اجودھیا کا حاکم مقرر کر دیا چنانچہ معصوم خان نے وقتی طور پر اکبر کی اس پیشکش کو قبول کر لیا اور وہ جون پور چلا گیا۔

دوسری طرف اکبر کو یقین تھا کہ معصوم خان نے دل و جان سے اس کی اطاعت قبول کر لی تھی جبکہ حقیقت اس کے برعکس تھی۔ معصوم خان اجودھیا پہنچا جہاں اسے بہار اور بنگال کے بہت سے باغی مل گئے۔ ان سب نے مل کر اکبر کے بھائی مرزا حکیم کی تخت نشینی کا اعلان کر دیا۔

یہ صورت حال اکبر کے لئے بڑی غیر متوقع تھی چنانچہ اکبر نے فوری طور پر اپنے ایک سالار شہباز خان کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا۔ شہباز خان باغیوں سے ٹکرایا، معصوم خان کو شکست ہوئی۔ اس طرح اکبر پر مشرق کی جانب سے حملے کا فوری خطرہ ٹل گیا لیکن باغی بنگال میں اب تک ہتھیار سنبھالے ہوئے تھے۔

جب بہار اور بنگال میں کسی قدر امن بحال ہو گیا تب اکبر نے فیصلہ کیا کہ فی الحال بدخشاں میں جو عبداللہ ازبک قوت پکڑ رہا ہے اسے فراموش کر دے۔ سب سے پہلے اپنے بھائی محمد حکیم مرزا اور کشمیر کا مسئلہ حل کرنے کی کوشش کرے۔

چنانچہ سب سے پہلے اکبر نے اپنے بھائی حکیم مرزا سے نمٹنے کا فیصلہ کیا۔ ایک بہت بڑا لشکر لے کر اکبر فتح پور سیکری سے روانہ ہوا۔ منصور خان جو اس سے پہلے اکبر کے خلاف بغاوت کر چکا تھا اسے اکبر نے معافی دے کر اس کے سابقہ عہدے پر بحال کر دیا تھا اور اس موقع پر وہ اکبر کے لشکر میں ایک سالار کی حیثیت سے شامل تھا لیکن منصور

Marfat.com

خان کی بدقسمتی کہ جس وقت اکبر فتح پور سیکری سے روانہ ہوا اور اس نے ابھی تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ اس کے مخبروں نے اسے یہ اطلاع دی کہ اس کے خلاف منصور خان اور اکبر کے بھائی محمد حکیم مرزا کے درمیان باقاعدہ خط و کتابت ہوتی رہی ہے۔ یہ خط و کتابت اب بھی جاری ہے جس کے ذریعے اکبر کو ہٹا کر محمد حکیم مرزا کو ہندوستان کا شہنشاہ بنانا مقصود ہے۔

گو اکبر اس سے پہلے منصور خان کو اس کے بغاوت کھڑی کرنے کے باوجود معاف کر چکا تھا اور اسے اس کے عہدے پر بحال کر دیا تھا لیکن جب مخبروں نے نیا انکشاف کیا اور ساتھ ہی محمد حکیم مرزا، منصور خان کے کچھ خطوط بھی اکبر کے سامنے پیش کر دیئے تب اکبر نے فیصلہ کیا کہ اگر معاملہ اس قدر بڑھ جانے کے باوجود بھی منصور خان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی تو اس سے باغیوں کے حوصلے بڑھ جائیں گے اور وہ اکبر کے لئے نہ ختم ہونے والے مسائل کھڑے کر دیں گے۔ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اکبر نے منصور خان کو تھانیسر کے مقام پر پھانسی دے دی تھی۔

دوسری طرف حکیم مرزا کی بھی بڑی عجیب حالت تھی۔ اسے یہ خبریں پہنچ چکی تھیں کہ اکبر چونکہ اسلام سے انحراف کر رہا ہے اور اس کے انحراف کی وجہ سے ہندوستان کی بڑی بڑی قوتیں نہ صرف اس کے خلاف ہو چکی ہیں بلکہ اسے تخت و تاج سے ہٹا کر محمد حکیم مرزا کو اپنا شہنشاہ بنانا چاہتی ہیں۔ چنانچہ محمد حکیم مرزا اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا کہ ہندوستان کے سارے سرکردہ سالار اور امراء اکبر کے مقابلے میں یقیناً اس کا ساتھ دیں گے۔

اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے محمد حکیم مرزا حرکت میں آیا۔ ایک خاصا بڑا لشکر لے کر وہ کابل سے نکلا۔ پہلے سندھ میں داخل ہوا۔ اس کا خیال تھا کہ سندھ سے ہوتا ہوا وہ لاہور کا رخ کرے گا اور اگر وہ لاہور پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں اپنی حالت بہتر اور مستحکم کرنے میں کامیاب ہو گیا تو پھر اسے یقیناً اکبر کے مقابلے میں کامیابی ہو گی۔

محمد حکیم مرزا کو یہی بتایا گیا تھا کہ ہندوستان بھر کے مسلمان اسلام کے تحفظ کی خاطر اس کے ساتھ شریک ہو جائیں گے لیکن سندھ سے ہوتا ہوا وہ لاہور کے نواح میں پہنچا اور وہاں اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا۔ تب اس پر انکشاف ہوا کہ یہاں تو

Marfat.com

کوئی بھی اس کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ اس ردعمل نے حکیم مرزا کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔ ساتھ ہی اس کی پریشانی میں بھی اضافہ ہوا تھا۔ وہ تو سندھ کا چکر لگاتے ہوئے لاہور کی طرف اس خیال کے تحت بڑھا تھا کہ ہندوستان میں حالات اس قدر ابتر ہو چکے ہیں کہ اکبر دارالحکومت سے قدم باہر نکالنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ جب اسے خبر ملی کہ اکبر تو ایک بہت بڑا لشکر لے کر اسے درست کرنے کے لئے فتح پور سیکری سے کوچ کر چکا ہے تب حکیم مرزا کے پاؤں تلے سے زمین لرزنے لگی۔ لاہور کے نواح میں جہاں اس نے پڑاؤ کیا ہوا تھا فی الفور اس نے اپنا پڑاؤ ختم کر کے واپسی کا رخ اختیار کیا۔

راستے میں دریائے جہلم اور چناب ان دنوں طغیانی پر تھے۔ چنانچہ ان دونوں دریاؤں کو عبور کرتے وقت محمد حکیم مرزا کو اپنے بہت سے لشکریوں سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔

اکبر کو اس کے جاسوس اس کے بھائی حکیم مرزا کے متعلق خبریں پہنچا رہے تھے۔ لہٰذا اکبر پہلے اپنے لشکر کے ساتھ نگرکوٹ یعنی کانگڑہ پہنچا۔ یہاں اس نے لشکر کو ستانے کا موقع فراہم کیا۔ اس کے بعد پھر اس نے سفر شروع کر دیا۔

کانگڑہ سے روانہ ہوتے وقت اکبر نے اپنے بھائی مرزا محمد حکیم کو تحریری حکم روانہ کیا جس میں اس نے لکھا۔

''محمد حکیم مرزا کابل میں اکبر کا استقبال ایک اطاعت گزار کی حیثیت سے کرنے کے لئے تیار رہے۔''

اکبر کے اس پیغام اور حکم کا حکیم مرزا نے کوئی جواب نہ دیا جس کے نتیجے میں 27 جون کو اکبر نے ایک چھوٹا سا لشکر اپنے بیٹے مراد کی کمانداری میں کابل کی طرف روانہ کیا۔ مراد ابھی نو عمر تھا اور یہ برائے نام لشکر کا کماندار تھا جبکہ حقیقت میں لشکر کی کمانداری راجہ مان سنگھ کے ہاتھ میں تھی۔

راجہ مان سنگھ اور اپنے بیٹے مراد کو روانہ کرتے وقت اکبر نے نہ صرف تنبیہ کی بلکہ حکم دیا کہ کسی جذباتی کارروائی سے گریز کیا جائے تاکہ محمد حکیم مرزا کو اطاعت گزاری کے بارے میں سوچنے کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت مل سکے۔

آخر 27 جون کو چھوٹا سا ایک لشکر روانہ کرنے کے بعد 12 جولائی کو اکبر خود بھی

Marfat.com

چھوٹے سے لشکر کے پیچھے پیچھے سارا لشکر لے کر کابل کی طرف روانہ ہوا۔

اسی دوران حکیم مرزا کی طرف سے اکبر کے نام دو جواب آئے لیکن ان دونوں سے اکبر مطمئن نہ ہوسکا اور کابل کی طرف اس نے پیش قدمی جاری رکھی۔

اکبر چونکہ اس وقت انتہائی خفگی اور غضبنا کی میں تھا چنانچہ اس موقع پر بعض امراء اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس سے یہ التجا کی کہ وہ اپنے بھائی مرزا حکیم کو معاف کر دے۔

دوسری طرف محمد حکیم مرزا ابھی تک اس غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ اکبر کے بہت سے مسلمان امراء اس کے ہمنوا تھے۔ لہٰذا ان میں سے متعدد کو وہ خطوط کے ذریعے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتا رہا۔ اسی دوران ایک نامہ بر کو گرفتار کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ چنانچہ اس وقت تک جتنے لوگوں کو بھی محمد حکیم کی طرف سے خطوط موصول ہوئے تو وہ خوفزدہ ہوکر اکبر کے سامنے پیش ہوئے اور ہر بات کا انکشاف کرنے پر مجبور ہو گئے۔

ان حالات میں محمد حکیم مرزا کابل سے فرار ہو گیا۔ آخر اکبر کابل پہنچا۔ محمد حکیم مرزا اکبر کی خدمت میں حاضر ہوا، معافی کا خواستگار ہوا۔ اکبر نے اسے معاف تو کر دیا لیکن اسے کابل کی حاکمیت سے علیحدہ کر دیا اور کابل کی حاکمیت اکبر نے حکیم مرزا کی بہن بخت النساء کے سپرد کی اور مرزا حکیم کو اس کے تحت کام کرنے کا حکم دیا۔ اس طرح حکیم مرزا کے ساتھ یہ توہین آمیز سلوک کر کے اسے اکبر نے یہ یاد دلانے کی کوشش کی تھی کہ ماضی میں جو وہ اعمال کرتا رہا ہے یہ سزا ان اعمال کا نتیجہ ہے۔

اکبر کے لشکر لے کر کابل کی طرف روانہ ہونے کے بعد اس کے سالار معصوم خان نے ایک بار پھر اکبر کے خلاف علمِ بغاوت کھڑا کر دیا تھا۔ چنانچہ اکبر یکم دسمبر کو جب کابل سے فتح پور سیکری پہنچا تو اس نے اپنی ماں اور خانِ اعظم کی مداخلت پر ایک بار پھر معصوم خان کو معاف کر دیا۔ حالانکہ اکبر کی عدم موجودگی میں اس نے دوسری بار بغاوت کی تھی۔ اکبر نے اپنی ماں اور خانِ اعظم کے احترام میں معافی دے دی تھی لیکن دلی طور پر اسے معصوم خان کی اس حرکت سے شدید صدمہ ہوا تھا چنانچہ ایک شب جب معصوم خان دربار سے لوٹ رہا تھا اسے کسی نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مؤرخین کا خیال ہے کہ یہ اقدام اکبر کے ایماء پر کیا گیا تھا۔

Marfat.com

کابل سے واپسی کے بعد اکبر نے جب فتح پور سیکری میں قیام کیا تو اس قیام کے دوران اس نے اپنا دینِ الٰہی نافذ کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے لئے اسے ایک اچھا موقع بھی ہاتھ آ گیا۔ وہ 1582ء کے موسم برسات کا موقع تھا کہ اکبر نے اپنے دربار میں تمام صوبائی گورنروں اور حاکموں کو طلب کیا۔ چنانچہ ان سب کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے دینِ الٰہی کے نفاذ کا فیصلہ کیا۔

اس مقصد کے لئے اکبر اور ابو الفضل نے انتہائی مکر و ریا سے کام لیا۔ اتفاق کی بات کہ اکبر بہت سے درباریوں اور صوبائی گورنروں کے ساتھ فتح پور سیکری کے شمال میں بڑی جھیل کے کنارے شطرنج، تاش اور اس قسم کے دوسرے کھیل کھیلنے میں مصروف تھا۔ دریں اثنا جھیل کا ایک بند ٹوٹ گیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ پل کے پل تمام لوگ غرق ہو جائیں گے۔ لیکن ایک معمولی ملازم کے سوا سب معجزانہ طور پر بچ گئے۔

چنانچہ ابوالفضل نے اس حادثے سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔ ابوالفضل نے اسے اکبر کی موجودگی کا معجزہ قرار دیتے ہوئے تشہیر کی کہ اگر اکبر جھیل پر موجود نہ ہوتا تو ایک شخص بھی نہ بچ سکتا۔ یہ صرف اکبر کے وجود کی برکت تھی کہ خدا نے دوسرے لوگوں کی بھی جان بچا لی۔

لیکن ابوالفضل کے برخلاف اس موقع پر اکبر نے جن خیالات کا اظہار کیا وہ کچھ اس طرح تھے۔ اس نے کہا۔

> ''اللہ تعالیٰ کو تاش اور شطرنج جیسے کھیل پسند نہیں۔ لہٰذا یہ حادثہ اس کی طرف سے اظہارِ ناراضگی کے مترادف ہے۔''

چنانچہ اکبر نے آئندہ کے لئے یہ کھیل ختم کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

اکبر نے دینِ الٰہی کے اجراء کے لئے اعلیٰ اجلاس طلب کیا جو دارالحکومت میں موجود تمام اعلیٰ افسروں پر مشتمل تھا۔ اس اجلاس میں مذاہب کے نقصانات پر طویل بات چیت کے بعد یہ اعلان کیا گیا کہ تمام مذاہب کو اس انداز میں یکجا کر دیا جائے کہ ایک مذہب بن جائے لیکن اس مذہب کے اندر دیگر تمام مذاہب کے عقائد رچے بسے ہوں۔ اس مقصد کے لئے ہر مذہب سے ہر اچھی چیز کو چن لیا جائے۔ خدا کی ذات پر یقین رکھا جائے۔ عوام کو امن و سکون سے ہمکنار کیا جائے اور سلطنت کو استحکام اور تحفظ دیا جائے۔

Marfat.com

اکبر نے تمہید کے بعد سب لوگوں سے ان کی آراء دریافت کی۔ ظاہر ہے کہ ہر امیر بخوبی جانتا تھا کہ اکبر کی مخالفت کا کیا نتیجہ نکل سکتا تھا۔ لہٰذا اکبر کی بات سے سب نے اتفاق کیا۔ یہ بھی اقرار کیا کہ بلاشبہ اکبر بلند مقام اور غیر معمولی دانشمندگی کی رو سے خدا کے قریب تر ہے۔ اس کو حق پہنچتا ہے کہ ایک مکمل اور عالمی مذہب سازی کے لئے قواعد وضوابط، قربانی، تہواروں، عقائد حتیٰ کہ ہر چیز کا تعین کر لے۔

اس موقع پر نئے مذہب سے متعلق سب سے پہلے جس نے اپنی آراء کا اظہار کیا وہ راجہ بھگوان داس تھا۔ وہ اٹھا اور کہنے لگا۔

''اسلام اور ہندومت دونوں میں کوئی بھی مکمل مذہب نہیں۔ لہٰذا وہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ یا مذہب کیا ہوگا تاکہ وہ اسے قبول کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں فیصلہ کر سکے۔''

اکبر یا تو اس وقت اس بحث میں الجھنا نہ چاہتا تھا یا خود کوئی جواب دینے کے قابل نہ تھا لہٰذا اس نے راجہ بھگوان داس پر زیادہ دباؤ نہ ڈالا تھا۔

دین الٰہی میں اکبر نے جو عقائد شامل کئے تھے ان کے تحت ہندومت، جین مت اور پارسی مذہب کے عقائد کو ترغیب دے کر بلاشبہ مسلمانوں کے عقائد اور رسومات کی حوصلہ شکنی اور ممانعت کی گئی تھی۔ اس پالیسی سے اسلام کی توہین اور لمتری کا یقینی پہلو نکلتا تھا۔

اس کے علاوہ نئے دین کے تحت اکبر نے اسلام کو دینِ الٰہی سے بالکل خارج کر دیا۔ حتیٰ کہ محمد اور احمد کے الفاظ بھی نہ استعمال کرنے کی ہدایت کی گئی۔ ایک یہ احمقانہ فرمان بھی جاری کیا گیا کہ مسلمان السلام علیکم اور جواباً وعلیکم السلام کی جگہ اللہ اکبر اور جواباً جل جلالہ کے الفاظ استعمال کیا کریں۔

دینِ الٰہی کے مطابق بادشاہ کو زمین پر خدا کا نائب تصور کیا گیا۔ چنانچہ دینِ الٰہی کو ماننے والے جب اکبر کے سامنے آتے تو سجدہ ریز ہوتے۔ اس شرک کی ابتداء سب سے پہلے شیخ تاج الدین نے کی۔ اس نے بادشاہ کو یقین دلایا کہ خدا کے بعد بادشاہ کو سجدہ کرنا کسی بھی صورت قابل اعتراض نہیں ہے کیونکہ بادشاہ زمین پر خدا کا سایہ یعنی ظلِ الٰہی تسلیم کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر خدا کو سجدہ جائز ہے تو اس کے سائے کو سجدہ کرنا کیونکر شرک ہوسکتا ہے۔

Marfat.com

چنانچہ اپنے دینِ الٰہی کو جاری کرتے ہوئے اکبر نے اپنے پیروکاروں کو حکم دیا کہ وہ مغرب کی طرف پاؤں کر کے سویا کریں جبکہ مسلمان مغرب میں کعبہ کی سمت پاؤں کر کے سونا یا لیٹنا گناہ سمجھتے ہیں۔ اس حکم نے مسلمانوں کو اکبر سے مزید بد دل کر دیا۔ اس کے علاوہ اکبر نے جمعہ کی بجائے اتوار کو مقدس دن قرار دیا۔ اس نے ایک خوشامدی حاجی ابراہیم سے فتویٰ حاصل کرنے کے بعد حکم دیا کہ دینِ الٰہی کے ماننے والے اپنی داڑھیاں صاف کرا دیں۔ ایک اور حکم کے مطابق شراب نوشی اور خرید فروخت کی اجازت قانوناً دے دی گئی۔ نیز سور، چیتے، شیر کا گوشت حلال قرار دے دیا گیا بلکہ اکبر نے خود بھی سور اور کتے پالنے شروع کر دیئے تھے۔ ایک اور حکم کے مطابق بدکار عورتوں کو کاروبار کرنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ اس مقصد کے لئے اکبر نے دہلی کے قریب ایک بستی بسائی۔ بعد میں ایسی عورتوں کے لئے دہلی کے نواح میں جو اکبر نے بستی بسائی تھی اس کا نام شیطان پورہ مشہور ہو گیا۔ مزید یہ کہ اکبر نے لوگوں کو عربی پڑھنے سے روک دیا کیونکہ بقول اکبر لوگ عربی پڑھ کر شر پھیلاتے تھے۔

دینِ الٰہی کے ماننے والوں کو گوشت، لہسن اور پیاز سے بچنے کی تلقین کی گئی۔ لہٰذا یہ لوگ قصابوں، شکاریوں اور مچھیروں سے اس لئے دور رہنے کی کوشش کرتے کہ وہ نجس تھے۔ دعوتوں میں گائے، بھینس، بکری اور اونٹ کے گوشت کے استعمال کی بھی ممانعت کر دی گئی۔ بادشاہ نے اپنے پیروکاروں کو یہ بات ذہن نشین کرائی کہ دینِ الٰہی سے وفاداری صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ وہ بادشاہ کے لئے اپنی جان و مال، عزت اور مذہب سب کچھ لٹا دینے پر ہر وقت آمادہ رہیں۔

اس کے علاوہ سورج کی پرستش کی بھی تلقین کی گئی۔ اکبر نے مردوں کو ریشمی لباس اور سونے کے استعمال کی اجازت دے دی۔ اذان کی ممانعت اور روزے نہ رکھنے کا بھی حکم جاری کر دیا۔

پہلے پہل اکبر کے دینِ الٰہی کو اسلام ہی سمجھا جاتا رہا اور لوگوں کو اسے قبول کرنے پر آمادہ بھی کیا جاتا رہا۔ لیکن ابوالفضل جو اس دین کو جاری کرنے میں پیش پیش تھا اس دین کے جاری ہونے کے بعد اس نے اس سے متعلق خود اپنی رائے کا اظہار کیا اور اس نے اس دین کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"پہلے پہل میں دینِ الٰہی کو اسلام ہی سمجھتا رہا اور لوگوں کو اسے

Marfat.com

قبول کرنے پر آمادہ بھی کرتا رہا۔ لیکن جوں جوں میرا علم بڑھا، میں شرم اور ندامت کے بوجھ تلے دبتا چلا گیا۔ میں خود تو مسلمان نہیں رہا لیکن مجھے یہ کب زیب دیتا تھا کہ میں دوسروں کو بھی اپنے جیسا ہونے پر مجبور کروں۔"

معاملہ یہیں تک بس نہیں ہوا بلکہ اکبر نے دباؤ اور بھاری رشوتوں کے ذریعے کم و بیش اپنے اٹھارہ امراء کو دینِ الٰہی کے دائرے میں شامل کر لیا۔ ان میں ایک ہندو راجہ بھیرمل بھی تھا۔ لیکن ایک وقت وہ بھی آیا کہ لوگوں نے کسی قیمت پر دینِ الٰہی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

اکبر نے جب راجہ مان سنگھ پر دینِ الٰہی قبول کرنے کے سلسلے میں دباؤ ڈالا تو اس نے بلا تامل جواب دیا۔

"اگر پیروکار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی جان خوشی سے قربان کر دے تو میں پہلے ہی اپنی جان ہتھیلی پر رکھ چکا ہوں۔ اس سلسلے میں مزید ثبوت کی کیا ضرورت ہے لیکن اگر اس کا مطلب کچھ اور ہے یعنی سوال عقائد کا ہے تو میں ہندو ہوں۔ اگر آپ مجھے حکم دیں تو میں مسلمان ہونے کے لئے تیار ہوں۔ کیونکہ میرے نزدیک مذہب بھی دو ہیں۔ لیکن میں دینِ الٰہی کیسے قبول کر لوں؟ کیونکہ میں تو جانتا ہی دو مذاہب کو ہوں۔ ان دو کے علاوہ میں کسی مذہب سے واقف ہی نہیں ہوں۔"

آخر اکبر نے دینِ الٰہی میں لوگوں کو شامل کرنے کے لئے زور اور جبر استعمال کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اس کے رضاعی بھائی خانِ اعظم نے ایک عرصہ تک دینِ الٰہی قبول نہ کر کے اپنے دامن کو آلودہ ہونے سے بچائے رکھنے کی کوشش کی لیکن جب بس نہ چل سکا تو وہ فرار ہو کر مکہ چلا گیا۔ اس کی طرح اور بھی بہت سے لوگ اکبر کے دینِ الٰہی سے تنگ آ کر مکہ کی طرف بھاگ گئے۔

اکبر کا دینِ الٰہی ایک بے بنیاد مذہب تھا جس کا انجام آغاز ہی میں واضح تھا۔ ابوالفضل جو دینِ الٰہی کا سب سے بڑا مبلغ تھا یہ خود بھی اس دین کے ارکان پر شرمسار ہونے لگا تھا۔ لیکن اکبر اس دین کو جاری کرنے پر مُصر تھا۔ یہاں تک کہ اکبر اتنا آگے بڑھا کہ بزعم خود سچائی کی تلاش بڑے مضحکہ خیز انداز میں شروع کر دی۔ چنانچہ اس نے کچھ شیر خوار بچوں کو ایک کمرے میں بند کر دیا، ان کی نگرانی اور پرورش کے لئے گونگی

Marfat.com

نرسیں مقرر کیں۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ احتیاط یہ کی گئی تھی کہ بچے تک کوئی انسانی آواز نہ پہنچ پائے۔ اس اقدام سے اکبر کا مقصد یہ تھا کہ الوہی زبان دریافت کی جا سکے۔ کیونکہ ان شیر خوار بچوں کو انسان کی طرف سے کوئی آواز اور کوئی زبان سنائی نہ دے گی لہٰذا ان میں سے اگر کوئی ایک بچہ بھی بولا تو وہی زبان بولے گا جو قدرتی زبان ہو گی۔ لہٰذا اسی کو علمی زبان تسلیم کر لیا جائے گا۔ لیکن اکبر کی بدقسمتی اور ان بچوں پر ظلم یہ ہوا کہ ان تمام بچوں میں ایک بھی بولنے کے قابل نہ رہا اور سبھی گونگے رہے۔

اکبر نے فتح پور سیکری میں جو اپنا عبادت خانہ بنا رکھا تھا، دینِ الٰہی کے نفاذ کے بعد اسے منہدم کرا دیا۔ اکبر بنیادی طور پر ایک ان پڑھ شخص تھا اور اس پر غرور اور تکبر کا غلبہ ہو چکا تھا۔ دینِ الٰہی کے نفاذ کے بعد اس کا غرور اور تکبر انتہا کو پہنچ گیا۔ کچھ خوشامدی عناصر نے بھی اکبر کو بگاڑنے میں اہم کردار ادا کیا۔

اس موقع پر ایک خوشامدی برہمن نے پیش گوئی کر دی کہ اکبر مہاتما تھا۔ ایک شخص حاجی ابراہیم نے شیخ ابنِ عربی کے نام سے منسوب کسی کتاب کی اس عبارت کو خوشامد کا سہارا بنایا کہ

"امام مہدی لاتعداد بیویوں کے شوہر ہوں گے۔ ان کی داڑھی نہیں ہو گی۔"

اس سے حاجی ابراہیم کا مقصد یہ تھا کہ وہ ثابت کرے کہ اکبر ہی امام مہدی ہے اور بلاشبہ اپنے دور کا پیغمبر ہے۔

ادھر ابوالفضل نے اکبر کے بارے میں عجیب عجیب باتیں مشہور کیں۔ مثلاً لوگ اکبر سے جو مراد مانگنے آتے ہیں، پوری ہو جاتی ہے۔ ظلِ الٰہی لوگوں کو پانی دم کر کے دیتے ہیں تو ہر شخص کو مکمل شفا ہو جاتی ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ اکبر صرف بادشاہ ہی نہیں بلکہ ایک بلند روحانی درجہ بھی رکھتا ہے۔ یہ سارا ابوالفضل سے اکبر کے حق میں پراپیگنڈہ تھا۔

دینِ الٰہی کے اجراء کے بعد قدرتی طور پر اکبر کی خواہش یہ تھی کہ اسے کامیابی اور قبولِ عام سے ہمکنار کیا جائے۔ وہ تو یہ کہہ چکا تھا کہ اس دین کے نفاذ میں کوئی سختی روا نہ رکھی جائے مگر اس فرمان کا اطلاق امراء اور درباریوں پر نہ ہوتا تھا۔ ایسے بہت سے شواہد موجود ہیں کہ خود اکبر نے متعدد درباریوں سے دینِ الٰہی نہ اپنانے کے باعث تکرار کی اور ان کے ساتھ توہین آمیز سلوک روا رکھا۔ اس اعتبار سے اکبر کو دینِ الٰہی کو

Marfat.com

عوام تک پھیلانے میں خاصی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔
جہاں تک دینِ الٰہی کے اجراء کے بعد ردِعمل کا تعلق تھا تو اس کے کچھ ردِعمل ظاہر ہوئے۔
اول، مسلمان رعایا اکبر سے سخت بددل ہوگئی اور کسی حد تک نفرت کرنے لگی۔
دوئم، ہندو بہت خوش تھے۔ اس طرح اکبر اسلام کی راہ سے ہٹ کر لادینیت کی طرف جا رہا تھا۔ نیز ہندوؤں کے ساتھ اکبر کی رشتہ داری پہلے سے موجود تھی۔ لہٰذا وہ بجا طور پر سمجھتے تھے کہ اکبر لادینیت نہیں بلکہ ہندومت کی جھولی میں آن گرا ہے۔
سوئم، عیسائی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے کہ اکبر کسی بھی وقت ان کا مذہب قبول کر سکتا ہے۔ کیونکہ اکبر نے متعدد عیسائی مشنریوں کو اپنے دربار میں طلب بھی کیا تھا اور مذہبی امور پر ان سے بات بھی کی تھی۔ لہٰذا کوئی عیسائی دینِ الٰہی قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔
چہارم، پارسیوں میں سے ایک شخص بھی دینِ الٰہی کی طرف مائل نہ ہوا۔
پنجم، عوام میں دینِ الٰہی قبول کرنے والوں کی تعداد چند ہزار سے تجاوز نہ کر سکی۔
ششم، امراء میں سے کچھ فرار ہو کر مکہ چلے گئے، کچھ نے دینِ الٰہی قبول کر لیا اور کچھ نے واضح طور پر انکار کر دیا۔ جن لوگوں نے دینِ الٰہی قبول کیا ان میں پیش پیش ابوالفضل تھا۔ یہ شخص دینِ الٰہی کے سلسلے میں اکبر کا خلیفہ مقرر ہوا۔ دوسرا اس کا بھائی شیخ فیضی، دونوں کا باپ شیخ مبارک، ایک اور امیر جعفر بیگ جو شاعر اور مورخ بھی تھا، ایک اور شاعر نام جس کا قاسم خان تھا اس نے بھی دینِ الٰہی قبول کیا۔ ان کے علاوہ عبدالعزیز، ملا شاہ محمد صوفی احمد، صدر جہاں، میر شریف، احمد سلطان خواجہ، ٹھٹھہ کا حاکم مرزا جانی گھونسلہ بناری اور راجہ بیربل شامل ہیں۔
اکبر کے دینِ الٰہی کا شدید ترین ردِعمل مسلمانوں پر تھا کیونکہ اسلام میں کھلم کھلا مداخلت کی مکروہ کوشش کی گئی تھی۔ مساجد کو گودام اور محافظ خانوں میں تبدیل کر کے قرآن و حدیث کی تعلیم کی جگہ ریاضی، علم سیارگان، شاعری، طب، تاریخ اور قصہ نویسی کی تعلیم کا آغاز کر دیا گیا تھا۔ مسلمان بچوں کے لئے بارہ سال کی عمر تک ختنہ کرانے کی ممانعت تھی۔ اس عمر کے بعد بچے کی مرضی تھی کہ وہ ختنہ کرائے یا نہ کرائے۔
یہ حقیقت ہے کہ اکبر کی ہندو بیویوں نے بھی اپنا مکمل اثر و رسوخ استعمال کرتے

Marfat.com

ہوئے اکبر کو ایسے اقدام کرنے پر مجبور کر دیا تھا جو سراسر مسلمانوں کے لئے دل آزاری کا باعث ہو سکتے تھے۔ یہ ہندو بیویاں جان بوجھ کر اکبر کو ایسے احکام جاری کرنے پر مجبور کرتی تھیں جن سے اسلام میں تحریف کا پہلو نکل سکے۔

مثلاً ان ہندو بیویوں جنہوں نے اپنی عبادت کے لئے محل کے اندر مندر تعمیر کر لئے تھے خود تو دینِ الٰہی قبول نہ کیا البتہ اکبر کو گوشت، لہسن اور پیاز کھانے کی ممانعت کرنے پر مجبور کر دیا۔ نیز سور کے گوشت اور شراب کو حلال قرار دلا دیا۔ انہی بیویوں کے کہنے پر اکبر نے حرم میں کتے اور سور رکھنے کا حکم دیا اور علی الصبح انہیں دیکھنا مذہبی فریضہ قرار پایا۔ اکبر کا یہ اقدام اس کی ہندو بیویوں کے نزدیک اس لئے درست تھا کہ اس طرح حرم کی مسلمان اور دین دار خواتین کی دل آزاری کی جا سکتی تھی۔

اس کے باوجود بعض انگریز اور ہندو مؤرخین اور ان کی تحریروں پر فخریہ تکیہ کرنے والے مسلمان جب یہ کہتے ہیں کہ اکبر ایک وسیع القلب اور آزاد حکمران تھا، نیز اسے ہر مذہب کے ماننے والوں اور ان کے عقائد کا احترام تھا تو یہ بات انتہائی مضحکہ خیز محسوس ہوتی ہے۔ خصوصیت کے ساتھ ہندو مؤرخین کا یہ خیال مضحکہ خیز ہے کہ اکبر نے دراصل دینِ الٰہی کے ذریعے آزاد سوچ رکھنے والے ایسے طالب علموں کی ایک انجمن قائم کی تھی جنہوں نے نسلی اور طبقاتی پابندیوں اور صدیوں پرانی غلط رسومات کے ستونوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ نیز یہ بات اس اعتبار سے قطعاً غیر اہم ہے کہ دینِ الٰہی کے قواعد وضوابط کی باریکیوں میں الجھا جائے۔

ہندو مؤرخ ایشوری پرشاد کے مطابق اکبر کا یہ اقدام انتہائی دانش مندانہ اور تمام رعایا کو ایک دوسرے سے قریب لانے کے لئے تھا۔ لیکن اس کے مقابلے میں مسٹر اسمتھ نے دینِ الٰہی کو اکبر کی دانش مندی نہیں بلکہ حماقت اور جہالت کا نمونہ قرار دیا ہے۔ اسمتھ نے اکبر کے اس اقدام کو بے لگام آمریت کی شرم ناک انتہا کے الفاظ میں یاد کیا ہے۔

جن لوگوں نے دینِ الٰہی کی کھلم کھلا مخالفت کی، ان میں سے سرِ فہرست عبداللہ خان ازبک آتا ہے۔ عبداللہ کسی دور میں اکبر کے بہترین سالاروں میں شمار کیا جاتا تھا اور پھر عبداللہ خان ازبک اکبر کا رشتہ دار بھی تھا۔ ہندوستان سے نکل کر وہ بدخشاں پر جا کر قابض ہو گیا تھا اور وہاں سے وہ اکبر کو خط لکھتا رہا اور اسے دینِ الٰہی پر ملامت کرتا

Marfat.com

رہا۔ مخالفت کرنے والوں میں ملا عبدالقادر بدایونی بھی پیچھے نہیں رہے۔ انہوں نے جب شیخ مبارک اور اس کے دونوں بیٹوں ابوالفضل اور فیضی کو اس روپ میں دیکھا کہ وہ اکبر کو ارادتاً غلط راستے پر ڈالنے کی کوشش کر رہے تھے تو وہ بھی نہ رہ سکے۔ حالانکہ بدایونی شیخ مبارک کا شاگرد بھی تھا۔ اس کے باوجود ملا بدایونی نے ابوالفضل اور فیضی کے رویے کی شدید مذمت کی اور فیضی کی موت پر ملا بدایونی نے کہا۔

''شکر ہے ایک برا آدمی دنیا سے اٹھ گیا۔''

ملا بدایونی نے دینِ الٰہی کی براہِ راست مخالفت کی۔ حتیٰ کہ اکبر کی موجودگی میں بھی تنقید کرتا رہا۔ بدایونی نے اپنی کتاب ''منتخب تاریخ'' میں دینِ الٰہی اور اکبر کی مذہبی پالیسی کی شدید مذمت کی۔ یہ کتاب گو اکبر کی وفات کے بعد شائع ہوئی لیکن یہ حقیقت ہے کہ دینِ الٰہی پر تنقید کے سلسلے میں ملا عبدالقادر اکبر کے روبرو بھی اس قدر جرأت مند رہا جتنا اس کی عدم موجودگی میں تھا۔

ملا بدایونی جیسے جرأت مند لوگوں کے مقابلے میں ابوالفضل جیسے لوگ بھی تھے جو یقیناً دل سے دینِ الٰہی اور اکبر کی غیر ذمہ دارانہ حرکات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ لیکن صرف دنیاوی عز و جاہ اور حصولِ مال و متاع کی خاطر اپنی زبانوں پر مہریں لگاتے ہوئے بالفاظ دیگر وہ منافقت سے کام لے رہے تھے۔ مثلاً جب ابوالفضل کو دینِ الٰہی کے اجراء کے بعد خلیفہ اول بنایا گیا تو خانِ خاناں نے ابوالفضل سے بذریعہ خط دریافت کیا کہ اگر وہ اپنے لڑکے کو جو بلاوجہ اس کے ساتھ دربدر ہے دین اور آئین سے روشناس کرانے کے لئے دربار میں بھیج دے تو کیا مضائقہ ہے۔

ابوالفضل نے خانِ خاناں کے خط کے جواب میں لکھا۔

''لڑکے کو دربار میں بھیجنے سے کیا حاصل ہوگا؟ اصلاحِ عقیدہ کی امید رکھنا ہی بے سود ہے۔ خود دربار میں بھی کچھ نہیں رکھا۔''

ابوالفضل کے ان چند الفاظ سے اس کے ظاہر اور باطن کے فرق کا صحیح اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

مخالفت کرنے والوں میں مخدوم الملک ملا عبداللہ سلطان پوری بھی پیش پیش رہا۔ اس نے دربار سے رشتہ توڑ دیا۔ مسجد میں رہائش اختیار کی اور اکبر کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کر دیا۔ اکبر نے اس عالمِ دین کی جرأت اور جسارت کی داد دینے کی بجائے اس

Marfat.com

کی توہین کی اور اس کو زبردستی حج پر بھیج دیا۔ اکبر نے یہ حکم بھی دیا کہ مخدوم الملک کو دوبارہ وطن لوٹنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس کے باوجود عبداللہ سلطان پوری حج کر کے واپس آیا اور احمد آباد کے مقام پر وفات پائی۔ اس جرأت مند شخص کو جالندھر میں سپرد خاک کیا گیا۔

دوسرا عالمِ دین اور درباری عالم شیخ عبدالنبی تھا جس نے دینِ الٰہی کے نفاذ کے فوراً بعد دربار سے اپنا تعلق ختم کیا اور مسجد میں جا بیٹھا۔ اس نے بھی اکبر پر کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ اکبر نے ملا سلطان پوری کی طرح شیخ عبدالنبی کو بھی زبردستی حج پر جانے اور واپس نہ آنے کا حکم دے دیا۔ شیخ عبدالنبی نے ملک سے باہر جاتے ہی اکبر کے خلاف زبردست پراپیگنڈہ کیا۔ علاوہ ازیں واضح شاہی احکام کے باوجود حج سے واپس لوٹ آیا۔ اکبر نے اسے دربار میں طلب کیا۔ پھر اس پر عائد الزام کی وضاحت طلب کی۔ اس دوران اکبر اور شیخ عبدالنبی کے درمیان زبردست تلخ کلامی ہوئی۔ حتیٰ کہ اکبر نے اس عالمِ دین کے منہ پر مکا بھی مارا۔ بعد ازاں ابوالفضل نے شیخ عبدالنبی کو قتل کرا دیا۔

دورِ اکبری کے ایک معروف شاعر حکیم مصری نے فیضی کے اس شعر کے جواب میں شعر سپردِ قلم کیا۔

''بادشاہ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ انشاء اللہ چند سال بعد وہ خدائی کا دعویٰ بھی کرے گا۔''

اس کے علاوہ راجہ مان سنگھ نے بھی واضح طور پر دینِ الٰہی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کی جگہ اسلام قبول کر لینے کی پیشکش کی۔

ایک اور اہم شخصیت قطب الدین خان نے دینِ الٰہی کو قبول کرنے کی دعوت کو حقارت سے ٹھکرا دیا۔ اس نے اکبر کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہ کی۔ آخر دم تک مخالفت کرتا رہا۔

اکبر کے سالاروں میں سے ایک سالار شہباز خان تھا جو پانچ ہزار لشکریوں کا کمانڈار تھا۔ اکبر نے جب اسے دینِ الٰہی قبول کرنے کے لئے کہا تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ شہباز خان نے کہا کہ وہ دینِ الٰہی کی مخالفت کو کارِ ثواب سمجھتا ہے۔ اکبر اس جواب پر سخت غصے میں آ گیا۔ اس نے دربار میں شہباز خان کو جوتیاں لگوانے

Marfat.com

کی دھمکیاں دیں لیکن اس کے باوجود شہباز خان نے مخالفت جاری رکھی اور دینِ الٰہی قبول نہ کیا۔

اکبر کے دینِ الٰہی کے تابوت میں آخری کیل لگانے والے حضرت مجددؒ الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ جہاں تک مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا تعلق ہے تو آپؒ کے والد محترم کا نام شیخ عبدالاحد تھا جو سرہند کے رہنے والے تھے۔ والد نے آپ کا نام احمد رکھا تھا، لقب بدر الدین مشہور ہوا۔ کنیت ابوالبرکات تھی۔ سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ حفظ قرآن کے بعد ابتدائی تعلیم اپنے والد ہی سے حاصل کی۔ اس کے بعد سیالکوٹ جا کر مولانا کمال کشمیری سے معقولات کی بعض کتابیں پڑھیں۔ حدیث میں آپ کے استاد مولانا یعقوب کشمیری تھے۔ سترہ برس کی عمر میں جملہ علومِ ظاہریہ سے فارغ ہو کر مسند پر بیٹھے اور مدت تک درس و تدریس کے ساتھ ساتھ طالبانِ حق کو فیوض اور برکات سے نوازتے رہے۔ اس کے بعد آگرہ تشریف لے گئے۔

جن ایام میں آپ پیدا ہوئے ان دنوں برصغیر پاک و ہند کے علاقوں میں مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر کے دینِ الٰہی کا زور زوروں پر تھا جس کا بنیادی مقصد ہندو اور مسلمانوں کو ملا کر ایک مخلوط مذہب بنانا تھا جس کا مرکز اور محور بادشاہ کی ذات تھی۔ چنانچہ زر پرست علماء نے اکبر کو مہدی صاحب زبان اور امام الملک وغیرہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ایک نے تو اسے خدا کا عکس ٹھہرا دیا۔ تمام مذاہب کے مختلف عقائد کا یہ ایک مجموعہ تھا۔ اس میں تناسخ سجدہ، آفتاب کی پوجا کرنا گائے کی حرمت وغیرہ شامل تھیں۔ ہندو تہواروں کو بڑے اہتمام سے منایا جاتا۔ پارسیوں کی آتش پرستی، عیسائیوں کی تثلیث اور ناقوس نوازی بھی اس نام نہاد دین میں شامل تھیں۔

کہتے ہیں ایک روز حضرت مجدد الف ثانیؒ ابوالفضل کے بھائی فیضی کے مکان پر گئے۔ وہ بے نقط تفسیر لکھنے میں مصروف تھا۔ جب آپ کو دیکھا تو بہت خوش ہوا اور کہنے لگا آپ بڑے اچھے وقت پر آئے۔ اس وقت میں تفسیر کے ایک مقام کے لئے غیر مشکوک الفاظ کے لئے سوچ رہا تھا۔

آپ نے فیضی کو اس مقام کے متعلق الفاظ بتا دیئے۔ اس سے وہ مزید متاثر ہوا۔

جب آپ کو آگرہ میں رہتے ہوئے کچھ عرصہ گزر گیا تو آپ کے والد ماجد آپ کو بلا کر سرہند لے گئے۔ راستے میں تھانیسر کے رئیس شیخ سلطان کی صاحبزادی سے آپ کا

Marfat.com

نکاح ہوا۔ اس شادی میں آپ کو کثیر مال و دولت ملا۔
وطن پہنچنے کے بعد آپ نے ایک مسجد تعمیر کروائی۔

اس کے بعد آپ لاہور تشریف لے آئے اور یہاں بڑی کامیابی حاصل کی۔ حقیقت یہ ہے کہ لاہور میں حضرت مجدد کی خاص نگاہِ التفات تھی کیونکہ برصغیر میں دوسرے بڑے بڑے شہروں کے مقابلے میں یہاں اسلامی اثرات زیادہ زوروں پر تھے۔ ان دنوں لاہور کا حاکم قلیج خان تھا جس نے اپنے زمانے میں تقویت دین اور ترویج علوم اسلامی کے سلسلے میں بڑی گراں خدمات انجام دیں۔

غیر منقسم ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نامِ نامی سرِفہرست ہے۔ آپ نے اس خطہ ارضی میں جو اہم اسلامی خدمات انجام دیں وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ آپ اس سرزمین میں پہلے شیخ طریقت تھے جن کو نہ صرف غیر مسلموں کے جارحانہ مذہبی حملوں کا مقابلہ کرنا پڑا اور آپ نے پوری قوت اور کامیابی کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا بلکہ خود مسلمانوں کے اندر بعض نئے فرقوں کے پیدا کردہ مقاصد کا طلسم بھی آپ نے توڑا اور دینِ خالص کی اشاعت کی۔

آپ برصغیر پاک و ہند میں ان علماء، مفکرینِ اسلام کے اولین نمائندہ تھے جنہوں نے فکر اور عقیدہ قسم کی ہر چیز کو پہلے اسلام کی کسوٹی پر رکھا۔ اگر وہ شرعی معیار پر پوری اتری اسے لے لیا ورنہ رد کر دیا۔ کیونکہ آپ کو شرعی احکامات کا ہر لحاظ سے بڑا ادب اور لحاظ تھا۔ اکبر کے عہد کی پیدا کردہ خرابیوں کا آپ پر بڑا اثر تھا۔ جب آپ یہ دیکھتے کہ مسلمان ایک مسلمان بادشاہ کے عہد حکومت میں احکاماتِ اسلامی جاری کرنے سے عاجز ہیں تو واویلا پکار اٹھے تھے۔

آپ ان کوششوں کے سخت مخالف تھے جو اسلام اور ہندومت کے امتزاج کے متعلق بعض ہندو اور مسلمان پسند کرتے تھے۔

بہرحال حضرت مجدد الف ثانیؒ وہ ہستی تھے جو کوئی بھی خلافِ شرح کام پسند نہیں کرتے تھے۔ اکبر نے آپ کی اس بزرگی، شریعت سے آپ کی محبت اور دین سے آپ کی اس الفت کو کوئی اہمیت نہ دیتے ہوئے آپ کو اپنے دینِ الٰہی کی دعوت دی۔ حالانکہ اکبر جانتا تھا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ برصغیر میں مسلمانوں کی روحانی عظمت کے حامی تھے۔ اکبر کی فوج کا ایک ایک لشکری ان کی غلامی پر فخر محسوس کرتا تھا۔ چنانچہ جب

Marfat.com

آپ کو دینِ الٰہی کے فتنۂ عظیم کا علم ہوا تو آپ نے اکبر کے چند قرابت داروں کو بلا کر اکبر کو یہ پیغام بھجوایا کہ وہ خدا اور اس کے آخری نبی ﷺ کا باغی اور مجرم ہے۔ اسے بتا دو کہ قوت، اقتدار اور شان و شوکت سب فانی ہے۔ اکبر توبہ کر کے خدا اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ازسرِ نو قبول کر لے ورنہ اس پر عذابِ الٰہی نازل ہو گا۔

جواب میں اکبر نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اس پیغام کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اس کے دربار میں ایک عرصہ تک اسلام کا مذاق اڑایا جاتا رہا اور جان بوجھ کر ایسے طنز کیے جاتے جن سے مسلمان امراء کی دل آزاری ہوتی۔ لہٰذا اکبر نے حضرت مجدد الف ثانی کی توہین کی غرض سے دربار کو ایک روز حد سے زیادہ سجایا اور پھر انہیں دربار میں آنے کی دعوت دی۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے دربار میں جانے سے انکار کر دیا۔ ادھر کارسازئ قدرت کہ عین وقت پر اتنا شدید طوفان آیا کہ دربار کا تمام نظام درہم برہم ہو گیا اور آرائش خراب ہو گئی۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے برصغیر کے تمام علمائے دین اور دردمند مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اکبر کے اس فتنہ سے بچیں۔ انہوں نے دینِ الٰہی کے خلاف باقاعدہ تحریک چلائی۔

اکبر کے انتقال اور شہزادہ سلیم یعنی جہانگیر کی تخت نشینی کے وقت دینِ الٰہی کے خلاف حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تحریک اپنے عروج پر تھی۔ لہٰذا جہانگیر کو حضرت مجدد الف ثانی سے بہت خطرات پیدا ہو گئے اور انہیں گوالیار کے قلعے میں بند کر دیا۔ آپ کی گرفتاری نے برصغیر کے مسلمانوں میں آگ لگا دی۔ جہانگیر کو تخت و تاج ڈولتا نظر آیا۔ اس نے آپ کو رہا کرنا چاہا تو آپ نے سب سے پہلی شرط یہ پیش کی کہ دینِ الٰہی منسوخ قرار دیا جائے ورنہ وہ رہائی قبول نہ کریں گے۔ لہٰذا جہانگیر کو اپنے باپ کے جاری کردہ نام نہاد دین کو منسوخ کرنا پڑا۔ اس طرح یہ دینِ الٰہی بھی اکبر کی موت کے ساتھ اپنے انجام کو پہنچا۔

◎.....◎

Marfat.com

★★★

1582ء تک اکبر اپنے دینِ الٰہی میں بری طرح مصروف رہا جس کی بناء پر 1583ء میں بنگال میں اس کے خلاف حالات انتہا درجہ کے ہو گئے۔ بنگال میں اس سے پہلے حالات کو اکبر کے رضاعی بھائی خانِ اعظم نے کافی سنبھالا ہوے رکھا تھا۔ چنانچہ جب خانِ اعظم کو سبکدوش کر دیا گیا تب بنگال کے حالات مزید ابتر ہو گئے۔ چنانچہ بنگال کے روز بروز بگڑتے اور ابتر ہوتے حالات پر قابو پانے کے لئے اکبر نے اپنے دو سالاروں کا انتخاب کیا۔ ایک شہباز خان اور دوسرا عادل خان۔ شہباز خان وہی سالار تھا جسے اکبر نے اپنے دینِ الٰہی میں شامل ہونے کی ترغیب دی تھی۔ لیکن شہباز خان نے دینِ الٰہی کو اکبر کے سامنے بری طرح رد کر دیا تھا۔ اس نے نہ صرف دینِ الٰہی کو قبول کرنے سے انکار کیا بلکہ اس کے خلاف بھی آواز اٹھائی۔ چونکہ شہباز خان اچھا سالار تھا لہٰذا اکبر درگزر کر گیا۔ جہاں تک عادل خان کا تعلق تھا تو جب تک اکبر اپنے دینِ الٰہی پر زور دیتا رہا عادل خان اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ اکبر سے دور ہی دور رہا۔ اور جب اکبر نے شہباز خان اور عادل خان دونوں کو ایک لشکر دے کر بنگال جانے کا حکم دیا تب عادل خان نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ اکبر سے دور ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ اسے ہر لحہ خطرہ تھا کہ اکبر کہیں اسے دینِ الٰہی میں داخل ہونے کی دعوت نہ دے دے۔ اس لئے کہ عادل خان نے تہیہ کر رکھا تھا کہ اکبر نے ایسا کیا تو وہ سرِ عام نہ صرف دینِ الٰہی کی تذلیل کرے گا بلکہ دینِ الٰہی کو قبول کرنے سے اکبر کے سامنے انکار کر دے گا۔

عادل خان اور شہباز خان دونوں اپنا لشکر لے کر جب باغیوں اور سرکشوں کی حدود کے قریب پہنچے تب اکبر کے بھیجے ہوئے مخبروں نے ان دونوں کو اطلاع دی کہ ان

Marfat.com

دونوں کی آمد کی خبر باغیوں کو ہو چکی ہے۔ لہٰذا باغیوں نے دو مقامات پر اجتماع کر لیا ہے۔ باغیوں کا ایک بہت بڑا گروہ کالی گنج اور دوسرا تلیا گڑھی میں جمع ہو چکا ہے اور انہی دو مقامات پر وہ مقابلہ کرنے کی کوشش کریں گے۔

مخبروں کی اس اطلاع پر شہباز خان نے بڑے غور سے عادل خان کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

''میرے بھائی! اب کہو، تمہارا کیا ارادہ ہے؟''

اس موقع پر عادل خان کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ پھر شہباز خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''اگر باغی اپنے آپ کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد دو مختلف جگہوں پر اجتماع کر چکے ہیں تو کوئی بات نہیں۔ ہم بھی اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ شہباز خان! ایک حصہ لے کر تم تلیا گڑھی کا رخ کرو۔ میں کالی گنج کی طرف جاتا ہوں۔ مجھے امید ہے ہم دونوں اپنے اپنے مقام پر باغیوں کو شکست دے کر انہیں زیر کرتے ہوئے ان کی بغاوت اور سرکشی کو ختم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔''

شہباز خان نے عادل خان کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ لشکر کو دو برابر حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک حصہ عادل خان لے کر کالی گنج کی طرف کوچ کر گیا جبکہ دوسرے حصے کے ساتھ شہباز خان تلیا گڑھی کا رخ کر رہا تھا۔

کالی گنج اور تلیا گڑھی کی طرف جاتے ہوئے عادل خان اور شہباز خان نے اپنی راہبری اور راہنمائی کے لئے مخبر بھی آپس میں تقسیم کر لئے تھے اور یہی مخبر دونوں کی راہنمائی کالی گنج تک کر رہے تھے۔

عادل خان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ جب کالی گنج کے قریب پہنچا تب اچانک باغیوں کا ایک بہت بڑا لشکر اس کی راہ روک کھڑا ہوا۔ اس موقع پر باغی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے عجیب و غریب نعرے بلند کر رہے تھے۔ ان کی خوشی کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اکبر کے بھیجے ہوئے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ایک حصہ شہباز خان لے کر تلیا گڑھی کی طرف چلا گیا تھا۔ دوسرے حصے کے ساتھ عادل خان ان کے مقابل آیا تھا۔ لہٰذا انہیں امید تھی کہ اکبر کے اس آدھے لشکر کو وہ لمحوں کے اندر مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

Marfat.com

چنانچہ اپنے انہی خیالات کو سامنے رکھتے ہوئے باغی اور سرکشوں نے عادل خان پر حملہ آور ہونے کی ابتداء کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ باغی کائنات میں گردش کرتے صدیوں کے اذیت ناک عذاب، نغموں کو چنگاریوں، داستانوں کی زینت کو زہر آلود خنجروں، یخ بستہ ارادوں کو سلگتے رازوں میں تبدیل کر دینے والی ہولنا کیوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

باغیوں کا خیال تھا کہ عادل خان اور اس کے لشکری ان کا پہلا زوردار حملہ ہی برداشت نہ کر سکیں گے لہٰذا بھاگ کھڑے ہوں گے۔ لیکن عادل خان جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا تھا۔ اس نے بھی اپنے لشکر کو مسافتوں اور فاصلوں کو مٹاتی شرارِ برق کی کیفیت کی طرح آگے بڑھایا۔ وہ صحرائی رات کی گہری خاموشی میں دہکتے آتشی جھکڑوں، ہر شے کے شرارے پر دستک دے کر شکستہ کرتی برہم آندھیوں اور زیست کے بادبان تک پھاڑ دینے والے قضا کے تیز جھکڑوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس طرح کالی گنج کے کھلے اور وسیع میدانوں میں تلواروں کے سائے تلے نقاروں کی گونج نے میدانِ جنگ کو ہولناک بنا دیا تھا۔ دلوں کے برج ہلا دینے والی طبل کی ہولناک آوازیں چاروں طرف گونجنے لگی تھیں۔ میدانِ جنگ میں موت بدبختی کے جھماکے اور آشوب بھرا کرب کھڑا کرنے لگی تھی۔

باغیوں کا خیال تھا کہ وہ بہت جلد عادل خان کو مار بھگائیں گے لیکن انہیں اپنے ہر ارادے، اپنی ہر خواہش میں پسپائی اور ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ جنگ جوں جوں طول پکڑنے لگی تھی توں توں باغیوں کے لشکر کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہونا شروع ہو گئی تھی۔ آخر باغی سرداروں نے جب اندازہ لگایا کہ عادل خان اور اس کے لشکر کے مقابلے میں ان کے اعصاب کی قوت، ان کی رگوں کا لہو، ان کے ارادوں کا وقار جواب دے رہا ہے تب انہوں نے شکست قبول کی اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ عادل خان نے کچھ دور تک ان کا بھرپور تعاقب کر کے ان کی تعداد اس حد تک کم کر دی کہ دوبارہ انہیں اس سے ٹکرانے کی جرأت نہ ہو۔ اس کے بعد وہ پلٹا اور باغیوں کے پڑاؤ کی ہر چیز پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔

دوسری طرف تلیا گڑھی کے نواح میں شہباز خان بھی باغی قوتوں سے ٹکرایا اور باغیوں کا سامنا کرنے کے ساتھ ہی شہباز خان ان پر رگوں کو آسیب زدہ کر دینے والی

Marfat.com

المناک ویرانیوں، زہر اور ذلت کا غبار کھڑا کر کے آنکھوں کو دھندلاتی موت اور سرد مہری کی خوفناک راتوں میں آوازیں دیتے خونی مرکز اور گرم، کھولتے بھنور کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

باغیوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ شہباز خان کو شکست دے کر مار بھگائیں لیکن شہباز خان نے انہیں ذلت آمیز شکست دی۔ ان کی تعداد کم کر کے عادل خان کی طرح اس نے بھی باغیوں کے پڑاؤ کی ہر شے پر قبضہ کر لیا تھا

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس موقع پر شہباز خان اور اس کے دیگر کچھ چھوٹے سالاروں کے درمیان کسی مسئلے پر اختلاف رائے ہو گیا تھا۔ چنانچہ ان سالاروں نے بنگال میں شہباز خان کے تحت مزید باغیوں سے لڑنے سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ شہباز خان نے اکبر کو ان تمام مشکلات سے آگاہ کیا۔ اکبر نے شہباز خان کو ماتحتوں کے ساتھ غلط سلوک کرنے اور افسروں کو شہباز خان کی اطاعت نہ کرنے کے الزام میں سخت سزائیں دیں۔ ساتھ ہی اس نے بنگال میں باغیوں کی پوری طرح سرکوبی اور ان کا خاتمہ کرنے کے لئے ایک اور لشکر بھی روانہ کیا۔

جن دنوں شہباز خان اور عادل خان بنگال میں کالی گنج اور تلیا گڑھی میں باغیوں کا خاتمہ کرنے کے بعد جگہ جگہ باغیوں کی طرف سے برپا ہونے والی شورشوں کا خاتمہ کر رہے تھے ان ہی دنوں اکبر کے دینِ الٰہی کی وجہ سے دوسرے علاقوں میں بھی حالات خراب ہونا شروع ہو گئے تھے۔

اکبر نے گجرات میں ایک شخص اعتماد خان کو سربراہ مقرر کیا تھا۔ گجرات میں پہلے ایک شخص مظفر خان کی حکومت تھی جسے معزول کر دیا گیا تھا اور وہ جونا گڑھ کی طرف بھاگ چکا تھا۔ گجرات پر پہلے عادل خان کا بھائی وزیر خان بھی حاکم رہا اور اس کو معزول کر کے ایک اور سالار شہاب الدین کو حاکم مقرر کیا گیا تھا۔ لیکن جب شہاب الدین بھی وہاں کے حالات درست نہ کر سکا تب اکبر نے 1583ء میں اعتماد خان کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔

اس دوران گجرات کے مقامی سالاروں نے سابق حکمران مظفر خان کو دوبارہ وہاں کا حاکم بنانے کا تہیہ کر لیا اور اسے جونا گڑھ سے گجرات طلب کر لیا۔

ان حالات کے تحت اعتماد خان کو گجرات پہنچ کر بغاوتوں کا شدت سے احساس

Marfat.com

ہوا۔ ان بغاوتوں کو فرو کرنے کے لئے اسے مجبوراً سابق گورنر شہاب الدین کا تعاون بھی حاصل کرنا پڑا۔ ابھی اعتماد خان اور شہاب الدین کے درمیان باغیوں کا خاتمہ کرنے کے لئے شرائط طے پا ہی رہی تھیں کہ مظفر نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک بار پھر احمد آباد پر قبضہ کرلیا۔

اس موقع پر اکبر کا ایک سالار قطب الدین محمد خان، بھروچ سے بڑودہ کی طرف بڑھا تاکہ باغیوں کی سرکوبی کرے۔ لیکن جب ان کا ٹکراؤ باغیوں سے ہوا تو باغیوں نے اسے پسپا کر کے قتل کر دیا۔ اس طرح مظفر خان کے ہاتھ کافی دولت آ گئی اور اس دولت کو استعمال کرتے ہوئے مظفر خان نے تیس ہزار گھڑ سواروں پر مشتمل ایک لشکر تیار کرلیا تھا۔

اکبر نے جب دیکھا کہ سابق حکمران مظفر نے ایک خاصا بڑا لشکر تیار کرلیا ہے اور اس کے سامنے اب اعتماد خان اور شہاب الدین کی کوئی حیثیت نہیں رہے گی اور اگر مزید لشکر نہ بھیجا گیا تو ہوسکتا ہے اعتماد خان کے تحت کام کرنے والے لشکر کا بھی خاتمہ کر دیا جائے۔ چنانچہ اکبر نے اپنے مرحوم محسن بیرم خان کے لڑکے مرزا عبدالرحیم خان کو ایک لشکر دے کر گجرات بھیجا۔ بیرم خان کا بیٹا مرزا عبدالرحیم لشکر لے کر جنوری 1584ء کو گجرات پہنچا۔ مظفر خان اور مرزا عبدالرحیم خان کے درمیان ہولناک ٹکراؤ ہوا۔ اس ٹکراؤ کے نتیجے میں مرزا عبدالرحیم خان نے مظفر خان کو بدترین شکست دے کر احمد آباد پر دوبارہ قبضہ کرلیا اور مظفر خان کو مار بھگانے اور اس کا تعاقب کرنے کے بعد کاٹھیاواڑ کی طرف دھکیل دیا۔

اس موقع پر اکبر نے بیرم خان کے بیٹے مرزا عبدالرحیم خان کو اس کے باپ کا پرانا خطاب خانِ خاناں عطا کیا۔

مظفر خان جان بچا کر کاٹھیاواڑ کی طرف بھاگ گیا تھا۔ وہاں بھی وہ شورش برپا کرتا رہا۔ اس کے بعد اکبر کے لشکر نے پیش قدمی کرتے ہوئے جوناگڑھ پر قبضہ کرلیا۔ ان دنوں چونکہ مظفر خان بھی وہاں مقیم تھا، اس نے ایک خفیہ جگہ پناہ لے رکھی تھی جس پر مغل لشکری حملہ آور ہوئے اور مظفر خان کو گرفتار کرلیا گیا۔ گرفتاری کے دوسرے دن اس نے خودکشی کرلی تھی۔

گجرات کی فتح سے خوش ہو کر اکبر نے نہ صرف مرزا عبدالرحیم کو خانِ خاناں کا

Marfat.com

خطاب دیا بلکہ اسے پنج ہزاری منصب عطا کرنے کے بعد ایک گھوڑا، خلعت اور جڑاؤ خنجر بھی عطا کیا۔ اس طرح اکبر نے ان لوگوں کو بھی خوب نوازا جنہوں نے گجرات کی بغاوت وفاداری کے ساتھ فرو کی تھی۔ ان لوگوں کو اکبر نے انعام و اکرام سے نوازا۔ اس کے بعد اکبر نے خانِ خاناں عبدالرحیم کو واپس بلا لیا اور اس کی جگہ اپنے رضاعی بھائی خانِ اعظم کو گجرات کا حاکم مقرر کیا۔ خانِ اعظم اکبر کے دینِ الٰہی سے بڑا نالاں تھا۔ اسے یہ فکر لاحق ہوگئی تھی کہ اکبر کہیں اسے بلا کر دینِ الٰہی قبول کرنے پر مجبور نہ کرے۔ لہٰذا ان حالات سے بچنے کی خاطر خانِ اعظم مکہ چلا گیا۔ اس کے مکہ چلے جانے کے بعد اکبر نے گجرات کا حاکم اپنے بیٹے مراد کو مقرر کر دیا تھا۔

دینِ الٰہی برپا کرنے کی وجہ سے اکبر کو بنگال اور گجرات ہی میں مخالفتوں کا سامنا نہ کرنا پڑا بلکہ مغرب کے سرحدی علاقوں میں بھی شورشیں برپا ہونا شروع ہوگئی تھیں۔

شمال مغربی سرحدوں کا مسئلہ ہمیشہ اور ہر حکمران کے لئے خاصا توجہ طلب رہا کرتا تھا۔ تیرہویں اور چودھویں صدی میں جب منگول ہندوستان پر بار بار حملہ آور ہوئے اس وقت بھی دہلی کے حکمرانوں کو ان سرحدوں کی حفاظت کے لئے زبردست اقدامات کرنا پڑے تھے۔

اکبر کے لئے ان دنوں شمال مغرب کی طرف سے دو بڑے خطرے لہرا رہے تھے۔ ان میں سے پہلا خطرہ ازبکوں کی طرف سے تھا اور دوسرا افغان قبائل کی طرف سے جو شمال مغربی سرحدوں کے ساتھ ساتھ موجود تھے۔

ازبک اکبر کے سابق اور بہترین سالار عبداللہ ازبک کی زیر کمان متحد ہو چکے تھے اور عبداللہ ازبک نے بدخشاں میں اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ اکبر عبداللہ ازبک کو اپنے لئے سب سے زیادہ خطرناک دشمن خیال کرتا تھا۔ اس لئے کہ جب سے اکبر نے دینِ الٰہی جاری کیا تھا، بدخشاں سے عبداللہ ازبک اسے برابر خطوط لکھتا رہا اور اپنے خطوط میں عبداللہ ازبک نے اکبر کو کافر قرار دیا تھا۔ اس بناء پر اکبر کو عبداللہ ازبک سے خطرہ تھا کہ وہ کہیں شمال مغربی سرحدوں پر حملہ آور ہو کر مغلوں کے لئے مسائل نہ کھڑے کر دے۔

جہاں تک افغان قبائل کا معاملہ تھا، وہ بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ اس لئے کہ یہ قبائل معاہدوں وغیرہ کی قطعاً پرواہ نہ کرتے تھے۔ لہٰذا سرحدوں پر ہر وقت بے اطمینانی اور

Marfat.com

فساد کی سی کیفیت موجود رہتی تھی۔ اکبر نے ان قبائل کے عادات و اطوار میں بھی تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔

جن دنوں اکبر بنگال کے علاوہ گجرات کے حالات درست کرنے میں مصروف تھا اور شمال مغربی سرحدوں پر بھی اس نے کچھ تبدیلیاں کر دی تھیں انہی دنوں اسے دو خبریں ملیں۔ ایک اچھی تھی اور دوسری انتہائی بری۔

اچھی خبر یہ تھی کہ جولائی 1585ء کو اکبر کے بھائی مرزا حکیم کی وفات ہو گئی جس سے اکبر کو کافی حد تک سکون کا سانس لینا نصیب ہوا اور مرزا حکیم کی وفات کے فوراً بعد کابل اور اطراف کے سارے علاقوں کو اکبر نے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔

جو بری خبر اکبر کو ملی وہ یہ کہ سوات اور باجوڑ کے علاقوں میں اس کے خلاف روشنائیوں نے بغاوت کھڑی کر دی تھی۔ روشنائی ایک فرقہ تھا جو ایک شخص بایزید کو اپنا ہادی اور راہنما مانتا تھا۔ اس فرقے کے راہنما اور اس فرقے کے بارے میں تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

اس فرقے کا پھیلاؤ زیادہ تر صوبہ سرحد میں تھا اور اس کا بانی ایک شخص بایزید انصاری تھا۔ یہی بایزید تحریک کا بانی اور موجد خیال کیا جاتا ہے۔ اس کے باپ کا نام عبداللہ اور ماں کا نام امینہ تھا۔ جالندھر میں پیدا ہوا۔ نسلاً پٹھان تھا۔ اپنا سلسلہ نسب حضرت ایوب انصاریؓ سے ملاتا تھا۔

ابھی سات سال کا تھا کہ اس کے باپ عبداللہ نے اس کی ماں کو طلاق دے دی۔ چنانچہ ابتدائی تعلیم گھریلو کام میں مصروفیت کی وجہ سے نا تمام رہ گئی۔ تاہم جب کبھی موقع ملتا تھوڑا بہت مطالعہ کر لیا کرتا تھا۔ اس کی زیادہ تر توجہ صوفیانہ ریاضتوں اور دوسرے مذہبی فرائض کی معلومات حاصل کرنے کی طرف رہی۔ چنانچہ سولہ برس کی عمر میں اس کی ملاقات خواجہ اسماعیل سے ہوئی۔ بایزید، خواجہ اسماعیل کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے والد نے انہیں قاضی بنانا چاہا۔ آخر ایک روز بایزید نے اپنے والد سے کہا میں دین کے معاملے میں آپ کی کوئی بات نہیں سنوں گا۔ اس کے بعد اس نے خواجہ اسماعیل کے مریدین کی طرح سوکھی روٹی کھانا اور کم سونا شروع کر دیا۔

بعض تذکرہ نویسوں نے بایزید کا جوگیوں کی صحبت میں رہنے کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی احساس ہو گیا کہ وہ خود بھی پیر کامل ہے۔ چنانچہ

Marfat.com

اس کا کہنا تھا کہ اسے خواب نظر آنے لگے ہیں۔ اس نے یہ بھی کہا کہ ایک خواب میں اس نے خضرؑ سے ملاقات کی اور اس سے آبِ حیات لے کر پیا۔ اسی دوران اس کے بقول اسے غیب سے آوازیں سنائی دینے لگیں اور یوں اس کے مطابق اس کی روحانی ترقی کے مختلف مدارج طے ہوتے گئے۔

کہنے والوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ کچھ عرصہ تک اس نے اسمِ اعظم کا ورد کیا۔ اکتالیس سال کی عمر میں تبلیغ کا کام شروع کیا۔ چنانچہ اس نے سب سے پہلے ہندوستان جانے کا قصد کیا لیکن قندھار ہی سے واپس جنوبی وزیرستان چلا گیا جہاں سکونت پذیر ہوا۔

اس نے ایک زمین دوز حجرہ تیار کرا کے اپنی بیوی اور چند دوسرے مریدین کے ساتھ چلہ کشی شروع کر دی۔ پانچ سال کی چلہ کشی کے بعد اس نے دوسرے لوگوں کو معرفت کی دعوت دینا شروع کی۔ اس دعوتی تحریک کو شروع کرتے ہی اس کو مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس مخالفت میں اس کے والد، بھائی اور والد کے شاگردوں نے خاص طور پر حصہ لیا۔ وہ بایزید کو ناقص علم کے ساتھ کلامِ الٰہی کی تفسیر کا حق نہیں دیتے تھے۔ اس طرح اس کے مخالفوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور پھر اس نے دو دعوے کئے۔ ایک مہدی ہونے کا دعویٰ اور دوسرا یہ دعویٰ کہ اسے الہام ہوتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس نے دوسرے مسلمانوں کو کافر یا منافق کہنا شروع کیا۔ جس پر اس کے باپ اور بھائیوں نے اعتراض کیا۔ چنانچہ جب اس کے مریدوں کی تعداد کافی ہو گئی تو اس نے اپنے خلفاء بنا کر تبلیغ کے لئے مختلف مقامات کی طرف بھیجنا شروع کئے۔ کہیں اس کے مریدوں کے ساتھ لوگوں کا جھگڑا بھی ہو جایا کرتا تھا۔

جب بایزید نے تبلیغ کا کام شروع کیا تو اس کی بڑی مخالفت ہوئی۔ تاہم سب سے پہلے بنگش قبیلے میں اس کی تعلیم کی رسائی ہوئی۔ اس کے بعد اس نے اورک زئی اور آفریدیوں کو بھی اپنا ہمنوا بنالیا۔ اس طرح پشاور سے گزرتے ہوئے وہاں کے بے شمار قبائل کے لوگ اس کے حامی اور مرید ہو گئے تھے۔ بالآخر اس کے خلاف کابل کے دربار میں شکایتیں پہنچیں۔ بایزید نے ان شکایتوں کا جواب دیا اور اسے پشاور جانے کی اجازت مل گئی۔

اس طرح اس کے ایک داعی نے قندھار کے علاقے میں تبلیغ کا کام شروع کیا۔ وہاں چند سال تبلیغ کرنے کے بعد حیدر آباد سندھ کے قریب سید پور کے مقام پر اپنا

Marfat.com

تبلیغی مرکز قائم کیا۔

بایزید نے اپنی دعوت پھیلانے کے لئے امراء اور علماء کے پاس اپنے داعی بھیجے۔ ان میں ایک داعی شہنشاہ اکبر کے دربار میں بھی بھیجا گیا۔ چنانچہ اس زمانے میں بعض دور اندیش لوگوں نے ان کی بڑھتی ہوئی طاقت کا اندازہ لگا کر یہ تصور قائم کر لیا کہ اب بایزید خونریزی کرنے پر آمادہ ہے۔

نیز اس کے بعض مریدوں نے اس موقع پر ایک قافلے کو جو ہندوستان سے کابل جا رہا تھا، لوٹ لیا۔ کیونکہ قافلے کے لوگوں نے ان کا مذہب اختیار کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

کابل کے حکام نے بایزید کے ان ساتھیوں پر حملہ کیا جنہوں نے قافلے کو لوٹا تھا اور جس گاؤں کے وہ مرید تھے اس گاؤں کے باشندوں کو تہہ تیغ کر کے ان کے بچوں کو قید کر لیا۔ بایزید نے اس واقعہ کے بارے میں جب احتجاج کیا تو حاکم پشاور کو بایزید کی گرفتاری کا حکم دیا گیا لیکن وہ بچ کر یوسف زئی علاقے میں ایک کوہستانی سلسلے کی طرف چلا گیا۔ جب اس علاقے کا محاصرہ کر لیا گیا تو خیبر کے علاقے کی طرف چلا گیا۔

ان جنگوں کے شروع ہونے کے ڈھائی سال بعد بایزید نے وفات پائی۔ پہلے اسے ہشت نگر وزیرستان میں دفن کیا گیا۔ بعد ازاں اس کے بڑے بیٹے نے لاش وہاں سے نکلوائی اور بٹہ پور میں دفن کر دیا گیا۔

اس شخص نے کئی تالیف و تصانیف بھی چھوڑی ہیں جن میں اس نے اپنے فرقے کے اصول اور عقائد کو بڑی تشریح کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کی کتابوں میں خیر البیان، مقصود المومنین، صراط توحید اور حال نامہ بہت مشہور ہیں اس کی اولاد میں سات لڑکے اور ایک لڑکی تھی جن کے نام شیخ عمر، کمال الدین، خیر الدین، نور الدین، جلال الدین، اللہ داد، دولت خان اور کمال بی بی تھے۔

بایزید کے بعد اس کا بیٹا عمر شیخ اس کا خلیفہ ہوا۔

جہاں تک اس شخص کی تعلیم کا تعلق ہے تو کہتے ہیں اس کے نزدیک اللہ کی حقانیت ماننا فرض عین ہے۔ اس معرفت کے بغیر اطاعت، عبادت، خیرات اور عمل صالح خدا کی نظروں میں غیر مقبول ہیں اور یہ معرفت پیر کامل کے توسط سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

اس کے نزدیک پیر کامل وہ ہے جو صاحب شریعت طریقت، معرفت، قربت، وصلت، وحدت اور سکونت ہو۔ ہر انسان پر اس پیر کامل کی تلاش اور اطاعت فرض ہے۔ اس کی اطاعت اللہ اور رسولؐ کی اطاعت ہے۔ یہ پیر کامل خود بایزید اپنے آپ کو بتاتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ یہ باتیں اسے خوابوں اور الہاموں میں بتائی گئی ہیں۔ اس کے بقول نئے مریدوں کے لئے حجرہ نشینی سال بھر میں ایک بار چلہ کشی، ذکر خفی، مراقبے اور اس طرح کی دوسری ریاضتوں پر زور دیا گیا ہے۔

بایزید نے اپنی تعلیمات کا خلاصہ اپنی کتاب صراط توحید میں لکھا ہے۔ آغاز میں اس نے سرداروں اور امیروں کو تین نصیحتیں کی ہیں۔ پہلی نصیحت عقل کی فضیلت اور خالق کائنات کی قدرت پر غور و خوض کرنے اور معرفت کے حصول میں کوشاں ہونے کے بارے میں ہے۔ دوسری نصیحت میں علم باطن کے حصول، ضرورت شیخ شریعت کے اوامر اور نواہی اور تقویٰ اور خوف و رجا سے ہونے پر زور دیا گیا ہے۔ تیسری نصیحت میں صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کے لئے تزکیہ نفس کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔

بایزید نے ہر مرید کے لئے حسب ذیل مراتب طے کرنے ضروری قرار دیئے تھے:

اول، شریعت کے اوامر اور نواہی کی پوری پوری تقلید اور قرآنی احکامات اور سنت کی پیروی۔

دوئم، طریقت۔ شرعی عبادات کے ساتھ ساتھ دوسری عبادتوں کی طرف بھی توجہ دینا۔ کیونکہ شریعت اور طریقت ایک دوسرے سے لازم اور ملزوم ہیں۔

سوئم، حقیقت۔ ایک لمحے کے لئے بھی ذکرِ خفی، طہارتِ قلب اور یادِ خدا سے غافل نہیں رہنا چاہئے۔

چہارم، معرفت۔ جس کی بنیاد قوتِ عقل و فکر اور مشاہدے پر قائم ہونی چاہئے۔

پنجم، قربت۔ جو بلند مراتب طے کرنے اور نفس پر قابو پا لینے کا نام ہے۔

ششم، وصلت۔ انسان اپنی ہستی کو بھلا کر اپنے اندر صفاتِ الٰہی پیدا کرے۔

ہفتم، وحدت۔ توحید میں خود کو فنا کر کے ذاتِ حق کو دل میں بسا لیا جائے۔

ہشتم، سکونت۔ بحرِ تحقیق کی آخری منزل ہے۔

بایزید کے مریدوں نے اس کی تعلیمات کو ایک تحریک کی شکل دی۔ اسے انہوں نے تحریک روشنائیاں کا نام دیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس تحریک کا مقصد افغانوں

Marfat.com

کی ایک داخلی اور خود مختار حکومت قائم کرنا تھا۔ لیکن خود بایزید کی تحریروں سے علم ہوتا ہے کہ ان کا مقصد افغانوں میں تزکیہ نفس، حُسنِ اخلاق، بلند سیرت اور کردار، تفکر اور حصولِ علم کے جذبات اچھالنا تھا۔ ابتدا میں اس تحریک کا مرکز وزیرستان ہی تھا یہاں اس کے مریدوں میں ملا علیانی، ملا عمر، ملا علی محمد، ملا پائندہ، ملا دولت اکوزئی اور ملا دولت مہمند زئی قابل ذکر ہیں۔ تحریک کا دوسرا مرکز قلعہ ڈیری یعنی ضلع مردان تھا۔ یہیں سے بایزید نے مختلف لوگوں کو دعوت نامے بھجوائے جن میں بہت اہم لوگ بھی شامل تھے۔

بایزید کی وفات کے بعد اس کے بیٹے شیخ عمر نے اس تحریک کی قیادت سنبھالی۔ کچھ مؤرخین کا کہنا ہے کہ یوسف زئی قبیلے نے اس تحریک کی مخالفت کی۔ چنانچہ بایزید کے شاگردوں اور ان کے درمیان جنگ ہوئی جس میں بایزید کے بچے اور بیوی قید کر لئے گئے۔ بیوی کو ایک میراثی کے سپرد کر دیا گیا اور بایزید کی نعش کا تابوت توڑ کر کچھ ہڈیاں جلا دی گئیں اور کچھ کو دریا کے سپرد کر دیا گیا۔ بایزید کا چوتھا لڑکا جلال الدین تھا جسے 1585ء میں اکبر کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے اکبر سے رعایتیں حاصل کیں اور بعد ازاں اسی کے خلاف لڑتا ہوا مارا گیا۔

اس کے بعد تحریک روشنائیاں کا علم بایزید کے پوتے اور شیخ عمر کے بیٹے احداد نے سنبھالا۔ اس نے 1601ء تک آفریدی، اورک زئی اور سوالی قبائل کے ساتھ مل کر اکبر کے ساتھ جنگ کی۔ احداد کی وفات کے بعد اس کے لڑکے عبدالقادر نے سلطنت کا دعویٰ کیا۔ وہ بھی مارا گیا۔ اس کی لڑکی کی شادی شاہجہان نے اپنے وزیر سعد اللہ خان سے کر دی۔ اس کے ساتھ ہی تحریک روشنائیاں کا خاتمہ ہو گیا۔

بایزید انصاری کی شخصیت ہمیشہ متنازعہ ہی رہی۔ اس کے حامی انہیں پیر روشاں اور اس کے مخالفین اسے پیر تاریک کا خطاب دیتے تھے۔ اس کے مریدوں کے نزدیک وہ ولی کامل اور مخالفوں کے نزدیک کافر مطلق تھا۔ اس دور کی ایک کتاب "احال" سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں بایزید کے مخالفین اس پر پانچ اعتراضات کرتے تھے جو درج ذیل ہیں:

اول، بایزید نے علم حاصل نہیں کیا تھا۔ علم نہیں رکھتا اور غیر شرعی کلمات کہتا تھا۔

دوئم، وہ خود کو ہادی اور راہنما سمجھتا تھا۔

سوئم، وہ الہام ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔

Marfat.com

چہارم، اس کے نزدیک دیگر ساری مخلوق منافق ہے۔
پنجم، وہ اپنے والدین اور عزیزوں کی عزت نہیں کرتا تھا۔
کچھ مؤرخین کا یہ بھی خیال ہے کہ روشنائیوں کے بانی بایزید نے نبوت کا دعویٰ کیا اور قرآنی تعلیمات کے برعکس اپنی تعلیمات کی ترویج کی۔ اس کے مذہب کے مطابق ہر مرید کو قزاق اور لٹیرا ہونا ضروری ہے۔
بہر حال جب سوات اور باجوڑ کے علاقوں میں بغاوت ہوئی تو اکبر نے اس بغاوت کو فرو کرنے کا تہیہ کر لیا۔ سوات اور باجوڑ کا سارا علاقہ روشنائیوں کے قبضے میں تھا جنہوں نے بعض شاہراہوں تک کو بند کر دیا تھا۔ چنانچہ اکبر کا لشکر ان پر حملہ آور ہوا۔ ان کا قائد مارا گیا اور یوں یہ تحریک ایک طرح سے اپنے انجام کو پہنچی۔
اسی دوران یوسف زئی قبیلے نے بھی اکبر کے خلاف علمِ بغاوت کھڑا کیا۔ چنانچہ اکبر نے اپنے سالار زین خان اور راجہ بھیرمل کو یوسف زئیوں کے خلاف مہم پر روانہ کیا۔ لیکن زین خان اور راجہ بھیرمل میں باہم اتنے اختلافات پیدا ہو گئے کہ اس مہم میں قدم قدم پر انتہائی دشواریاں پیش آئیں۔
علاوہ ازیں افغانوں نے بھی ان اختلافات سے مکمل فائدہ اٹھایا۔ حتیٰ کہ انہوں نے اکبر کے سالاروں کے زیر کمان لشکریوں پر پتھروں اور تیروں سے حملہ کیا۔ افغانوں کے اس شدید حملے کے باعث آٹھ ہزار لشکری مارے گئے۔ خود راجہ بھیرمل بھی اسی حملے میں ہلاک ہو گیا۔ زین خان، درہ کے قریب یوسف زئی قبائل کے شدید حملوں کے دوران مرتے مرتے بچا۔
اکبر کو بھیرمل کے انتقال کا انتہائی رنج ہوا۔ اس نے کئی دن تک کھانا بھی نہ کھایا۔ جب زین خان اور ابوالفتح نے 24 فروری 1586ء کو بھیرمل کے پھول (ہندوؤں کے مُردہ نذرِ آتش کرنے کے دوسرے دن اس کی ہڈیاں چن لی جاتی ہیں جنہیں پھول کہا جاتا ہے) اکبر کے خیمے میں لے جا کر پیش کیے تو اکبر نے شدتِ غم کے باعث انہیں دیکھنے سے انکار کر دیا۔ دراصل بھیرمل دربارِ اکبری کا ایک مسخرہ تھا جبکہ ابوالفتح ایک طبیب تھا۔ ان دونوں کو رموزِ جنگ سے کوئی واقفیت نہ تھی۔ اسی بناء پر ان دونوں کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے جو تقریباً آٹھ ہزار لشکریوں کی ہلاکت پر منتج ہوئے۔
اس شکست کے بعد ٹوڈرمل کو یوسف زئیوں کی بغاوت فرو کرنے کی غرض سے

Marfat.com

روانہ کیا گیا۔ اکبر نے اپنے سالار بھگوان داس کو ایک لشکر دے کر کشمیر پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا۔

ٹوڈرمل نے یوسف زئیوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ ادھر راجہ بھگوان داس نے ایک سالار قاسم خان کے ساتھ مل کر شدید مشکلات کے بعد کشمیر کے حکمران یوسف شاہ کو اطاعت کرنے پر مجبور کر دیا۔ شدید بارش، برف باری اور اسلحہ کی قلت کے باوجود کشمیر کے حاکم یوسف شاہ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا مگر بعد ازاں رسد کی کمی کے باعث اکبر کو خراج ادا کرنے کا وعدہ کر لیا۔

22 فروری 1586ء کو یوسف شاہ بھگوان داس کے سامنے پیش ہوا۔ اس کی اطاعت کی درخواست قبول کر لی گئی۔ اکبر کے لشکری بھی سردی کی شدت کے باعث سخت پریشان تھے۔ سب لوگوں کا خیال یہ تھا کہ اکبر صرف کشمیر کے حکمران سے اس کی اطاعت اور خراج ادا کرنے کا وعدہ لینا چاہتا تھا جس کی تکمیل کے بعد یوسف کو اکبر کے اطاعت گزار کی حیثیت سے کشمیر لوٹ جانے کی اجازت دے دی گئی۔

Marfat.com

★★★

عادل خان نے اپنے لشکر کے ساتھ ابھی تک بنگال کے علاقے میں ہی قیام کیا ہوا تھا۔ دوسری طرف دوسرا سالار شہباز خان بھی ایک دوسرے مقام پر اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن تھا۔

عادل خان ایک روز اپنے خیمے میں بیٹھا تھا کہ اچانک چونک کر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس لئے کہ خیمے میں مشیر خان داخل ہوا تھا۔

یہ وہی مشیر خان تھا جو عادل خان کی بیویوں کی تلاش میں اس کے ساتھ کام کرتا رہا تھا اور اس کے علاوہ بہت سی مہموں میں اس نے عادل خان کے ساتھ اس کے نائب کی حیثیت سے فرائض انجام دیئے تھے۔ لیکن بنگال کی مہم میں مشیر خان عادل خان کے ساتھ نہیں تھا۔ اس لئے کہ اکبر نے اسے فتح پور سیکری میں روک لیا تھا اور اکبر نے جن لوگوں کے ذمے عادل خان کی بیویوں کے علاوہ بھیر نارائن اور چندر سین کو تلاش کرنے کے لئے مقرر کیا تھا ان کی نگرانی مشیر خان کے سپرد کی گئی تھی۔ اسی بناء پر مشیر خان جب بنگال میں مقیم عادل خان کے خیمے میں داخل ہوا تب عادل خان اسے دیکھ کر حیرت زدہ ہوا۔ تاہم چند قدم آگے بڑھا، بازو پھیلا کر اس نے نہ صرف خوش کن انداز میں مشیر خان کا استقبال کیا بلکہ اسے گلے لگا کر ملا۔ پھر اس کا بازو پکڑ کر اپنے قریب بٹھایا اور جستجو بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”مشیر خان! میں تو تمہیں فتح پور سیکری چھوڑ کر آیا تھا، تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟ میں نے شہنشاہ سے کوئی مزید لشکر بھی طلب نہیں کیا۔ کیا تم اس لشکر کے ساتھ تو نہیں آئے جو اکبر نے شہباز خان کی مدد کے لئے بھیجا ہے؟“

اس پر مشیر خان نے نفی میں گردن ہلائی، پھر عادل خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

Marfat.com

''میں اپنے ساتھ ان دس مسلح جوانوں کو بھی لے کر آیا ہوں جو میرے اور آپ کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ دراصل ایک شخص فتح پور سیکری پہنچا تھا۔ وہ آپ کی بیوی کملا دیوی سے متعلق کچھ بتانا چاہتا تھا۔ میں نے اس سے جاننے اور کریدنے کی بڑی کوشش کی لیکن اس نے کچھ نہیں بتایا۔ اس نے کہا تھا کہ جو کچھ وہ کہنا چاہتا ہے عادل خان سے کہے گا۔ لہٰذا میں اسے اپنے ساتھ یہاں لے کر آیا ہوں۔ وہ مسلح جوانوں کے ساتھ باہر کھڑا ہے۔ اگر آپ کہیں تو میں اسے اندر لے کر آؤں۔''

اس موقع پر عادل خان نے بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے مشیر خان سے کہا۔

''تم اُسے باہر کیوں کھڑا کر کے آئے ہو؟ اسے بھی ساتھ لے کر آؤ اور جو دس مسلح جوان ہمارے ساتھ کام کرتے رہے ہیں انہیں بھی اندر لاؤ۔''

اس پر مشیر خان اٹھ کر باہر نکل گیا۔ دس مسلح جوانوں کے ساتھ اس شخص کو بھی لے کر آیا جو عادل خان سے اس کی بیوی کملا دیوی سے متعلق گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ جب وہ سب خیمے میں داخل ہوئے، عادل خان نے ان سے مصافحہ کیا، انہیں اپنے سامنے بٹھایا۔ پھر جو شخص کملا دیوی سے متعلق گفتگو کرنا چاہتا تھا اسے مخاطب کرتے ہوئے عادل خان بول اٹھا۔

''میرے عزیز! پہلے یہ بتاؤ تمہارا نام کیا ہے؟ اور تم میری بیوی کملا دیوی سے متعلق کیا کہنا چاہتے ہو؟''

عادل خان کے ان الفاظ پر آنے والے اس شخص کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، کہنے لگا۔

''میرا نام ہردوار ہے۔ میں ماہی گیر ہوں۔ ہماری بستی دریائے جمنا کے بائیں کنارے پر واقع ہے۔ آپ کی بیوی جس کا نام کملا دیوی ہے اس نے گزشتہ کئی ماہ سے ہماری بستی کے اندر قیام کر رکھا ہے۔ شروع میں بڑی سہمی اور ڈری ہوئی تھی، اپنا آپ ظاہر ہی نہیں کرتی تھی۔ بس روتی رہتی تھی اور کچھ بڑبڑاتی بھی تھی۔ بعد میں اسے جب یہ احساس ہوا کہ ہماری بستی میں وہ محفوظ ہے تب اس نے آپ کا نام لیا کہ آپ اس کے شوہر ہیں۔ مجھے آپ کی طرف روانہ کیا۔ اس نے مجھے سختی سے تاکید کی تھی کہ آپ کے علاوہ میں اس کا ذکر کسی سے نہ کروں۔ اس کا کہنا تھا کہ اگر کسی اور کو میری یہاں موجودگی کا پتہ چل گیا تو مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ اسی بناء پر میں نے آپ کے ساتھی

Marfat.com

مشیر خان سے بھی کچھ نہ کہا۔ سیدھا آپ کے پاس آیا۔ اب میں آپ سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ آپ کی بیوی بڑی بے چینی سے آپ کی منتظر ہے۔ اس پر کوئی بہت بڑی اُفتاد گزری ہے جس کا ذکر وہ ہم سے نہیں کرتی۔ وہ کسی بہت بڑی مصیبت سے ضرور گزری ہے۔"

ہردوار کے اس انکشاف پر عادل خاں خوش ہو گیا تھا۔ پھر مشیر خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مشیر خان! لگتا ہے میرے حالات اب بہتری کی طرف گامزن ہونے والے ہیں۔ تم میرے ساتھ آؤ۔ میں پہلے ان سب لوگوں کے کھانے کا اہتمام کرتا ہوں، پھر اپنے سالاروں سے بات کر کے لشکر کو میں شہباز خان کی طرف روانہ کر دیتا ہوں۔ خود میں دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی بستی کا رخ کروں گا۔"

عادل خان جب خیمے سے نکلا تو مشیر خان بھی اس کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ خیمے سے باہر جا کر مشیر خان، عادل خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"عادل خان! یہ ہمارے خلاف کوئی سازش بھی ہو سکتی ہے۔ اس بناء پر ہمیں محتاط رہنا ہو گا۔ ہو سکتا ہے بھیر نارائن اور چندر سین ہمارے خلاف کسی نئے جال کو پھیلانے میں مصروف ہوں۔ لہٰذا میں، آپ اور دس مسلح جوان ان ماہی گیروں کی بستی کی طرف نہیں جائیں گے۔ چند اور دستے بھی اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔ ماہی گیروں کی بستی کا پہلے محاصرہ کریں گے، اس کے بعد کملا دیوی سے ملاقات کی جائے گی۔ بستی کا محاصرہ کر لیں گے تو کسی کی جرأت نہیں ہو گی کہ کوئی ہمارے خلاف حرکت میں آئے۔"

مشیر خان کے ان الفاظ پر عادل خان مسکرایا۔ اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے اس کی تجویز پر عمل کرنے کی حامی بھری۔ اس کے بعد عادل خان نے ہردوار کے علاوہ دس مسلح جوانوں کے کھانے کا بھی اہتمام کیا۔ اپنے چھوٹے سالاروں سے صلح و مشورہ کرنے کے بعد لشکر کو شہباز خان کی طرف روانہ کر دیا گیا جبکہ تیز رفتار قاصد فتح پور سیکری روانہ کئے گئے تاکہ اکبر کو صورتِ حال سے آگاہ کر دیا جائے۔ اس کے بعد عادل خان اور مشیر خان اپنے دس جوانوں کے علاوہ چند اور مسلح دستوں اور آنے والے ہردوار کو لے کر دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی بستی کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

OOO

Marfat.com

لگاتار سفر کرتے ہوئے عادل خان اور مشیر خان اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ ہردوار کی راہنمائی میں ایک روز دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی بستی کے قریب پہنچے۔ اس موقع پر ہردوار نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے سامنے بستی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''یہ جو سامنے بستی دکھائی دے رہی ہے یہی ہماری بستی ہے۔''

ہردوار کے اس انکشاف پر عادل خان نے بھی خوشی کا اظہار کیا تھا پھر ہردوار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ہردوار! پہلے یہ بتاؤ کہ میری بیوی کملا نے تمہاری بستی میں کس کے ہاں قیام کر رکھا ہے؟''

جواب میں ہردوار نے اس موقع پر غور سے عادل خان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''ہماری بستی کے مکھیا کا نام کیشو لال ہے۔ آپ کی بیوی نے اسی کے ہاں قیام کیا ہوا ہے اور اس نے آپ کی بیوی کو ایک بیٹی کی طرح رکھا ہوا ہے۔ اس لئے کہ کیشو لال کی اپنی بھی بیٹیاں ہیں اور ان ہی کے اندر آپ کی بیوی بھی رہتی ہے۔''

اس پر عادل خان نے اطمینان کا اظہار کیا۔ جو مسلح جوان عادل خان اور مشیر خان لے کر آئے تھے ان میں سے کچھ کو بستی کے باہر ہی کھڑا کر دیا گیا پھر عادل خان، مشیر خان اور وہ دس جوان اس سے پہلے ان کے ساتھ کام کرتے رہے تھے ان کے ساتھ ہردوار انہیں لے کر ماہی گیروں کی بستی میں داخل ہوا اور لکڑی کے ایک مکان پر جا کر اس نے دستک دی تھی۔

دوسری دستک پر کسی نے دروازہ کھولا۔ اس پر عادل خان کی طرف دیکھتے ہوئے اور دروازہ کھولنے والے کو مخاطب کر کے ہردوار کہنے لگا۔

''یہ عادل خان ہیں۔ کملا کے پتی۔'' ساتھ ہی عادل خان کی طرف دیکھتے ہوئے ہردوار پھر بول اٹھا۔

''دروازہ کھولنے والے ہماری بستی کے مکھیا کیشو لال ہیں۔''

عادل خان تو مشیر خان اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس وقت تک گھوڑے سے اتر چکا تھا۔ چنانچہ عادل اور مشیر دونوں آگے بڑھ کر باری باری کیشو لال سے ملے۔ اس موقع پر کیشو لال کملا کے علاوہ اپنی لڑکیوں کے نام پکارتے ہوئے زور زور سے اور چیختے

Marfat.com

ہوئے انہیں پکارنے لگا۔
جواب میں کیشو لال کی بیٹیوں کے علاوہ اس کی بیوی بھی بھاگتی ہوئی دروازے کی طرف آئی۔ ان میں کملا بھی تھی۔ کملا نے جونہی دروازے پر کھڑے عادل خان کو دیکھا اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ پہلے وہ عادل خان کو دیکھتے ہوئے مسکرائی، خوشی کا اظہار کیا پھر نہ جانے کیا ہوا وہ روتی، ہچکیاں لیتی اور دھاڑیں مارتی عادل خان کی طرف بڑھی پھر اس کے شانے پر سر رکھ کر دھاروں دھار رونے لگی تھی۔
یہ صورت حال دیکھتے ہوئے کیشو لال، ہردوار اور کیشو لال کی بیوی اور بیٹیاں بھی رونے لگی تھیں۔ عادل خان نے کملا کو تسلی دی۔ اس موقع پر کیشو لال بول اٹھا۔
"محترم عادل خان! میرے خیال میں آپ اندر آئیں، میرے ہاں قیام کریں۔ آپ کا میرے ہاں قیام میرے لئے خوشی اور میرے لئے عزت افزائی کا باعث ہوگا۔"
عادل خان اتنی دیر تک کملا کو سنبھال چکا تھا۔ کملا علیحدہ ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ عادل خان نے کیشو لال کو مخاطب کیا۔
"سب سے پہلے تو میں آپ کا انتہا درجہ کا ممنون اور شکرگزار ہوں کہ آپ نے میری بیوی کو اپنے ہاں پناہ دی۔ یہ اکیلی کیسے آپ کی بستی میں پہنچی اور میری دوسری بیوی جس کا نام رتن کماری ہے اس سے متعلق میں کملا سے بعد میں پوچھوں گا۔ لیکن آپ نے جو میری بیوی کو اپنے ہاں پناہ دی، یوں جانیں آپ نے مجھے نئی زندگی دی ہے۔ میں اس کے لئے عمر بھر آپ کا ممنون اور شکرگزار رہوں گا۔"
یہاں تک کہنے کے بعد عادل خان رکا، پھر کہنے لگا۔
"آپ نے جو یہاں قیام کرنے کی پیش کش کی ہے اس کے لئے بھی میں آپ کا شکرگزار ہوں۔ میں یہاں قیام نہیں کر سکتا۔ یہ جو میرے ساتھ میرا ساتھی کھڑا ہے اس کا نام مشیر خان ہے۔ دس مسلح جوان جو آپ ہمارے پیچھے دیکھ رہے ہیں، یہی ہمارے ساتھی نہیں بلکہ ان سے زیادہ مسلح دستے بستی سے باہر کھڑے ہیں۔ لہٰذا میں اتنے آدمیوں کے ساتھ آپ کی بستی میں قیام کرنا پسند نہیں کروں گا۔ ہمارے پاس راستے کے اخراجات اور کھانے پکانے کا پورا سامان ہے۔ راستے میں قیام کرنے کے لئے خیمے بھی ہیں۔ لہٰذا میں معذرت خواہ ہوں کہ میں قیام نہیں کروں گا۔ صرف آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ آپ کملا کو جانے کی اجازت دیں۔"

Marfat.com

قبل اس کے کہ کیشو لال بولتا، کملا اسے مخاطب کر کے بول اٹھی۔

''بابا! آپ کی مہربانی، آپ جانے کی اجازت دے دیں کیونکہ ان کے ساتھ مسلح دستے ہیں لہٰذا یہ یہاں قیام نہیں کر سکیں گے۔''

کیشو لال نے جب خوشی سے جانے کی اجازت دے دی تب عادل خان حرکت میں آیا۔ اتنی دیر تک کملا، کیشو لال کی بیوی اور اس کی بیٹیوں سے ملنے لگی تھی۔ کیشو لال کی ایک بیٹی بھاگتی ہوئی اندرونی حصے کی طرف گئی اور کملا کے کپڑے اور دوسرا ضرورت کا سامان لے آئی۔ وہ سامان اس نے عادل خان کے گھوڑے کی زین سے باندھ دیا، پھر عادل خان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''بھائی! اس میں ہماری بہن کملا کے کپڑے اور کچھ ضروریات کا سامان ہے۔ ہم نے اس کے لئے تیار کیا تھا۔ آپ ہمارے ہاں چند دن رکتے تو آپ کا رکنا ہمارے لئے خوشی کا باعث ہوتا۔ لیکن چونکہ آپ کے ساتھ مسلح دستے ہیں لہٰذا آپ کی بھی مجبوری ہے۔ بہرحال اگر کبھی موقع ملے تو آپ کملا کو ساتھ لے کر ہمارے ہاں ضرور آیئے گا۔''

اتنا کہنے کے بعد کیشو لال کی وہ بیٹی پیچھے ہٹ گئی تھی اور کملا سے بغل گیر ہو کر ملنے لگی تھی۔ اتنی دیر تک عادل خان اپنے گھوڑے کے پاس آیا۔ ایک بڑی خرجین میں اس نے ہاتھ ڈالا۔ اس میں سے ایک چھوٹی سی تھیلی نکالی جو نقدی سے بھری ہوئی تھی۔ پھر وہ تھیلی لے کر عادل خان کیشو لال کے قریب آیا اور انتہائی نرمی اور انکساری سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''آپ اس بستی کے مکھیا اور سردار ہیں اور میرے لئے بڑے محترم ہیں۔ آپ نے چونکہ میری بیوی کی حفاظت کی ہے اور آپ کی بیٹیاں ایک طرح سے کملا ہی کی نہیں میری بھی بہنیں ہیں۔ یہ جو تھیلی ہے یہ میں آپ کو پیش کرتا ہوں۔ اس میں نقدی ہے۔ اسے قبول کرنے سے گریز نہ کیجئے گا۔ یوں جانئے کہ یہ میں اپنی بہنوں کے لئے پیش کر رہا ہوں۔''

اس موقع پر کیشو لال کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عادل خان نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ کہنے لگا کہ میں نے آپ سے گزارش کی کہ اس سلسلے میں کچھ نہ کیجئے گا۔ ساتھ ہی عادل خان نے نقدی کی وہ تھیلی کیشو لال کو تھما دی تھی۔ پھر پیچھے ہٹا، دوبارہ کیشو لال کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

Marfat.com

"میرے بہت سے ساتھی بستی کے باہر کھڑے ہوئے ہیں۔ ہم اپنے ساتھ کملا کے لئے ایک فالتو گھوڑا بھی لے کر آئے ہیں۔ بستی سے باہر نکل کر یہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گی اور ہم یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔"

اس کے ساتھ ہی ایک بار پھر عادل خان پیچھے ہٹا۔ بڑی خرجین میں ہاتھ ڈال کر اس نے چند سکے نکالے اور وہ سکے اس نے ہردوار کی ہتھیلی پر رکھ کر اس کی مٹھی بند کر دی۔ کہنے لگا۔

"ہردوار؟ میرے عزیز بھائی! تم نے بڑی زحمت اٹھائی کہ یہاں سے کوچ کرنے کے بعد پہلے تم فتح پور سیکری گئے، پھر بنگال تک سفر کیا۔ اس کے لئے میں تیرا جس قدر شکریہ ادا کروں کم ہے۔ ایک طرح سے تم ہی میری اور میری بیوی کی اس ملاقات کی وجہ بنا سکے۔"

اس کے بعد عادل خان نے سب سے سلام کہا۔ اس موقع پر عادل خان نے سہارا دے کر کملا کو اپنے گھوڑے پر بٹھایا۔ جو مسلح جوان ان کے ساتھ آئے تھے ان میں سے دو ایک ہی گھوڑے پر سوار ہو گئے اور دوسرے گھوڑے پر عادل خان ہو بیٹھا۔ عادل خان اور مشیر خان نے سب کو خدا حافظ کہا اور اپنے مسلح جوانوں اور کملا کو لے کر وہ بستی سے نکل گئے تھے۔

اسی جگہ آئے جہاں ان کے مسلح جوان کھڑے تھے۔ ان کے پاس ایک فالتو گھوڑا بھی تھا۔ اس گھوڑے پر کملا کو سوار کرایا گیا۔ اس کے بعد مشیر خان کی طرف دیکھتے ہوئے عادل خان کہنے لگا۔

"مشیر خان! سورج غروب ہونے کے لئے جھک رہا ہے۔ یہاں سے کوچ کریں۔ تیزی سے سفر کریں۔ کم از کم دو یا تین فرسنگ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہاں پڑاؤ کر لیں گے۔ اس کے بعد میں تفصیل کے ساتھ کملا سے بات کروں گا کہ اس پر کیا بیتی اور رتن کہاں ہے؟"

مشیر خان نے اس سے اتفاق کیا تھا اور پھر انہوں نے وہاں سے کوچ کیا۔ بڑی تیزی سے اس سمت روانہ ہوئے جس سمت سے وہ آئے تھے۔

جس وقت سورج غروب ہو رہا تھا، فضاؤں کے اندر تاریکی پھیلنے لگی تھی، تب ایک محفوظ جگہ عادل خان نے اپنے گھوڑے کو روک دیا۔ اس کے رکنے سے مسلح جوانوں نے

Marfat.com

اندازہ لگا لیا تھا کہ وہیں پڑاؤ کیا جائے گا۔ ان کے ساتھ جو بار برداری کے جانور تھے ان پر کچھ خیمے لدے ہوئے تھے، وہ نصب کر دیئے گئے۔ اس طرح وہاں پڑاؤ قائم کر کے اب عادل خان کے لشکری کھانا تیار کرنے لگے تھے۔ عادل خان کملا کو لے کر اپنے خیمے میں گیا۔ دونوں میاں بیوی آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ کچھ دیر تک کھا جانے والی اور اُداس خاموشی طاری رہی پھر کملا کی طرف دیکھتے ہوئے عادل خان نے پوچھ لیا۔

''کملا! اب بتاؤ، تم پر کیا بیتی؟ رتن کہاں ہے؟ تمہارے ساتھ یہ معاملہ کرنے والے کون تھے اور اس کی کیا وجہ تھی؟''

جواب میں کملا پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر عادل خان بھی پگھل کر رہ گیا تھا۔ اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھا، پھر کہنے لگا۔

''اب تم اپنے شوہر کے پاس محفوظ ہو۔ رونے اور ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جس نے بھی ہمارے ساتھ یہ دھوکا دہی کی ہے وہ زندہ نہیں رہے گا۔ اب پوری تفصیل کے ساتھ مجھے بتاؤ کہ تم پر اور رتن پر کیا گزری؟''

کملا نے اپنے آپ کو سنبھالا، اپنی آنکھیں خشک کیں، اس کے بعد وہ بڑے پیار اور محبت سے عادل خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''دراصل رتن کا چچا بھیم نارائن دہلی سے ہمیں لینے کے لئے آیا تھا۔ میں اور رتن دونوں نے اس کے ساتھ آپ کی اجازت لئے بغیر جانے سے انکار کر دیا تھا۔ میرے خیال میں بھیم نارائن نے چندر سین کے ساتھ مل کر میرے اور رتن کے خلاف کوئی سازش تیار کر رکھی تھی۔ وہ کسی خاص مقصد کے تحت ہم دونوں کو دہلی لے جانا چاہتے تھے۔ چنانچہ جب آپ کی طرف سے اجازت مل گئی تو میں اور رتن دونوں بھیم نارائن اور چندر سین کے ساتھ آگرہ سے دہلی روانہ ہو گئیں۔

دریائے جمنا کے کنارے ہم ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں کچھ ٹیلے تھے۔ وہاں سامنے کی طرف سے کچھ مسلح جوان آتے دکھائی دیئے۔ وہ تعداد میں چار پانچ تھے۔ بھیم نارائن اور چندر سین کے پاس آ کر وہ رک گئے۔ آنے والے چاروں بھیم نارائن اور چندر سین سے بڑے خوش کن انداز میں ملے۔ ان کا ملنا اسی طرح تھا جیسے وہ سب ایک دوسرے کے پرانے جاننے والے ہوں۔ چنانچہ وہ چاروں مسلح جوان جب وہاں پہنچے تو بھیم نارائن اور چندر سین دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ آنے والے وہ سوار بھی ان

Marfat.com

سے پہلے ہی گھوڑوں سے اتر چکے تھے۔ پھر بھیم نارائن نے بڑی سختی اور بے رحمی سے مجھے اور رتن دونوں کو اپنے گھوڑوں سے اترنے کے لئے کہا۔ بھیم نارائن کا یہ رویہ دیکھتے ہوئے میرا ماتھا ٹھنکا تھا اور میرے احساسات نے مجھے یہ تنبیہ کر دی تھی کہ میرے اور رتن کے ساتھ ضرور کوئی انہونی ہونے والی ہے۔ چنانچہ میں اور رتن دونوں پریشانی کا اظہار کرتی ہوئی ان کے پاس اپنے گھوڑوں سے اتر گئیں۔ اس موقع پر بھیم نارائن میرے اور رتن کے قریب آیا اور قصابوں کے سے لہجے میں ہم دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم دونوں نے عادل خان نام کے ایک مسلمان سے شادی کر کے سخت پاپ کیا ہے۔ لہٰذا اگر تم لوگوں نے میری بات نہ مانی جو میں کہنے لگا ہوں تو دونوں کا یہیں پر خاتمہ کر دیا جائے گا۔ یہ جو مسلح جوان آئے ہیں یوں جانو یہ تمہارے لئے قصاب ثابت ہوں گے اور تم پر ایسی تلواریں برسائیں گے کہ تمہارے شریر کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیں گے۔''

یہ الفاظ کہہ کر ایک طرح سے بھیم نارائن نے ہم دونوں بہنوں کو ڈرا دھمکا لیا تھا۔ پھر اپنے اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے کہنے لگا۔

''تم دونوں عادل خان کو ترک کر دو گی۔ اس کی بیویوں کی حیثیت سے اس کے ساتھ نہیں رہو گی۔ اگر تم یہ فیصلہ کرو گی تو رتن کی شادی چندرسین سے جبکہ تمہاری شادی میں اپنے بیٹے کے ساتھ کر دوں گا۔''

ہم دونوں بہنوں نے صاف انکار کر دیا کہ ہم اپنے شوہر کو نہیں چھوڑیں گی چاہے کچھ بھی ہو جائے۔

اس پر بھیم نارائن اور چندرسین نے کچھ دیر تک ہمارے ساتھ بحث و مباحثہ کیا اور ڈرایا دھمکایا۔ عجیب طرح کی حجتیں اور دلیلیں پیش کیں لیکن میں نے اور رتن نے ایک ہی بات رکھی کہ ہم اپنے شوہر کے ساتھ خوش ہیں۔ کسی بھی صورت بھیم نارائن اور چندرسین کی خواہش کا احترام نہیں کریں گی۔''

بھیم نارائن اور چندرسین نے جب دیکھا کہ ہم ان کی کوئی بھی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں تب بھیم نارائن اور چندرسین دونوں نے سامنے کی طرف سے آنے والے مسلح جوانوں کی طرف اشارہ کیا۔ وہ تلواریں سونتے ہماری طرف بڑھے۔ اس

Marfat.com

موقع پر میں نے رتن کو مخصوص اشارہ کیا۔ میرے اشارے کا مطلب تھا کہ یہ ہم دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ آؤ، دریائے جمنا میں کود جائیں۔

چنانچہ پہلے میں بھاگی اور ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر میں نے دریائے جمنا میں چھلانگ لگا دی۔ میرے پیچھے پیچھے رتن بھی بھاگی لیکن رتن کی بدقسمتی کہ ان مسلح جوانوں نے رتن کو آلیا اور اس پر تلوازیں برسا کر اس کا خاتمہ کر دیا۔ اتنی دیر تک میں دریا میں کود چکی تھی۔ وہ مسلح جوان میرے پیچھے پیچھے دریا میں کود کر مجھے پکڑنا چاہتے تھے کہ آگرہ کی طرف سے کچھ سوار دریا کے کنارے کنارے آتے دکھائی دیئے۔ شاید وہ دہلی کی طرف جا رہے تھے۔ چنانچہ ان سواروں کی آمد کی وجہ سے بھیم نارائن اور چندر سین نے جلدی جلدی رتن کی لاش کو جمنا میں پھینک دیا اور خود اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر دہلی کی طرف چلے گئے۔ اس موقع پر میں نے بھیم نارائن کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا تھا کہ رتن کا تو خاتمہ ہو گیا ہے، کملا کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ تیرنا نہیں جانتی۔ تھوڑی دور آگے جائے گی، جمنا میں ڈوب مرے گی۔ لہٰذا اس کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

لیکن بھیم نارائن کو شاید پتہ نہیں تھا کہ میں تیرنا جانتی ہوں۔ میری خوش قسمتی کہ اس وقت کچھ مچھیرے دریا کے اندر مچھلیاں پکڑ رہے تھے۔ وہ اسی بستی کے مچھیرے تھے جس بستی سے آپ مجھے نکال کر لے کر آئے ہیں۔ بھیم نارائن، چندر سین اور ان کے مسلح ساتھیوں کے جانے کے بعد میں نے دریا میں ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے زور زور سے ان ماہی گیروں کو مدد کے لئے پکارنا شروع کیا۔ چنانچہ ان میں سے دو کشتیاں بڑی تیزی سے میری طرف لپکیں۔ ایک کشتی والوں نے مجھے پکڑ کر اپنی کشتی میں سوار کروایا اور بچا لیا۔ وہ مجھے ماہی گیروں کی بستی میں لے گئے اور اپنے مکھیا کیشو لال کے سامنے پیش کیا۔

کیشو لال کی بیٹیاں مجھے اپنی سگی بہن سمجھنے لگیں۔ کچھ عرصہ میں نے وہاں خاموشی اختیار کئے رکھی۔ ایسا میں نے اس لئے کیا تھا کہ اگر بھیم نارائن اور چندر سین کو ماہی گیروں کی بستی میں میری موجودگی کا علم ہو گیا تو وہ دونوں ضرور مجھے بھی قتل کرانے کی کوشش کریں گے۔ کیشو لال اور اس کے اہل خانہ بار بار مجھ سے پوچھتے کہ میں کون ہوں، کیوں دریا میں کود گئی؟ لیکن میں ایک ہی بات کہتی تھی کہ وقت آنے پر بتاؤں گی۔ میں چندر سین اور بھیم نارائن سے بچنا چاہتی تھی۔ چنانچہ جب میں نے دیکھا کہ بھیم

Marfat.com

نارائن اور چندر سین مجھے بھول چکے ہوں گے۔ تب میں نے ایک روز بستی کے مکھیا کیشو لال سے اپنے حالات کہہ دیئے۔ ساتھ ہی یہ بھی تاکید کر دی کہ صرف میرے شوہر کو میرے یہاں ہونے کی اطلاع دی جائے اس کے علاوہ کسی کو میری موجودگی کا علم نہ ہو ورنہ بھیم نارائن اور چندر سین ضرور وہاں بھی میرے خلاف کارروائی کریں گے۔ کیشو لال اور اس کے اہل خانہ کا بھلا ہو کہ انہوں نے ہردوار کو آپ کی طرف روانہ کیا اور اس کے بعد جو حالات آئے وہ آپ جانتے ہی ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کملا رکی، پھر سہمے سہمے، ڈرے ڈرے لہجے میں عادل خان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"عادل خان! اب میں اپنے گھر میں نہیں رہوں گی۔ چندر سین اور بھیم نارائن کو اگر پتہ چل گیا کہ میں زندہ ہوں تو وہ ہر صورت میں مجھے قتل کرنے کی کوشش کریں گے۔ وہ کسی بھی صورت یہ پسند نہیں کریں گے کہ آپ کو یہ علم ہو جائے کہ میری بہن رتن کے وہ دونوں قاتل ہیں۔ لہٰذا اگر آپ میرے ساتھ آگرہ کے گھر میں رہتے ہیں تو پھر میں آپ کے ساتھ آ کر قیام کر لوں گی اور اگر آپ نے گھر میں مجھے اکیلا چھوڑ کر جانا ہے اور خود لشکر میں شامل ہونا ہے تو پھر میں اکیلی گھر پر نہیں رہوں گی۔ میں لشکر میں آپ کے ساتھ شامل ہوں گی اور خیمے میں آپ کے ساتھ رہا کروں گی۔ اسی میں میرا تحفظ ہے اور اسی میں ہم دونوں میاں بیوی کی بہتری ہے۔"

کملا جب خاموش ہوئی تب اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے اور اسے ڈھارس دیتے ہوئے عادل خان کہنے لگا۔

"کملا! اس سلسلے میں تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود اب تمہیں آگرہ میں اکیلا نہیں رکھوں گا۔ تم اپنے گھر میں اس وقت رہو گی جب میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔ ورنہ تم ہر مہم کے دوران میرے ساتھ رہو گی اور میرے ساتھ ہی خیمے میں رہا کرو گی۔ اب تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہاری حفاظت اور تحفظ کا خوب اہتمام کروں گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عادل خان رکا۔ اس کے بعد اس نے مشیر خان اور اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ بھیم نارائن اور چندر سین اور ترکوں کے خانہ بدوش قبیلے سے متعلق جو تفصیل حاصل کی تھی وہ بھی کملا سے کہہ دی تھی۔

Marfat.com

یہ تفصیل جان کر کملا مزید پریشان ہو گئی اور سہمے ہوئے لہجے میں عادل خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''عادل! اس کا مطلب ہے بھیم نارائن اور چندر سین دونوں اپنے گھر سے بھاگ چکے ہیں۔ میرے خیال میں ان دونوں نے کہیں اپنے اوباش اور بدمعاش ساتھیوں کے ساتھ قیام کر رکھا ہو گا۔ اچھا ہوا ماہی گیروں کی بستی میں، میں نے کسی پر ظاہر نہیں کیا کہ میں کملا ہوں اور عادل خان کی بیوی ہوں ورنہ میرے وہاں ہونے کی بھنک شاید بھیم نارائن اور چندر سین کو بھی ہو جاتی اور وہ ضرور میرا خاتمہ کرنے کی کوشش کرتے۔''

یہاں تک کہتے کہتے کملا کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ بیچ میں عادل خان بول اٹھا۔ کہنے لگا۔

''کملا! وہ دونوں بھاگ چکے ہیں لیکن میں نے اپنے کچھ آدمی ان کے پیچھے لگائے ہوئے ہیں جو انہیں تلاش کرنے میں سرگرداں ہیں اور مجھے امید ہے کہ ایک نہ ایک روز ہم یہ پتہ چلا لیں گے کہ انہوں نے کہاں قیام کر رکھا ہے۔ اور جس روز مجھے یہ پتہ چل گیا کہ وہ دونوں اپنے اوباش اور بدمعاش ساتھیوں کے ساتھ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں تو وہ دن ان سب کی زندگی کا آخری دن ہو گا۔ کملا! میں اپنے ان ساتھیوں کے ساتھ سیدھا بنگال سے یہاں آیا ہوں اور تمہیں لے کر بنگال ہی جاؤں گا۔ وہاں تم میرے ساتھ قیام کرو گی۔ اس کے بعد اکبر جس مہم میں بھی مجھے بھیجا کرے گا تم میرے ساتھ رہو گی۔ اب میں خود تمہیں اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتا۔ اس لئے کہ بھیم نارائن اور چندر سین سے تمہیں واقعی خطرہ ہے۔ جب انہیں تلاش کر لیا جائے گا اور انہیں ان کے ساتھیوں سمیت موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا تب میں سمجھوں گا کہ تم ان کے شر سے محفوظ ہو گئی ہو۔''

عادل خان کے خاموش ہونے پر خیمے میں تھوڑی دیر تک سکوت رہا، پھر کچھ سوچتے ہوئے کملا بول اٹھی تھی۔

''اس سلسلے میں سانول داس، اس کی بیوی پورن اور اس کی بیٹی جگت کماری کے کیا خیالات ہیں؟''

اس موقع پر کملا کے سوال پر ہلکا سا تبسم عادل خان کے چہرے پر نمودار ہوا، کہنے لگا۔

Marfat.com

''وہ تینوں بھیم نارائن اور چندرسین کے خلاف ہیں۔ سانول داس بڑا پریشان اور فکرمند ہے کہ اس نے کیوں رتن اور کملا کو بھیم نارائن اور چندرسین کے ساتھ دہلی روانہ کر دیا۔ اور جب چندرسین گھر سے بھاگ گیا تب سانول داس پر بھی واضح ہو گیا تھا کہ رتن اور کملا کو غائب کرنے میں چندرسین کا ہاتھ ہے۔ چنانچہ سانول داس نے کہا تھا کہ اگر مجھے یہ خبر ہوتی کہ میرا بیٹا اس برے کام میں ملوث ہے تو میں اس کی گردن کاٹ کر رکھ دیتا۔ تم دونوں کی گمشدگی پر جگت کماری اور پورن دیوی بھی پریشان تھیں اور فکرمندی کا اظہار کر رہی تھیں۔ بھیم نارائن نے چندرسین کو اپنے ساتھ ملا کر بہت برے فعل کا ارتکاب کیا۔ لیکن وہ دونوں مکافاتِ عمل سے بچ نہ پائیں گے۔''

عادل خان کی اس گفتگو کا جواب کملا دینا ہی چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ دو جوان کھانے کے برتن اٹھائے دروازے پر نمودار ہوئے اور جب عادل خان نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی تب وہ کھانے کے برتن رکھ کر خیمے سے نکل گئے۔ ان کے جانے کے بعد عادل خان اور کملا دونوں میاں بیوی پُرسکون ماحول میں کھانا کھانے لگے تھے۔ رات انہوں نے وہیں بسر کی۔ اگلے روز اپنے ساتھیوں کے ساتھ عادل اور کملا بڑی تیزی اور برق رفتاری سے بنگال کا رخ کر گئے تھے۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

اکبر نے اپنی طرف سے نیا دین دینِ الٰہی جاری تو کر دیا تھا لیکن اسے احساس ہو گیا کہ کوئی بھی اس نئے دین کو ماننے کے لئے تیار ہی نہیں ہے۔ 1582ء میں اس نے پوری کوشش اور جدوجہد کے ساتھ لوگوں کو دینِ الٰہی میں شامل کرنے کی ترغیب دینا شروع کی تھی اور جب اس کا کوئی خاطر خواہ جواب نہ ملا اور کئی لوگوں نے اس کی مخالفت کی، ساتھ ہی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اکبر کے ان ارادوں کے اندر کیل ٹھونکنا شروع کی تب اکبر نے یہ فیصلہ کیا کہ اب عوام کو خوش کرنے کے لئے کچھ انتظامی اصلاحات بھی کرنی چاہئیں۔ چنانچہ 1583ء میں اکبر نے فتح پور سیکری میں قیام کے دوران انتظامی اصلاحات جاری کیں۔ کئی نئے محکمے تشکیل دیئے گئے۔ ان میں فوجداری عدالتوں اور شادی اور پیدائش کی رجسٹریشن کی نگرانی، مذہبی امور و وظائف و خیرات، زرعی توسیع، سرکاری اراضی اور موجودہ افسروں کی برطرفی، نئے افسروں کی تقرری، فوجی انتظام و انصرام اور روزینوں کے علاوہ تجارتی اشیاء کی بہم رسانی اور قیمتوں کی نگرانی شامل تھے۔ اس کے علاوہ اسلحہ اور سڑکوں کی دیکھ بھال، تنازعاتِ وراثت کے فیصلوں، معدنیاتی ذخائر اور جواہرات کی خرید و فروخت نیز عوامی تعمیرات اور انصاف کے محکمے بھی شامل تھے۔ انہی دنوں برصغیر کی تاریخ میں پہلی بار کسی ہندو عورت کو سرکاری مداخلت کے ذریعے ستی ہونے سے بچایا گیا۔ اس لئے کہ جے مل انہی دنوں فوت ہوا تھا اور اس کی بیوہ کو اس کے رشتہ دار ستی ہونے پر مجبور کرنے لگے۔ لیکن اکبر نے مداخلت کے بعد جے مل کی بیوہ کو ستی ہونے سے بچا لیا اور اس کے بیٹے کو ماں کو ستی ہونے پر مجبور کرنے کے الزام میں جیل بھیج دیا۔

اکبر نے ہندوؤں کی قدیم کتابوں کے فارسی ترجمے کا بھی اہتمام کیا۔ ان میں مہا

Marfat.com

بھارت بھی شامل تھی۔ ترجمہ کرنے والوں میں مشہور مصنف و مؤرخ بدایوانی بھی شامل تھا۔ مہا بھارت کا ترجمہ کر کے اس کا نام ''رزم نامہ'' رکھ دیا گیا تھا۔

جن دنوں اکبر نے لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے کچھ انتظامی اصلاحات کرنی شروع کی تھیں ان دنوں اس نے کچھ ایسے کام بھی کئے جن کی وجہ سے لوگوں کی نگاہوں میں اکبر کا مقام اور زیادہ گر گیا۔ لوگوں کے دلوں میں اس کے خلاف مزید نفرت پیدا ہوئی۔

پہلی وجہ یہ ہوئی کہ اکبر نے اپنے سِکوں میں تبدیلی پیدا کر دی تھی۔ اس سے پہلے اس کے باپ ہمایوں کے سِکوں پر ''واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب'' لکھا جاتا تھا۔ ہمایوں کا دارالضرب یعنی سِکے بنانے کا کارخانہ لاہور میں تھا۔ اس کے علاوہ بابر اور ہمایوں کے سِکوں پر کلمہ بھی لکھا جاتا تھا۔ شروع میں اکبر کے سِکوں پر بھی کلمہ لکھا جاتا رہا اور اس کے ساتھ اکبر کا لقب عموماً السلطان اور اعظم الخاقان یا سید السلاطین ہوتا تھا۔ لیکن یہ صورت زیادہ دیر نہ رہ سکی۔ اور جب اکبر نے دینِ الٰہی جاری کرنا شروع کیا تب اس نے اس میں بھی تبدیلی کی۔ خصوصیت کے ساتھ اس نے ٹوڈرمل کا فیصلہ قبول کیا۔

ٹوڈرمل نے اپنے رسوخ سے عربی عبارت ہٹا کر اس کی جگہ فارسی عبارت سِکوں پر جاری کر دی۔ آخر میں اکبر کے نام کے ساتھ ایک لقب صرف غازی اور بادشاہ رہ گیا۔ اس کے علاوہ اکبر نے لاہور کے علاوہ سِکے بنانے کے کارخانے مزید قائم کئے۔ سونے کے سِکے بنانے کے کارخانے فتح پور، ڈھاکہ، الہ آباد اور کابل میں تھے جبکہ چاندی کے سِکے بنانے کے کارخانے الہ آباد، آگرہ، اُجین، سورت، بنارس، بھکر، بھیرہ، کالپی، گوالیار، گورکھ پور، کلانور، لکھنؤ، مادھو، ناگور، سرہند، سیالکوٹ، سہارن پور، سارنگ پور، سانبھر، قنوج اور رنتھمبور میں تھے۔

نئی انتظامی اصلاحات کے مطابق اکبر کو سرچشمہ انصاف تصور کیا جانے لگا تھا۔ رحم کی آخری اپیل اسی کے پاس جا سکتی تھی۔ لوگوں کو دربار میں حاضر ہونے اور اپنی شکایات پیش کرنے کی اجازت تھی۔ بادشاہ دورہ پر ہوتا تب بھی با قاعدہ عدالت لگاتا۔ نیز اس دوران اپنے افسروں کے خلاف بھی شکایات سننا شروع کر دی تھیں۔

اکبر کے دور میں اس قسم کی قانونی عدالتیں نہیں تھیں جن میں مجوزہ قانون کے

Marfat.com

مطابق فیصلہ کیا جاتا۔ ایک مقدمے کے سلسلے میں تین مراحل پیش آتے جو تین مختلف لوگوں کے سپرد تھے۔ یعنی قاضی، مفتی اور میرِ عدل۔ مفتی قانون کی تشخیص کرتا۔ قاضی جرم کی چھان بین کرتا اور میرِ عدل فیصلہ صادر کرتا۔

اس کے علاوہ اکبر نے آٹھ اہم عہدوں کا بھی تقرر کیا۔ پہلا عہدہ دیوان کا ہوا کرتا تھا اور یہ عہدہ سپہ سالار کے بعد اہمیت کے اعتبار سے اہم ہوتا تھا۔ پہلے صوبائی دیوانوں کا انتخاب خود گورنر کیا کرتا تھا لیکن 1589ء میں جب سرکاری زمین میں اضافہ ہوگیا تو مرکزی حکومت نے دیوانوں کی تقرریاں اپنے ہاتھ میں لے لی تھیں۔ دیوان کے انتظام اور انصرام کے سلسلے میں نہ صرف سپہ سالار سے تعاون بلکہ اس کی نگرانی بھی کرتا تھا۔ خزانے کے تمام اختیارات اسی کے ہاتھ میں ہوتے تھے اور وہی تمام ادائیگیوں کے بلوں پر دستخط کرتا تھا۔ مالیہ کے تمام مقدمات کی سماعت بھی وہ خود کرتا تھا۔

دوسرا عہدہ صوبائی صدر کا تھا۔ صوبائی صدر کا تقرر مرکزی حکومت کرتی تھی۔ اس کا بنیادی فرض لوگوں کو اراضی الاٹ کرنا اور آلات دلانا تھا۔ سپہ سالار کے ساتھ اپنے تعلقات کے معاملے میں وہ دیوان سے زیادہ آزاد ہوتا تھا۔ سلطنت کے قاضی، مفتی اور میرِ عدل اسی کے تحت کام کرتے تھے۔

تیسرا بڑا عہدہ عامل کا تھا۔ عامل کے مختلف فرائض تھے۔ اس کا بنیادی فرض یہ تھا کہ وہ تمام الاٹ شدہ اراضی کو زیر کاشت لائے اور بنجر اراضی کو آباد کرنے کا بندوبست کرے۔ علاوہ ازیں زیر کاشت اراضی کے معیار کو پرکھنا بھی اس کے فرائض میں شامل تھا۔ جرائم اور ڈاکہ کی وارداتوں کا قلع قمع کرنے اور ایسے مجرموں کو سزا دینے کے معاملے میں اس سے تعاون کرنا ہوتا۔ وہ اراضی کی پیمائش اور اس کا معیار مقرر کرنے اور ٹیکس عائد کرنے والے سے اس بات کی ضمانت حاصل کرتا کہ وہ پیمائش کے دوران ایک بیگھہ زمین بھی نظر انداز نہ کرے گا یا اسے پوشیدہ نہ رکھے گا۔

مالیہ کی وصولی کے لئے تشدد سے کام نہ لیا جاتا۔ نہ ہی خزانچی کو کسی سے رشوت طلب کرنے کی اجازت تھی۔ عامل کا فرض تھا کہ وہ مقدموں اور پٹواریوں کے رجسٹروں کی پڑتال کرے۔ ان رجسٹروں میں کوئی گڑبڑ ہوتی جس کی وجہ سے کاشت پر اثر پڑتا تو اس کی فوری اطلاع افسرانِ بالا کو پہنچانا عامل کا فرض تھا۔

چوتھا عہدہ بطنچی کا تھا۔ اس کی حیثیت عامل ہی کی سی تھی۔ تاہم وہ عامل کے لئے

Marfat.com

ایک رسید کی حیثیت رکھتا تھا۔ وہ قانون گوؤں کے کام کی نگرانی کرتا، اس کا حساب کتاب جاننا ضروری تھا۔ ایسے آدمی کو بطنچی مقرر کیا جاتا تھا جو اپنے علاقے کے رسم و رواج سے اچھی طرح واقف ہوتا۔ اسے حکومت اور کاشتکاروں کے باہم تعلقات کا ریکارڈ بھی مرتب کرنا ہوتا تھا۔ آمدن اور اخراجات کے علاوہ زیر کاشت بنجر اراضی کے گوشوارے تیار کرنا بھی اس کے کام میں شامل تھا۔

پانچواں عہدہ خزانے دار کا تھا۔ وہ کاشت کاروں سے رقم وصول کرتا اور سرکاری خزانہ کی حفاظت کرتا تھا۔ وہ تمام ادائیگیوں کی رسیدیں جاری کرتا اور حساب میں غلطی سے بچنے کے لئے کھاتے رکھتا۔ دیوان یعنی وزیر کے دستخطوں کے بغیر اسے کسی شق میں بھی ادائیگی کی اجازت نہ تھی۔

چھٹا عہدہ فوجدار کا تھا۔ صوبائی لشکریوں کا کماندار اور صوبے میں امن قائم رکھنے کے لئے صوبہ دار کا یہ فوجدار معاون ہوتا تھا۔ ایک صوبہ میں متعدد فوجدار ہوتے جن کے پاس متعدد پرگنوں کا چارج ہوتا تھا۔ جب کسی عامل کو کسی گاؤں میں مالیہ کی وصولی میں دقت پیش آتی تو فوجدار کو تحریری درخواست کی وصولی پر امداد مہیا کرنا ہوتی۔ اس کی تقرری یا برطرفی صوبہ دار کے ہاتھ میں ہوتی اور فرائض سراسر فوجی نوعیت کے ہوتے۔ علاوہ ازیں چھوٹی چھوٹی بغاوتوں کو فرو کرنا، ڈاکوؤں کے گروہوں کو گرفتار یا دیگر چھوٹے بڑے جرائم کا قلع قمع کرنا بھی اس کے فرائض میں شامل تھا۔

ساتواں عہدہ کوتوال کا تھا۔ آئینِ اکبری میں کوتوال کے فرائض کا تفصیلی ذکر ملتا ہے۔ وہ شہر کی پولیس کا ایک طرح سے افسرِ اعلیٰ ہوتا تھا لیکن بعض امور میں منصف کے اختیارات کا بھی وہ حامل ہوتا تھا۔ امن و امان کے قیام اور قانون کے احترام کی ذمہ داری اسی پر عائد ہوتی تھی۔ اس کے متعدد معاون ہوتے تھے جو اس مقصد کے لئے اس کے ساتھ کام کیا کرتے تھے۔

آٹھواں اہم عہدہ واقعہ نویس کا ہوتا تھا۔ واقعہ نویس کو روزنامچہ نویس بھی کہا جاتا تھا۔ انہی افسروں کی وساطت سے مرکزی حکومت صوبائی انتظامیہ کے ساتھ رابطہ رکھتی تھی۔ جب صوبائی گورنر دربار منعقد کرتا تو واقعہ نویس ایک ایک بات ریکارڈ کرتا اور اہم رپورٹ مرکز کو روانہ کرتا۔ انہی رپورٹوں کی بناء پر بادشاہ صوبوں میں ہونے والے تمام واقعات سے باخبر رہتا۔

Marfat.com

یہ ساری اصلاحات جاری کر کے اکبر یہ امید رکھتا تھا کہ دینِ الٰہی جاری کرنے کی وجہ سے عوام کے دلوں میں جو اس کے خلاف نفرت پیدا ہو گئی ہے وہ کسی حد تک کم ہو جائے گی۔ لیکن یہ اکبر کی خام خیالی تھی۔ ایسی اصلاحات جاری کرنے سے مذہب کے معاملے میں وہ لوگوں کے دل صاف نہ کر سکا نہ ہی ان کے دلوں سے اپنے خلاف نفرت نکال سکا۔

OOO

اکبر کے کہنے پر اس کے سالار بھگوان داس نے کشمیر پر حملہ کیا تھا اور کشمیر کے حکمران یوسف کو اطاعت پر مجبور کیا تھا اور یوسف نے بھگوان داس کی شرائط مانتے ہوئے فرمانبردار رہنے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن بھگوان داس اور کشمیر کے حاکم یوسف کے درمیان جو شرائط طے ہوئی تھیں اور جو معاہدہ طے پایا تھا، اکبر اس قسم کے معاہدے پر خوش نہ تھا۔ تاہم وقتی طور پر اس نے صرف یوسف کی اطاعت کے حصول کی غرض سے معاہدہ کی تصدیق کر دی مگر اندر ہی اندر اکبر کشمیر کو اپنی سلطنت میں شامل کرنے کے لئے تگ و دو کرنے لگا تھا۔

چنانچہ اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لئے اس نے کشمیر پر قبضہ کرنے کے لئے ایک لشکر روانہ کیا۔ چونکہ بھگوان داس نے کشمیر کے حاکم یوسف کے ساتھ چند شرائط کے عوض معاہدہ کیا تھا اور اب اکبر اس معاہدے سے انحراف کر رہا تھا۔ جو لشکر اکبر نے کشمیر پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار کیا تھا اس کا سالار پھر اکبر نے بھگوان داس کو بنانا چاہا لیکن بھگوان داس کے مرتب کردہ معاہدے سے چونکہ اکبر انحراف کر رہا تھا لہٰذا بھگوان داس کو انکار سے اس طرح صدمہ پہنچا تھا۔ چنانچہ اس نے دوسری بار کشمیر کی مہم سنبھالنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ اکبر نے بھگوان داس کو کابل جانے کا حکم دے دیا۔ لیکن بھگوان داس نے راستے میں خودکشی کرنے کی کوشش کی۔ گو اکبر کے خلیفہ ابوالفضل نے اس کے اس اقدام کو دماغی عارضہ قرار دیا لیکن حقیقت یہ تھی کہ بھگوان داس ذہنی طور پر بالکل صحت مند تھا۔ اس نے خودکشی کی کوشش محض اس بناء پر کی تھی کہ کشمیر کے حاکم یوسف سے کیئے گئے وعدے کا احترام نہ کیا گیا اور یوں بھگوان داس کی شخصیت متاثر ہوئی تھی۔

بہرحال اکبر نے اپنے تمام مشیروں کی مخالفت کے باوجود کشمیر پر دوبارہ حملہ کر دیا۔ یہ حملہ جولائی 1586ء کو کیا گیا۔ جو لشکر کشمیر پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا گیا اس

Marfat.com

کی کمانداری اکبر نے اپنے سالار محمد قاسم خاں کے سپرد کی۔ چنانچہ 15 اکتوبر کو قاسم خان اپنے لشکر کے ساتھ سری نگر پہنچا جہاں اکبر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور کشمیر کو رسمی طور پر اکبر کی سلطنت میں شامل کر لیا گیا۔ کشمیر کے حاکم یوسف کو اسیر کر لیا گیا تاہم اس کا لڑکا یعقوب کسی نہ کسی طرح بھاگ نکلا۔ وہ کچھ عرصہ تک اپنے باپ کے کھوئے ہوئے اقتدار کے حصول ہی کی خاطر مسلح جدوجہد کرتا رہا لیکن تنگ آ کر اس نے بھی اکبر کی اطاعت قبول کر لی تھی۔

کشمیر پر قبضہ کر لینے سے اکبر بہت خوش ہوا۔ اب راجہ مان سنگھ کو اکبر نے کابل کا حاکم بنا کر بھیجا تھا۔ راجہ مان سنگھ روشنی مسلک رکھنے والے لوگوں سے نبرد آزما رہنے کے باوجود روشنائیوں کے قبائل کو مطیع نہ کر سکا اور روشنائیوں کی طاقت اس قدر بڑھی کہ انہوں نے کابل اور سندھ کے درمیان شاہراہوں کو بند کر کے پشاور کا محاصرہ کر لیا۔ انہی دنوں اکبر لاہور میں مقیم تھا۔ اس لئے کہ عبداللہ اس وقت جو اکبر کو اپنا بدترین دشمن خیال کرتا تھا اور جنگ اور انتظامی امور کا وہ بھی تجربہ رکھتا تھا اس نے بدخشاں پر قبضہ کر کے وہاں اپنی حکومت قائم کر لی تھی اور وہ مسلسل خطوط لکھ کر اکبر کو اس کے دینِ الٰہی پر ملامت کرتا رہا تھا۔ اکبر کو خدشہ تھا کہ اگر حالات ایسے ہی رہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ عبداللہ ازبک ایک خاصا بڑا لشکر لے کر بدخشاں سے نکلے اور اکبر کے علاقوں پر حملہ آور ہو جائے۔ انہی خدشات کو سامنے رکھتے ہوئے اکبر نے آگرہ اور فتح پور سیکری کو ترک کر کے لاہور کو اپنا دارالحکومت قرار دیا اور لاہور ہی میں اس نے اپنا دربار اور سارے انتظامی امور منتقل کر دیئے تھے۔

جب مان سنگھ روشنائی مسلک رکھنے والے لوگوں کے سامنے عاجز آ گیا۔ تب اس کی مدد کے لئے لاہور سے اکبر نے اپنے دوسرے سالار زین خاں کو ایک لشکر دے کر بھیجا تاکہ باغیوں کا قلع قمع کیا جا سکے۔ زین خان نے مان سنگھ کی مدد سے روشنائیوں کا محاصرہ ختم کرنے پر مجبور کر دیا۔ لیکن انہوں نے جلد ہی آفریدیوں، اورک زئیوں اور یوسف زئیوں سے اتحاد کر لیا۔ یہ تمام قبائل مل کر اکبر کے لشکریوں کے خلاف نبرد آزما رہے۔ یہاں تک کہ جنگ سے تنگ آ کر آفریدیوں اور اورک زئیوں سے اکبر کی اطاعت قبول کر لی اور وعدہ کیا کہ وہ درہ خیبر کو آمد و رفت کے لئے کھلا رکھیں گے۔ یوں یوسف زئیوں اور اورک زئیوں سے علیحدہ ہونے کے بعد روشنائیوں کی طاقت بھی

Marfat.com

جواب دے گئی۔ ان کا آخری راہ نما جلال الدین تھا۔ آفریدیوں، اورک زئیوں اور یوسف زئیوں سے علیحدہ ہونے کے بعد اس کا اثر و رسوخ ختم ہو گیا۔ اسے اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ لہٰذا وہ بھاگ کر بلخ چلا گیا۔

OOO

اس قدر کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد اکبر نے اب سندھ اور بلوچستان کی طرف متوجہ ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ شمالی ہند میں صرف سندھ اور بلوچستان ہی اکبر کی سلطنت سے باہر تھے۔ جنوبی سندھ کا خاصا علاقہ اب تک آزاد تھا۔ اکبر کی خواہش تھی کہ سندھ اور بلوچستان کے تمام علاقے بھی اس کی سلطنت میں شامل ہوں۔ چنانچہ اس وقت ملتان میں اس کی طرف سے صادق محمد نام کا حاکم تھا۔ صادق محمد کو اکبر نے انگیخت کیا کہ وہ سندھ کے حکمران مرزا جانی بیگ ترخان کو اطاعت کرنے پر مجبور کر دے۔

صادق محمد خان نے بارہا کوشش کی مگر اسے ناکامی ہوئی۔ تاہم جانی بیگ نے اپنے طور پر اکبر کے دربار لاہور میں اپنا ایک سفیر خراج اور اطاعت کی پیش کش دے کر بھیجا جسے اکبر نے قبول کر لیا۔ مگر یہ سب کچھ محض رسمی سی بات تھی۔ دراصل اکبر اس جذباتی بنیاد پر کہ وہ سندھ میں پیدا ہوا تھا، سندھ کو اپنی سلطنت کا ایک حصہ بنانے کے لئے بے قرار تھا۔ جانی بیگ خراج دینے اور اطاعت کرنے پر ہی اکتفا کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اکبر حکومتِ سندھ کو اپنی گرفت میں لانا چاہتا تھا۔

جہاں تک سندھ کے حاکم مرزا جانی کا تعلق تھا تو وہ جنوبی سندھ کا حکمران تھا۔ ٹھٹھہ اس کا مرکزی شہر تھا۔ اس کا تعلق ترخان خاندان سے تھا۔ جہاں تک اس خاندان کے ترخان ہونے کی وجہ تسمیہ ہے تو مؤرخین لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ تیمور لنگ اپنے مصاحبین کے ساتھ شکار کے لئے نکلا۔ راستے میں بارش اور ہوا کا ایسا طوفان آیا کہ تیمور اور اس کے ساتھی اس طوفانِ بادوباراں میں راستہ بھول گئے۔ وہ راستے کی تلاش میں اِدھر اُدھر بھٹکتے ہوئے پھر رہے تھے کہ ان کا گزر جنگل کے رہنے والے ایک قبیلے سے ہوا۔ پہلے تو اس قبیلے کے لوگوں نے انہیں ڈاکو سمجھ کر مقابلے کی ٹھانی لیکن بعد میں انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور پتہ چلا کہ جس پر وہ حملہ آور ہونے لگے تھے وہ تو تیمور لنگ تھا۔ حقیقت جاننے کے بعد وہ لوگ مہمانداری کا فرض بجا لائے۔ چنانچہ تیمور لنگ نے خوش ہو کر اس قبیلے کو ترخان خان کا خطاب دیا جس کے معنی بہادر اور مطلق العنان کے ہیں۔

Marfat.com

اس کے بعد یہ قبیلہ ترخان کے نام سے مشہور ہوا۔ پھر جب تیمور لنگ نے جنگوں کا سلسلہ شروع کیا تو اس قبیلے کا ایک سردار جس کا نام ایتور تھا وہ تیمور لنگ کی طرف سے لڑتا ہوا مارا گیا جس سے تیمور لنگ کی نظر میں قبیلے کی وقعت بڑھ گئی۔ چنانچہ سندھ کے ترخانی فرمانروا اسی ایتور کی اولاد تھے۔ اس قبیلے کا پہلا نامور بادشاہ مرزا عیسیٰ خیل ترخان تھا جس نے 1555ء سے 1565ء تک حکومت کی۔ اس کے دور میں سندھ دو حصوں میں تقسیم تھا۔ بالائی سندھ پر ایک شخص سلطان محمود حکومت کرتا تھا جس کا مرکزی شہر بھکر تھا اور زیریں سندھ پر مرزا عیسیٰ خیل ترخان کا تسلط تھا جس کا مرکزی شہر ٹھٹھہ تھا۔

مرزا عیسیٰ خیل کے بعد اس خاندان میں سے مرزا محمد باقی ترخان زیریں سندھ کا حکمران بنا۔ اس کے بعد مرزا محمد پابندہ ترخان حاکم ہوا اور محمد پابندہ کے بعد مرزا جانی بیگ زیریں سندھ کا حاکم ہوا۔

چنانچہ اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے اکبر نے حاکم ملتان صادق محمد کو ایک لشکر دے کر سندھ پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ صادق حرکت میں آیا۔ اپنے لشکر کے ساتھ سہون کی طرف بڑھا اور محاصرہ کر لیا۔ سہون کے قلعے میں اس وقت مُلّا قزاوی، دلیر خان، دبائع خان اہم سردار تھے اور انہوں نے صادق خان کا خوب مقابلہ کیا اور اس قدر مردانہ وار لڑائی لڑی کہ صادق محمد کا کوئی بھی لشکری قلعے کے قریب نہ جا سکا۔ آخر صادق محمد نے عاجز آ کر قلعے میں سرنگ لگانے کا حکم دیا اور یہ خیال کیا کہ اس طرح جب قلعے کی دیوار گر جائے گی تو قلعہ اس کے سامنے سرنگوں ہو جائے گا۔

لیکن قلعے کے اندر والوں نے یہ خبر سنتے ہی پہلی دیوار سے بھی زیادہ مضبوط ایک اور دیوار اندر کھڑی کر دی تھی۔ چنانچہ جب صادق محمد خاں نے سرنگ میں آگ لگائی اور بیرونی دیوار آ کر فرش پر گری تو پیچھے سے اس سے بھی زیادہ مضبوط دیوار برآمد ہوئی۔ چنانچہ صادق محمد خان اس قلعے کی تسخیر سے ناامید ہو گیا۔

اسی دوران صادق محمد کو خبر ملی کہ زیریں سندھ کے حاکم مرزا جانی بیگ نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا ہے اور اب وہ سہون کی طرف رخ کئے ہوئے ہے اور یہ حقیقت بھی تھی کہ مرزا جانی بیگ ایک بہت بڑا لشکر لے کر سہون کا رخ کر رہا تھا کہ لشکر میں شورا، سمیجا، سمہ، نکامرہ اور پلیچہ قبائل کے جنگجو شامل تھے۔ یہ صورت حال صادق محمد کے

Marfat.com

لئے بڑی خطرناک تھی۔ اسے خدشہ ہوا کہ اس طرح تو وہ دو لشکروں کے درمیان گھر جائے گا۔ مرزا جانی ایک بہت بڑا لشکر لے کر اس کا رخ کر رہا ہے اور جب وہ آ کر اس پر حملہ آور ہو گا تو سہون شہر میں جو لشکر ہے وہ بھی نکل کر اس پر ٹوٹ پڑے گا۔ اس طرح اس کی شکست یقینی ہو گی۔ چنانچہ برے حالات سے بچنے کے لئے صادق محمد اپنے لشکر کو لے کر بھکر کی طرف ہٹ گیا۔

صادق محمد کی اس ناکامی کے بعد اکبر بڑا برہم ہوا اور اس نے اب ہر صورت میں سندھ کو اپنی مملکت میں شامل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ دوسری طرف مرزا جانی کو بھی خدشہ ہو گیا تھا کہ محمد صادق کے پسپا ہونے کے بعد اکبر ضرور انتقامی کارروائی کرے گا اور سندھ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا۔ چنانچہ مرزا جانی بیگ نے اپنے چچا زاد بھائی مرزا شاہ رخ ترخان کو بیش بہا اور نفیس تحائف کے ساتھ دربار اکبری میں بھیجا اور ایک عرضداشت بھی روانہ کی جس میں اکبر کی خدمت میں حاضر ہونے کی تمنا بڑے اخلاق کے ساتھ کی تھی۔ اس نے اپنے نامہ میں یہ بھی لکھا کہ میں آپ کا تابع ہوں بلکہ میرے باپ دادا بھی زمانہ قدیم سے آپ کے مطیع اور فرمانبردار رہے ہیں۔ میں اپنے بھائی شاہ رخ کو آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں اور امید الطاف و کرم رکھتا ہوں۔"

لیکن اکبر نے اس عرضداشت کو قطعی نظر انداز کر دیا۔ سندھ پر قبضہ کرنا اب اس کی ضد ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے محمد صادق کی پسپائی کے بعد سندھ پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنے خان خاناں مرزا عبدالرحیم سام کو مقرر کیا جو مانے ہوئے سالار اور جنگجو بیرم خان کا بیٹا تھا۔

دوسری طرف مرزا جانی بیگ کو جب خبر ہوئی کہ اس بار اکبر کی طرف سے خان خاناں اس پر حملہ آور ہونے کے لئے کوچ کر چکا ہے تب وہ فکر مند ہوا اور اپنی سلطنت کے سارے مدبروں اور دانشوروں کو جمع کیا کہ اس سلسلے میں ان سے مشورہ کرے۔

چنانچہ اس کے سارے امراء نے متفقہ طور پر اسے رائے دی کہ بادشاہ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے روگردانی کسی طرح مناسب نہیں۔ عاقبت اندیشی یہی ہے کہ اطاعت قبول کر لی جائے۔

دوسری طرف اس تجویز کو مرزا جانی بیگ نے ماننے سے انکار کر دیا اور یہ حقیقت بھی ہے کہ مرزا جانی بیگ بڑا شجاع و دلیر انسان تھا۔ چنانچہ اپنے شجاعت اور مردانگی

Marfat.com

کے جوہروں کی وجہ سے اس نے اپنے مشیروں کے اس مشورے کو قبول نہیں کیا اور انہیں مخاطب کر کے کہا۔

''شجاعت، سخاوت اور بہادری کے مدعیوں کو عورتوں کی طرح زندگی بسر کرنا شیوۂ مردانگی نہیں۔ محض ایک جزوی ملک کی خاطر جو ہمیشہ کسی کی مِلک نہیں رہا اور ایسے تن کے لئے آسائش ڈھونڈنا جو ہمیشہ باقی رہنے والا نہیں بہت بڑی بزدلی ہے۔ میں اس طوقِ بدنامی اور لعنت کو اپنے گلے میں ڈالنا نہیں چاہتا کہ سلسلہ ترخان کے فلاں شخص نے نامردی اور بزدلی اختیار کی۔

مجھے اس طرح طوقِ غلامی گلے میں ڈالنا عقل مندی سے بعید نظر آتا ہے کیونکہ نتیجہ وہی ہونے والا ہے جو خدا کی مرضی ہے۔ میں اپنے بزرگوں کے دامن پر جنہوں نے بڑی عزت و شان سے زندگی بسر کی یہ داغِ بدنامی لگانا نہیں چاہتا۔

اب میں تم لوگوں میں سے ان کو جو خوف کی وجہ سے اپنی اور اپنی اولاد کی جان کو عزیز رکھتے ہیں، خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ وہ جہاں جی چاہے چلے جائیں۔''

مرزا جانی بیگ کی اس گفتگو پر اس کے مشیروں نے جواب دیا کہ ہمارا قلیل لشکر ایسے وسیع ملک کے بادشاہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہ خزانہ جو آپ کے آباؤ اجداد نے جمع کیا تھا وہ آج ہی کے دن کے لئے جمع کیا تھا جو آپ نے بے وقت، بے فائدہ مصرف میں خرچ کر دیا۔ پھر ہم کیسے اتنے بڑے بادشاہ کے لشکر سے نبرد آزما ہو سکتے ہیں؟''

اپنے مشیروں کے اس نئے مشورے کے جواب میں مرزا جانی بیگ نے کہا۔

''بے شک تمہارا کہنا صحیح ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ ہفت اقلیم کے بادشاہوں میں کسی کو ان سے مقابلے کی طاقت نہیں۔ لیکن یہ امر شجاعت اور مردانگی کے خلاف ہے کہ کوئی شخص اپنا ملک دشمن کے سپرد کر دے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ کوئی کسی کا منہ نہیں پکڑ سکتا۔ ایسا نہ ہو کہ لوگ مجھے بزدل اور کم ہمت کے نام سے یاد کریں اور کہیں کہ اس خاندان میں یہ کس قدر بزدل اور ناخلف واقع ہوا کہ اپنے موروثی ملک کو جان کے خوف سے کس آسانی سے دشمن کی نذر کر دیا۔

آخر اس ساری بحث و تمحیص کے بعد یہ طے پایا کہ اکبر کے سپہ سالار خان خاناں کا ہر صورت میں مقابلہ کیا جائے گا۔

دوسری طرف خان خاناں اپنے لشکر کے ساتھ پہلے بھکر پہنچا۔ چونکہ وہ زمانہ گرم

Marfat.com

ہواؤں اور طغیانی کا تھا اس لئے اس نے اپنے لشکر سمیت کچھ دن بھکر میں قیام کیا۔ پھر وہ سہون کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔ اس کے آنے کی خبر پاتے ہی اہل سہون قلعہ بند ہو گئے۔ سہون کے قریب پہنچ کر خان خاناں نے اپنے اُمراء کی جماعت سے مشورہ کیا کہ ہمیں پہلے مرزا جانی بیگ کی سرکوبی کے لئے ٹھٹھہ جانا چاہئے یا پہلے سہون کی مہم کو سر کر لینا چاہئے پھر آگے قدم بڑھانا چاہئے۔

چنانچہ خان خاناں کے امراء نے متفقہ طور پر جواب دیا کہ مناسب یہ ہے کہ چونکہ سہون ہمارے راستے میں ہے، ہمیں پہلے اسے فتح کرنا چاہئے۔ کیونکہ ہمارا اور لشکریوں کا گزر ادھر ہی سے ہو گا۔ سہون کی مہم کے بعد پھر ہمیں اطمینان سے آگے بڑھنا چاہئے۔

اسی اثناء میں خان خاناں کو خبر پہنچی کہ مرزا جانی بیگ ایک بہت بڑا اور جرار لشکر لے کر ٹھٹھہ سے اس کے ساتھ جنگ کرنے کے ارادے سے کوچ کر چکا ہے۔ اس اطلاع کے ملتے ہی خان خاناں سہون کا محاصرہ چھوڑ کر جانی بیگ کی طرف متوجہ ہوا۔ اس وقت تک جانی بیگ نصر پور کے قریب دمدموں کی صورت میں ایک قلعہ بنا کر وہاں محصور ہو گیا تھا۔

جب خان خاناں نے اس کے اس پڑاؤ سے چھ کوس کے فاصلے پر پہنچ کر دیکھا کہ جانی بیگ دمدمہ نما قلعے کی اوٹ میں تھا۔ اس موقع پر جانی بیگ نے اپنے لشکر کا ایک حصہ خان خاناں کے لشکر پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا۔ دونوں کے لشکریوں کے کچھ حصوں کے درمیان ٹکراؤ ہوا۔ یہ ٹکراؤ ایک دن اور ایک رات مسلسل ہوتا رہا جس میں مرزا جانی بیگ کے لشکر کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ خان خاناں کا لشکر فتح مند رہا۔

اس موقع پر خان خاناں نے ایک بہترین جنگی چال چلی۔ اس کی کوشش تھی کہ وہ ادھر مرزا جانی بیگ اور قلعہ سہون کو محاصرے میں رکھے اور ادھر پورے سندھ میں جا کر اپنے لشکر کو متعین رکھے۔ چنانچہ اس نے اپنے ایک سالار شاہ بیگ کو صوبہ نصر پور میں خاص کر قلعہ شاہ گڑھ میں ابوالقاسم کو متعین کیا۔ ایک اور لشکر کو جس میں تجربہ کار اور آزمودہ لشکری تھے قلعہ نیرن پور میں مقرر کیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ہر حصے میں اس کے لشکری متعین رہیں اور ضرورت کے وقت کام آئیں۔

مرزا جانی بیگ نے دیکھا کہ خان خاناں کسی طرح بھی اس کے قابو میں نہیں آ

Marfat.com

رہا۔ لہٰذا اپنی کامیابی کا در کھولنے کے لئے اس نے ایک چال چلی۔ اس نے اعلان کر دیا کہ جو کوئی بھی دشمن کا سر لے کر ہمارے حضور میں پیش ہوگا اسے بطور انعام پانچ سو کی رقم ادا کی جائے گی۔

یہ اعلان سنتے ہی سندھ کے غرباء نے اپنا کام کرنا شروع کیا اور وہ دشمن کے سر لا لا کر پیش کرنے لگے اور انعام پانے لگے۔

چند ہفتے بعد مرزا جانی بیگ کے خزانچی نے اندازہ لگایا کہ اس طرح تو خزانہ بالکل خالی ہوتا جا رہا ہے۔ چنانچہ اس انعام کو آہستہ آہستہ کم کر کے رقم پچاس کر دی گئی۔ لیکن پھر بھی بھوکے اور فلاکت زدہ لوگ اپنی جان خطرے میں ڈال کر یہ انعام حاصل کرتے۔ لیکن اس طرح مرزا جانی بیگ کے بہت سے لوگ مارے گئے، خزانہ خالی ہو گیا اور لوگوں کی حالت نہایت خراب ہوگئی۔ چنانچہ مرزا جانی بیگ نے محسوس کر لیا کہ اس سرد جنگ سے کوئی فائدہ نہیں۔ اب بجز شدید جنگ کے کوئی چارہ نہیں۔ اس لئے اس نے اپنے لشکر کو پھیلا دیا۔ چونکہ اس نے سنا تھا کہ خشکی کے راستے سے خان خاناں کے لئے دارالخلافہ سے خزانہ آتا ہے اس لئے اس نے اپنے سالاروں میں سے ابوالقاسم ولد شاہ قاسم ارغون کو ایک لشکر کے ساتھ متعین کیا کہ وہ جہاں بھی موقع پائے خان خاناں کے آنے والے خزانے کو لوٹ لے۔

چنانچہ جب خان خاناں کے لئے رقم اس راستے سے آئی تو ابوالقاسم ان پر حملہ آور ہوا۔ چھاپہ مارا اور اس سے خزانہ چھین لیا۔ لیکن اس ہنگامے میں ابوالقاسم کے بہت سے لشکری کام آ گئے۔

صورت حال اب دن بہ دن خراب ہوتی جا رہی تھی۔ مرزا جانی بیگ کی مالی حالت تشویش ناک حد تک پہنچ گئی تھی۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کیا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ خان خاناں سے پوری طاقت وقوت سے ٹکرایا جائے اور اسے پسپا ہونے پر مجبور کر دیا جائے۔

آخر جنگ کی ٹھان لینے کے بعد دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ دونوں لشکریوں کی تعداد کافی تھی۔ خان خاناں نے امتیاز کے لئے اپنی پگڑیوں میں تیر لگائے اور مرزا جانی بیگ کے لشکریوں نے اپنی پگڑیوں میں اپنی شناخت کی خاطر درختوں کی ٹہنیاں باندھ لی تھیں۔ اس کے بعد دونوں لشکریوں کے درمیان ہولناک جنگ شروع ہوئی۔

Marfat.com

اس موقع پر مرزا جانی بیگ کی بدبختی کہ اس کے ہاتھیوں میں سے ایک مست ہاتھی جو آگے آگے تھا، بھڑک گیا اور پلٹ کر اپنے ہی لشکریوں کو روندنا شروع کر دیا جس سے اردگرد کے لشکریوں میں بھگدڑ مچ گئی۔

دوسرے یہ کہ اس کے لشکر کے سامنے کے رخ سے سخت آندھی چلنے لگی جس کی وجہ سے جانی بیگ کے لشکر میں انتشار پیدا ہو گیا۔ اس موقع پر خان خاناں نے جب تیز حملے کئے تو ان حملوں کے باعث مرزا جانی بیگ کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

چنانچہ مرزا جانی بیگ کے لشکری اپنا سار سامان چھوڑ کر اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ مجبوراً مرزا جانی بیگ وہاں سے ہٹا اور کشتی پر سوار ہو کر روانہ ہوا اور خان خاناں کے لشکر نے میدان میں پہنچ کر مرزا جانی بیگ کے لشکر کے زخمیوں اور ان لوگوں کو جن میں ذرا سی بھی جان باقی تھی، موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس شکست کے بعد مرزا جانی بیگ کشتی میں بیٹھ کر اُندر کوٹ پہنچا اور فیصلہ کیا کہ وہ پھر اس جگہ اُندر کوٹ پہنچ کر اپنے آپ کو محفوظ اور مضبوط کرے گا اور خان خاناں کا مقابلہ کر کے ہر صورت میں اسے پسپا کرنے کی کوشش کرے گا۔

چنانچہ یہ فیصلہ کرنے کے بعد مرزا جانی بیگ نے اپنے اردگرد قلعہ سا بنا لیا اور اپنے مخصوص لوگوں کو اس نے اردگرد پھیلا دیا تاکہ مغلوں پر نگاہ رکھیں۔ لیکن مرزا جانی کی بدبختی ان لشکریوں میں سے کوئی بھی لوٹ کر نہ آیا۔ اکثر لشکری اپنی جان کے خوف سے اس طرح بھاگے تھے کہ ٹھٹھہ کا راستہ جو وہاں سے چار روز کا تھا انہوں نے ایک دن اور ایک رات میں طے کیا اور ساتھیوں کے پہنچنے سے پہلے ہی انہوں نے شکست کی خبر مرزا جانی بیگ کے باپ مرزا پابندہ بیگ اور مرزا جانی بیگ کے بیٹوں کو پہنچائی۔

دوسری طرف مرزا جانی بیگ کو شکست دینے کے بعد خان خاناں نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے ادھر کا رخ کیا جہاں جانی بیگ نے پناہ لے رکھی تھی۔ چنانچہ بہترین جنگی صلاحیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے خان خاناں نے مرزا جانی بیگ کی آمد و رفت اور رسد کا راستہ ہی منقطع کر دیا۔ مرزا جانی بیگ جب مایوس ہو گیا تو اس نے ٹھٹھہ میں اپنے باپ مرزا محمد پابندہ بیگ کو تمام حالات لکھے اور یہ تحریر کیا کہ حالات نہایت مایوس کن ہیں، میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ محل والوں اور مال و دولت اور خاصہ خیلوں اور متعلقین کو لے کر ٹھٹھہ سے کلا کوٹ چلے جائیں۔ میں نے آج کے دن ہی کے لئے کلا

Marfat.com

کوٹ کے قلعے کی مرمت کرائی تھی اور لوگوں کو شہر سے نکال کر ٹھٹھہ کے ہر کوچہ و بازار میں آگ لگا دیں۔ اس طرح جہاں تک بھی دسترس ہو ٹھٹھہ کے اطراف میں جو گاؤں اور قصبے ہیں انہیں بھی جلا دیا جائے اور ہر گاؤں اور شہر میں تین روز تک منادی کرائی جائے کہ وہاں کا ہر آدمی آبادی کو اس طرح چھوڑ دے کہ وہ ایسی ویران بنے کہ دشمن کا نشیمن نہ بن سکے۔

چنانچہ مرزا جانی بیگ کے باپ مرزا پابندہ بیگ نے ایسا ہی کیا۔ تین روز تک منادی کرائی گئی اور اس منادی کے بعد لوگوں کا یہ حال ہوا کہ وہ اس قدر جلدی میں مال و اسباب سمیٹنے لگے کہ جس قدر سامان لے جا سکتے تھے، لے گئے۔ پھر بھی اس پریشانی اور حیرانی میں جبکہ انسان کو اپنا سایہ بھی بارِ گراں دکھائی دیتا ہے تمام عمر کے اندوختے میں سے بہت کچھ چھوڑ گئے۔ اس بھگدڑ میں سامان لے جانے والوں نے کرائے اس قدر بڑھا دیئے کہ وہ سامان لے جانے کا کرایہ سامان کا تیسرا حصہ بلکہ نصف مانگنے لگے تھے۔ سامان کے کرائے کو اس قدر بڑھا ہوا دیکھ کر لوگوں نے اپنے مال و متاع کو اپنی حویلیوں اور گھروں میں گڑھے کھود کر دفن کر دیا تھا۔

ٹھٹھہ کو خالی کر دینے کے بعد وہاں کے باشندوں جنہوں نے اس شہر کو نہایت محنت و مشقت سے آباد کیا تھا، چاروں طرف سے شہر میں آگ لگا دی۔ وہ شہر جو اپنی خوبیوں اور لطافت میں کبھی دنیا میں مشہور تھا، لکڑی کے مکانات ہونے کی وجہ سے ایک ماہ تک جلتا رہا۔ کچھ لٹیروں اور اوباشوں کی خوب بن آئی۔ جو کچھ جلنے سے بچ رہا انہوں نے خوب لوٹا۔

پھر مصیبت یہ تھی کہ ٹھٹھہ اور گرد و نواح سے جو لوگ کلاکوٹ کے قلعے کی طرف گئے تھے اگرچہ وہ اپنی جانیں تو بچا گئے لیکن پانی اور غلے کی کمی کی وجہ سے انہیں وہاں بھی سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ وہاں رہائش کی جگہ بھی اس قدر تنگ تھی کہ تھوڑی سی جگہ میں دس دس خاندان نہایت تنگی سے بسر کر رہے تھے۔ لیکن وہ لوگ جو کسی وجہ سے قلعے میں داخل نہ ہو سکے انہیں ان سے بھی زیادہ پریشانی کا سامنا کرنا پڑا اور بدمعاشوں اور لٹیروں نے انہیں خوب لوٹا اور وہ مال جو انہوں نے کنوؤں اور پہاڑوں میں چھپا رکھا تھا پتہ چلا کر کھود کر لے گئے۔

خان خاناں کو جب خبر ملی کہ ٹھٹھہ کو آگ لگا دی گئی ہے تو اس نے ایک نئی چال

Marfat.com

چلی۔ اس نے اپنے منصب داروں کو جنہیں اس نے اِدھر اُدھر پھیلا رکھا تھا، حکم جاری کیا کہ وہ مرزا جانی بیگ کے مختلف صوبوں میں حکمرانوں کا محاصرہ کر لیں اور جس طرح میں نے جانی بیگ کا محاصرہ کر کے اسے محصور کر رکھا ہے اس طرح مرزا جانی بیگ کے سارے صوبوں کے حاکموں کو محصور کر لیا جائے۔

چنانچہ یہ حکم ملتے ہی خان خاناں کے سالار حرکت میں آئے۔ سب سے پہلے قلعہ نیرنگ کوٹ کی باری آئی۔ نیرنگ کوٹ کا حاکم اس وقت محمد امان ترخان تھا۔ اتفاق سے محمد امان ترخان ان دنوں مرزا جانی بیگ کے پاس آیا ہوا تھا۔ وہ شراب پی کر کشتی میں جا رہا تھا۔ اس کا پاؤں پھسلا اور وہ دریا میں گر پڑا اور وہیں فوت ہو گیا۔ بیٹا بیرام ترخان جو اس وقت نیرنگ کوٹ کا نگران تھا اس سے خان خاناں کے آدمیوں نے قلعہ چھین لیا۔

اس کے بعد دوسرے قلعے ساکرہ کی باری آئی۔ خان خاناں کے خلاف شاہ بیگ خان نے ساکرہ پہنچ کر ابوالقاسم ارزون کو جو وہاں کا حاکم تھا، محاصرہ میں لے لیا اور اس کو اس قدر تنگ اور عاجز کر دیا کہ ساکرہ کا قلعہ اس سے لے لیا۔

تیسرا قلعہ چاچگام تھا۔ یہ صوبہ بدین میں تھا۔ چنانچہ وہاں کے حاکم نے حالات کو دیکھتے ہوئے خان خاناں کی اطاعت قبول کر لی تھی۔

اس طرح ہر جگہ خان خاناں کامیاب اور کامران ہوا۔ مرزا جانی بیگ کو ہر طرف سے خان خاناں کی کامیابیوں کی اطلاعات مل رہی تھیں کہ نئی مصیبت یہ آئی کہ انہی دنوں اس کے والد مرزا پابندہ بیگ اور اس کے بیٹے مرزا ابوالفتاح کی وفات کی خبر پہنچی۔ اس خبر نے اس کی دل شکنی کو اور بڑھا دیا۔

دوسری طرف خان خاناں نے مرزا جانی بیگ کو اس طرح محاصرے میں لئے رکھا کہ آنے جانے کا راستہ بالکل بند تھا۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کوئی چیز مرزا جانی بیگ کے لشکر میں پہنچنے نہ پاتی تھی۔

اس کے باوجود کہ مرزا جانی بیگ کے حالات ہر طرف سے نامساعد تھے اور قسمت بظاہر اس کا ساتھ چھوڑ چکی تھی مگر اس کی شجاعت اور پامردی، عزم و استقلال کی داد دینی پڑتی ہے کہ اس کے عزم میں مطلقاً تزلزل پیدا نہیں ہوا اور وہ خان خاناں کے مقابلے کے لئے ڈٹا رہا۔ آخر خان خاناں کے لشکر نے اپنے مورچے مرزا جانی بیگ کے لشکر

Marfat.com

کے اس قدر قریب کر دیئے کہ دونوں جانب کے لشکری ایک دوسرے سے بات کر سکتے تھے اور ایک دوسرے پر پتھر پھینک سکتے تھے۔ یہ کھچاؤ اور تناؤ دونوں لشکریوں کے درمیان جاری تھا لیکن یہ صورت حال دونوں کے لئے ناقابلِ برداشت تھی۔

آخر محاصرے کی شدت سے تنگ آ کر صلح کے لئے آمادہ ہوا اور اس نے خان خاناں کو ایک عرضداشت بھیجی کہ میں سہون کا قلعہ آپ کے حوالے کرتا ہوں اور پھر ٹھٹھہ پہنچنے کے بعد واپس آ کر آپ سے ملاقات کروں گا۔

اس موقع پر خان خاناں نے مرزا جانی بیگ کی درخواست پر غور کرنے کے لئے امراء سے مشورہ کیا۔ تمام امراء نے متفقہ طور پر عرض کیا کہ اب مرزا جانی بیگ کی حالت بہت نازک ہو چکی ہے اس لئے صلح نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ ہم اپنے کام کو آج یا کل پر پہنچا چکے ہیں اور اس صورت میں اس کا امکان ہے کہ ٹھٹھہ پہنچنے پر جانی بیگ اپنے رائے کو بدل دے۔

اس موقع پر خان خاناں نے اپنے امراء کو مخاطب کر کے کہا۔

"جس جگہ ہم قیام کئے ہوئے ہیں اگر ہم یہیں چسپاں رہے تو اس میں ایک خرابی تو یہ ہے کہ دونوں طرف کے خاصے لشکری قتل ہو جائیں گے۔ دوسرے بہت سے لوگوں کے اہل و عیال برے لوگوں کے ہاتھ پڑ جائیں گے اور ان کی بے عزتی ہو گی۔ اس لئے ہم صلح کرتے ہیں اور مرزا جانی بیگ کو اپنے جیسا منصب پنج ہزاری شہنشاہ اکبر سے دلوائیں گے۔

اس طرح خان خاناں اور مرزا جانی بیگ کے درمیان صلح کی گفتگو شروع ہو گئی۔ اس صلح کے نتیجے میں یہ طے پایا کہ دونوں فریقوں میں جو معاہدہ ہوا ہے اس کے تحت دونوں طرف کے لشکری بغیر کسی تعصب اور کینہ کے ایک دوسرے کے بازار میں خرید و فروخت کریں گے تاکہ دونوں لشکریوں میں خلوص و محبت کی فضا پیدا ہو اور دلوں میں کدورت کا زنگ صاف ہو جائے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ لوگوں کے دلوں سے ایک دوسرے کے لئے جو خطرہ تھا وہ نکل گیا اور ہر صوبہ میں خان خاناں کے آدمی بے تکلف گھومنے لگے۔

مرزا جانی نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اس نے اپنی سلطنت میں سارے عاملوں کو لکھا کہ ہر ایک قلعے کی جو چابیاں ان کے پاس ہیں، خان خاناں کے آدمیوں

Marfat.com

کے حوالے کر دی جائیں اور چابیاں حوالے کرنے کے بعد وہ خود مرزا جانی کے پاس پہنچ جائیں۔

سب سے پہلے مرزا جانی کے لوگوں نے سہون کا قلعہ خان خاناں کے حوالے کیا۔ اس کے بعد مرزا جانی ٹھٹھہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ جبکہ دوسری طرف خان خاناں نے اپنے لشکر کے ساتھ برسات کا موسم موضع سَن میں گزارا۔ اس کے بعد وہ مرزا جانی کے مرکزی شہر ٹھٹھہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ فتح باغ کے نزدیک پہنچا تو مرزا جانی نے شاندار انداز میں خان خاناں کا استقبال کیا۔ اس طرح خان خاناں نے ٹھٹھہ میں چند روز تک مرزا جانی بیگ کے پاس قیام کیا اور اس قیام کے دوران خان خاناں نے مرزا جانی کو یقین دلایا کہ وہ اکبر سے سفارش کر کے اس کے سارے علاقے اسے واپس دلا دے گا۔ اس کے بعد مرزا جانی خان خاناں کو اپنی بندرگاہ دکھانے کے لئے لے گیا جسے ان دنوں بندر لاہوری کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ راستے میں ایک جزیرہ پڑتا تھا جس کا نام منورہ تھا۔ چنانچہ دونوں کو یہ جزیرہ دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ یہ جزیرہ بندر لاہوری سے بیس کوس کے فاصلے پر تھا۔ چنانچہ جیسے ہی مرزا جانی بیگ اور خان خاناں کے ساتھیوں کی کشتیاں روانہ ہوئیں اس زور کا طوفان آیا، ہوائیں چلیں کہ کشتیاں ڈگمگ کرنے لگی تھیں۔

چونکہ خان خاناں اور اس کے لشکریوں کو اس سے پہلے کبھی بحری سفر کا اتفاق نہیں ہوا تھا اس لئے کشتیوں کے ڈانواں ڈول ہونے سے ان کی طبیعت خراب ہونے لگی۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے خان خاناں کو یہ وہم ہونے لگا کہ کہیں مرزا جانی بیگ اس طوفان کی آڑ میں اس کے خلاف کوئی سازش ہی تیار نہ کر رہا ہو۔

اس موقع پر مرزا جانی بیگ کے کچھ آدمیوں نے اسے مشورہ دیا کہ یہ بہترین موقع ہے۔ اسے غنیمت جانا جائے۔ لہٰذا خان خاناں اور اس کے سالاروں اور عام لوگوں کو سمندر کے اندر کشتیاں ڈبو کر غرق کر دیا جائے۔

گو خان خاناں کے خدشات درست تھے لیکن مرزا جانی بیگ پُرخلوص تھا۔ اس کے ساتھیوں نے جب خان خاناں اور اس کے لشکریوں اور سالاروں کو ڈبونے کا مشورہ دیا تو وہ استغفار پڑھنے لگا۔ کہنے لگا۔

"یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اس عہد کو توڑ دیں جو ہم نے باندھا ہے؟ اب تو ہماری

Marfat.com

جان خان خاناں کی جان کے ساتھ ہے۔ ہماری کشتیوں کو اس کی کشتی کے برابر کیا جائے تا کہ ہم ڈوبیں تو ایک ساتھ ڈوبیں۔"

جب مرزا جانی بیگ کی کشتی خان خاناں کی کشتی کے برابر لائی گئی تو خان خاناں اور بھی متنبہ ہوا کہ کہیں مرزا جانی بیگ اس کا خاتمہ کرنے کے لئے تو اپنی کشتی اس کی کشتی کے قریب نہیں لا رہا۔ مگر جب مرزا جانی بیگ کی کشتی بالکل خان خاناں کی کشتی کے قریب آ گئی تو مرزا جانی بیگ اپنے دو خدمت گاروں کے ساتھ خان خاناں کی کشتی میں آیا اور خان خاناں کی دہشت اور خوف کو کم کرنے کے لئے اس نے دلچسپ باتوں اور شعر و شاعری کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ طوفان کا زور کم ہو گیا اور کشتیاں ساحل پر جا لگیں۔

کچھ دیر تک مرزا جانی بیگ کے ہاں قیام کرنے کے بعد خان خاناں اگلا قدم اٹھانا ہی چاہتا تھا کہ اسی دوران اکبر کی طرف سے اسے حکم نامہ ملا کہ دولت خان لودھی کو مفتوحہ علاقوں کا حاکم مقرر کر کے خان خاناں اکبر کی خدمت میں حاضر ہو۔

چنانچہ یہ حکم ملتے ہی خان خاناں اکبر کی طرف روانہ ہوا اور مرزا جانی بیگ کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔

مرزا جانی بیگ کو اکبر کے حضور پیش کیا گیا تو اکبر نے بھی اس سے نہایت التفات کا برتاؤ کیا اور وہ اس قدر موردِ التفات و کرم ٹھہرا کہ کچھ دن بعد اسے پنج ہزاری منصب عطا کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ جہانگیر کے بیٹے خسرو کی دامادی حیثیت سے نامزد کر دیا گیا تھا اور سیوستان اور لاہوری بندر کے علاوہ اس کا تمام ملک اس کو جاگیر میں دے دیا گیا تھا۔ دولت خان لودھی کے نام فرمان بھیجا کہ نو روز کا جشن منانے کے لئے سندھ سے بھی کچھ لوگوں کو اکبر کے پاس بھیجا جائے۔

اس طرح اکبر کے سالار خان خاناں کے ہاتھوں سندھ فتح ہوا اور سندھ کو اکبر کی سلطنت میں شامل کرنے کی اکبر کی دیرینہ خواہش کی تکمیل بھی ہوئی

◎......◎

Marfat.com

★★★

جن دنوں اکبر نے سندھ اور بلوچستان کو اپنی سلطنت کا حصہ بنانے کا ارادہ کیا تھا ان دنوں اس نے لاہور کو اپنا مرکزِ حکومت بنا رکھا تھا۔ لاہور ہی میں اکبر کے قیام کے دوران اس کی سلطنت کے اندر تین اہم واقعات نمودار ہوئے۔

پہلا واقعہ قندھار کی فتح کا تھا جس سے مغلوں کی سلطنت مغرب میں دور تک پھیلتی چلی گئی۔ جہاں تک قندھار شہر کا تعلق تھا تو یہ شروع سے ہی تجارت اور حکومت کا مرکز رہا کرتا تھا۔ اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے اس شہر کا ذکر 545ھ میں آتا ہے۔ اس کے بعد کے زمانے میں تیمور کے ہاتھوں قندھار کی فتح کا ذکر ملتا ہے۔ پندرھویں صدی کے اختتام پر قندھار ایک شخص سلطان حسین کی سلطنت کا حصہ بنا۔

اسی زمانے میں قندھار کا نام پہلی بار سکوں پر مضروب ہوا۔ حسین کے عہد میں ارغون سردار ارزنون بیگ نے قندھار کو اپنا دارالحکومت بنایا جبکہ شیبانی خان سے لڑائی میں ارزنون بیگ کی وفات کے بعد اس کے بیٹے شاہ بیگ ارغون کو مغل شہنشاہ بابر نے قندھار سے نکال باہر کیا لیکن بعد میں شاہ بیگ دوبارہ قندھار میں داخل ہوگیا۔ لیکن بابر پھر حرکت میں آیا۔ اس نے دوبارہ قندھار پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح قندھار مغل سلطنت کا حصہ بن گیا۔

بابر کی وفات کے بعد کابل اور قندھار کی حکومت کامران مرزا کو ملی اور وہ اس پر اس زمانے میں بھی قابض رہا جب اس کا بھائی ہمایوں ہندوستان سے جلا وطن کر دیا گیا تھا۔ ایران کے صفوی بادشاہ قندھار کو ہمیشہ خراسان کا حصہ قرار دیتے رہے تھے۔ ہمایوں کی جلا وطنی ختم ہونے کے بعد ہمایوں نے ایرانی فوج کی مدد سے قندھار کا محاصرہ کیا اور اسے فتح کرنے کے بعد ایران کے حوالے کر دیا۔ لیکن بعد ازاں ان

Marfat.com

سے واپس لے لیا۔

اکبر کے عہد کے ابتدائی ایام میں لگ بھگ 1552ء کے آس پاس ایران کا بادشاہ طہماسپ قندھار پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ لیکن لاہور میں قیام کے دوران اکبر نے ایک خاصا بڑا لشکر تیار کیا جس میں اس نے اپنے بڑے بڑے سالاروں کو رکھا اور اس لشکر کو اس نے قندھار پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ اکبر کے دور میں اس شہر کو فتح کر کے مغل سلطنت میں شامل کر دیا گیا تھا۔

دوسرا اہم واقعہ جو لاہور میں قیام کے دوران اکبر کو پیش آیا تھا وہ ایک رقاصہ اور کنیز کا جہانگیر سے محبت کا معاملہ تھا۔ محبت کے اس معاملے کو ڈرامہ اور فلم نویسوں نے انارکلی کا نام دے دیا۔ جبکہ تاریخ کے اوراق میں انارکلی کا کہیں کوئی ذکر نہیں ہے۔ ڈرامہ نویسوں اور فلم لکھنے والوں نے یہ داستان اپنے پاس سے گھڑ کر اس طرح سے فلم بینوں اور ڈرامے کے شوقین حضرات کی نگاہوں میں اپنا ایک مقام پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔

انارکلی کے بارے میں مختلف مؤرخین اپنی اپنی رائے رکھتے ہیں۔ تاریخ انارکلی سے متعلق بالکل خاموش ہے۔ اہم مؤرخوں نے بھی کہیں انارکلی کا ذکر نہیں کیا۔ تاہم انگریز اور ہندو مصنفوں نے انارکلی سے متعلق طرح طرح کی باتیں وابستہ کر کے ایک طرح سے مغل شہنشاہ اکبر کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔

پہلی بات یہ کہ انارکلی کا کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ ہاں، نادرہ بیگم نام کی ایک کنیز اور رقاصہ ضرور تھی جسے کچھ مؤرخین نے شرف النساء بیگم کے نام سے بھی یاد کیا ہے۔ چنانچہ یہ رقاصہ اور کنیز جب اکبر کے دربار میں پیش ہوئی تو جب اس نے پہلی بار وہاں رقص کیا تو اکبر کی رانی نے اس کا رقص دیکھ کر اسے انارکلی کا خطاب دیا اور بعض کے مطابق خود شہنشاہ اکبر نے اسے انارکلی کا خطاب دیا تھا۔

انگریز اور ہندو مؤرخین نے اس واقعہ کو بگاڑ کر ایک طرح سے مغلوں کے کردار کی نفی کرنے کی کوشش کی ہے۔ مشہور انگریز مؤرخ ولیم، جلال الدین اکبر کے دور کے بعد ہندوستان آیا۔ اس نے اپنے طور پر انارکلی کے بارے میں تحقیق کی۔ تحقیق کے مطابق انارکلی، اکبر کی بیوی اور شہنشاہ دانیال کی ماں تھی جو کہ اکبر کی کنیز خاص تھی۔ اور شہزادہ سلیم کا دل انارکلی پر آ گیا جس کی وجہ سے اکبر کو شہزادے پر شک ہوگیا اور اس شک کی

Marfat.com

بنیاد پر بادشاہ جلال الدین اکبر نے انارکلی کو زندہ دیوار میں چنوا دیا اور شیخ فرید کی مسجد کے قریب اکبر کی وفات کے بعد جہانگیر نے سلطنت ہندوستان کا بادشاہ بننے کے بعد اپنی محبت کی یاد میں انارکلی کا مقبرہ تعمیر کرا دیا۔

اکثر مؤرخین نے انارکلی کے وجود سے انکار کیا ہے اور انارکلی کے مقبرے کو ایک عام مقبرے کی عمارت یا شاہی عمارت کا ایک حصہ قرار دیا ہے۔ یہ عمارت ظاہری شکل و شباہت میں انار کی کلی سے مشابہت رکھتی ہے۔

لاہور میں جو انارکلی کا موجودہ مقبرہ ہے اس مقبرہ کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مقبرے کے ساتھ جو باغ تھا اس میں اناروں کے بکثرت درخت تھے اور اسی لئے اس کا نام انار باغ مشہور ہو گیا اور وقت کے ساتھ ساتھ اس کا نام انارکلی باغ پڑ گیا۔

لیکن لاہور میں جو مقبرہ انارکلی کا مقبرہ کہلاتا ہے اس سے کسی نہ کسی طور جہانگیر کا تعلق ضرور ہے۔ اس لئے کہ ایک دفعہ کسی نے جہانگیر سے سوال کیا۔

"یہ مقبرہ کس کا ہے؟"

تو اس سوال کے جواب میں جہانگیر نے اپنے جذبات کا اظہار اس شعر کے ساتھ کچھ اس طرح کیا جو کہ قبر کے تعویذ پر کندہ ہے۔

"آہ! گر من باز بینم روئے یار خویش را
تا قیامت شکر گویم کردگار خویش را"

ان واقعات میں جو بھی حقیقت ہے اس کے بارے میں کوئی مستند تاریخ سامنے نہیں ہے لیکن اس واقعہ کے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ یہ مرمریں مقبرہ عہدِ جہانگیر میں ہی تعمیر ہوا اور قبر کے تعویذ پر جہانگیر کا وہ پُر درد شعر جو اوپر لکھا جا چکا ہے جہانگیر کی محبت کی گواہی دیتا ہے۔

موجودہ انارکلی کے مقبرے کی قبر کے تعویذ پر باری تعالیٰ کے 99 نام عربی خط میں نمایاں نظر آتے تھے اور سرہانے کی طرف مجنوں سلیم اکبر کے الفاظ بھی درج تھے۔ قبر کے تعویذ پر مندرجہ ذیل الفاظ کے علاوہ کچھ سن بھی درج تھے۔ اس گنبد نما مقبرے کی دو منزلیں تھیں۔ دونوں منزلوں کے آٹھ آٹھ دروازے تھے۔ کئی کھڑکیاں اور کئی روشن دان تھے۔ گنبد کے گرد آٹھ بُرجیاں تھیں اور ہر بُرجی کے ایک ایک دروازے سے مقبرہ انارکلی کی عمارت انار کی کلی نما ہے۔

Marfat.com

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے 15 مارچ 1773ء کو انارکلی باغ میں شہزادہ کھڑک سنگھ کی ولی عہدی کا جشن منایا۔ رنجیت سنگھ نے اس مقبرے کو اپنی فوج کی تربیت گاہ کے طور پر بھی استعمال کیا۔ لیکن افسوس سکھوں کے دور میں اس مقبرے کو تباہ کر دیا گیا۔ مقبرے میں لگے ہوئے سنگ مرمر اتار کر مقبرے کی بنیادوں میں دست و برد کرنے سے گریز نہیں کیا گیا اور قبر کے تعویذ پر بنے اسمائے الٰہی اور اشعار تک کو ناکارہ بنا دیا گیا۔

سکھوں کے عہدِ حکومت کے بعد جب انگریزوں کا دور آیا تو اس مقبرے کی عمارت کو گرجا بنا دیا گیا اور انگریزوں نے اس مقبرے کے بڑے گنبد کے نیچے سے قبر اُکھاڑ کر ایک طرف رکھ دی اور گرجے کا نام انہوں نے سینٹ جیمس چرچ رکھ دیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے بڑے برج پر سرخ پتھر کی دو فٹ طویل صلیب بھی نصب کر دی تھی اور یہاں باقاعدہ عبادت شروع کرا دی تھی۔

اس کے بعد 1947ء میں انگریزوں کے چلے جانے کے بعد سنگ سرخ کی صلیب انارکلی کے مقبرے سے اتار کر لاہور کے کیتھڈرل چرچ کے احاطہ میں نصب کر دی گئی اور اس مقبرے کو پنجاب سیکرٹریٹ لاہور کے احاطے میں شامل کر لیا گیا اور ضرورت کے مطابق اس عمارت میں بہت سی تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔ اب اس عمارت کو سفید چونے کی چادر میں لپیٹ دیا گیا ہے اور اسے میوزیم اور ریکارڈ آفس کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس عجائب گھر میں تاریخی واقعات کی پینٹنگز اور تصاویر آویزاں ہیں۔ آج مقبرے میں خاموشی کی بجائے صبح 9 بجے سے لے کر 3 بجے دوپہر تک لوگوں کی آمد و رفت رہتی ہے اور لوگوں کی آوازیں مقبرے کے گنبدوں سے ٹکرا کر پوری عمارت میں گونجتی رہتی ہیں۔

بہرحال تاریخ کے اوراق میں اس انارکلی کا کوئی ذکر نہیں ملتا جسے ڈرامہ نویسوں اور فلم لکھنے والوں نے لوگوں کے سامنے کھڑا کر دیا ہے۔ زیادہ تر لکھنے والے اس بات پر متفق ہیں کہ انارکلی کا کوئی وجود ہی نہ تھا اور یہ جو موجودہ انارکلی کا مقبرہ ہے، یہ عام سا مقبرہ ہے۔ اس کو انارکلی کا مقبرہ اس لئے کہا گیا کہ اس کی شکل و شباہت انار کی کلیوں سے مشابہت رکھتی ہے۔ اس مقبرے کو انارکلی کا مقبرہ کہنے کی ایک اور وجہ بھی لوگ بیان کرتے ہیں وہ یہ کہ کہا جاتا ہے کہ مقبرے کے ساتھ جو باغ تھا اس میں اناروں کے بکثرت درخت تھے اس لئے اس کا نام انار باغ مشہور ہو گیا جو بعد میں بگڑ کر انارکلی

Marfat.com

بن گیا۔ اور انارکلی نام کی کسی کنیز کا کوئی وجود نہ تھا اور نہ ہی اس کی محبت کی خاطر شہزادہ سلیم یعنی جہانگیر نے اپنے باپ کے خلاف بغاوت کھڑی کی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اکبر کے خلاف جہانگیر یعنی شہزادہ سلیم نے بغاوت کھڑی کی تھی لیکن وہ بغاوت انارکلی کے حق میں یا انارکلی کی محبت کی وجہ سے نہ تھی۔ اس بغاوت کی ایک خاصی بڑی وجہ تھی جو اگلے صفحات میں پیش کی جائے گی۔

تیسرا اہم کام جو اکبر کے لاہور میں قیام کے دوران پیش آیا وہ موجودہ شیخوپورہ میں ہرن مینار کی تعمیر کا تھا۔ ہرن مینار سے متعلق کہا جاتا ہے کہ اکبر کے بیٹے سلیم یعنی جہانگیر نے ایک خاصے بڑے قد کا ہرن پال رکھا تھا جس کا نام اس نے ہرن مستراج رکھا ہوا تھا۔ جہانگیر کے ایک خاص مصور ملہور نے اس ہرن کی ایک تصویر اس طرح بنائی تھی کہ جہانگیر ہرن کی رسی یعنی ڈوری کو پکڑے ہوئے اس کے ساتھ مانوس گھوم رہا تھا۔

جب یہ ہرن مرا تو جہانگیر کو بڑا قلق ہوا۔ اس کی یاد میں اس نے ایک یادگار موجودہ شیخوپورہ میں بنوائی اور اس پر ایک مینار بنوایا تھا جو ہرن مینار کے نام سے آج بھی مشہور ہے۔ اس ہرن کی قبر پر ایک کتبہ مرمری سل پر محمد حسین زریں کی قلم سے نستعلیق طرز میں کندہ کرا کے نصب کیا گیا۔ پر افسوس کہ مرمری سل وہاں موجود نہیں لیکن وہاں کی دیگر یادگاریں اس ہرن کی یاد کو تازہ کرتی نظر آتی ہیں۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

اکبر کے اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ لاہور کی طرف آنے سے پہلے عادل خان لشکر کے ایک حصے کے ساتھ بنگال میں مقیم تھا۔ یہاں تک کہ اکبر نے ایک خاصا بڑا لشکر تیار کیا اور عادل خان کو بھی اس لشکر میں شامل کیا گیا اور ایک جرار لشکر کی مہم قندھار کی طرف روانہ کی گئی تھی۔ اس لشکر نے قندھار پر حملہ آور ہو کر قندھار کو ایرانیوں سے چھین کر مغل سلطنت میں شامل کیا تھا۔ چنانچہ قندھار کی اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد اکبر کے حکم کے مطابق عادل خان اور دوسرے بہت سے سالاروں نے لاہور شہر کے اندر ہی قیام کر لیا تھا۔

لاہور کے اندر چونکہ عادل خان کے ماموں کی بھی رہائش گاہ تھی لہٰذا اس کے دونوں بڑے بھائیوں نے وہ رہائش گاہ عادل کی ملکیت قرار دے دی تھی۔ چنانچہ قندھار کی مہم سے واپسی کے بعد لاہور میں اندرون دہلی دروازے میں عادل خان نے اپنی بیوی کملا کے ساتھ اسی مکان کے اندر رہائش اختیار کی تھی۔ اور پھر قندھار کی یہ مہم عادل خان کے لئے مبارک بھی ثابت ہوئی تھی اس لئے کہ اسی مہم کے دوران اس کے ہاں کملا سے ایک بیٹا بھی پیدا ہوا تھا۔

ایک روز عادل خان اور کملا دونوں اندرون دہلی دروازے والے اس مکان میں ایک کمرے میں بیٹھے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ ان کے سامنے نومولود بچہ گہری نیند سویا ہوا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

دستک کی آواز سن کر کملا چونکی تھی اور عادل کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔ ”دروازے پر دستک کون دے سکتا ہے؟“

اس پر عادل خان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

Marfat.com

''میں دیکھتا ہوں دستک دینے والا کون ہے؟ ہو سکتا ہے شہنشاہ نے کسی اہم کام کے سلسلے میں مجھے طلب کیا ہو۔ ورنہ عام لوگوں کو ہماری اس رہائش کا علم نہیں ہے۔''

عادل خان کے ان الفاظ پر کملا مطمئن ہو گئی تھی۔ پھر عادل خان بیرونی دروازے پر گیا۔ جب دروازہ اس نے کھولا تو دروازے پر ابوالفضل کھڑا ہوا تھا۔ وہی ابوالفضل جس نے اکبر کو دینِ الٰہی کی ابتداء کرنے کی انگیخت کی تھی اور جواب اکبر کے نئے دین کا خلیفہ اول تھا۔

ابوالفضل کے اس طرح آنے پر عادل خان کا ماتھا ٹھنکا تھا۔ تاہم دروازہ کھول کر شاندار انداز میں اس نے ابوالفضل کا استقبال کیا۔ اسے اپنے ساتھ دیوان خانے میں لے گیا۔ ابوالفضل جب بیٹھ گیا تب اسے مخاطب کر کے عادل خان کہنے لگا۔

''ابوالفضل! تم بیٹھو۔ میں ذرا اپنی بیوی کو تمہارے آنے کی اطلاع کرتا ہوں تاکہ وہ مطمئن رہے۔ ہم نے اس مکان میں نئی نئی رہائش اختیار کی ہے لہٰذا مکان پر اگر کوئی دستک دیتا ہے تو وہ پریشان ہو جاتی ہے۔''

جواب میں ابوالفضل نے چہرے پر مکارانہ سی مسکراہٹ بکھیری، اثبات میں سر ہلایا۔ اس کے ساتھ ہی عادل خان وہاں سے نکلا۔ دوسرے کمرے میں گیا۔ وہاں بڑی پریشانی کی حالت میں کملا کھڑی تھی۔ اسے دیکھتے ہی عادل بول اٹھا۔

''کملا! تم آرام سے بچے کے پاس بیٹھو۔ دستک دینے والا ابوالفضل ہے۔ میں نے اسے دیوان خانے میں بٹھایا ہے۔ میں اس سے بات کرتا ہوں۔ دیکھتا ہوں وہ کیا کہتا ہے۔''

عادل خان کے ان الفاظ پر کملا مطمئن ہو گئی تھی۔ عادل خان اس کمرے سے نکلا اور دیوان خانے میں داخل ہوا۔ جب وہ ابوالفضل کے سامنے بیٹھ گیا تب کچھ دیر تک ابوالفضل عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر بڑے مکارانہ اور انتہائی ذلیلانہ انداز میں عادل خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''عادل خان! آج میں تمہیں دینِ الٰہی کی ترغیب اور دعوت دینے آیا ہوں اور مجھے امید ہے کہ تم دینِ الٰہی کو قبول کر لو گے اور بڑی سختی کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہو جاؤ گے۔''

یہ الفاظ ادا کرنے کے بعد جب ابوالفضل خاموش ہوا تب کھا جانے والے انداز

Marfat.com

میں عادل خان نے اس کی طرف دیکھا۔ کہنے لگا۔

''ابوالفضل! اس کام کے لئے تُو نے میرا ہی انتخاب کیوں کیا؟''

جواب میں ابوالفضل مسکرایا، کہنے لگا۔

''پہلے بڑے بڑے اور نامور سالاروں ہی کا انتخاب کیا گیا ہے۔ تمہارے علم میں اضافے کے لئے میں یہ بھی کہہ دوں کہ سندھ کا حاکم مرزا جانی سندھ کی حکومت سے محروم ہونے کے بعد لاہور ہی میں مقیم ہے۔ اس کے سارے علاقوں کو مہابلی نے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا ہے۔ اور تمہارے لئے اچھی خبر یہ ہے کہ سندھ کے سابق حکمران مرزا جانی نے لاہور پہنچ کر اکبر کا دینِ الٰہی قبول کر لیا ہے۔ اگر سندھ کے حکمران جیسے اہم شخص نے دینِ الٰہی کو قبول کر لیا ہے تو میرے خیال میں جب اسی دین کی دعوت میں تمہیں دوں گا تو تم انکار نہیں کرو گے۔''

عادل خان کچھ دیر تک خاموش رہ کر سوچتا رہا، پھر دوبارہ اس نے غصہ بھرے انداز میں ابوالفضل کی طرف دیکھا۔ ساتھ ہی اس کی آواز سنائی دی۔

''کیا اس کام کے لئے شہنشاہ نے تمہیں میری طرف روانہ کیا ہے؟''

ابوالفضل نے پہلے نفی میں گردن ہلائی، پھر کہنے لگا۔

''نہیں، نہیں۔ شہنشاہ ایسے معمولی کام نہیں کرتا۔ میں چونکہ اس کا خلیفہ ہوں لہٰذا اس دین کی دعوت کرنا میرے اولین فرائض میں سے ہے۔ میں خود تمہاری طرف آیا ہوں اور شہنشاہ کے دینِ الٰہی کی تمہیں دعوت دیتا ہوں۔ کہو، تم کیا کہتے ہو؟''

ابوالفضل جب خاموش ہوا تب کچھ دیر تک عادل خان گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ اپنی گردن سیدھی کی اور اس کے بعد اس نے ابوالفضل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

''ابوالفضل! تم، تمہارے باپ، تمہارے بھائیوں جیسے لوگوں نے مذہب کو ٹھٹھہ اور مذاق بنا کر رکھ دیا ہے۔ ابوالفضل! اگر اس دنیا میں تمہیں کوئی پوچھنے والا نہیں تو ایک بات اپنے ذہن میں بٹھا کر رکھو، ایک جابر اور قاہر ذات ایسی ہے جو تم جیسے ملحدوں، تم جیسے زندیقوں سے خوب نمٹنے والی ہے۔ ابوالفضل! تم نے، تمہارے باپ اور تمہارے بھائی نے شہنشاہ کو نیا دین جاری کرنے کے لئے انگیخت کیا۔ پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ اسلام کے اندر تمہیں کیا کمی دکھائی دی جس کی بنا پر تم لوگوں نے نئے دین کی

Marfat.com

ابتداء کردی؟

ابوالفضل! اسلام ایک صاف ستھرا شفاف دین ہے جس کے عقائد کو سادہ الفاظ میں پانچ اصولوں پر رکھا گیا ہے۔ یعنی خدا پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، خدا کے رسولوں پر ایمان، خدا کی کتابوں پر ایمان اور اعمال کی جزا وسزا کے دن پر ایمان۔ ان حقائق کا اقرار زبان سے کرنا اور یقین دل سے کرنا ضروری ہے۔ انسان سے اسلام کا سب سے پہلا مطالبہ یہ ہے کہ وہ ایمان لائے، پھر ارکانِ اسلام پر عمل کرے جو تعداد میں پانچ ہیں یعنی اللہ کی توحید، حضور ﷺ کی رسالت، اللہ کے سوا کسی کو اپنا معبود نہ سمجھے، اس کی عبادت نماز کی صورت میں کرے، پھر نفس کشی کے لئے رمضان کے روزے رکھے اور غریبوں ومساکین کی مدد کرے جس کے لئے زکوٰۃ ہے۔ اور من حیث القوم قوم واحدہ بیت اللہ کا حج کرے۔ ابوالفضل! یہ بتاؤ کہ نیا دین جو تم نے اکبر کے لئے جاری کیا ہے کیا اس میں یہ باتیں شامل ہیں؟''

عادل خان کی یہ باتیں سن کر ابوالفضل مبہوت سا رہ گیا تھا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عادل خان نے پھر کہنا شروع کیا۔

''ابوالفضل! یہ مت سمجھنا کہ میں تمہاری باتوں میں آ جاؤں گا۔ میں اپنے دین سے متعلق پوری طرح باخبر ہوں اور اس پر بڑی سختی سے پابند رہنے والا ہوں۔ تمہاری طرح ڈانواں ڈول، ملحد اور زندیق قسم کا انسان نہیں ہوں۔

ابوالفضل! تُو کیوں لوگوں کو اپنے دین سے برگشتہ کر رہا ہے؟ ظالم! اس دین جیسا دین تو تجھے دنیا کے کسی کونے میں نہیں ملے گا۔ اسلام تجھ سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ تُو اس امر کی شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور یہ کہ نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور یہ کہ رمضان کے روزے رکھے اور یہ کہ اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرے۔ اور پھر اسلام کے اندر تو ایمان کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ وہ بھی کمال کی وضاحت ہے۔ یعنی ایمان یہ ہے کہ اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، آخرت پر ایمان لائے۔

ابوالفضل! اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کا فرض صرف حضور ﷺ کے ذمہ نہیں کیا گیا بلکہ آپ ﷺ کو آخری نبی کہہ کر یہ فرض پوری امت مسلمہ کو سونپ دیا گیا تھا۔ چنانچہ آنحضور ﷺ کے بعد تبلیغ دین کی کوششیں اب بھی جاری ہیں۔ قرآنِ مقدس نے تبلیغ

Marfat.com

دین کے سلسلے میں واضح طور پر یہ ہدایت کر دی تھی کہ اللہ کی راہ میں دعوت عقل وحکمت موعظہ حسنہ اور بہتر طریقے سے بحث کے ذریعے دو۔

ابوالفضل! تم لوگ بڑے بھٹکے ہوئے اور ملحد قسم کے لوگ ہو۔ جس سے مخالفت رکھتے ہو اسے اس دین کی دعوت دیتے ہو۔ جب وہ یہ دینِ الٰہی قبول نہیں کرتا تو اکبر سے اس کے لئے سزا تجویز کراتے ہو۔

ظالم کے بچے! اسلام میں تو مذہب قبول کرنے کے بارے میں کسی قسم کا جبر ہے ہی نہیں اور واضح طور پر کہا گیا تھا کہ دین کے معاملے میں جبر نہیں ہے، دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حق کی حمایت میں تلوار اٹھانے کا حکم دیا گیا ہے اور اسے جہادِ فی سبیل اللہ کہا گیا ہے۔ مگر اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ جہاد کا مقصد لوگوں میں تلوار کے ذریعے اسلام کو لانا ہے۔

ابوالفضل! اسلام میں مذہب کسی خاص طبقے یا فرقے کی اجارہ داری نہیں ہے۔ چونکہ تبلیغ اسلام کی تلقین ہر مسلمان کو کی گئی ہے اس لئے مسلمان جہاں کہیں بھی گئے تبلیغ کا کام کرتے رہے۔ علماء، فقراء اور صوفیوں کا تو کام ہی تبلیغِ دین تھا۔ تاجر اور سیاحوں کے علاوہ عام مسلمان بھی اس فریضہ کو ادا کرتے رہے ہیں۔ دین اسلام کی اشاعت سے نہ صرف یہ کہ دنیا میں مسلمانوں کی تعداد بڑھی بلکہ دیگر مذاہب پر بھی اس کا اثر پڑا اور ان میں اصلاحی طریقوں نے جنم لیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عادل خان رکا۔ پھر دوبارہ وہ پہلے سے زیادہ سخت لہجے میں ابوالفضل کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

"ابوالفضل! لوگوں کے سامنے دینِ الٰہی کو پیش کرنے کا جو طریقہ تم نے اور تمہارے حواریوں نے اختیار کر رکھا ہے وہ نہایت پست اور قابل مذمت ہے۔ کیا دین کی تبلیغ اس طرح جبر اور سختی سے کی جاتی ہے جس طرح تم کر رہے ہو؟ ذرا اسلام کا مطالعہ کرو۔ اسلام کو پیش کرنے کا طریقہ چونکہ عقلی اور فطری ہے اور اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ عقلی دلائل ہی کے ذریعے اسلام کو لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ اسلام کی وسیع اشاعت کا سبب بھی عقلی دعوت ہے۔ اس کا اثر علمی اور فکری دنیا پر بھی ہوا۔ ابوالفضل! دین کے معاملے میں مجھے کورا مت خیال کرنا۔ میں دین کی تفصیل سے پوری طرح آگاہ ہوں۔ اور تم پر یہ بھی واضح کر دوں کہ کبھی یونانیوں نے کائنات کے

Marfat.com

بارے میں غور وفکر کی بنیاد استدلال کو بنا رکھا تھا۔ جبکہ قرآنِ مقدس میں بار بار مشاہدہ، تدبر اور تجربہ پر زور دے کر تجربی تحریک کو ابھارا جس نے آگے چل کر جدید سائنس کو جنم دیا۔

ابوالفضل! یوں تو علومِ عقلیہ اسلام سے پہلے بھی رائج تھے لیکن ہر شخص محض اپنی ضرورت یا شوق کے مطابق جس علم کو چاہتا تھا اور جس قدر چاہتا تھا، حاصل کرتا تھا۔ درس گاہیں قائم تھیں لیکن مذہب نے علم حاصل کرنے کی پابندی نہیں لگائی تھی۔ اسلام اور صرف اسلام ہی وہ پہلا دین ہے جس نے تمام علوم حاصل کرنا مذہب میں داخل کیا۔ انہیں ضبطِ تحریر میں بھی لانے کا حکم دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ تمام دنیا میں پھر کر مختلف علوم حاصل کرنا، انہیں قلم کے ذریعے ضبطِ تحریر میں لانا، کتابوں کی جلد میں محفوظ کرنا اور علوم کی اشاعت کرنا مسلمانوں نے اپنا مقصدِ حیات بنا لیا۔ یہ اسلام ہی کا اثر تھا کہ یورپ میں نشاۃِ ثانیہ کا آغاز ہوا۔

ابوالفضل! اسلام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ یہ ساری کائنات کوئی اتفاقیہ حادثہ نہیں بلکہ منظم سلطنت ہے۔ جسے اللہ نے بنایا ہے وہی اس کا مالک اور وہی اس کا حاکم ہے۔ اس کے سوا یہاں کسی کا حکم نہیں چلتا۔ سب ہی دنیا تو اللہ کے لگے بندھے اصولوں کے ماتحت چل رہی ہے جسے سائنس نے اب دریافت کرنا شروع کیا ہے۔

اللہ نے دنیا میں انسان کو اپنا نائب بنایا۔ اسے علم دیا۔ تمام قوتیں اس کے مطیع کیں۔ مگر شیطانی اور بدی کی قوت اس کے آگے نہ جھکی۔ اب اس دین کا نائب ہونے کی وجہ سے انسان کا فرض ہے کہ وہ صرف خدا کا ماتحت رہے۔ خدا کی دی ہوئی اشیاء کو اس کے حکم اور مرضی کے مطابق استعمال میں لائے۔ اس کا عمل خدا کے دیئے ہوئے قانون کے مطابق ہو۔ اب اس امرِ نیابت کا تقاضا ہے کہ دنیا میں رہنے کے دوران انسان نے جو غلطیاں کی ہوں، اللہ کی دی ہوئی اشیاء کو امانت نہ سمجھا ہو اور ان میں جو خیانت کی ہو اور بدی کی قوت کے آگے جتنا سر جھکایا ہو اس کی اسے سزا ملے اور فرض کی ادائیگی جتنے احسن طریقے سے کی ہو اس کا اسے انعام ملے۔

اپنے دل پر یہ بھی لکھ رکھو کہ مذاہبِ عالم کا مطالعہ کریں تو ان میں سے کوئی بھی اپنی موجودہ شکل میں انسانی زندگی کو اس کے تمام پہلوؤں سے محیط نہیں کرتا۔ ان میں سے اکثر محض عبادات پر زور دیتے ہیں یا پھر انفرادی زندگی کو اجتماعی زندگی سے الگ

Marfat.com

کرتے ہیں۔ یہ محض دینِ اسلام کی برکت ہے کہ اس نے واضح طور پر ایک مکمل ضابطہ حیات پیش کر دیا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عادل خان رکا اور پہلے کی نسبت زیادہ غضب ناک لہجے میں ابوالفضل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ابوالفضل! تم اور تمہارا باپ اور تمہارا بھائی وہ بدبخت انسان ہو کہ اب تم اسی ضابطہ اسلام اور اسلام کی اخلاقی قدروں کو ادھیڑنے اور انہیں تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہو۔ ایک بات یاد رکھنا، تمہارے ان غلط اقدامات کی وجہ سے تم لوگوں کا انجام بڑا برا اور بھیانک ہوگا۔"

عادل خان یہاں تک کہنے کے بعد جب خاموش ہوا تب ابوالفضل اپنے چہرے پر مکروہ ہنسی بکھیرتے ہوئے کچھ دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔

"عادل خان! جو کچھ تم نے کہا میں نے اسے بڑے غور اور انہماک سے سنا اور اس سے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ جہاں تم ایک عمدہ سالار ہو وہاں ایک بہترین مقرر بھی ثابت ہو سکتے ہو۔ اس کے علاوہ مجھ پر یہ بھی انکشاف ہو چکا ہے کہ تم دین سے متعلق اچھا علم بھی رکھتے ہو۔ لیکن مجھے ان چیزوں سے کوئی غرض و غایت نہیں ہے۔ میں تو تمہارے ہاں اس لئے آیا ہوں کہ تمہیں اور تمہاری بیوی دونوں کو دینِ الٰہی کی دعوت دوں۔ تم نے خوامخواہ مجھے اتنا لمبا وعظ سنا دیا۔ جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا وہ کام تو چند لفظوں میں ہی ختم ہو سکتا تھا۔ یعنی میں تمہارے سامنے دینِ الٰہی پیش کرتا ہوں اور تمہارا جواب بالکل مختصر یعنی ہاں یا نہیں میں ہونا چاہئے۔ اب بتاؤ تم کیا کہتے ہو؟"

ابوالفضل یہ الفاظ ادا کرنے کے بعد عادل خان کی طرف بڑے غور سے دیکھنے لگا تھا۔ اس موقع پر اس کے چہرے پر پھر مکروہ قسم کی مسکراہٹ بکھری تھی۔ عادل خان نے بھی بغور اس کا جائزہ لیا پھر پہلے کی نسبت زیادہ غضب ناکی اور غصے میں بول اٹھا۔

"ابوالفضل! جو دعوت تم نے مجھے دی ہے اس کے جواب میں سب سے پہلے تو میں تم پر لعنت بھیجتا ہوں۔ پھر یہ کہتا ہوں کہ تم ملحد اور زندیق ہو بلکہ خنزیر کے بچے ہو جو اسلام کو ترک کر کے اس طرح لوگوں کے سامنے دھونس دھمکی کے ساتھ دینِ

Marfat.com

الٰہی پیش کر رہے ہو۔ اگر مختصر جواب ہی سننا چاہتے ہو تو پھر سنو۔ میں انتہائی حقارت سے تمہارے اس دینِ الٰہی کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں۔ اب بولو، تم کیا کہتے ہو؟''

عادل خان کے ان الفاظ پر غصہ کا اظہار کرتے ہوئے ابوالفضل اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

''بس، جو جواب میں تم سے سننا چاہتا تھا وہ سن چکا۔ اب اگر میں تمہیں اکبر کے حکم سے پابہ زنجیر کر کے زندان میں نہ ڈالوں تو میرا نام ابوالفضل نہیں۔''

عادل خان بھی اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور پہلے کی نسبت زیادہ غصہ میں برس پڑا۔

''ابوالفضل! تو مجھے زندان اور زنجیروں میں جکڑے جانے سے ڈراتا ہے۔ قسم خداوند قدوس کی کہ اگر اپنے دین پر قائم رہنے کی وجہ سے مجھے کوئی زندان اور زنجیریں چھوڑ کر آگ میں ڈالنے اور زمین کی تہہ تک میں دفن کرنے کی دھمکی دے تب بھی میں اس دھمکی سے مرعوب نہ ہوں۔ ابوالفضل! میں ایک بار پھر تمہیں ملحد، زندیق اور خنزیر کا بچہ کہتا ہوں۔ جا، یہاں سے چلا جا اور میرے خلاف جو تو نے کارروائی کرنی ہے، کر لے۔''

عادل خان کے ان الفاظ پر غصہ میں پاؤں پٹختا ہوا ابوالفضل وہاں سے نکل گیا تھا۔ ابوالفضل کے جانے کے بعد تقریباً بھاگتی ہوئی کملا دیوان خانے میں داخل ہوئی۔ آگے بڑھ کر اس نے عادل خان کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے پھر فکر گیر آواز میں بول اٹھی۔

''یہ آپ نے ابوالفضل سے کیا کہہ دیا؟ اب وہ واپس جا کر جب شہنشاہ سے آپ کی شکایت کرے گا تو شہنشاہ نہ جانے آپ کے خلاف کیا تادیبی کارروائی کرے۔ میں دیوان خانے سے باہر کھڑی ہو کر آپ اور ابوالفضل کی گفتگو سن چکی ہوں۔ اب نہ جانے یہ ابوالفضل شہنشاہ سے جا کر آپ کے خلاف کیا کچھ اپنی طرف سے پیش کرے گا اور.......''

اس سے آگے کملا کچھ نہ کہہ سکی۔ اس کے منہ پر عادل خان نے ہاتھ رکھ دیا تھا۔ ساتھ ہی اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

''آؤ، پہلے کی طرح اپنے اسی کمرے میں بیٹھ کر اسی موضوع پر گفتگو کرتے ہیں

Marfat.com

جس پر ابوالفضل کے آنے سے پہلے کر رہے تھے۔میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔ میں اپنے دین پر قائم ہوں اور ابوالفضل جیسے گمراہ انسان کے کہنے پر میں اپنا دین ترک نہیں کروں گا۔"

اس کے ساتھ ہی کملا کی ڈھارس کے لئے عادل نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ پھر وہ اسے لے کر اس کمرے کی طرف جا رہا تھا جہاں وہ ابوالفضل کی آمد سے پہلے بیٹھے ہوئے تھے۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

عادل خان سے ملاقات کرنے کے بعد ابوالفضل نے سیدھا قلعے کا رخ کیا۔ شاید وہ عادل خان سے ہونے والی گفتگو سے اکبر کو آگاہ کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے کہ اکبر نے ان دنوں شاہی قلعے کے اندر ہی قیام کر رکھا تھا۔ جہاں تک لاہور کے شاہی قلعے کا تعلق ہے، مؤرخین لکھتے ہیں لاہور راجہ رام چندر جی کے بیٹے لو نے آباد کیا تھا۔ قلعے کے تہہ خانے میں ایک چھوٹا سا مندر موجود ہے اور ماہرین تعمیرات اور مؤرخین کا خیال ہے کہ مندر رام چندر جی کے بیٹے لو ہی کا تعمیر کردہ ہے۔

ساتھ ہی مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ جب وہ مندر بنایا اور شہر بسایا گیا تو کیا قلعہ بھی تعمیر کیا گیا تھا۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ سلطان محمود غزنوی کے دستِ راست ایاز نے جب از سر نو لاہور تعمیر کیا تو قلعہ بھی بنایا۔ کیونکہ 1180ء میں شہاب الدین غوری اور 1185ء میں محمد شاہ کے حملوں میں قلعے کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔

یہ قلعہ 1241ء میں مغلوں کے حملوں سے اس قدر متاثر ہوا کہ 1258ء میں سلطان غیاث الدین بلبن نے اسے دوبارہ تعمیر کرایا۔ مگر 1398ء میں تیمور لنگ نے اس قلعے کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی۔ چنانچہ 1421ء میں مبارک شاہ دوئم نے اس کی مرمت کرائی۔

مگر اسی سال شیر شاہ گکھڑ کی یلغار میں یہ قلعہ پھر منہدم ہو گیا۔ چنانچہ 1433ء میں کابل کے والی شیخ علی نے لاہور فتح کیا تو ایک مرتبہ پھر اسے تعمیر کرنے کی کوشش کی۔ لاہور کا موجودہ شاہی قلعہ 1566ء میں اکبر نے تعمیر کرایا اور اندرونی قلعہ و شاہی محل اور دیگر عمارات بنوائیں۔ جہانگیر، شاہجہاں اور اورنگ زیب نے اپنے اپنے حسنِ ذوق کے

Marfat.com

مطابق محلات و خوابگاہیں، شہ نشینیں، پائیں باغ، حمام، شاہ برج، نولکھا و شیش محل، دیوانِ عام، موتی مسجد اور عالیشان دروازے تعمیر کروائے۔

1799ء سے 1839ء تک رنجیت سنگھ نے اس میں قیام رکھا۔ قلعے کی تعمیر کے وقت دریائے راوی قلعے کی دیوار کو مس کرتے ہوئے بہتا تھا۔ عہدِ رنجیت سنگھ تک اس نے اپنا راستہ تبدیل کر کے مزید شمال کی طرف بہنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ رنجیت سنگھ نے دفاعی نقطہ نظر سے نئے حصار تعمیر کئے۔ اس کے بعد 1846ء میں انگریزوں نے یہاں چھاؤنی قائم کی اور جنوبی حصار کو منہدم کر دیا گیا۔

قلعہ لاہور مرکزی شہر کے شمال مغربی حصے میں واقع ہے۔ اس میں داخل ہونے کے لئے شاہ برج دروازہ استعمال ہوتا ہے۔ یہ شاہجہان نے عبدالکریم معمور خان کی نگرانی میں تعمیر کرایا تھا۔ اب اس شاہ برج کی تعمیرات میں سے صرف شیش محل ہی موجود ہے جس میں نولکھا جیسی خوبصورت عمارت موجود ہے۔ یہ بنگال کے طرزِ تعمیر سے مشابہ ہے۔ اس کے علاوہ یہاں لال برج کی مشرقی سمت 53 فٹ لمبا اور 51 فٹ چوڑا سنگِ مرمر کا دیوانِ خاص ہے۔ یہاں سنگِ عقیق، سنگِ سلیمانی اور سنگِ لیشوک سے گلکاری کی گئی ہے۔ اس کے مغرب میں شاہی حماموں کی قطاریں ہیں اور حماموں کی مشرقی سمت ایک احاطہ جہانگیری موجود ہے۔ اس احاطہ میں واقع جہانگیر کی خواب گاہ میں ایک چھوٹا سا عجائب گھر موجود ہے جس میں دورانِ جنگ استعمال ہونے والا اسلحہ وغیرہ نمائش کے لئے رکھا گیا ہے۔ قلعہ کے جنوب میں 60 ستونوں اور شاہی جھروکہ والا اکبری دیوانِ عام موجود ہے۔ یہ قلعہ چھوٹی سی سرخ اینٹوں سے تعمیر کیا گیا تھا۔

ابوالفضل جب شاہی قلعے میں داخل ہوا تو اس وقت شاہی قلعے میں اکبر کے سامنے راگ و رقص کی محفل برپا تھی اور ایک ڈھلی ہوئی عمر کا مُغنی انتہائی پُرسوز آواز میں نغمہ الاپ رہا تھا جس کا مفہوم کچھ اس طرح تھا:

لوگ کہتے ہیں وہ درد کا درماں دیتے ہیں
ہم کہیں کیسے درماں وہ تو درد دیتے ہیں
میرے عزیز ایسے لوگوں کو کیا چاہنا
دل کو جو اپنے مہ خانہ بنا لیتے ہیں

Marfat.com

جن پہ جاں نثار کریں ہم وفا جن سے کریں
بخت ہی برے ہیں وہی لوگ دغا دیتے ہیں
چنتے رہے ہیں پھول ہم عمر بھر جن کے لئے
بیہات صلے میں وہی لوگ خار دیتے ہیں
کھلا رکھنا سماعتوں کو، بصارتوں کو
کہ اپنے ہی قدم قدم پر فریب دیتے ہیں
ڈرے ڈرے سے گزارتے ہیں زیست کے ایام
لوگ تو منہ سے نوالہ بھی چھین لیتے ہیں
سوچ کے اترنا نئی مسافتوں میں
کہ لوگ تو پارس کو بھی پتھر بنا دیتے ہیں

یہاں تک گانے کے بعد وہ مغنی جب خاموش ہو گیا تب ابوالفضل نے اکبر کی طرف جا کر شاید عادل خان کے متعلق گفتگو کرنا چاہی۔ لیکن اسی وقت دو خوبصورت اور نوجوان لڑکیاں حرکت میں آئیں۔ ان دونوں میں سے ایک کے ہاتھ میں دف تھی۔ لڑکیاں اس جگہ آ کر بیٹھ گئیں جہاں پہلا مغنی گاتا رہا تھا۔ پھر ان دونوں لڑکیوں کی نمائندگی کرنے والا شخص اکبر کے پاس گیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مہا بلی! یہ دونوں لڑکیاں شعروں میں ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہوئے ماحول اور خصوصیت کے ساتھ برسات کی عکاسی کرتی ہیں۔ امید ہے کہ ان کا کام آپ کو پسند آئے گا''۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اکبر کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا اور ہاتھ کے اشارے سے اس نے لڑکیوں کو اپنے کام کی ابتداء کرنے کے لئے کہا تھا۔ اکبر کا اشارہ ملنے پر ان دو لڑکیوں میں سے ایک نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی دف پر ہاتھ مارا اور پھر اپنی ساتھی لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھی:

''جھوم جھوم کے بادل آئے''

دوسری لڑکی نے بھی دف پر ہاتھ مارا اور پہلی لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی:

''ساتھ میں اپنے برکھا لائے''

پہلی لڑکی پھر بولی:

Marfat.com

"جل تھل کرتا ساگر آئے"

اب دوسری لڑکی نے جواب دیا:

"سونا مٹی ساتھ میں لائے
دور کہیں بنجارہ گائے
کسی کے من میں روگ لگائے
کلی کلی بھنورا منڈلائے
شمع پہ پروانہ مر جائے
رات کو ہر سُو جھینگر گائے
کھیت کھیت جگنو چمکائے
شاخ شاخ پہ کوئل گائے
پھول پھول بلبل اترائے
سکھیوں کا جھمگٹھا بھی آئے
پانی بھرنے پنگھٹ جائے
کونجیں آئیں قطار بنائے
اتریں گی کہیں دور سرائے
دور دیس سے راہی آئے
نئے نویلے قصے لائے
آؤ چلیں ہم اسی سرائے
قصے جہاں وہ نئے ہیں لائے"

یہاں تک کہنے کے بعد پہلی لڑکی دف پر ہاتھ مارتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ دوسری نے بھی دف پر ہاتھ مارا اور کھڑی ہو گئی۔ اکبر شاید ان کے اشارے کو سمجھ گیا تھا۔ ان دونوں کو انعامات سے مالا مال کیا۔ پہلے مغنی کو بھی خوب نوازا۔ پھر وہاں کھڑے راگ و رنگ کی محفل کے ان منتظموں کو اکبر نے حکم دیا کہ ان لڑکیوں سے پہلے جو مغنی گا رہا تھا وہ اکبر کے ساتھ اس وقت آگرہ جائے گا جب اکبر لاہور سے آگرہ یا فتح پور سیکری کا رخ کرے گا۔ اس کے ساتھ ہی اکبر وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور ایک طرف کو چل دیا۔

Marfat.com

ابوالفضل نے موقع غنیمت جانا اور بڑی تیزی سے اکبر کی طرف لپکا۔
اکبر کے ساتھ چلتے چلتے ابوالفضل نے بڑی رازداری سے عادل خان کے ساتھ ہونے والی گفتگو سے اسے آگاہ کیا تھا اور یہ ساری گفتگو سن کر اکبر کے چہرے پر عجیب سا تبسم نمودار ہوا اور ساری گفتگو جاننے کے بعد دیکھنے والوں نے دیکھا اکبر نے نفی میں گردن ہلائی تھی۔ شاید ابوالفضل کے کہنے پر اس نے عادل خان کے خلاف تادیبی کارروائی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے باوجود ابوالفضل اکبر کے ساتھ چلتا رہا۔

OOO

اسی روز عادل خان نے عصر کی نماز مرزا مسجد میں ادا کی۔ یہ مسجد رنگ محل سے موچی دروازے کی جانب محلہ پیپل ویہڑہ میں اکبری عہد کے قلعہ دار ضابطہ خان نے اپنی حویلی گرا کر بنائی تھی۔ ضابطہ خان بڑا عابد، زاہد اور پرہیز گار شخص تھا اور اس نے اپنی ساری زندگی اسی مسجد ہی میں گزار دی تھی۔ اس کے انتقال کے لگ بھگ 300 سال بعد یعنی 1879ء میں ایک شخص مرزا محمد نے اسے گرا کر دوبارہ تعمیر کیا۔ یہ مرزا محمد ضابطہ خان ہی کی اولاد میں سے تھا اور راجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں وہ کسی اعلیٰ عہدے پر فائز بھی تھا۔ سکھوں کے آخری عہد میں سکھ سرداروں کا عبرت ناک انجام دیکھ کر وہ گوشہ نشین ہو گیا تھا۔

اس مسجد کی کرسی سطح زمین سے ایک منزل اونچی ہے۔ وسیع صحن میں پختہ اینٹوں کا استعمال کیا گیا ہے، دروازوں پر تین وسیع گنبد ہیں۔ اس کے علاوہ امام مسجد کے حجرے اور سر بازار دکانوں کے علاوہ اہل محلہ کی اجتماعی تقریبات کے لئے ایک وسیع نشست گاہ بھی تعمیر کی گئی تھی۔

مرزا مسجد میں عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد عادل خان نکلا اور اس جگہ آیا جہاں اب مسجد موراں ہے۔ دراصل موراں بازارِ حُسن کی ایک چھوٹے قد اور گندمی رنگت والی طوائف تھی۔ اس دور میں لاہور کے بازارِ حُسن میں ایک سے ایک بڑھ کر خوبصورت مطربہ اور مغنیائیں موجود تھیں۔ ان دنوں رنجیت سنگھ کا دور تھا۔ اس نے جب موراں نام کی طوائف کو دیکھا تو اس پر فریفتہ ہو گیا۔ چنانچہ اسے اپنے حرم میں داخل کر لیا۔
رنجیت سنگھ کے دربار میں اس عورت کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ کوئی کام اس کے مشورے اور تجویز کے بغیر شروع ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ رنجیت سنگھ نے موراں کی خوشنودی

Marfat.com

کے لئے اس کے نام کا سکہ اور کپڑا ماپنے کے لئے موراں گز بھی جاری کیا۔ یہاں تک کہ درباری کام کاج بھی موراں کی خوابگاہ میں مکمل ہونے لگے۔

موراں کی خواہش اور حکم کو لوگ مہاراجہ کی خواہش اور حکم سے زیادہ طاقت ور جانتے تھے۔ موراں اگرچہ اس وقت مسلمان نہ ہوئی تھی لیکن اپنے عروج اقتدار کے زمانے میں 1824ء میں اس نے شاہ عالمی دروازے کے قریب پاپڑ منڈی کے شمال میں سرِ بازار یہ مسجد تعمیر کرائی تھی۔

اس مسجد کے فرش کی سطح زمین سے ایک منزل بلندی پر رکھ کر بنائی گئی تھی۔ تمام مسجد اینٹ اور چونے کی موٹی تہہ سے پلستر ہوئی۔ چھت پر تین گنبد بنائے گئے جن پر سبز رنگ کے کلف چڑھا دیئے گئے تھے۔ وسیع صحن میں کنواں، وضو خانہ اور حمام کا انتظام کیا گیا تھا۔ مسجد کے نیچے سرِ بازار دکانیں بھی تھیں جبکہ ان دکانوں کے اوپر دریچہ دار نشست گاہیں بنائی گئی تھیں۔

اس کے علاوہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے موراں کی خواہش پر یہاں امامت کے لئے اچھے علماء بھی مقرر کئے اور اس مسجد میں عربی، فارسی اور دینی علوم کے لئے مدرس مقرر کئے گئے۔ موراں نے اس مسجد کی تعمیر کے لئے ایسے معماروں اور کاریگروں کا انتخاب کیا جنہوں نے دانستہ کبھی نماز نہ ترک کی ہو۔ موراں نے آخری عمر میں اسلام قبول کر لیا تھا اور میانی صاحب قبرستان میں دفن ہوئی تھی۔

موراں اور اس کی بہن مولا کا خاندان ہمیشہ بازارِ حُسن کا معزز خاندان رہا اور بازارِ حُسن کی چودھراہٹ بھی اسی خاندان کے پاس رہی۔ یہ خاندان آج بھی کوچہ چیت رام روڈ پر آباد ہے۔

عادل خان جب اس مسجد کی جگہ پہنچا تو پشت کی جانب سے کسی نے اس کا نام لے کر اسے پکارا۔ اس پکار پر عادل خان رک گیا۔ جب اس نے مڑ کر دیکھا تو اس کے قریب ہی راجہ بھیر سنگھ موجود تھا۔ راجہ بھیر سنگھ کو وہاں دیکھ کر عادل خان بڑا حیرت زدہ سا ہوا۔ اسے مخاطب کر کے عادل خان نے پوچھا۔

"بھیر سنگھ! تم اکبر کے ساتھ تو لاہور میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ کب یہاں وارد ہوئے؟"

اس پر بھیر سنگھ مسکرایا اور کہنے لگا۔

Marfat.com

''میں بعد میں یہاں آیا ہوں۔ لیکن آج میں تمہارے لئے ایک خوشخبری رکھتا ہوں۔ کیا دینِ الٰہی کے معاملے میں تمہاری گفتگو ابوالفضل سے ہوئی تھی؟''

اس موقع پر عادل خان نے بڑے غور سے بھیر سنگھ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''تمہارا اندازہ درست ہے۔ اس موضوع پر صرف گفتگو نہیں بلکہ ابوالفضل کے ساتھ میری تلخ کلامی بھی ہوئی تھی۔''

جواب میں بھیر سنگھ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''تو پھر ابوالفضل تمہاری شکایت لے کر مہابلی کے پاس گیا تھا۔ مجھے کچھ خاص لوگوں نے جو وہاں موجود تھے، بتایا ہے۔ اس لئے کہ ابوالفضل چاہتا تھا کہ اکبر تمہارے متعلق احکامات جاری کرے جن کے تحت تمہیں پابہ زنجیر کر کے زندان میں ڈال دیا جائے۔ لیکن اکبر نے ابوالفضل کی بات ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ کہنے والوں نے مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ جب ابوالفضل اکبر کے ساتھ چلتا رہا تو اپنی بات پر زور دیتا رہا تب اکبر نے تنگ آ کر اس کی طرف دیکھا اور ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ''کیا دینِ الٰہی قبول نہ کرنے کی وجہ سے میں ایسے شخص کو پابہ زنجیر کر کے ناحق زندان میں ڈال دوں جس نے ایک بار بپھرے ہوئے شیر پر چھلانگ لگا کر مجھے نئی زندگی دی تھی؟''

جس نے مجھے یہ سارا ماجرا بتایا ہے اس کا کہنا ہے کہ اکبر کے یہ الفاظ سن کر ابوالفضل شرمندہ سا ہو گیا تھا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد بھیر سنگھ رکا۔ پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''عادل خان! میں تو ابوالفضل کا تعاقب کرتے ہوئے ادھر آیا تھا۔ اس موضوع پر میں اس سے گفتگو کرنا چاہتا تھا لیکن راستے میں تم مل گئے۔ لہٰذا میں ابوالفضل کے پیچھے نہیں گیا۔ اس موضوع پر تم سے گفتگو کرنے کے لئے تمہیں آواز دے دی۔''

بھیر سنگھ کے ان الفاظ پر بڑے غور سے عادل خان نے اس کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔

''یہ ابوالفضل کدھر گیا ہے؟''

اس پر بھیر سنگھ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

Marfat.com

وہ یہاں سے تھوڑی دور ہی آگے ہو گا۔ اس کا ارادہ ہری سنگھ کے باغ کی طرف جانے کا ہے۔ اس کے ساتھ اس کے کچھ آدمی بھی تھے۔ میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ تمہارے موضوع پر علیحدگی میں اس سے گفتگو کروں گا کہ راستے میں تم مل گئے۔"

جواب میں عادل خان مسکرایا اور کہنے لگا۔

"بھیر سنگھ! میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اگر کسی موقع پر میرا اور ابوالفضل کا آمنا سامنا ہوا تو میں اس کی گردن ضرور کاٹوں گا۔ اس لئے کہ اس نے دین کے معاملے میں زیادتیاں اور ظلم کئے ہیں۔ لیکن آؤ، پہلے دیکھتے ہیں وہ کس طرف گیا ہے اور کس کو اپنا شکار بنانے کا قصد رکھتا ہے۔"

بھیر سنگھ نے عادل خان کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ لہٰذا دونوں تیز تیز چلتے ہوئے ہری سنگھ کے باغ کی طرف گئے۔ ہری سنگھ کا یہ باغ ان دنوں اس جگہ ہوا کرتا تھا جہاں آج کل میو ہسپتال ہے۔ عادل خان اور بھیر سنگھ نے عبدالفضل کو اس جگہ جا لیا جہاں آج کل سیتلا مندر کے پہلو میں بانسوں والا بازار ہے۔ اس دور میں وہاں ایک سرائے ہوا کرتی تھی۔ اس سرائے کا نام سرائے رتن چند تھا۔ چنانچہ رتن چند نام کی اسی سرائے کے پاس ہی بھیر سنگھ اور عادل خان نے ابوالفضل کو جا لیا۔ جب دونوں ابوالفضل کے قریب گئے تب ابوالفضل نے گھورنے کے انداز میں عادل خان کی طرف دیکھا۔ پھر ایک غلط نگاہ اس نے بھیر سنگھ پر ڈالی، ساتھ ہی اس نے پوچھ لیا۔

"تم دونوں میرے تعاقب میں کیوں نکلے ہو؟ کیا چاہتے ہو؟"

ابوالفضل چونکہ چلتے چلتے رک گیا تھا لہٰذا عادل خان بھی اس کے سامنے رک گیا۔ لمحہ بھر کے لئے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر ابوالفضل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ابوالفضل! ہم نے تم سے کیا لینا ہے؟ پھر تمہارے پاس گمراہی اور بدی کے سوا دینے کے لئے ہے ہی کیا؟ آج دن کے پہلے پہر میں تم میرے گھر گئے تھے اور دین الٰہی کے سلسلے میں تم نے مجھ سے گفتگو کی تھی۔ جب میں نے تمہاری انگیخت پر اس دین میں داخل ہونے سے انکار کر دیا تو ابوالفضل! تمہیں یاد ہو گا کہ تم نے مجھے دھمکی دی تھی کہ تم مہابلی سے کہہ کر مجھے پابہ زنجیر کر کے زندان میں ڈالو گے اور اگر تم ایسا نہ کر سکے تو تمہارا نام تبدیل کر دیا جائے گا۔ ابوالفضل! میں تو تمہارے پاس یہ التماس لے کر آیا ہوں کہ تم مجھے پابہ زنجیر کرنے اور زندان میں ڈالنے کے لئے جلدی کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو

Marfat.com

کہ تم ایسا نہ کر سکو اور تمہیں اپنا نام تبدیل کرنا پڑے۔''
ابوالفضل نے اس موقع پر کھا جانے والے انداز میں عادل خان کی طرف دیکھا۔ اس کے بعد ایک نگاہِ غلط اس نے بھیر سنگھ پر ڈالی۔ ساتھ ہی بول اٹھا۔
''عادل خان! یہ تم نہیں بول رہے، تمہارے اندر بھیر سنگھ بول رہا ہے۔ سنو عادل خان! میں نے تمہارے ساتھ مدت مقرر نہیں کی تھی۔ کوئی مہلت نہیں دی تھی کہ اس مہلت کے اندر میں تمہیں پابہ زنجیر کر کے زندان میں ڈالنے میں کامیاب ہو جاؤں گا اور اگر ایسا نہ کر سکا تو اپنا نام بدل لوں گا۔ یہ واقعہ اور حادثہ آج ہی تو پیش آیا ہے اور آج ہی اگر میں تمہیں زندان میں نہیں ڈال سکا تو عادل خان! ابھی بڑا وقت پڑا ہے، تم بھی یہاں ہو، میں بھی اور مہابلی بھی یہیں ہیں۔ میں پھر کہتا ہوں کہ تمہیں پابہ زنجیر کر کے زندان میں ڈالے بغیر دم نہیں لوں گا۔''
اس موقع پر عادل خان اپنا ہاتھ اپنی تلوار کے دستے پر لے گیا۔ اس کے ایسا کرنے پر ابوالفضل کانپ گیا تھا۔ یہاں تک کہ عادل خان کی پُر رعب آواز سنائی دی۔
''اگر تم عہد کرتے ہو کہ کسی نہ کسی روز مجھے پابہ زنجیر کر کے زندان میں ڈالو گے تو پھر میں بھی آج تمہارے سامنے عہد کرتا ہوں کہ جب کبھی بھی مخالفت کی بناء پر میرا اور تمہارا آمنا سامنا کسی جنگ، کسی معرکے میں ہوا تو میں تمہاری گردن ضرور کاٹوں گا۔''
عادل خان کے ان الفاظ پر ابوالفضل کا رنگ پیلا ہو گیا تھا۔ تاہم وہ آگے چل دیا اور مدھم سے لہجے میں کہنے لگا۔
''یہ وقت بتائے گا کہ کون کس کی گردن کاٹتا ہے۔''
اس کے ساتھ ہی ابوالفضل آگے بڑھ گیا تھا جبکہ عادل خان اور بھیر سنگھ وہاں سے مڑے تھے اور انہوں نے موجودہ چوک رنگ محل کا رخ کیا تھا۔ دونوں تیز تیز چلتے ہوئے جب بال ماتا مندر کے پاس پہنچے تو مغرب کی اذان کی آواز سنائی دی۔ اس پر بھیر سنگھ کو مخاطب کرتے ہوئے عادل خان کہنے لگا۔
''بھیر سنگھ! برا مت ماننا، مغرب کی اذان ہو گئی ہے۔ یہاں قریب ہی مسجد مفتیاں ہے۔ میں وہاں نماز ادا کرتا ہوں۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم رکو تاکہ میں تمہاری دعوت کر سکوں؟''
جواب میں بھیر سنگھ مسکرایا اور کہنے لگا۔

Marfat.com

''اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم مغرب کی نماز ادا کرو، میں اتنی دیر تک بال ماتا مندر میں داخل ہو کر مندر کا جائزہ لیتا ہوں۔ اس لئے کہ یہ مندر دیکھنے کا مجھے بڑا شوق تھا۔''

چنانچہ عادل خان تو آگے بڑھ گیا اور بھیر سنگھ بال ماتا مندر میں داخل ہو گیا۔

جہاں تک بال ماتا کے مندر کا تعلق ہے تو یہ مندر موجودہ شاہ عالمی دروازے کے کوچہ بال ماتا میں تھا اور کہا جاتا ہے کہ یہ مندر لاہور میں لودھی خاندان کی حکومت کے دوران تعمیر ہوا۔

اس مندر سے متعلق روایت ہے کہ لودھیوں کا ایک لشکر ہندوستان سے واپس جانے کے لئے اس محلے کے قریب شب بسری کے لئے قیام پذیر ہوا۔ چنانچہ مقامی ہندو سوداگر اپنے قالین، کمبل اور دیگر اشیائے خورد ونوش کو فروخت کرنے کے لئے جب لودھیوں کے اس لشکر میں گئے تو ان مقامی ہندو سوداگروں نے ایک مسلمان لشکری کے پاس بال ماتا کی مورتی دیکھی اور بڑے حیران اور پریشان ہوئے۔ وہ مورتی اس مسلمان لشکری نے کہیں سے لوٹ مار میں حاصل کی تھی۔ چنانچہ ان سوداگروں نے بہت سا مال دے کر اس مسلمان لشکری سے وہ مورتی حاصل کر کے وہاں ایک مندر بنا لیا۔

یہ مندر زمین سے لگ بھگ آٹھ زینے اونچا تعمیر کیا گیا تھا۔ گنبد پر طلائی کلف نصب کیا گیا تھا اور ہر اتوار اور منگل کو رت جگا ہوتا اور پرشاد تقسیم ہوتا تھا۔

OOO

دوسری طرف عادل خان مغرب کی نماز ادا کرنے کے لئے مسجد مفتیاں میں داخل ہوا۔ یہ مسجد بھی اپنی قدامت کے لحاظ سے قابل احترام ہے۔ کہا جاتا ہے یہ مسجد سلطان بہلول لودھی کے زمانے میں 1442ء میں ایک شخص مفتی کمال الدین نے موجودہ چوک رنگ محل کے قریب کوچہ مفتیاں میں تعمیر کرائی تھی۔ اس میں دینی تعلیم کے لئے مدرسہ بھی قائم کیا گیا تھا جس میں ان کی اولاد دو پشتوں تک مسلسل درس و تدریس میں مصروف رہی۔ اسی مسجد کی مشرقی دیوار کے ساتھ حویلی نواب میاں خان تعمیر ہوئی۔ سکھ عہد میں یہ کھنڈر ہو گئی تو کنور نہال سنگھ کے داروغہ اصطبل دلاور خان نے مسجد کے صحن میں حویلی تعمیر کرنا شروع کی تو مسلمانوں کو ہوش آیا۔ راجہ کھڑک سنگھ نے حویلی کی تعمیر بند کرائی اور مسلمانوں کو مسجد بنانے کی ترغیب دی۔ چنانچہ مفلوک الحال مسلمانوں نے چندہ جمع کر

Marfat.com

کے جو مسجد بنائی وہ ایک بارش بھی برداشت نہ کر سکی اور بیٹھ گئی۔ بعد ازاں لاہور کے رئیس نواب عبدالمجید خان نے اس مسجد کو ازسرنو بڑی پختگی کے ساتھ تعمیر کرایا۔

بہر حال عادل خان نے مغرب کی نماز مسجد مفتیاں میں ادا کی اور اس کے بعد وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اپنے گھر کی طرف ہو لیا تھا۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

اکبر اپنے لاؤ لشکر، امراء اور سالاروں کے ساتھ برابر لاہور میں قیام کئے ہوئے تھا کہ دکن کے حالات خراب ہونا شروع ہو گئے۔ خصوصیت کے ساتھ خان دیش کی طرف سے اکبر کو بری خبریں ملنے لگیں جس کی بنا پر اکبر نے لاہور سے فتح پور سیکری واپس جانے کا عزم کر لیا۔ اکبر نے لاہور کو اپنا دارالحکومت اس لئے بنایا تھا کہ اسے ان دنوں تین خطرات تھے۔ پہلا خطرہ کشمیر کی طرف سے جسے اکبر اپنی سلطنت میں شامل کرنا چاہتا تھا اور ایسا کر چکا تھا۔ کشمیر اب اس کی سلطنت کا حصہ تھا۔

دوسرا خطرہ اسے اپنے بھائی حکیم مرزا سے تھا جو ان دنوں کابل کا حکمران تھا۔ وہ خدشہ بھی اس کا جاتا رہا۔ اس لئے کہ حکیم مرزا فوت ہو چکا تھا اور اب وہ سارا علاقہ براہِ راست اکبر کی کمانداری میں آ چکا تھا۔

تیسرا اور سب سے بڑا خطرہ ان دنوں اکبر کے لئے عبداللہ ازبک کی طرف سے تھا۔ عبداللہ ازبک کسی دور میں نہ صرف اکبر کے لشکر میں سب سے اچھا، سب سے صاحب حیثیت سالار ہوا کرتا تھا بلکہ وہ اکبر کے رشتہ داروں میں سے بھی تھا۔ اکبر کے ناروا سلوک کی وجہ سے پہلے وہ گجرات کی طرف بھاگا پھر وہاں سے منزل پر منزل مارتا ہوا شمال مغرب کی طرف گیا اور چھوٹا سا ایک لشکر جمع کر کے اس نے بدخشاں پر قبضہ کر لیا تھا اور اب اس نے بدخشاں میں اپنی حکومت مضبوط اور مستحکم کر کے ایک خاصا بڑا لشکر تیار کر لیا تھا۔ اور جن دنوں اکبر نے دینِ الٰہی کی ابتدا کی تھی، عبداللہ ازبک برابر اسے توہین آمیز خطوط لکھتا رہا تھا اور اسے اپنے خطوط میں ملحد اور کافر کہہ کر مخاطب کرتا رہا۔ چونکہ اکبر عبداللہ خان سے بھی خدشہ محسوس کرتا تھا لہٰذا اس سے نمٹنے کے لئے وہ چاہتا تھا کہ لاہور میں قیام کرے۔

Marfat.com

اسی دوران اکبر کی مملکت میں ایک سازش بھی اٹھی۔ اس سازش کے محرک تین افراد تھے۔ پہلا راجہ مان سنگھ، دوسرا اکبر کا سرکردہ امیر عزیز کوکا، تیسرا اکبر کا چہیتا اور اس کے نئے دین کا خلیفہ ابوالفضل تھا۔

ہوا یوں کہ ایک روز ابوالفضل اپنی رہائش گاہ میں اکیلا بیٹھا تھا کہ راجہ مان سنگھ اور عزیز کوکا دونوں اس سے ملاقات کے لئے آئے۔ چونکہ راجہ مان سنگھ اور عزیز کوکا، اکبر کے منہ چڑھے امراء میں سے تھے لہٰذا ابوالفضل نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کا استقبال کیا اور انہیں اپنے سامنے بٹھایا۔ بیٹھ جانے کے بعد گفتگو کا آغاز راجہ مان سنگھ نے کیا تھا۔ وہ ابوالفضل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں اور عزیز کوکا دونوں آج ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور ساتھ ہی ہم دونوں یہ بھی امید رکھتے ہیں کہ جس کام کے لئے ہم آپ کے پاس آئے ہیں اس کے سلسلے میں آپ ضرور نہ صرف ہم سے تعاون کریں گے بلکہ ہماری مدد بھی کریں گے۔''

راجہ مان سنگھ جب خاموش ہوا تو ابوالفضل کچھ دیر تک عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا۔ حیران اور پریشان بھی تھا۔ یہاں تک کہ اس کی آواز راجہ مان سنگھ اور عزیز کوکا کی سماعت سے ٹکرائی۔ ابوالفضل کہہ رہا تھا۔

''مان سنگھ! یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو؟ میری مدد اور حمایت حاصل کرنے کے لئے تم دونوں آئے ہو؟''

ابوالفضل کے اس سوال کے جواب میں اس بار پھر راجہ مان سنگھ بول اٹھا۔ کہنے لگا۔

''آپ یہ تو جانتے ہیں کہ اکبر نے شہزادہ سلیم کو الہ آباد کا حاکم مقرر کر دیا ہے اور وہ الہ آباد جا چکا ہے۔ آپ شہزادہ سلیم کے اطوار سے بھی واقف ہیں۔ وہ ہر وقت نشے میں دھت رہتا ہے۔ مجھے یہ بھی خبر ملی ہے کہ اب وہ افیون کا بھی عادی ہوتا جا رہا ہے۔ آپ یہ سوچیں کہ کیا شہزادہ سلیم اس قابل ہے کہ اکبر کے بعد تخت و تاج کا مالک اور وارث اسے بنایا جائے؟ اکبر کے دونوں دوسرے بیٹے مراد اور دانیال بھی یونہی سے ہیں اور تم جانتے ہو گے کہ مراد اور دانیال، سلیم کی نسبت زیادہ دھت رہنے والے ہیں اور زیادہ نشہ استعمال کرنے والے ہیں۔ تم میرے پاس یہ تجویز لے کر آئے ہو کہ اکبر اپنے

Marfat.com

بعد سلیم کو ولی عہد مقرر نہ کرے۔ تو پھر میں تم پر واضح کر دوں کہ مراد اور دانیال میں سے بھی کوئی اس قابل نہیں کہ وہ اکبر کے بعد تخت و تاج کا مالک بنے۔ میں تم پر یہ بھی عیاں کر دیتا ہوں کہ جہاں میں ولی عہد کی حیثیت سے سلیم کو پسند نہیں کرتا، وہاں مراد اور دانیال دونوں بھی اس قابل نہیں ہیں۔"

ابوالفضل کے ان الفاظ سے راجہ مان سنگھ اور عزیز کوکا دونوں خوش ہو گئے تھے۔ لہٰذا بات کو آگے بڑھاتے ہوئے راجہ مان سنگھ پھر بول اٹھا۔

"ابوالفضل! آپ کی گفتگو نے ہم دونوں کو خوش کر دیا ہے۔ ہم جہاں سلیم کو سلطنت کا ولی عہد دیکھنا نہیں چاہتے وہاں ہم مراد اور دانیال کے حق میں بھی نہیں ہیں۔ وہ دونوں سلیم سے بھی گئے گزرے ہیں۔ لہٰذا تخت و تاج اور سلطنت کی باگ ڈور کسی بھی صورت سلیم کے بعد ان دونوں کے ہاتھ میں نہیں دی جا سکتی۔ ہم آپ کے سامنے تخت و تاج کا ایک ایسا مالک پیش کرتے ہیں جو بجا طور پر اکبر کے بعد ہندوستان پر حکومت کرنے کا حق دار ہے۔ اور وہ جہانگیر کا بیٹا خسرو ہے۔"

جہاں تک جہانگیر کا تعلق تھا تو وہ شروع سے ہی اکبر کا پسندیدہ بیٹا تھا اور اکبر نے اس کی پرورش انتہائی ناز و نعم سے کی تھی۔ ممتاز علمائے وقت نے اسے عربی، فارسی، ترکی، ہندی کے علاوہ تاریخ، جغرافیہ، ریاضی اور علم نجوم وغیرہ کی تعلیم دی تھی اور پندرہ سال کی عمر میں شہزادہ سلیم کی شادی ریاست امبر کے راجہ بھگوان داس کی لڑکی راج کماری مان بائی سے ہو گئی تھی اور مان بائی کے بطن سے ہی 6 اگست 1578ء کو جہانگیر کا بیٹا شہزادہ خسرو پیدا ہوا تھا اور اسی خسرو کو اب راجہ مان سنگھ اور عزیز کوکا، اکبر کے تاج و تخت کا مالک بنانا چاہتے تھے۔

اکبر کے اب تین ہی بیٹے حیات رہ گئے تھے۔ ایک سلیم، ایک دانیال اور مراد۔ ان کے علاوہ بھی اکبر کے ہاں بچے پیدا ہوئے لیکن وہ نہایت کم عمری میں وفات پاتے رہے جس کی بناء پر اکبر کی نگاہیں سلیم پر ہی جمی رہتی تھیں۔ چونکہ سلیم کو شروع سے ہی اکبر پسند کرتا تھا لہٰذا اکبر نے پندرہ سال کی عمر ہی میں اس کی شادی کر دی تھی۔ جبکہ جہانگیر اکبر کی بیوی جودھا بائی کے بطن سے تھا جو جے پور کی راج کماری تھی۔

راجہ مان سنگھ خسرو کو اس لئے تاج و تخت کا مالک بنانا چاہتا تھا کہ خسرو راجہ مان سنگھ کا بھانجا تھا۔ اس لئے کہ جہانگیر کی بیوی راج کماری مان بائی راجہ مان سنگھ کی بہن تھی

Marfat.com

اور عزیز کوکا شہزادہ سلیم کی بجائے اکبر کے بعد خسرو کو اس لئے تخت و تاج کا مالک دیکھنا چاہتا تھا کہ خسرو اس کا داماد تھا۔ اب دونوں کے نظریات یہ تھے کہ اکبر کے بعد تخت و تاج کا مالک جہانگیر بن گیا تو وہ اپنی من مانی نہیں کر سکیں گے اور جہانگیر انہیں ایک طرح سے محدود کر کے رکھ دے گا۔ دونوں چاہتے تھے کہ اگر اکبر کے بعد شہزادہ سلیم کی بجائے اس کے بیٹے خسرو کو ہندوستان کی سلطنت کا حکمران بنا دیا جائے تو پھر خسرو بے شک تخت و تاج کا مالک ہو گا۔ لیکن حکومت کے اصل اختیارات راجہ مان سنگھ اور عزیز کوکا کے ہاتھ مین رہیں گے اور وہ جیسے چاہیں گے سلطنت کو چلائیں گے۔ اس لئے کہ خسرو راجہ مان سنگھ کا بھانجا ہو گا اور عزیز کوکا کا داماد تھا۔ بس یہی سازش لے کر راجہ مان سنگھ اور عزیز کوکا ابوالفضل کے پاس آئے تھے۔

ابوالفضل پہلے ہی بد دیانت اور جھوٹا ہونے کے ساتھ ساتھ دہریہ بھی تھا اور ایسی سازش اس کے ہاں کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتی تھی۔ چنانچہ جب راجہ مان سنگھ اور عزیز کوکا اپنی بات مکمل کر چکے تو کچھ دیر ابوالفضل نے خاموشی اختیار کئے رکھی۔ یہاں تک کہ راجہ مان سنگھ نے اسے کریدا۔

''ابوالفضل! ہم دونوں جو کچھ کہنا چاہتے تھے کہہ چکے۔ اب ہم آپ کا جواب سننا چاہتے ہیں۔''

ابوالفضل کچھ دیر تک باری باری دونوں کو دیکھتا رہا۔ پھر کہنے لگا۔

''اس سلسلے میں تم دونوں پریشان اور فکر مند نہ ہو۔ میں اس سلسلے میں مکمل طور پر تم دونوں کے ساتھ ہوں۔ میں نہ صرف تمہاری حمایت کروں گا بلکہ جہاں تک ممکن ہوا اس سلسلے میں مدد بھی کروں گا۔''

ابوالفضل کے یہ الفاظ سن کر راجہ مان سنگھ اور عزیز کوکا کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اس بار عزیز کوکا بول اٹھا۔

''ابوالفضل! سب جانتے ہیں کہ اکبر کی نگاہوں میں آپ کا مقام سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے اور اکبر آپ کی بات ٹالتا نہیں ہے۔ میں اور مان سنگھ یہ چاہتے ہیں کہ آج سے آپ اکبر کے ذہن میں یہ بات ڈالنا شروع کر دیں کہ اس کے بعد ولی عہد کا صحیح حق دار سلیم نہیں بلکہ خسرو ہے۔ اگر آپ ایسا کر گزریں تو اکبر کے بعد سلطنت میں سب سے اہم اور مضبوط عہدہ آپ کے پاس ہو گا۔ یوں جانئے کہ ایسا ہونے کے بعد مملکت

Marfat.com

کی اصل باگ ڈور آپ ہی کے ہاتھ میں رہے گی۔"

ابوالفضل پھر مکروہ ہنسی ہنسا اور کہنے لگا۔

"مطمئن رہو۔ میں آج سے ہی اکبر کے ذہن میں ڈالنا شروع کر دوں گا کہ اس کے بعد شہزادہ سلیم کو نہیں، سلیم کے بیٹے خسرو کو ولی عہد مقرر کیا جانا چاہئے۔ اور مجھے امید ہے کہ میں اکبر سے یہ کام کرانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اب بولو، تم کیا کہتے ہو؟"

جواب میں راجہ مان سنگھ اور عزیز کوکا دونوں نے بہترین انداز میں ابوالفضل کا شکریہ ادا کیا۔ بڑی ممنونیت کے ساتھ اس سے مصافحہ کیا۔ پھر اس سے اجازت لے کر وہاں سے چلے گئے تھے۔ اس طرح اکبر کی سلطنت میں تخت و تاج کے لئے ایک سازش کی ابتدا ہو گئی تھی۔

OOO

عادل ایک روز فتح پور سیکری میں اپنی بیوی کملا دیوی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ عادل خان کا نائب اور چھوٹا سالار مشیر خان اس سے ملنے کے لئے آ گیا۔ عادل خان نے دیکھا مشیر خان بڑا خوش اور مطمئن تھا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے جستجو بھرے انداز میں عادل خان نے اسے مخاطب کر کے پوچھ لیا۔

"مشیر خان! میں دیکھتا ہوں کہ آج تم مجھے ضرورت سے زیادہ ہی خوش دکھائی دے رہے ہو۔"

جواب میں مشیر خان نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا، کہنے لگا۔

"عادل خان! میرے پاس خوش ہونے کے لئے ایک بہت اچھی خبر ہے اور وہ خبر یہ ہے کہ ہم نے جو آدمی مقرر کئے تھے انہوں نے بھیم نارائن اور چندر سین دونوں کا سراغ لگا لیا ہے۔"

ان الفاظ پر عادل خان ہی نہیں، کملا دیوی بھی چونک اٹھی تھی۔ کملا اس موقع پر کچھ کہنا چاہتی تھی کہ بڑی بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے عادل خان بول اٹھا۔

"مشیر خان! تم واقعی ایک اچھی خبر لے کر آئے ہو۔ پر یہ بتاؤ کہ وہ دونوں کہاں چھپے ہوئے ہیں؟"

اس پر مشیر خان کہنے لگا۔

Marfat.com

"دہلی کے شمال میں دریائے جمنا کے قریب ہی ایک سرائے ہے۔ اس سرائے کے اندر بھیم نارائن اور چندر سین دونوں نے قیام کیا ہوا ہے۔ سرائے کا مالک بھیم نارائن کا پرانا جاننے والا ہے اور بھیم نارائن اور چندر سین کے ساتھ وہ جنگجو بھی وہیں قیام کیے ہوئے ہیں جنہوں نے بھیم نارائن اور چندر سین کا ساتھ دیتے ہوئے رتن کو قتل کیا تھا۔ اب بولیں، آپ کا کیا ردِ عمل ہے؟"

اس پر عادل خان بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"مشیر خان! میں ابھی اور اسی وقت اکبر کے پاس جاتا ہوں۔ دکن کے ابتر حالات کی وجہ سے شہنشاہ چند روز تک دکن کی طرف اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کرے گا۔ میں چاہتا ہوں اس کوچ سے پہلے پہلے ہم بھیم نارائن اور چندر سین پر گرفت کر لیں اور اس کے بعد میں چاہتا ہوں کہ لشکر کے ساتھ ہی دکن کی طرف روانہ ہو جاؤں۔ تم ایسا کرو ان دستوں کو مستعد کر دو جو اس سے پہلے ہمارے ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ میں شہنشاہ کی طرف جاتا ہوں، اس موضوع پر ان سے گفتگو کرتا ہوں اور ان سے اجازت لے کر پھر دہلی کا رخ کرتے ہیں۔"

عادل خان کے ان الفاظ سے مشیر خان خوش ہو گیا تھا۔ پھر وہ وہاں سے نکل گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد کملا نے عادل خان کو مخاطب کیا۔

"اس مہم میں، میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی۔ اس لئے کہ جن مسلح جوانوں نے میری بہن رتن کماری کو قتل کیا تھا میں انہیں ان کی شکلوں سے پہچانتی ہوں اور پھر آپ کے جانے کے بعد میں یہاں اکیلی رہنا بھی پسند نہیں کروں گی۔ جب تک بھیم نارائن، چندر سین اور ان کیساتھ کام کرنے والے مسلح جوانوں کا خاتمہ نہیں ہو جاتا میں اپنے لئے خطرات محسوس کرتی رہوں گی۔"

عادل خان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ بڑے پیارے انداز میں اس نے کملا کا شانہ تھپتھپایا، کہنے لگا۔

"تم بے فکر رہو۔ اس مہم میں تم میرے ساتھ جاؤ گی۔ تم یہیں تھوڑی دیر بیٹھو۔ میں اس سلسلے میں شہنشاہ سے بات کر کے لوٹتا ہوں اور پھر اپنی مہم کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔"

عادل خان کے ان الفاظ پر کملا خوش ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ عادل خان وہاں

Marfat.com

سے نکل گیا۔ سیدھا اکبر کی خدمت میں حاضر ہوا، جو خبر مشیر خان لایا تھا وہ پیش کی۔ جس پر اکبر نے اسے اس مہم پر روانہ ہونے کی اجازت دے دی اور یہ اجازت ملنے کے بعد عادل خان اور مشیر خان اپنے مسلح دستوں کے ساتھ بڑی برق رفتاری سے چندر سین اور بھیر نارائن سے نمٹنے کے لئے فتح پور سیکری سے دہلی کا رخ کر رہے تھے۔

◎......◎

Marfat.com

* * *

ایک روز عادل خان اپنے نائب، مشیر خان کے ساتھ اپنے محافظ دستوں کو لے کر دہلی کے نواح میں جمنا کے کنارے ایک سرائے کے سامنے نمودار ہوا۔ سب سے پہلے کچھ دستے اس نے سرائے کے چاروں طرف پھیلا دیئے۔ باقی مسلح جوانوں کو لے کر اس سرائے میں داخل ہوا تھا۔

سرائے میں کام کرنے والے ایک شخص سے اس نے سرائے سے متعلق معلومات حاصل کیں پھر وہ اس طرف گیا جہاں سرائے کا مالک بیٹھتا تھا۔ اس کے سامنے جا کر عادل خان رکا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کیا تم اس سرائے کے مالک ہو؟''

عادل خان اور مشیر خان کو چند مسلح ساتھیوں کے ساتھ دیکھ کر سرائے کا مالک اٹھ کھڑا ہوا۔ کہنے لگا۔

''تمہارا اندازہ درست ہے۔ میں سرائے کا مالک ہوں۔''

چند لمحوں تک عادل خان نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ دوبارہ اسے مخاطب کیا۔

''کیا دو اشخاص جن میں سے ایک کا نام بھیر نارائن اور دوسرے کا نام چندر سین ہے انہوں نے تمہاری سرائے میں قیام کر رکھا ہے؟''

عادل خان کے ان الفاظ پر سرائے کا مالک پریشان ہو گیا تھا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن کہہ نہ سکا۔ یہاں تک کہ عادل خان نے اسے مخاطب کیا۔

''ابھی تو میں نے تم سے ایک ہی سوال کیا ہے اور ایک ہی سوال سن کر تمہاری آواز لڑکھڑانے لگی ہے اور تمہارے ہونٹ ہل گئے ہیں، آنکھیں پتھرانا شروع ہو گئی ہیں۔

Marfat.com

دیکھو، مجھ سے جھوٹ مت کہنا۔ میں جانتا ہوں بھیم نارائن اور چندر سین دونوں نے اپنے کچھ اوباش ساتھیوں کے ساتھ تمہارے ہاں قیام کر رکھا ہے۔ اگر تم نے مجھے ٹالنے یا جھوٹ بولنے کی کوشش کی یا کچھ مسلح جوانوں کو مخصوص اشارہ دے کر ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے کہا تو یاد رکھنا میں سب سے پہلے تمہاری گردن ناپوں گا اس کے بعد تمہاری پوری سرائے کو آگ لگا دوں گا۔"

اس کے ساتھ ہی عادل خان نے ہاتھ آگے بڑھایا، سرائے کے مالک کا بازو پکڑا، اسے تقریباً گھسیٹنے کے انداز میں باہر لایا۔ اس کے ساتھ سرائے کے بیرونی دروازے سے نکلا۔ سرائے کے اردگرد عادل خان نے جو اپنے مسلح جوان پھیلا رکھے تھے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے سرائے کے مالک کو کہنا شروع کیا۔

"ذرا حالات کا جائزہ لو۔ تمہاری سرائے کے اطراف میں، میں نے اپنے مسلح جوان کھڑے کر دیئے ہیں۔ اب کوئی بھی سرائے سے نکل کر نہ بھاگ جانے میں کامیاب ہو گا نہ اپنی جان بچا سکے گا۔ جہاں تک سرائے کے اندر کا تعلق ہے، جتنے آدمی باہر ہیں اتنے آدمی سرائے کے اندر بھی ہیں۔ اگر کسی نے غلط قدم اٹھانے کی کوشش کی تو جہاں تمہاری زبان کٹے گی وہاں سرائے کے اندر قیام کرنے والے سارے لوگ بھی مارے جائیں گے۔ لہٰذا جو کچھ میں پوچھتا ہوں، سچ بتاؤ۔ بھیم نارائن اور چندر سین کہاں ہیں؟ اگر وہ یہاں ہیں تو انہیں باہر نکالو اور سرائے کے صحن میں لے کر آؤ۔"

عادل خان کی اس گفتگو کے جواب میں سرائے کے مالک نے پھر چپ سادھ لی تھی۔ یہاں تک کہ عادل خان نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلوار نیام سے نکالی، تلوار کی نوک سرائے کے مالک کی گردن پر رکھی، پھر پہلے کی نسبت زیادہ تحکمانہ انداز میں اسے مخاطب کیا۔

"لگتا ہے تم سیدھی طرح بات نہیں مانو گے۔ تمہارے ساتھ معاملہ کچھ ٹیڑھا ہی کرنا پڑے گا۔ اگر تم نے میرے سوالوں کا جواب دینے اور ان پر عمل کرنے میں تاخیر سے کام لیا تو میری تلوار کی نوک تمہاری گردن کے پار ہونے میں دیر نہیں لگائے گی۔"

سرائے کا مالک تلوار کی نوک اپنی گردن پر محسوس کرتے ہوئے ہکلانے لگا تھا، خوفزدہ ہو گیا تھا۔ پھر عادل خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ بھیم نارائن میرا پرانا جاننے والا ہے۔ وہ اور اس کا

Marfat.com

ایک بھتیجا چندر سین میری سرائے میں قیام کئے ہوئے ہیں۔ لیکن میں انہیں باہر نہیں نکال سکتا۔ ان کے ساتھ ان کے کچھ اوباش اور جنگجو ساتھی بھی ہیں۔ اگر میں نے بھیم نارائن اور چندر سین کے خلاف حرکت میں آنے کی کوشش کی تو ان کے مسلح جوان میرا ہی نہیں، میرے اہل خانہ کا بھی کام تمام کر کے رکھ دیں گے۔"

عادل خان مسکرایا اور سرائے کے مالک کو پھر اس نے مخاطب کیا۔

"تمہیں ڈرنے اور خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بھیم نارائن اور چندر سین مجرم ہیں۔ انہوں نے کچھ بے گناہ لوگوں کو قتل کیا ہے اور انہیں ان کے قتل کی سزا ہر صورت میں ملنی چاہئے اور ملے گی۔ جہاں تک تمہارا خوف اور خدشہ ہے کہ ان دونوں کے ساتھی تمہیں نقصان پہنچائیں گے تو نقصان تو وہ تمہیں اس وقت پہنچائیں گے جب وہ زندہ رہیں گے۔ بھیم نارائن اور چندر سین کے ساتھ میں ان سب کا کام تمام کر کے رکھ دوں گا۔ اب اپنی سرائے کے کارکنوں کو حکم دو کہ سرائے کے اندر جس قدر لوگ قیام کئے ہوئے ہیں وہ ایک انتہائی اہم امر کے سلسلے میں سرائے کے صحن میں جمع ہو جائیں۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری سرائے بھی بچ جائے گی اور تمہیں بھی کوئی نقصان نہیں ہو گا۔"

سرائے کا مالک ایسا کرنے پر رضامند ہو گیا۔ چنانچہ اسے لے کر عادل خان لوٹا۔ پھر سرائے کے مالک نے اپنے چند خادموں کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ سرائے کے اندر جس قدر لوگ قیام کئے ہوئے ہیں ان سے کہیں کہ وہ سرائے کے صحن میں جمع ہو جائیں۔ چنانچہ سرائے کا مالک اپنے کمرے میں جا کر بیٹھ گیا۔ عادل خان بھی اپنے ساتھی مشیر خان کے ساتھ اس کے سامنے ہو بیٹھا۔ جبکہ سرائے کے اندر عادل خان اور مشیر خان کے جو مسلح جوان آئے تھے انہیں سرائے کے پچھواڑے میں کھڑا کر دیا گیا تھا۔

سرائے کے مالک کے حکم پر سرائے کے ملازم فی الفور حرکت میں آئے اور انہوں نے سرائے میں قیام کرنے والے سارے لوگوں کو صحن میں لا جمع کیا۔ بہر حال صحن میں جمع ہونے والوں میں بھیم نارائن، چندر سین اور ان کے کچھ جنگجو ساتھی بھی تھے۔

جب سرائے کے سب لوگوں کو صحن میں جمع کر دیا گیا تب عادل خان اور مشیر خان کے وہ مسلح جوان جو سرائے کے پشت کے حصے میں چلے گئے تھے، وہ صحن میں آئے اور وہاں جمع ہونے والے تمام لوگوں کا انہوں نے گھیراؤ کر لیا تھا۔ اس طرح گھیراؤ کرنے پر بھیم نارائن، چندر سین اور ان کے ساتھی فکر مندی اور پریشانی کا اظہار کرنے لگے

Marfat.com

تھے۔ اس موقع پر وہ اپنے کسی ردِعمل کا اظہار کرنا ہی چاہتے تھے کہ اسی وقت عادل خان اور مشیر خان سرائے کے مالک کے ساتھ باہر آئے۔

بھیم نارائن اور چندرسین نے جونہی سرائے کے مالک کے ساتھ عادل خان کو دیکھا، ان کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔ ان کے ساتھ ہی یعنی ان کے اردگرد ان کے پانچ مسلح جوان بھی کھڑے تھے۔ اس موقع پر بڑے رازدارانہ انداز میں چندرسین نے بھیم نارائن کو مخاطب کیا۔

''چچا! یہ سامنے دیکھو، عادل خان سرائے کے مالک کے ساتھ آ رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے عادل خان کو اپنی بیوی رتن کماری کے مارے جانے کی اطلاع مل گئی ہے۔''

چندرسین یہیں تک کہنے پایا تھا کہ ایک طرف سے کملا دیوی بھی نمودار ہوئی اور عادل خان کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ اس موقع پر پہلے کی نسبت زیادہ پریشانی اور فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے چندرسین، بھیم نارائن کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

''چچا! ذرا غور سے عادل خان کی طرف دیکھیں۔ کیا اس کے ساتھ اس کے پہلو بہ پہلو کملا دیوی نہیں چلی آ رہی؟ جس وقت ہم نے رتن کماری کو قتل کیا تھا، اس وقت ہمیں کملا دیوی کو بھی ٹھکانے لگا دینا چاہئے تھا۔ چچا! تم تو کہتے تھے کہ کملا تیرنا نہیں جانتی، اس پر تیراندازی کرنے کی ضرورت نہیں ہے، یہ دریائے گنگا میں خود ہی ڈوب مرے گی۔ لیکن دیکھو، وہ زندہ ہے اور ہماری ہی طرف آ رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں عادل خان اور کملا دونوں کا یہاں ہونا ہمارے لئے قیامت برپا کر دینے کے مترادف ہے۔ رتن کے قتل ہونے کی اطلاع کملا نے کر دی ہے۔ اسی بناء پر اس سرائے میں قیام کرنے والے تمام لوگوں کو صحن میں جمع کیا گیا ہے اور ساتھ ہی عادل خان کے جنگجوؤں نے ہمارا گھیراؤ بھی کر لیا ہے۔ ایسی صورت میں ہمارے پاس بچ نکلنے کا کوئی طریقہ اور سلیقہ نہیں ہے۔''

بھیم نارائن چندرسین کی اس گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ اتنی دیر تک عادل خان مشیر خان کے ساتھ تیز تیز چلتا ہوا قریب پہنچ گیا اور ان کے پیچھے پیچھے کملا دیوی بھی تھی۔

عادل خان سب سے پہلے چندرسین کے سامنے آن رکا۔ چندرسین کے چہرے پر عادل خان کو دیکھتے ہی ہوائیاں اُڑنے لگی تھیں۔ چہرہ پیلا ہو گیا تھا۔ آنکھوں کے اندر خوف و وحشت کا ہجوم دکھائی دینے لگا تھا۔ عادل خان کچھ دیر تک غصے کی حالت میں

Marfat.com

چندر سین کی طرف دیکھتا رہا، پھر چندر سین کی ٹھوڑی کے نیچے اس نے اپنی انگلی رکھی اور اس کا چہرہ اوپر اٹھایا۔ ساتھ ہی اس نے چندر سین کو مخاطب کیا۔

"چندر سین! تم تو اس طرح گردن جھکا رہے ہو جیسے میں تمہارے لئے اجنبی ہوں اور تم مجھے پہچانتے نہیں۔ چندر سین! میں عادل خان ہوں۔ تم نے اپنے چچا بھیم نارائن کے ساتھ مل کر رتن کماری کا خاتمہ کر کے کیا یہ سمجھ لیا تھا کہ تم بے نکیل اونٹ کی طرح جس طرف چاہو بھاگتے پھرو گے؟ کوئی تمہیں پوچھنے والا نہیں ہو گا؟ دیکھو، رتن کماری کو تم لوگوں نے قتل کیا اور اب تم سب کے قتل ہونے کی باری آ گئی ہے۔ قبل اس کے کہ میں تم پر تلوار برساؤں، چندر سین! اپنے چچا بھیم نارائن کو اور تمہارے وہ مسلح اور جنگجو ساتھی جن کے ساتھ تم لوگوں نے واردات کی تھی انہیں لے کر ایک طرف کھڑے ہو جاؤ۔"

اس موقع پر چندر سین نے بڑی بے بسی کے عالم میں بھیم نارائن کی طرف دیکھا۔ بھیم نارائن نے گردن ہلائی۔ اس کے ساتھ ہی وہ ایک طرف کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے چندر سین بھی باقی لوگوں میں سے نکل کر ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہوا اور پھر جب عادل خان نے زور ڈالا تو ان کے ساتھ کام کرنے والے پانچ جنگ جو ساتھی بھی ان دونوں کے ساتھ ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے تھے۔

ان سے گفتگو کرنے کے بعد عادل خان بھیم نارائن کے سامنے آیا، کچھ دیر تک بڑے غور سے اسے دیکھتا رہا پھر اسے مخاطب کیا۔ "تم کیسے ظالم اور جابر قسم کے ماموں ہو؟ تمہارا کیسے حوصلہ ہوا کہ تم نے اپنی بھانجی رتن کماری کو موت کے گھاٹ اتار دیا؟"

پھر چندر سین اور بھیم نارائن کے ساتھ جو پانچ مسلح جوان کھڑے تھے عادل خان ان کی طرف متوجہ ہوا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "تم میں سے جس نے بھی رتن کماری پر تلوار چلائی اور اس کا خاتمہ کر دیا وہ دو قدم آگے نکل آئے۔"

وہ پانچوں کے پانچوں اپنی جگہ پر کھڑے رہے اور عجیب سے انداز میں کبھی چندر سین اور کبھی بھیم نارائن کی طرف دیکھتے رہے۔ اس موقع پر عادل خان چندر سین کی طرف گیا۔ کہنے لگا۔

"ان لوگوں کو علیحدہ کرو جنہوں نے رتن کماری پر تلواریں برسائی تھیں۔"

چندر سین اس سوال پر شش و پنج میں پڑ گیا تھا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی کملا دیوی بارود کی طرح پھٹ پڑی اور عادل خان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

Marfat.com

"یہ چندر سین کیا بتائے گا کہ کس نے تلوار اٹھائی۔ تلوار اٹھانے والوں میں پیش پیش تو خود چندر سین ہی تھا۔ اس کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ اس نے ہمارے ساتھ دھوکا دہی کا معاملہ کیا اور رتن کماری کو قتل کرنے میں بذاتِ خود بھی شامل تھا۔"

اس کے ساتھ ہی کملا نے عادل خان کو مخصوص اشارہ کیا۔ جس پر عادل خان مسکرایا۔ جواب میں کملا دیوی آگے بڑھی، اپنی کمر میں جو اس نے تلوار باندھ رکھی تھی وہ بے نیام کی اور پھر ایسی قوت سے تلوار برسائی کہ چندر سین کا سر کاٹ کر رکھ دیا تھا۔

چندر سین کے اس طرح بھیانک انداز میں مارے جانے سے بھیم نارائن اور اس کے پانچ جنگجو ساتھیوں کی حالت بڑی ابتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔ وہ لرز کانپ رہے تھے۔ ہر کوئی یہی خیال کر رہا تھا کہ موت آئی کہ آئی۔

چندر سین کے خاتمہ کے بعد عادل خان بھیم نارائن کے سامنے آیا اور اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "گو کہ تم سانول داس کے بھائی ہو۔ لیکن سانول داس جیسی کوئی خوبی تم میں نہیں ہے۔ تم مجھے بدی کے نمائندے اور شیطان کے گماشتے لگے ہو۔ ظالم! تم نے کیسا برا فعل کیا۔ لگتا ہے تم کسی خاص مقصد کے تحت پہلے ہی چندر سین سے معاملہ طے کر کے دہلی سے آگرہ کی طرف گئے تھے اور پھر رتن کماری کو قتل کر کے تم نے اپنی جان بچا کر چھپنے کی کوشش کی۔ لیکن دیکھو آج قدرت نے تمہیں عیاں کر دیا ہے بھیم نارائن! تم ایک بہت بڑے مجرم ہو۔ تمہیں مزید زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے........"

اس سے آگے عادل خان کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ کملا اپنی تلوار سونتے ہوئے پھر وہاں آ گئی تھی۔ ایک دم اس نے تلوار بلند کر کے گرائی اور بھیم نارائن کو بھی اس نے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔

اس موقع پر عادل خان نے اپنی بیوی کملا دیوی کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "کملا! یہ جو پانچ مسلح جنگجو کھڑے ہیں کیا تم انہیں پہچانتی ہو؟"

کملا نے کھا جانے والے انداز میں ان پانچوں کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

"یہی وہ جنگجو ہیں جو بھیم نارائن اور چندر سین کے ساتھ آئے تھے اور میری بہن رتن کماری کا خاتمہ کیا تھا۔"

کملا کی طرف سے یہ تصدیق ہو جانے کے بعد عادل خان نے مشیر خان کی طرف مخصوص انداز میں دیکھا۔ اس پر مشیر خان اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ حرکت میں آیا

Marfat.com

اور ان پانچوں مسلح جوانوں پر تلواریں برسا کر ان کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اس کے بعد عادل خان حرکت میں آیا۔ اپنے سارے ساتھیوں کو اس نے سمیٹا اور دریائے جمنا کے کنارے کنارے وہ واپسی کا رخ کر رہا تھا۔

OOO

کملا کے ساتھ عادل خان ایک روز آگرہ شہر میں سانول داس کی حویلی میں داخل ہوا۔ سب سے پہلے پورن دیوی کی نگاہ ان دونوں پر پڑی اس لئے کہ وہ اس وقت حویلی کے صحن میں پھل دار پودوں کی کاٹ چھانٹ کر رہی تھی۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی وہ زور زور سے سانول داس کو پکارنے لگی تھی۔ اس کی اس پکار پر نہ صرف یہ کہ سانول داس حویلی کے اندرونی حصے سے نکل آیا تھا بلکہ جگت کماری بھی بھاگتی ہوئی آ گئی تھی۔ جب انہوں نے حویلی میں عادل خان اور کملا کو دیکھا تو دونوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اتنی دیر تک پورن دیوی ان دونوں کی طرف بھاگنے کے انداز میں جا رہی تھی۔ سب سے پہلے پورن دیوی نے کملا کو گلے لگا کر پیار کیا، اس کے بعد عادل خان کے شانوں پر ہاتھ پھیرا۔ اتنی دیر تک جگت کماری اور سانول داس بھی وہاں آ گئے تھے۔ سانول داس بھی عادل خان کو گلے لگا کر ملا۔ کملا کو پیار کیا۔ اس موقع پر سانول داس کچھ پوچھنا چاہتا تھا کہ پورن دیوی بول اٹھی۔

”یہاں ان دونوں سے کوئی سوال نہ کیجئے گا۔ پہلے انہیں دیوان خانے میں لے کر چلیں۔ بیٹھتے ہیں پھر ان سے ساری تفصیل جانتے ہیں۔“

سانول داس چپ ہو رہا۔ لہٰذا تینوں عادل خان اور کملا کو دیوان خانہ میں لے گئے۔ جب سب نشستوں پر بیٹھ گئے تب سانول داس نے بڑی بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے عادل خان کو مخاطب کیا۔

”عادل! میرے بیٹے! کملا تمہیں کہاں سے ملی؟ اور رتن کہاں ہے؟ اگر یہ دونوں تمہیں مل گئی تھیں تو کم از کم تم نے ہمیں اطلاع ہی کر دی ہوتی۔ ہم تو اب تک بڑے سخت پریشان اور فکر مند تھے۔“

جواب میں عادل خان نے کملا کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

”کملا! تم اپنی زبان میں ہی پورے حالات ان سے کہو۔“

اس پر کملا نے گہرا سانس لیا۔ پھر وہ سانول داس، پورن دیوی اور جگت کماری کو

Marfat.com

آگرہ سے دہلی کی طرف جانے، بھیم نارائن، چندر سین اور ان کے ساتھیوں کے ہاتھوں رتن کماری کے قتل، اپنے دریائے جمنا میں کودنے، وہاں ماہی گیروں کی بستی میں پناہ لینے اور وہاں سے عادل خان کی طرف پیغام بھیجنے کی ساری تفصیل کہہ دی تھی۔

رتن کماری کے قتل کا سن کر جہاں سانول داس اداس اور پریشان ہو گیا تھا وہاں پورن دیوی اور جگت کماری بھی افسردہ ہو گئی تھیں۔ یہاں تک کہ سانول داس نے پھر عادل خان کو مخاطب کیا۔

''میرے بیٹے! اتنے برس تم نے ہماری طرف چکر ہی نہیں لگایا۔ تمہاری غیر موجودگی میں ہم نے جگت کماری کی شادی کر دی۔ چند دن ہوئے ہمارے پاس آئی ہے۔ شادی اس کی آگرہ میں ہی ہوئی ہے۔ ہم نے تمہیں بہت ڈھونڈا کہ تم کہاں ہو گے لیکن تمہارا کوئی اتا پتہ ہی نہیں چلا تھا۔ چندر سین اور بھیم نارائن نے اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ رتن کماری کو قتل کیا ہے تو ان کے اس گناہ کو میں زندگی بھر معاف نہیں کروں گا۔ اگر وہ دونوں کبھی میرے سامنے آ گئے تو میں اپنے ہاتھوں سے ان دونوں کی گردنیں کاٹوں گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سانول داس جب رکا تب کچھ دیر تک عادل خان بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔ ''محترم سانول داس! میں چندر سین اور بھیم نارائن کے سلسلے میں آپ سے معذرت کرنے کے لئے آیا ہوں۔''

اس پر سانول داس نے خفگی کا اظہار کیا۔ کہنے لگا۔

''کیسی معذرت؟ وہ دونوں اس قابل ہیں کہ انہیں زندہ رہنے کا حق نہ دیا جائے۔''

عادل خان پھر بول اٹھا، اور اس نے چندر سین اور بھیم نارائن دونوں کے اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ دہلی کی ایک نواحی سرائے میں قیام کرنے، اس کے بعد ان دونوں کے اپنے ساتھیوں سمیت خاتمے کی تفصیل کہہ دی تھی۔

چندر سین اور بھیم نارائن کے قتل ہونے کی خبر پر نہ سانول داس نے افسوس کیا نہ پونم دیوی اور جگت کماری نے کسی قسم کے تاثرات کا اظہار کیا۔ یہاں تک کہ سانول داس بول اٹھا۔ ''عادل خان! میرے بیٹے! تمہیں اس سلسلے میں نہ شرمندہ ہونے کی ضرورت ہے نہ تم معذرت خواہ ہو۔ ان دونوں نے جرم ہی ایسا کیا تھا جس کی سزا انہیں خوب ملی اور میں ان کی اس سزا پر مطمئن ہوں۔ بیٹے! یہ کہو کہ کملا کو حاصل کیے تمہیں کتنے ماہ

Marfat.com

ہو گئے؟''

جواب میں عادل خان مسکرایا۔ کہنے لگا۔

''کملا کے ملنے کے بعد میں شہنشاہ کے ساتھ لاہور چلا گیا تھا۔ وہیں ہم نے چند برس قیام کیا۔ اس سے پہلے میں قندھار کی مہم کی طرف چلا گیا تھا۔ وہاں مجھے اور کملا کو خداوند قدوس نے ایک بیٹے سے نوازا۔ اس وقت ہمارے دو بیٹے ہیں۔''

عادل خان یہیں کہنے پایا تھا کہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے جگت کماری بول اٹھی۔ ''بھائی! اگر آپ کے دو بیٹے ہیں تو وہ کہاں ہیں؟ انہیں اپنے ساتھ کیوں نہیں لے کر آئے؟''

اس موقع پر کملا دیوی بول اٹھی۔ ''جگت! میری بہن! دہلی کی طرف سے لوٹے ہم دونوں میاں بیوی کو ابھی صرف چند ہی دن ہوئے ہیں، اپنے مکان میں قیام کر رکھا ہے۔ یہاں ہم نے ایک عورت کو ملازمہ رکھ لیا ہے۔ ہماری غیر موجودگی میں بھی مکان کی وہی دیکھ بھال کرے گی۔ دونوں بچے چونکہ سوئے ہوئے تھے لہٰذا ہم انہیں خادمہ کی نگرانی میں چھوڑ کر آئے ہیں۔''

کملا یہیں تک کہنے پائی تھی کہ جگت کماری اس کی بات کاٹتے ہوئے بول اٹھی۔

''ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا۔ اب آپ دونوں یہاں سے جائیں گے نہیں۔ یہیں قیام کریں گے۔ میں خود جاؤں گی اور دونوں بچوں کو اپنے ساتھ لے کر آتی ہوں۔''

اس پر عادل خان فوراً بول اٹھا۔

''جگت! میری بہن! ہمارا گھر بھی ایک طرح سے تمہارا ہی ہے۔ میں آج صرف بھیم نارائن اور چندر سین کے سلسلے میں معذرت کرنے کے لئے آیا تھا۔''

اس پر جگت کماری بول اٹھی۔ ''اگر یہ بات ہے تو میں، ماتا اور پتا تینوں آپ دونوں کے ساتھ جائیں گے تاکہ ہم بچوں کو دیکھ سکیں۔''

اس پر عادل خان اٹھ کھڑا ہوا، اس کی طرف دیکھتے ہوئے کملا بھی کھڑی ہو گئی۔ یہاں تک کہ عادل خان کہنے لگا۔ ''اگر یہ بات ہے تو پھر اٹھو۔ شام کا کھانا سب وہیں مل کر کھائیں گے۔ اس کے بعد میں اور کملا وہاں سے کوچ کر جائیں گے۔''

سانول داس، پورن دیوی اور جگت کماری نے اسے پسند کیا تھا۔ پھر پانچوں حویلی سے نکل گئے تھے۔

Marfat.com

سانول داس، پورن دیوی اور جگت کماری کو لے کر عادل خان اور کملا دیوی جب اپنے گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے گھر کی نگرانی کے لئے جو خادمہ رکھی تھی عادل خان کو دیکھتے ہی وہ بول اٹھی۔ کہنے لگی۔

"آپ کے دو بھائی آصف خان اور وزیر خان آئے ہوئے ہیں۔ میں نے انہیں دیوان خانے میں بٹھا دیا ہے۔"

اس پر سانول داس عادل خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"عادل خان! تم دیوان خانے میں بھائیوں سے ملو۔ میں، پورن دیوی اور جگت بچوں کو دیکھتے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی تینوں کملا کے ساتھ سامنے والے کمرے میں داخل ہوئے جہاں ایک بڑے پلنگ پر دو بچے سوئے ہوئے تھے۔ جگت کماری آگے بڑھ کر جب بچوں کو اٹھا کر پیار کرنے لگی تب پورن دیوی ایک دم بولی اور کہنے لگی۔

"میری بیٹی! بچوں کو ابھی جگانا نہیں۔ بس ان کے پاس بیٹھ جاتے ہیں۔ جب یہ اٹھیں گے تو پھر انہیں پیار کریں گے۔"

جگت مان گئی تھی۔ لہٰذا وہ تینوں بچوں کے پاس بیٹھ گئے تھے۔ کملا بھی ان کے پاس بیٹھ گئی تھی۔

عادل خان کے دیوان خانے میں داخل ہوتے ہی آصف خان نے کہا۔

"مجھے لگتا ہے کہ جب تم قندھار کی طرف گئے وہاں خداوند قدوس نے تمہیں بیٹے سے نوازا۔ اس کے بعد لاہور میں قیام کے دوران تمہارے ہاں بیٹا ہوا۔ پھر بھی ہمیں کوئی خبر نہ ہوئی۔ یہ تو ہمیں یہاں آ کر اس خادمہ نے بتایا ہے جسے تم نے گھر کی نگرانی کے لئے رکھا ہے۔"

آصف خان کے بعد وزیر خان بھی کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی عادل خان بول اٹھا۔ "میرے بھائیو! جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ۔ یوں سمجھو کہ میں بڑا مصروف اور فکر مند بھی تھا۔ رتن کے قتل نے مجھے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ تاہم خداوند قدوس کا شکر ہے کہ مجھے کملا مل گئی ہے اور میرا گھر پھر آباد ہو گیا ہے۔ دراصل مجھے اپنے گھر میں قیام کئے ہوئے چند ہی روز ہوئے ہیں۔ میں فتح پور سیکری سے دہلی گیا تھا۔ مشیر خان نے جو اپنے آدمی چندر سین اور بھیم نارائن کو تلاش کرنے کے لئے روانہ کئے تھے انہوں نے

Marfat.com

ان دونوں کو ڈھونڈ لیا تھا۔ انہوں نے دہلی کی نواحی سرائے میں قیام کر رکھا تھا۔ ان کے ساتھ ان کے مسلح جوان بھی تھے۔ چنانچہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان پر وارد ہوا۔ بھیم نارائن اور چندر سین کے علاوہ ان کے ساتھیوں کا بھی خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ اب آج ہی میں کملا اور بچوں کو لے کر فتح پور سیکری روانہ ہو جاؤں گا۔ اس لئے کہ شہنشاہ اپنے لشکر کے ساتھ خان دیش کی طرف کوچ کرنا چاہتا ہے۔ مجھے لشکر میں شامل ہونا ہے۔"

عادل خان خاموش ہوا تب آصف خان کچھ دیر سوچتا رہا، پھر اندیشوں بھری آواز میں کہنے لگا۔ "عادل خان! سلطنت میں حالات اب اندیشہ ناک اور خطرناک صورت اختیار کرنے لگے ہیں۔ اکبر اور اس کے بیٹے سلیم کے درمیان چپقلش شروع ہو چکی ہے۔ سلیم اس وقت الہ آباد میں ہے اور وہاں وہ اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کر رہا ہے۔ اس لئے کہ فتح پور سیکری میں اس کے خلاف سازشوں کا جال بڑی تیزی سے بُنا جا رہا ہے۔ اس سازش میں تین آدمی ملوث ہیں۔ راجہ مان سنگھ عزیز کوکا اور ابوالفضل۔ یہ تینوں چاہتے ہیں کہ سلیم کو ولی عہدی سے معزول کر کے شہزادہ سلیم کے بیٹے خسرو کو ولی عہد مقرر کرا دیا جائے تا کہ اکبر کے بعد سلیم کی بجائے خسرو ہندوستان کے تخت و تاج کا مالک ہو۔

راجہ مان سنگھ ایسا اس لئے چاہتا ہے کہ خسرو اس کا بھانجا ہے۔ عزیز کوکا اس سازش میں اس لئے شامل ہے کہ خسرو اس کا داماد ہے۔ جہاں تک ابوالفضل کا تعلق ہے تو اس کا کوئی دین ایمان ہی نہیں ہے۔ جہاں کہیں بھی سازش ہوتی ہے وہ اس میں حصہ لینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ابوالفضل پوری طرح راجہ مان سنگھ اور عزیز کوکا کا ساتھ دے رہا ہے اور یہ خبریں فتح پور سیکری تک ہی محدود نہیں، شہزادہ سلیم کے مخبر ایک ایک لمحے کی خبریں فتح پور سیکری سے الہ آباد پہنچا رہے ہیں۔ لہٰذا اپنی ولی عہدی کو محفوظ کرنے کے لئے شہزادہ سلیم بڑی تیزی سے اپنی قوت میں اضافہ کرتا چلا جا رہا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد آصف خان رکا۔ پھر بڑے غور سے عادل خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "عادل خان! میرے بھائی! شہنشاہ کی نگاہ میں جو تمہاری عزت اور وقار ہے وہ میں بھی جانتا ہوں اور بھائی وزیر خان بھی۔ سلطنت میں بھی تمہاری بڑی اہمیت ہے۔ جب سے شہنشاہ کی تم نے جان بچائی ہے شہنشاہ بڑے بڑے سالاروں پر تمہیں ترجیح دیتا ہے۔ لیکن جب اکبر اور اس کے بیٹے سلیم کے درمیان ٹھن جائے گی تو

Marfat.com

میرے بھائی! تمہیں دونوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔ ایسی صورت میں حالات تمہارے لئے ابتر ہو سکتے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد آصف خان رکا۔ اس کے بعد اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''عادل خان! میرے بھائی! میں اس بات کو تو تسلیم کرتا ہوں کہ شہنشاہ کی نگاہوں میں تمہاری بڑی وقعت، بڑی عزت اور احترام ہے۔ دوسری طرف شہزادہ سلیم بھی بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ الہ آباد میں اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کر رہا ہے۔ اسے خبریں پہنچ چکی ہیں کہ ابوالفضل، راجہ مان سنگھ اور عزیز کوکا کے کہنے پر اسے تخت و تاج سے محروم کرنے پر تُلا ہوا ہے۔ لٰہذا تخت و تاج حاصل کرنے کی خاطر شہزادہ سلیم کوئی بھی کارروائی کر سکتا ہے۔ اپنے باپ کے خلاف بغاوت اور سرکشی کر سکتا ہے اور اگر اسے موقع مل گیا تو وہ راجہ مان سنگھ اور عزیز کوکا کے علاوہ ابوالفضل کو بھی موت کے گھاٹ اتار کر اپنا راستہ صاف کر سکتا ہے۔

میرے بھائی! ان حالات میں ظاہر ہے تم اکبر کے ساتھ رہو گے۔ ایسی صورت میں حالات تمہارے لئے اچھے نہیں رہیں گے۔ اس لئے کہ اکبر بوڑھا ہو چکا ہے۔ اکثر و بیشتر وہ بیمار بھی رہنے لگا ہے جس کی بناء پر اگر وہ اس دنیا سے کوچ کر گیا تو لازمی بات ہے اس کے بعد سلیم ہی تخت و تاج کا مالک ہوگا۔ ان حالات میں میرے بھائی! میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ کوئی ایسا راستہ اختیار کرنا کہ تم اکبر کی نگاہوں میں بھی نہ گرو اور شہزادہ سلیم بھی تمہاری مخالفت میں نہ اترے۔ میرے بھائی! دینِ الٰہی جاری کرنے کی وجہ سے اکبر اپنے عوام میں پہلے ہی اپنی عزت اور اپنا احترام کافی حد تک کھو چکا ہے۔ لٰہذا بہت سے لوگ چاہتے ہیں کہ اکبر کی جگہ ہندوستان کا کوئی اور حکمران ہو جو دین سے روگردانی نہ کرے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد جب آصف خان خاموش ہوا تب عادل خان اس کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے بول اٹھا۔

''بھائی! تم دونوں میرے لئے فکر مند نہ ہو۔ میں بھی بدلتے ہوئے حالات کا اندازہ لگا رہا ہوں اور کوشش کروں گا کہ دونوں قوتوں میں سے کسی کو بھی ناراض کرنے کی کوشش نہ کروں اور درمیانی راستہ اختیار کروں۔ اب تم دونوں مجھے یہ بتاؤ کہ تم

Marfat.com

دونوں کا کدھر جانے کا ارادہ ہے اور تم نے اپنی بیویوں اور اہل خانہ کو دہلی میں کیوں ٹھہرا رکھا ہے؟"

جواب میں آصف خان مسکرایا اور کہنے لگا۔

"عادل خان! تم سے ملاقات ایک عرصہ بعد ہو رہی ہے۔ بدلتے ہوئے حالات کو دیکھتے ہوئے میں اور وزیر خان نے فیصلہ کیا ہے کہ لاہور شہر میں مستقل سکونت اختیار کی جائے۔ ماموں کا جو مکان تھا وہ ہم نے تمہارے نام کر دیا ہے۔ وہ مکان تمہارا ہے۔ چند ماہ پہلے میں نے وزیر خان کو لاہور بھیجا تھا۔ یہ لاہور میں ایک عرصہ گزار چکا ہے۔ لہٰذا سارے کوچوں، محلوں سے واقف ہے۔ میں نے اسے یہ کہا تھا کہ دو اچھے مکان یا حویلیاں دیکھے جہاں ایک میں، میں اور ایک میں وزیر خان رہ سکے۔ ہماری پہلی کوشش یہ تھی کہ ماموں کے مکان کے قریب ہی کوئی مکان مل جائے لیکن وہاں کوئی مکان بھی قابل فروخت نہیں تھا۔ لہٰذا وزیر خان نے دوسرے محلوں کا جائزہ لیا۔ وزیر خان لاہور کے چار مختلف محلوں کے اندر مکان دیکھ کر میرے پاس واپس آیا تھا۔ اب ہم دونوں بھائی لاہور کا قصد کئے ہوئے ہیں۔ جو مکانات یہ دیکھ کر آیا تھا ان کا جائزہ لیں گے اور کوشش کریں گے کہ کسی بھی محلے میں دو اکٹھے مکان لے کر وہاں آباد ہو جائیں۔"

آصف خان کے ان الفاظ پر عادل خان مسکرایا اور کہنے لگا۔

"میں بھی اپنی بیوی کملا کے ساتھ لاہور شہر میں رہ کر آیا ہوں۔ میں اور کملا شہر میں گھومتے بھی رہے ہیں۔ تم دونوں پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ اپنے لئے مکانات تم نے کن محلوں میں دیکھے ہیں تاکہ میں بھی جانوں کہ ان محلوں کے اندر تمہاری رہائش کیسی رہے گی۔"

آصف خان نے مسکرا کر وزیر خان کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

"عادل خان! اس کی تفصیل تو وزیر خان ہی بتائے گا۔"

عادل خان کے ان الفاظ پر وزیر خان بول اٹھا۔

"عادل! میرے بھائی! کچھ مکان تو میں نے محلہ لنگر خان میں دیکھے۔ اس کے علاوہ کچھ حویلیاں محلہ پیر عزیز مزنگ میں بھی قابل فروخت ہیں۔ ان دو محلوں کے علاوہ کچھ حویلیاں اور مکان محلہ میانی صاحب اور لکھی محلہ میں بھی قابل فروخت ہیں۔"

وزیر خان کے اس انکشاف پر عادل خان خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"وزیر خان! میرے بھائی! میں نے یہ چاروں محلے دیکھ رکھے ہیں۔ اچھے، صاف

Marfat.com

ستھرے اور قابل رہائش محلے ہیں۔ اگر ان محلوں میں تین حویلیاں یا تین مکان اکٹھے مل جائیں تو خرید لینا۔ میں بھی ماموں کے مکان سے نکل کر تم لوگوں کے ساتھ ہی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ آباد ہو جاؤں گا۔ اس طرح شہر میں تینوں بھائی اکٹھے رہ سکیں گے۔''

عادل خان کے ان الفاظ پر آصف خان اور وزیر خان دونوں نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ پھر وزیر خان کہنے لگا۔ ''اگر تمہارا یہی ارادہ ہے تو پھر میں کوشش کروں گا کہ تین حویلیاں یا تین مکان کسی بھی محلے میں اکٹھے مل جائیں۔''

وزیر خان نے جن چار محلوں کا ذکر کیا تھا ان میں سے پہلا محلہ لنگر خان تھا۔ دراصل 1526ء میں جب سندھ کے حاکم حسین ارغون نے مغل شہنشاہ بابر کے حکم پر ملتان پر حملہ کیا تو اس وقت ملتان کے آخری فرمانروا محمود لنگا کے دربار میں لنگر خان نام کا ایک امیر الامراء ہوا کرتا تھا۔ اسی لنگر خان کی وجہ سے سندھ کے حاکم حسین ارغون کو فتح حاصل ہوئی تھی۔

بابر کے بعد ہمایوں نے اسی لنگر خان کو لاہور بلا کر موجودہ مزنگ کے شمال مغرب میں وسیع جاگیر عطا کی۔ چنانچہ لنگر خان نے وہاں بہت سے مکانات، حویلیاں، باغات اور ایک محل تعمیر کرایا۔ یہ تمام تعمیرات چونکہ ایک دائرے کی شکل میں تھیں لہٰذا یہ دائرہ لنگر خان مشہور ہو گئی۔ مغل پورہ بھی اسی دور میں آباد ہوا۔ بیرون شہر مغل پورہ کے بعد یہ دوسری خوبصورت، بارونق اور متمول آبادی تھی۔ یہاں تک کہ ابدالیوں اور سکھوں کی لوٹ مار نے اس آبادی کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔

دوسرا محلہ جس کا ذکر وزیر خان نے کیا تھا وہ محلہ پیر عزیز مزنگ تھا۔ پیر عزیز مزنگ شہنشاہ ہمایوں کے عہد میں کابل سے تشریف لائے۔ مزنگ مغلوں کی ایک ذات ہے۔ پیر عزیز نے اپنے اہل خانہ اور باپ کے ساتھ موجودہ مزنگ کے مقام پر سکونت اختیار کی۔ مغلیہ سلطنت کے اواخر تک یہ علاقہ اپنی وسعت اور رونق میں دائرہ لنگر خان سے بھی بڑھ کر آباد ہو گیا تھا۔

ابدالیوں اور سکھوں نے جب دائرہ لنگر خان پر پے در پے حملے کئے تو وہاں کے رہائشی بھی محلہ عزیز مزنگ میں آن بسے تھے۔ یہ تعداد میں اتنے زیادہ تھے کہ انہیں یہاں پہلے سے آباد خاندانوں پر سبقت حاصل ہو گئی۔ اس وقت پیر عزیز مزنگ محلہ کے سرکردہ لوگوں میں بھولے خان، دریام خان، سعادت خان اور بہادر خان جیسے نمایاں سردار

Marfat.com

تھے۔اس کے علاوہ اس زمانے میں ایک صاحب علم شخص عبداللہ شاہ بلوچ نے بھی یہیں سکونت اختیار کی اور موجودہ مزنگ کی مغربی سمت واقع آبادی آج بھی ان کے نام سے کوٹ عبداللہ شاہ کہلاتی ہے۔ انہوں نے 1212ء میں وفات پائی۔ سکھوں کی سلطنت کے اواخر اور برطانوی عہد کے اوائل میں یہاں کے نمبردار عبداللہ بلوچ نے 1275ء میں ان کا مقبرہ اور مسجد تعمیر کرائی۔ اس بستی کے قریب ہی چند اور محلے بھی آباد ہوئے جو زیادہ تر ارائیوں کے محلے تھے۔

تیسرے محلے کا نام وزیر خان نے محلہ میانی صاحب کہا تھا۔ اکبر کے دور میں یہ محلہ شہر سے دور افتادہ ایک ایسا گاؤں تھا جہاں کثرت سے پڑھے لکھے عالم و فاضل مسلمان رہا کرتے تھے۔ چونکہ پنجابی زبان میں صاحب علم کو میاں صاحب کہتے تھے چنانچہ یہ محلہ میانی صاحب کہلانے لگا۔ جب مغلوں نے ان کی سرپرستی شروع کی تو یہ محلہ شہر پور کے نام سے مشہور ہو گیا۔ بعد کے دور میں یعنی جہانگیر کے دورِ حکومت میں ایک عالم جن کا نام شیخ طاہر تھا، وہ اس محلے میں آ کر آباد ہو گئے۔ انہوں نے شاہجہان کے عہد میں وفات پائی تو محلے کے رئیس میانی ابو محمد نے انہیں میانی صاحب میں دفن کر دیا۔ اس کے بعد وقت کی شکست و ریخت کے سامنے یہ محلہ آہستہ آہستہ قبرستان بن گیا۔ 1780ء میں جب رنجیت سنگھ نے بیرون بھاٹی دروازہ مقبرہ شاہ شرف مسمار اور قبرستان زمین دوز کیا تو یہ محلہ بھی ایک طرح سے قبرستان کی صورت اختیار کر گیا تھا۔

چوتھے محلے کا نام وزیر خان نے لکھی محلہ لیا تھا۔ اکبر اور اس کے بعد جہانگیر اور شاہجہاں کے دور میں لاہور کاروبار کا ایک بہت بڑا مرکز بن گیا تھا۔ دنیا بھر کے سوداگر اپنے اپنے کاروبار کے فروغ کے لئے لاہور میں اپنے پاؤں جمانے لگے تھے۔ صنعت و حرفت و تعمیرات میں ارتقاع اور فنون کی سرپرستی، زرعی پیداوار میں اضافہ کے باعث خوشحالی عروج پر تھی۔

محلہ شاہ شرف کی اختتامی حدود یعنی موجودہ ضلع کچہری سے چوبری سے متمول سوداگروں اور بڑے بڑے ٹھیکیداروں نے یہاں باغات سے آراستہ جدید طرز کی حویلیاں اور کورٹ تعمیر کئے۔ چونکہ یہ سب رہائشی صاحب ثروت و لکھ پتی تھے اس لئے یہ محلہ لکھی محلہ مشہور ہوا۔

سکھوں کے دور حکومت میں لوگوں نے خزانوں اور دفینوں کی تلاش میں ان

Marfat.com

عمارات کی بنیادیں تک کھود ڈالی تھیں۔ بعد ازاں انہی کھنڈروں پر موجودہ اسلامیہ کالج سول لائنز تعمیر ہوا۔ اس کے علاوہ ایک شخص جمعدار خوشحال سنگھ نے ایک باغ بھی تعمیر کروایا اور اس کے بعد برطانوی عہد میں ایک شخص ٹھیکیدار میاں سلطان محمد نے یہاں انگریز حکمرانوں کے لئے کوٹھیاں بنائیں جو موجودہ ریواز گارڈن تک وسیع ہوتی چلی گئی تھیں۔

محلوں اور مکانوں سے متعلق گفتگو کرنے کے بعد آصف خان نے عادل خان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''عادل خان! تمہارے ساتھ کچھ مہمان بھی آئے ہیں۔ تم ایسا کرو کملا اور بچوں کو یہیں لے آؤ۔ ہم ان تینوں سے مل لیتے ہیں۔ پھر رخصت ہوتے ہیں۔ تمہارا قیام بھی یہاں آج شام تک ہے۔ تم بھی کملا اور بچوں کے ساتھ فتح پور سیکری کی طرف کوچ کر جاؤ گے۔ لہٰذا جانے سے پہلے میں اور وزیر خان تمہارے بیوی بچوں سے ملنا چاہتے ہیں۔''

اس پر عادل خان اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

''کملا اور بچوں کو یہاں لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو لوگ میرے ساتھ آئے ہیں، مہمان نہیں ہیں۔ آپ دونوں انہیں اچھی طرح جانتے ہیں۔ ان میں سانول داس ہے اور اس کے ساتھ اس کی بیوی پورن دیوی اور بیٹی جگت کماری ہے۔ تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔ وہیں کملا اور بچوں سے مل لو۔''

عادل خان کے ان الفاظ سے آصف خان اور وزیر خان دونوں مطمئن ہو گئے تھے۔ پھر وہ عادل خان کے ساتھ دیوان خانے سے نکلے۔ سامنے والے کمرے میں داخل ہوئے۔ وہاں اس وقت سانول داس کے علاوہ اس کی بیوی پورن دیوی، جگت کماری اور کملا بیٹھی ہوئی تھیں جبکہ دونوں بچے پلنگ پر گہری نیند سوئے ہوئے تھے۔

سانول داس چونکہ آصف خان اور وزیر خان دونوں کو جانتا تھا لہٰذا آپس میں وہ بڑے پُرتپاک انداز میں ملے۔ آصف خان کملا کی طرف آیا۔ پہلے اس نے کملا کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا بعد میں وزیر خان نے بھی ایسا ہی کیا۔ اس موقع پر آصف خان نے اپنی کمر سے نقدی کی ایک تھیلی نکالی اور کملا کی گود میں رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میری چھوٹی اور عزیز بہن! تمہاری شادی پر میں تمہیں کچھ نہیں دے سکا تھا۔

Marfat.com

عادل خان کے بڑے بھائی کی حیثیت سے یہ اپنے پاس رکھو۔ تمہارے کام آئے گی۔"
اس موقع پر کملا نے جواب طلب انداز میں عادل خان کی طرف دیکھا تھا۔ عادل خان نے جب مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلائی تب کملا نے آصف خان سے وہ تھیلی لے لی تھی۔ اس موقع پر عادل خان آصف خان اور وزیر خان اپنے دونوں بھائیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ہم دونوں میاں بیوی شام تک یہاں ہیں۔ ہماری یہاں سے روانگی کے بعد یہ خادمہ ہی اس گھر کی دیکھ بھال کرے گی۔ محترم سانول داس کے اہل خانہ بھی شام تک ہمارے پاس ہیں۔ لہٰذا میں چاہوں گا کہ تم دونوں بھائی بھی شام تک ہمارے ساتھ رہو۔ سب مل کر اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھائیں گے اس کے بعد اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔"

اس سلسلے میں آصف اور وزیر نے پہلے آپس میں مشورہ کیا اس کے بعد آصف خان نے عادل خان کی تجویز سے اتفاق کر لیا تھا۔

پھر آصف خان نے کچھ سوچا، عادل خان کا ہاتھ پکڑا اور اسے کمرے کے ایک طرف لے جانے لگا۔ وزیر خان بھی ان کے ساتھ تھا۔ چنانچہ آصف خان اپنا منہ عادل خان کے کان کے قریب لے گیا اور خوش کن سرگوشی میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"عادل خان! جو کچھ میں کہنے لگا ہوں اس سلسلے میں میرا بھائی وزیر خان گواہ ہے۔ تم میرے انتہائی عزیز اور پیارے بھائی ہو جس پر میں بد سے بدترین حالات میں بھی اعتماد اور بھروسہ کرتا رہا ہوں۔ جن حالات میں ہم دونوں بھائیوں نے ریاست گونڈوانہ سے نکل کر آگرہ کا رخ کیا تھا وہ سب حالات اب بھی میری نگاہوں کے سامنے ہیں۔ عادل خان! میں جانتا ہوں ماضی میں میری بیوی نے تمہارے ساتھ کئی مواقع پر غلط رویے کا اظہار کیا تھا۔ اس کا تمہارے ساتھ سلوک بھی اچھا نہیں تھا۔ کچھ معاملات ایسے تھے کہ میں یہ سب کچھ برداشت کرتا رہا۔ حالانکہ ایک موقع پر میں نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ اگر وہ تمہارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتی تو میں اسے تمہاری خاطر چھوڑنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن تم نہیں مانتے تھے۔ اب سب سے اچھی بات یہ ہوئی ہے کہ میری بیوی کو اپنی ماضی کی ان غلطیوں، کوتاہیوں اور زیادتیوں کا احساس ہو چکا ہے جو وہ تمہارے ساتھ کرتی رہی ہے۔ اب کئی موقع پر وزیر خان کے سامنے وہ اس بات کا

Marfat.com

اظہار کر چکی ہے کہ وہ تم سے اپنے رویے کی معافی مانگنا چاہتی ہے۔ اس نے مجھ پر زور دیا تھا کہ میں اسے اپنے ساتھ یہاں لے کر آؤں۔ لیکن اس سلسلے میں، میں پہلے تم سے بات کرنا چاہتا تھا اس کے بعد میں کسی آخری فیصلے پر پہنچنا چاہتا تھا۔ اب جبکہ میں اور وزیر خان دونوں بھائی لاہور کا رخ کر رہے ہیں، تم نے خود بھی نئی حویلی کی خواہش کا اظہار کیا ہے لہٰذا میں اور وزیر خان کوشش کریں گے کہ کسی اچھے محلے میں تین حویلیوں کا اہتمام کریں۔ اس کے بعد ہم اپنے اہل خانہ کو لے کر وہاں مقیم ہو جائیں گے۔ میں چاہوں گا کہ وہیں میری بیوی اور تمہارا آمنا سامنا ہو اور وہیں سب کے سامنے وہ تم سے اپنی ماضی کی زیادتیوں اور ناروا سلوک کی معافی مانگے۔"

آصف خان جب خاموش ہوا تب عادل خان خوشی اور فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"آصف خان! تم میرے بڑے بھائی ہو۔ اور بڑا بھائی باپ کی مانند ہوتا ہے۔ تمہاری بیوی اس لحاظ سے میری بڑی بہن اور ماں کی جگہ ہے۔ اسے مجھ سے معذرت کرنے یا معافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر اس کا رویہ ماضی میں میرے ساتھ اچھا نہیں تھا تو کوئی بات نہیں۔ لیکن اس کا سلوک تمہارے ساتھ تو بہت اچھا تھا۔ چونکہ وہ بڑی بہن ہے، ماں کی مانند ہے لہٰذا اس کے معافی مانگنے سے قبل ہی میں معاف کرتا ہوں۔ مجھے اس کے خلاف نہ کوئی گلہ ہے نہ شکوہ۔"

عادل خان کی اس گفتگو سے وزیر خان اور آصف خان دونوں خوش ہو گئے تھے۔ پھر تینوں بھائی سانول داس کو لے کر دیوان خانے میں چلے گئے تھے۔ کملا دیوی، جگت کماری اور پورن دیوی مل کر کھانا تیار کرنے لگی تھیں۔ سب نے پہلے مل کر کھانا کھایا، اس کے بعد سانول اپنے اہل خانہ کے ساتھ اپنے گھر چلا گیا۔ آصف خان اور وزیر خان لاہور کی طرف کوچ کر گئے جبکہ عادل اور کملا دونوں میاں بیوی اپنے بچوں کو لے کر آگرہ سے فتح پور سیکری کا رخ کر رہے تھے۔

OOO

Marfat.com

★★★

خان دیش کا حکمران میراں بہادر جو اس سے پہلے مغل سلطنت کا مطیع اور فرمانبردار تھا اب اس نے مغلوں کی اسیری اور ان کی غلامی کا جواء ایک طرح سے اتار پھینکا تھا۔ اس نے نہ صرف مغلوں کا اطاعت گزار رہنے سے انکار کر دیا تھا بلکہ اپنی عسکری طاقت وقوت میں اس نے اس قدر اضافہ کر لیا تھا کہ وہ خان دیش کو بچانے کے لئے مغلوں سے ٹکرانے پر آمادہ ہو چکا تھا۔

خان دیش کے تین بڑے اہم قلعے شمار کئے جاتے تھے۔ ایک برہان پورا، دوسرا مالی گڑھ اور تیسرا اسیر گڑھ۔ چنانچہ اکبر کو جب اطلاع ملی کہ میراں بہادر خان دیش کا ایک خود مختار حکمران بن کر نہ صرف یہ کہ مغلوں کی اطاعت سے نکلنا چاہتا ہے بلکہ اپنی طاقت اور قوت میں اس قدر اضافہ کر رہا ہے کہ آنے والے دور میں مغلوں کا مقابلہ کر سکے۔

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اکبر ایک خاصا بڑا لشکر لے کر فتح پور سیکری سے نکلا اور اس نے خان دیش کا رخ کیا تھا۔

خان دیش کا علاقہ دریائے نربدا اور دریائے تپتی کے درمیان پڑتا تھا۔ چنانچہ خان دیش کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے اکبر نے اپنے لشکر کے ساتھ دریائے نربدا کے کنارے جا پڑاؤ کیا تھا۔

دو دن تک اس نے اپنے لشکریوں کو مکمل آرام کرنے کا موقع فراہم کیا تھا۔ ساتھ ہی اکبر نے اپنے تیز رفتار جاسوس خان دیش کے مختلف شہروں کی طرف پھیلا دیئے تھے تاکہ وہاں کے حالات کا بغور جائزہ لیا جائے۔ انہی مخبروں نے واپس آ کر اکبر کو اطلاع دی کہ میراں بہادر کے علاقوں میں اسیر گڑھ ایک ایسا قلعہ ہے جسے فتح کرنا بہت مشکل

Marfat.com

ہے۔ اس کی فصیل کافی بلند، کافی چوڑی، کافی مضبوط اور مستحکم ہے۔ اس کے علاوہ اسیر گڑھ کے اندر خوراک کے علاوہ اسلحے کے ایسے انبار لگے ہوئے ہیں کہ اگر شہر اور قلعے کا محاصرہ طول بھی پکڑ جائے تو قلعے اور شہر کے اندر جو لشکر ہے وہ اپنی حفاظت کا سامان کر سکتا تھا۔

ان خبروں کے پس منظر میں اکبر نے دریائے نربدا کے کنارے اپنے سارے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔ اکبر کافی دیر تک اپنے سارے سالاروں کے ساتھ خان دیش پر ضرب لگانے اور اسے مطیع اور فرمانبردار بنانے کے لئے غور و خوض کرتا رہا۔ آخر سارے سالاروں نے اسے یہ مشورہ دیا کہ خان دیش کا حکمران میراں بہادر ان دنوں اسیر گڑھ میں قیام کئے ہوئے ہے اور اسیر گڑھ ایسا شہر اور قلعہ ہے جسے خان دیش کے لوگ ہی نہیں وہاں کے حکمران بھی ناقابل تسخیر خیال کرتے ہیں۔ اس بناء پر اکبر کے سالاروں نے مشورہ دیا کہ فی الحال اسیر گڑھ کو نظر انداز کر دیا جائے۔ سب سے پہلے میراں بہادر کے دو بڑے شہروں کو اپنا ہدف بنایا جائے۔ ایک برہان پور اور دوسرا مالی گڑھ۔ ان دونوں مقامات پر اگر میراں بہادر کا کوئی لشکر مقابلہ کرتا ہے تو اسے بدترین شکست سے دوچار کیا جائے۔ اس طرح جگہ جگہ جنگوں کا سلسلہ پھیلانے سے میراں بہادر کی عسکری قوت کمزور ہو جائے گی اور آہستہ آہستہ وہ مغلوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر بے بس اور مجبور ہو جائے گا۔

ان مشوروں کو سامنے رکھتے ہوئے اکبر نے ایک لشکر علیحدہ کیا۔ جس کا کماندار عادل خان کو مقرر کیا گیا اور عادل خان کے ذمہ یہ کام لگایا گیا کہ وہ خان دیش کی حدود میں داخل ہونے کے بعد میراں بہادر کے دو شہروں برہان پور اور مالی گڑھ کو اپنا ہدف بنائے اور اگر عادل خان ان دونوں شہروں کو فتح کرنے میں کامیاب ہو گیا تو میراں بہادر آپ سے آپ مغلوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے گا اور سرکشی ترک کر کے اطاعت اختیار کرے گا۔

اکبر نے جو لشکر عادل خان کی کمانداری میں دیا تھا اس کا حوصلہ بڑھانے کے لئے جہاں عادل خان کے تحت کچھ دوسرے سالار دیئے تھے وہاں لشکر میں مان سنگھ اور عزیز کوکا کو بھی شامل کیا گیا تھا تاکہ ان دونوں کی وجہ سے لشکریوں کے حوصلے بلند رہیں اور لشکر میراں بہادر کے خلاف کامیابی حاصل کرے۔ چنانچہ یہ لشکر لے کر مخبروں کی رہنمائی

Marfat.com

میں عادل خان نے پہلے خان دیش کے شہر برہان پور کا رخ کیا تھا۔ برہان پور ایک طرح سے خان دیش کی سلطنت میں نہ صرف بڑا بلکہ مرکزی شہر خیال کیا جاتا تھا اسی بناء پر عادل خان نے بھی خان دیش کی مملکت میں پہلے برہان پور پر ضرب لگا کر میراں بہادر کی طاقت اور قوت کو جانچنے کا فیصلہ کیا تھا۔

دوسری طرف خان دیش کا حکمران میراں بہادر بھی یونہی بیٹھا ہوا نہیں تھا۔ اس نے اردگرد اپنے جاسوس پھیلا رکھے تھے اور وہ اکبر اور اس کے لشکریوں کی نقل و حرکت سے برابر اُسے آگاہ کر رہے تھے۔ چنانچہ انہی جاسوسوں نے جب میراں بہادر کو اطلاع دی کہ اکبر ایک بہت بڑا لشکر لے کر جنوب کی طرف آیا ہے، لشکر کے بڑے حصے کے ساتھ اس نے دریائے نربدا کے کنارے قیام کر لیا ہے جبکہ ایک لشکر اس نے اپنے سالار عادل خان کو دے کر خیر اندیش پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا ہے تو ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے میراں بہادر نے اپنے جاسوسی کے نظام کو اور کڑا کر دیا تھا۔ اور جب اسے خبریں ملیں کہ عادل خان خیر اندیش کے علاقوں میں داخل ہونے کے بعد برہان پور شہر کا رخ کر رہا ہے تاکہ برہان پور کو فتح کرنے کے بعد یکے بعد دیگرے دوسرے شہروں کا رخ کرتے ہوئے خان دیش پر گرفت مضبوط کی جائے۔

میراں بہادر کو جب خبر ملی کہ اکبر تو لشکر کے ایک بڑے حصے کے ساتھ دریائے نربدا کے کنارے قیام کئے ہوئے ہے جبکہ اپنے سالار عادل خان کو اس نے حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا ہے تب میراں بہادر نے بھی ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا۔ اس لشکر کا کماندار اس نے اپنی سلطنت کے سپہ سالار اعلیٰ یاقوت کو بنایا۔

یہ یاقوت حبشی تھا۔ جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا تھا چنانچہ اسے ایک خاصا بڑا لشکر دے کر میراں بہادر نے مغلوں کے لشکر پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ چونکہ میراں بہادر کا سپہ سالار یاقوت سارے علاقوں سے بھی واقف تھا لہٰذا بڑی برق رفتاری سے پیش قدمی کرتے ہوئے وہ اپنے لشکر کے ساتھ برہان پور پہنچ گیا تھا۔ برہان پور میں پہلے بھی ایک خاصا بڑا لشکر تھا۔ چنانچہ یاقوت نے دونوں لشکروں کو یکجا کیا اور اب اس نے مغلوں کے لشکر کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی تھی۔

دوسری طرف عادل خان اپنے دیگر سالاروں کے ساتھ منزل پر منزل مارتا ہوا برہان پور کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جب وہ برہان پور کے قریب آیا تو اس نے دیکھا کہ

Marfat.com

نواحی میدانوں کے اندر خان دیش کے حکمران میراں بہادر کا سپہ سالار یاقوت ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اس کی راہ روکے کھڑا تھا۔

جہاں تک میرا بہادر کے سپہ سالار یاقوت کا تعلق تھا تو وہ ایک خونخوار حبشی انسان تھا۔ جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا تھا اور ایک عرصہ سے وہ خان دیش کے لشکریوں کی سپہ سالاری کرتا چلا آرہا تھا۔ میراں بہادر کو پورا یقین تھا کہ یاقوت اکبر کے لشکر کو بدترین شکست دے کر بھاگ جانے پر مجبور کر دے گا اور اگر ایک بار اکبر کے لشکر کو یاقوت کے ہاتھوں شکست ہوگئی تو پھر اکبر سو بار سوچنے کے بعد اس کے علاقوں کا رخ کرے گا۔ لہٰذا میراں بہادر کو امید تھی کہ یاقوت کی کامیابی اور فتح مندی کے بعد اکبر دریائے نربدا کو عبور کرنے کی حماقت نہیں کرے گا اور وہیں سے ہر چیز سمیٹ کر واپس ہولے گا۔

انہی اندیشوں کو گلے لگائے میراں بہادر اسیر گڑھ میں بڑی بے چینی سے جنگ کے نتیجے کا انتظار کرنے لگا تھا۔ اس نے بہترین مخبروں کا ایک سلسلہ قائم کر دیا تھا جن کے ذریعے اسے حالات کے لمحے لمحے کی خبریں پہنچنا شروع ہوگئی تھیں۔

دوسری طرف یاقوت بھی اپنی جگہ مطمئن تھا۔ جو لشکر وہ لے کر برہان پور کے نواح میں آیا تھا اس کی تعداد اس لشکر سے زیادہ تھی جسے اکبر نے عادل خان، عزیز کوکا اور راجہ مان سنگھ کو دے کر بھیجا تھا۔

چنانچہ یاقوت نے ارادہ کیا کہ ٹکراؤ میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔ فی الفور مغلوں کے لشکر پر حملہ آور ہو کر اسے شکست دیتے ہوئے دریائے نربدا کے اس پار مار بھگانا چاہئے۔

اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے یاقوت نے خود جنگ کی ابتداء کی۔ اس نے اپنے لشکر کی صفیں درست کیں۔ دوسری طرف اس کا سامنا کرنے کے لئے عادل خان اور اس کے ساتھی بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کر چکے تھے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے یاقوت اپنے لشکر کے ساتھ بدیسی مسافتوں کے اضطراب میں پیچ و تاب کھاتے شعلوں کی تابکاری، شکست و ریخت کی فضا میں روحوں کو ڈستے کسی انوکھے سحر اور رات کے خوفناک اندھیروں میں امیدوں کو برگشتہ کر دینے والی گہری قلبی وارداتوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

یاقوت کا یہ حملہ بڑا شدید اور بڑا زوردار تھا۔ لیکن عادل خان نے اپنے چھوٹے

Marfat.com

سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ اس حملے کو روکا۔ اس کے بعد اس نے بھی جوابی کارروائی کی اور اس کے ساتھ ہی وہ یاقوت کے لشکر پر دل کے آئینے کرچی کرچی کرتی عذاب لمحوں کے پُر شور آشوب، وحشتوں کے ماحول میں وقت کا ہر جامۂ تدبیر ادھیڑ دینے والی موت کی کرب خیزیوں اور تلواروں کے دھاروں کے رقصِ فنا اور نوکِ سناں سے گزار دینے والے بربادی کے بدترین منجدھاروں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

یوں برہان پور کے نواح میں دونوں لشکروں کے ٹکراتے سے چاروں طرف بدبختی کے غبار اور تباہی و بربادی کے قصے نے جنم لینا شروع کر دیا تھا۔ شام کے ماتمی سایوں کا لباس پہنے موت اپنے عمل کے دائروں کو وسیع کرنے لگی تھی۔ بڑے بڑے ناقابل تسخیر تیغ زنوں کے شجرہ حیات کے پھل کٹنے اور بڑے بڑے ناقابل تسخیر شمشیر بازوں کی زیست کی مشعلیں سرنگوں ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ میدانِ جنگ میں ہتھیار خانے میں گونجتی کھولتی آوازوں کا سا سماں برپا ہو گیا تھا۔ بڑی تیزی سے دونوں طرف کے ان گنت لشکری بے عنوان اور بے نام لمحوں کی طرح میدانِ جنگ کا شکار ہونا شروع ہو گئے تھے۔

کچھ دیر تک دونوں لشکروں کے درمیان ہولناک اور کرب خیز جنگ ہوتی رہی۔ اس دوران یاقوت پر بددلی پھیلنے لگی۔ اس لئے کہ یاقوت نے شروع ہی میں دل میں یہ ٹھان لی تھی کہ وہ مغلوں کے لشکر کو بہت تھوڑے وقت میں مار بھگانے میں کامیاب ہو جائے گا اور جب عادل خان، راجہ مان سنگھ اور عزیز کوکا کی سرکردگی میں مغلوں نے جان لیوا حملے کرتے ہوئے بڑی تیزی سے الٹا یاقوت کے لشکر کی تعداد کم کرنا شروع کر دی تھی۔ یہاں تک کہ یاقوت کے ولولوں، اس کے حوصلوں پر غم اور بے حوصلگی کی اوس پڑنا شروع ہو گئی تھی۔

یاقوت نے جنگ کو طول دیتے ہوئے اپنی قسمت آزمانے کی کوشش کی لیکن جب اس نے دیکھا کہ اس کے لشکر کا بڑا نقصان ہو رہا ہے اور اس کے لشکر کی اگلی تمام صفیں کٹ چکی ہیں اور پچھلی صفوں کے لشکری بھی اپنی جانیں بچانے کی فکر میں ہیں تب اس نے اپنی شکست کو قبول کر لیا اور بھاگ کھڑا ہوا۔

برہان پور سے بدترین شکست اٹھا کر بھاگنے کے بعد یاقوت نے اپنے شکست خوردہ لشکر کے ساتھ خان دیش کے دوسرے بڑے شہر مالی گڑھ کا رخ کیا تھا۔ دوسری

Marfat.com

طرف عادل خان نے راجہ مان سنگھ اور عزیز کوکا کو برہان پور کے نواح ہی میں چھوڑا اور اس نے یہ تجویز دی کہ وہ خود تو یاقوت کے تعاقب میں نکلتا ہے اور اس کی غیر موجودگی میں وہ برہان شہر پر قبضہ کرلیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک لشکر مان سنگھ اور عزیز کوکا کی سرکردگی میں دے دیا گیا۔ باقی سارے لشکر کو لے کر عادل خان یاقوت کے تعاقب میں نکل گیا تھا۔ دوسری طرف یاقوت کو یہ امید تھی کہ برہان پور کے نواح میں شکست تو ہو ہی گئی ہے لہٰذا وہ اپنے شکست خوردہ لشکر کے ساتھ مالی گڑھ کا رخ کرے گا اور وہاں محصور ہو کر اپنا نقصان پورا کر کے پھر خم ٹھونک کر مغلوں کے سامنے آنے کی کوشش کرے گا۔

دوسری طرف راجہ مان سنگھ اور عزیز کوکا اپنے لشکر کے ساتھ بڑی آسانی سے برہان پور میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اس طرح خان دیش کے حکمران میراں بہادر کے شہر برہان پور پر مغلوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ جبکہ عادل خان غم کے نوحوں کی سی چیختی صداؤں، جیون کے عذابوں، روح و جسم کے تعلق کو منقطع کرتی صداؤں کے تلاطم، قضا لمحوں کی برہم آگ اور بھوک و گرسنگی کی نہ ختم ہونے والی یلغار کی طرح یاقوت کے تعاقب میں لگ گیا تھا۔

یاقوت کو یہ امید نہیں تھی کہ مغلوں کا کوئی لشکر اسے شکست دینے کے بعد اس کے تعاقب میں بھی لگ جائے گا اور جب اس نے دیکھا کہ اکبر کا سالار عادل خان بڑی تیزی سے فاصلوں کو سمیٹتا ہوا پشت پر پہنچ گیا ہے اور اس کے باقی لشکر پر حملہ آور ہوتے ہوئے اس کی تعداد کو مزید کم کرنا شروع کر دیا ہے تب یاقوت چونکا۔ اسے خطرہ ہو گیا تھا کہ اگر اس نے بھاگ کر مالی گڑھ کا رخ کیا اور شہر میں داخل ہو کر محصور ہونے کی کوشش کی تو عادل خان بھی اس کے پیچھے پیچھے شہر میں داخل ہو جائے گا اور اس طرح ایک بار پھر شہر میں گھمسان کا رن پڑے گا اور مغل اس کے بچے کھچے لشکریوں کا کام تمام کر کے مالی گڑھ پر بھی قبضہ کرلیں گے۔

چنانچہ ان سوچوں کے تحت یاقوت اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ مالی گڑھ شہر میں داخل ہونے کی بجائے اس کے پاس سے گزرنے کے بعد بڑی تیزی سے اسیر گڑھ کی طرف بڑھا۔

عادل خان نے جب دیکھا کہ یاقوت مالی گڑھ میں داخل نہیں ہوا اور اسیر گڑھ کی

Marfat.com

طرف چلا گیا ہے تو اس نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ وہ جانتا تھا کہ اسیر گڑھ میں خان دیش کے حکمران میراں بہادر کا پہلے سے ایک بڑا لشکر موجود ہے اور یاقوت بھی وہاں پہنچ گیا تو اس کی قوت میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ چنانچہ عادل خان نے مالی گڑھ کے پاس اپنے لشکر کو روک دیا۔ پھر وہ مالی گڑھ شہر پر حملہ آور ہوا اور بغیر کسی سخت مزاحمت کے وہ شہر پر قبضہ کرنے مین کامیاب ہو گیا تھا۔ اس طرح خان دیش کے حکمران میراں بہادر کے دو شہروں برہان پور اور مالی گڑھ پر مغلوں کا قبضہ ہو گیا تھا اور یہ صورت حال خان دیش کے حکمران میراں بہادر کے لئے یقیناً تشویش ناک تھی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ خان دیش کا حکمران میراں بہادر مغلوں کی غلامی کا جواء اتار پھینکنے کے لئے بڑی سختی سے کوشاں تھا۔ اسے اپنے شہر اور قلعے اسیر گڑھ پر بڑا بھروسہ تھا۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اسیر گڑھ کے قلعے کی تسخیر کسی عام لشکر کے بس کی بات نہ تھی۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ قلعہ برصغیر کا مضبوط ترین قلعہ شمار کیا جاتا تھا اور اس کے اندر جدید ترین سامانِ حرب وضرب اور بہترین عسکری قوت موجود تھی۔ مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ اسی قلعہ سے دکن کی طرف سب سے بڑی شاہراہ جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اپنے دو شہر برہان پور اور مالی گڑھ مغلوں کے قبضہ میں چلے جانے کے باوجود خان دیش کے حکمران میراں بہادر کو یقین تھا کہ مغل کتنا بھی زور لگا لیں وہ اس کے شہر اسیر گڑھ کو فتح نہیں کر پائیں گے۔

ان حالات میں اکبر نے بھی ایک نئی کروٹ لی اور میراں بہادر کے خلاف اپنی ایک سیاسی چال چلی۔ اکبر کو جب اس کے مخبروں نے یہ اطلاع دے دی کہ عادل خان کی سرکردگی میں کام کرنے والے لشکر نے میراں بہادر کے دو شہروں برہان پور اور مالی گڑھ پر قبضہ کر لیا ہے تو یہ خبر سن کر اکبر کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اسی خوشی میں اکبر نے تیز رفتار قاصد خان دیش کے حکمران میراں بہادر کی طرف اس کے شہر اسیر گڑھ کی طرف روانہ کئے اور اسے یہ پیغام دیا کہ وہ مطیع اور فرمانبردار بن کر دریائے نربدا کے کنارے اکبر کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔

میراں بہادر گو برہان پور اور مالی گڑھ کے ہاتھ سے نکل جانے کے باوجود پُر امید تھا کہ اسیر گڑھ کو فتح نہیں کیا جا سکے گا، اس کے باوجود وہ چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح اکبر ٹل جائے اور اس کے علاقے اسی کے پاس رہ جائیں۔ لہٰذا جب اکبر نے قاصد بھیج

Marfat.com

کر اسے طلب کیا تو میراں بہادر نے اسیر گڑھ سے نکل کر اکبر کی خدمت میں حاضر ہونے کا عزم کرلیا۔

میراں بہادر اور اس کے شہر اسیر گڑھ کے متعلق مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ میراں بہادر اچھی طرح جانتا تھا کہ ایک نہ ایک دن اکبر اس سے اسیر گڑھ کے قلعہ کا مطالبہ ضرور کرے گا۔ لہٰذا وہ اس مطالبہ سے پہلو بچانا چاہتا تھا۔ چنانچہ دریائے نربدا کے کنارے اکبر کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے میراں بہادر نے اپنی مملکت کے سالار اعلیٰ یاقوت کو اپنے پاس بلایا۔ برہان پور کے نواح میں شکست اٹھانے کے بعد یاقوت بھی بد دل ہو چکا تھا۔ تاہم میراں بہادر نے اسے اپنے پاس بلا کر اسے ڈھارس اور تسلی دی، اسے سمجھایا کہ ایک بار شکست کھانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم پورا علاقہ دشمن کے حوالے کر دیں اور یہ سمجھ لیں کہ ہم دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

میراں بہادر کے اس طرح سمجھانے سے یاقوت کو کسی قدر حوصلہ ہوا اور اس نے بھی میراں بہادر کی طرح تہیہ کرلیا کہ اسیر گڑھ کو اپنی طاقت وقوت کا مرکز بنا کر مغلوں کا مقابلہ کیا جائے گا۔

میراں بہادر نے جب دیکھا کہ یاقوت حوصلہ نہیں ہار رہا، مغلوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہے تب اس نے اس کی مزید پیٹھ تھپتھپائی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"یاقوت! برہان پور کے نواح میں جو تمہیں پسپائی اختیار کرنا پڑی اس کو بالکل اور یکسر فراموش کر دو۔ یہ جانو کہ برہان پور کے نواح میں تمہارا کسی مغل لشکر سے ٹکراؤ ہوا ہی نہیں تھا۔ بات تو اس وقت بنے گی جب مغلوں کا کوئی لشکر اسیر گڑھ کی طرف آئے گا اور جب اسیر گڑھ کی فصیل کے اوپر سے حملہ آوروں پر تیروں اور پتھروں کے علاوہ کھولتے اور بھڑکتے ہوئے کوئلے پھینکے جائیں گے تو مغلوں کا کوئی لشکر بھی اسیر گڑھ کے نزدیک آنے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔"

میراں بہادر نے یاقوت کو مزید سمجھاتے ہوئے کہا کہ وہ اکبر کی بھی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے دریائے نربدا کا رخ کر رہا ہے لہٰذا اس کی غیر موجودگی میں جہاں وہ اسیر گڑھ کی فصیل پر پتھروں کے علاوہ تیروں کے ڈھیر لگا دے گا وہاں ہر وقت بڑی بڑی بھٹیاں اور ایندھن تیار رکھا جائے گا اور جونہی اسیر گڑھ پر حملہ ہو تو آگ کے الاؤ دہکا کر فصیل کے قریب آنے والے دشمن کے لشکریوں پر نہ صرف کھولتا پانی بلکہ بھڑکتے

Marfat.com

ہوئے انگارے پھینکے جائیں گے اور اس طرح وہ اسیر گڑھ کے قریب نہ آسکیں گے۔"
میراں بہادر کی اس تجویز سے یاقوت بھی خوش اور مطمئن ہو گیا تھا اور پھر اکبر کی طرف روانہ ہونے سے قبل میراں بہادر نے یاقوت کو مزید نصیحت کی کہ یاقوت آخر دم تک قلعہ کی حفاظت کرے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی قلعے کی حوالگی کا مطالبہ کرے تو ہرگز اس مطالبہ کو نہ مانے حتیٰ کہ اگر میراں بہادر بھی اپنے دستخطوں سے اس ضمن میں کوئی حکم جاری کرے تو یاقوت اس حکم پر عمل کرنے اور اس حکم کو وصول کرنے سے انکار کر دے۔
یاقوت نے اس سے اتفاق کیا۔ میراں بہادر کو اندیشہ تھا کہ شاہی کیمپ سے اس قسم کے کسی جعلی اجراء کا اندیشہ ہے چنانچہ اس طرح یاقوت کو سمجھانے کے بعد میراں بہادر اسیر گڑھ سے نکل کر اکبر کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے دریائے نربدا کی طرف کوچ کر گیا تھا اور متوقع اندیشوں سے نمٹنے کے لئے احتیاط کے طور پر میراں بہادر اپنے سپہ سالار اعلیٰ یاقوت کے بیٹے مقرب خان کو بھی اپنے ساتھ لیتا گیا تھا۔
چنانچہ میراں بہادر اور یاقوت کا بیٹا مقرب خان اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ اکبر کی خدمت میں حاضر ہوا تو اکبر نے ان سے بڑا عمدہ سلوک کیا۔ لشکر میں ان کے قیام اور آرام و آسائش کا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ اکبر نے میراں بہادر سے اسیر گڑھ کی حوالگی کا مطالبہ کیا۔ اس مطالبہ پر میراں بہادر نے خاموشی اختیار کی۔ جس پر اکبر نے دوسرا تیر چلایا۔ اس نے یاقوت کے بیٹے مقرب خان کو سمجھا بجھا کر اسیر گڑھ کی طرف روانہ کیا تا کہ وہ اپنے باپ یاقوت کو اس بات پر آمادہ کرے کہ قلعہ مزید کسی جنگ کے بغیر مغلوں کے حوالے کر دیا جائے۔
چنانچہ یاقوت کا بیٹا مقرب خان اکبر کے پڑاؤ سے میراں بہادر کا یہ پیغام لے کر اپنے باپ کے پاس پہنچا کہ قلعہ کا دفاع ختم کر دیا جائے۔
یاقوت کو جب اس کے بیٹے مقرب خان نے یہ پیغام دیا تو یاقوت نے اپنے بیٹے کی بات کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ مقرب خان نے کئی دن وہاں قیام کر کے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ یاقوت کو کسی نہ کسی طرح اسیر گڑھ حوالے کرنے پر آمادہ کر لے لیکن جب مقرب خان اس میں کامیاب نہ ہوا تو وہ ناکامی کی چادر اوڑھ کر واپس دریائے نربدا کی طرف روانہ ہو گیا۔
مؤرخین اس موقع پر لکھتے ہیں جب مقرب خان اکبر کے پڑاؤ میں داخل ہوا اور

Marfat.com

اس نے اکبر پر یہ انکشاف کیا کہ اس کا باپ قلعہ حوالے کرنے پر آمادہ نہیں ہے تو اکبر کے حکم پر مقرب خان کو خنجر مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ اکبر کی اس کارروائی کو مؤرخین اکبر کے دورِ حکومت پر ایک سیاہ داغ شمار کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ مقرب خان کو ناحق قتل کیا گیا اور اس کا قتل اکبر کے تاریخی اوراق میں ایک سیاہ داغ کی طرح نمایاں رہے گا۔

اس صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے اکبر نے اپنے پڑاؤ میں خان دیش کے حکمران میراں بہادر کو اسیر کر لیا۔ ساتھ ہی اس نے تیز رفتار قاصد عادل خان کی طرف روانہ کئے اور اسے حکم دیا کہ مالی گڑھ اور برہان پور سے اپنے سارے لشکریوں کو سمیٹ کر اسیر گڑھ کا رخ کرے اور اس کا محاصرہ کر لے۔ اکبر نے یہ بھی پیغام بھیجا کہ وہ خود بھی دریائے نربدا کے ایک کنارے سے اپنا پڑاؤ ختم کر کے اسیر گڑھ کا رخ کر رہا ہے۔

یاقوت کو جب خبر ہوئی کہ اس کے بیٹے مقرب خان کو اکبر کے حکم پر اس کے پڑاؤ میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے اور یہ کہ خان دیش کے حکمران میراں بہادر کو گرفتار کر کے اسیر بنا لیا گیا ہے، اس کے بعد اسے مزید یہ خبریں بھی ملیں کہ مغلوں کا لشکر برہان پور سے مالی گڑھ اور اسیر گڑھ کا رخ کر رہا ہے۔ ساتھ ہی دوسرے لشکر کے ساتھ اکبر بھی دریائے نربدا کے کنارے اپنا پڑاؤ ترک کر کے اسیر گڑھ کی طرف کوچ کرنے والا ہے۔

یہ صورتِ حال یاقوت کے لئے یقیناً تشویش ناک تھی۔ اب میراں بہادر تو اکبر کی گرفت میں تھا جبکہ میراں بہادر کے بیٹے اور اس کے دیگر لواحقین اسیر گڑھ میں تھے اور مؤرخین کے مطابق ان کی تعداد پچاس کے لگ بھگ تھی۔ چنانچہ یاقوت نے حالات کو سنبھالا۔ میراں بہادر کے لواحقین کو بلایا اور ان میں سے ہر ایک سے تخت نشین ہونے اور تخت کا دفاع کرنے کی درخواست کی۔ لیکن سب ہی نے اس درخواست کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے یاقوت نے اپنا تاریخی جملہ کہا۔ یاقوت نے انہیں کہا تھا۔

”کیا تم خدا کو یہ جواب دو گے کہ تم سب مرد نہیں عورتیں ہو؟“

جس وقت اسیر گڑھ شہر اور قلعے کے اندر یاقوت یہ کارروائیاں کر رہا تھا اسی وقت

Marfat.com

مغلوں کے وہ لشکر جو برہان پور میں عزیز کوکا اور مان سنگھ کی سرکردگی میں تھے اور دوسرا لشکر جو مالی گڑھ میں عادل خان کی کمانداری میں تھا یہ دونوں لشکر یکجا ہو کر اسیر گڑھ پہنچ گئے اور اسیر گڑھ کا محاصرہ کر لیا۔ اسی دوران اسیر گڑھ والوں کے لئے دوسری مصیبت یہ اٹھی کہ باقی لشکر کے ساتھ اکبر نے جو دریائے نربدا کے کنارے پڑاؤ کر رکھا تھا اس نے وہاں سے اپنا پڑاؤ اٹھایا اور اسیر گڑھ کا رخ کیا۔ اب اسیر گڑھ کے نواح میں مغلوں کی خاصی بڑی قوت جمع ہو گئی تھی کہ اس کا مقابلہ کرنا یاقوت کے بس میں نہ رہا تھا۔

اس موقع پر اندر ہی اندر اسیر گڑھ کے کچھ سرکردہ لوگوں نے ایک افریقی نژاد سالار ملک عنبر سے مدد طلب کی۔ ملک عنبر اس سے پہلے خان دیش کا حکمران ہوا کرتا تھا لیکن اس کی جگہ اب میراں بہادر حکمران بن گیا تھا اور جہاں تک ملک عنبر کا تعلق ہے اس نے برار کے جنوب مشرقی علاقوں میں تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلتے ہوئے دور دور تک وسیع علاقوں کو ویران اور برباد کرنا شروع کر دیا تھا۔

گو ملک عنبر نے برار کے علاقے میں ایک خاصی بڑی طاقت اور قوت جمع کر لی تھی لیکن جب خان دیش کے کچھ امراء نے خفیہ طور پر اس سے نامہ و پیام کیا اور اسے اپنی مدد کے لئے پکارا تو ملک عنبر نے ان کی مدد سے انکار کر دیا۔ دراصل ملک عنبر اس چال میں تھا کہ مغلوں کو خان دیش میں مشغول دیکھ کر برار کے پورے علاقے پر حملہ آور ہو کر اور وہاں قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لے۔

ان حالات میں اسیر گڑھ کے اندر یاقوت اور زیادہ بددل اور بے حوصلہ ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ خان دیش کے حاکم میراں بہادر کو تو اکبر نے قیدی بنا لیا تھا اور اس کے خاندان کا کوئی بھی فرد خان دیش کی حکومت سنبھالنے کے لئے تیار نہ تھا۔ چنانچہ ان حالات سے بددل ہو کر یاقوت نے زہر کھا کر خودکشی کر لی۔ اس طرح اسیر گڑھ کا محاصرہ کر کے اور حملہ آور ہو کر قبضہ کرنے میں مغلوں کو زحمت گوارا نہیں کرنی پڑی اور یوں جنوری 1601ء میں یہ قلعہ بغیر کسی جنگ یا لڑائی کے اکبر کی سلطنت میں شامل کر لیا گیا اور پورے خان دیش پر مغلوں کی حکومت قائم ہو گئی۔

7 مارچ 1601ء کو اکبر نے اپنے بیٹے دانیال کو خان دیش کا حاکم مقرر کیا۔ چونکہ دانیال نے احمد نگر فتح کیا تھا لہٰذا اس کے نام پر خان دیش کا نام رکھ دیا گیا۔ ان علاقوں میں قیام کے دوران اکبر نے خان دیش، برار اور احمد نگر کو ملا کر ان کی تقسیم صوبوں کی

Marfat.com

صورت میں کر دی تھی۔

اب اکبر کے سامنے ایک بڑی مہم آ گئی تھی۔ اور وہ برار کی تھی۔ کیونکہ برار کے علاقے میں ملک عنبر نے چاروں طرف تباہی اور بربادی کا کھیل شروع کر رکھا تھا۔ چنانچہ اکبر نے فیصلہ کر لیا کہ برار میں ملک عنبر پر حملہ آور ہو کر نہ صرف یہ کہ ملک عنبر کو وہاں سے مار بھگایا جائے گا بلکہ پورے برار میں امن و امان قائم کر کے اسے مغل سلطنت میں شامل کر لیا جائے گا۔

برار کے خلاف کوئی کارروائی کرنے سے پہلے فاتحانہ انداز میں اکبر اسیر گڑھ میں داخل ہوا۔ اس نے شہر اور قلعے کے انتظامات کا جائزہ لیا اور پھر شہر اور قلعے کے انتظامات میں لگ گیا تھا۔

◎......◎

Marfat.com

***

اکبر نے ابھی تک اسیر گڑھ ہی میں قیام کر رکھا تھا کہ اسے آگرہ اور فتح پور سیکری سے یہ پیغام ملنے لگے کہ اکبر فی الفور اپنے مرکزی شہر پہنچے۔ اس لئے کہ الہ آباد میں شہزادہ سلیم نے ایک طرح کی باغیانہ حیثیت اختیار کر لی ہے اور وہ شورش پسندی پر اترا ہوا ہے۔ لیکن یہ پیغامات آنے کے باوجود اس مسئلہ کو اکبر نے کوئی اہمیت نہ دی۔ جس وقت اکبر اسیر گڑھ میں قیام کئے ہوئے تھا اچانک ابوالفضل وہاں پہنچ گیا۔

ابوالفضل کے یوں اسیر گڑھ آنے پر اکبر کو تشویش ہوئی۔ چنانچہ جب ابوالفضل اکبر کی خدمت میں حاضر ہوا، اکبر نے اسے اپنے پاس بٹھایا اور الہ آباد کے متعلق حالات جاننے کی کوشش کی۔ ابوالفضل پہلے ہی عزیز کوکا اور راجہ مان سنگھ کی حمایت کرتے ہوئے شہزادہ سلیم کے خلاف تھا۔ وہ اس سے پہلے بھی کئی مواقع پر دبی دبی زبان میں اکبر کو یہ باور کرانے کی کوشش کر چکا تھا کہ اکبر کے بعد مغلوں کی سلطنت کا تخت و تاج سلیم کے حوالے نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس کے لئے کسی مناسب شخص کا انتخاب کرنا چاہئے۔

ابوالفضل اکبر کو اب تک یہ مشورہ تو نہ دے سکا تھا کہ سلطنت کے لئے ولی عہد سلیم کی بجائے اس کے بیٹے خسرو کو چنا جائے گا۔ لیکن اب شاید ابوالفضل فیصلہ کن انداز میں اسیر گڑھ پہنچا تھا اور اس موضوع پر اکبر سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔

چنانچہ جب وہ اکبر کے سامنے آیا اور اکبر نے اس سے رونما ہونے والے حالات دریافت کئے تب ابوالفضل نے سب سے پہلے تو ایک لمبی چوڑی تقریر شہزادہ سلیم کے خلاف کی۔ اس نے اکبر کو یہ تک باور کرانے کی کوشش کی کہ شہزادہ سلیم الہ آباد میں ایک متوازی حکومت قائم کر چکا ہے اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ وہ عنقریب اپنے نام کے سکے

Marfat.com

جاری کرے گا اور مسجدوں میں اسی کے نام کا خطبہ جاری کیا جائے گا۔
یہ تفصیل اکبر کے لئے یقیناً تکلیف دہ تھی۔ لیکن اس نے ابوالفضل کی تقریر کا کوئی مثبت جواب نہ دیا تھا۔ چنانچہ ابوالفضل نے اپنا آخری تیر چلانے کی کوشش کی اور بڑی ہمدردی بلکہ ناصحانہ انداز میں اکبر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ان حالات میں جبکہ سلیم باغیانہ اطوار اپنا چکا ہے، آپ کے خلاف الہ آباد میں ایک متوازی حکومت قائم کر رہا ہے۔ میرے خیال میں اسے راہ راست پر لانے کے لئے ایک طریقہ یہ ہے کہ فوراً کسی اور کو سلطنت کا ولی عہد مقرر کر دیا جائے۔ میرا اپنا اندازہ ہے کہ سلیم کی جگہ آپ کے دونوں بیٹوں مراد اور دانیال میں سے کسی کو بھی ولی عہد مقرر نہیں کیا جانا چاہئے۔ اس طرح سلیم کو سب سے بڑا اعتراض ہو گا کہ بڑے بیٹے کو فراموش کر کے چھوٹے بیٹوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کیا گیا۔ تاہم میرا آپ کو مخلصانہ مشورہ ہے کہ سلیم کی جگہ آپ اس کے بیٹے خسرو کو اپنی سلطنت کا ولی عہد مقرر کر لیں۔ خسرو عقل مند ہے، سنجیدہ ہے اور میرے خیال میں آپ کے بعد وہ سلطنت کی خوب دیکھ بھال کرے گا۔ اور اگر ان حالات میں سلیم باغیانہ رویہ بھی اختیار کرتا ہے تو میرے خیال میں اپنے بیٹے کے ولی عہد ہونے پر وہ نہ کسی تادیبی کارروائی کی ابتدا کرے گا نہ اپنی باغیانہ اور ایسی ہی دوسری سرگرمیوں کو آگے بڑھانے کی کوشش کرے گا۔''

ابوالفضل یہاں تک کہنے کے بعد جب خاموش ہوا تب اکبر کچھ دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''ابوالفضل! تمہارا مشورہ غلط اور برا نہیں ہے۔ لیکن الہ آباد کے جو حالات تم نے سنائے ہیں، شہزادہ سلیم کی جن کارروائیوں پر تم نے روشنی ڈالی ہے وہ نگاہ میں رکھتے ہوئے اگر میں اس وقت اس کے بیٹے یا کسی دوسرے شخص کو ولی عہد مقرر کر دوں تو یاد رکھنا سلطنت کے حالات ابتر ہو جائیں گے۔ میں سب سے پہلے سلیم کو راہ راست پر لانے کی کوشش کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ میں اس میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ ابوالفضل! جو تم نے مشورہ دیا ہے فی الحال اس پر عمل کرنا نہ میرے لئے ممکن ہے نہ ہی یہ مناسب ہے۔''

اکبر کا یہ جواب سن کر ابوالفضل نے دلی طور پر انتہائی ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔

Marfat.com

اسے یہ جواب سن کر دکھ بھی ہوا تھا۔ لیکن ظاہری طور پر اس نے اپنا بھرم قائم رکھا۔ چہرے پر مسکراہٹ بکھیرے رکھی۔ ساتھ ہی اکبر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں نے تو صرف آپ کو صورتِ حال سے آگاہ کیا ہے اور اسی صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے مشورہ دیا ہے۔ اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے آپ بہرحال جو فیصلہ کریں گے وہی بہتر اور سلطنت کے حق میں اچھا ہو گا۔''

ابوالفضل جب خاموش ہوا تب اکبر تھوڑی دیر مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔

''ابوالفضل! جو حالات تم نے سنائے ہیں ان کی روشنی میں، میں دو اقدام کرنے لگا ہوں۔ میں اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے آگرہ کا رخ کروں گا اور جو حالات رونما ہو رہے ہیں ان پر گرفت کرنے کی کوشش کروں گا۔ میرے بعد تم یہیں اسیر گڑھ میں ہی قیام کرو گے اور دکن کے بدلتے ہوئے حالات پر نگاہ رکھو گے۔ اس کے علاوہ اسیر گڑھ سے کوچ کرنے سے پہلے میں اپنے لشکر کا ایک خاصا بڑا حصہ علیحدہ کروں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس حصے کی کمانداری عادل خان کو سونپوں اور اسے برار میں ملک عنبر کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کروں۔ اس لئے کہ ملک عنبر نے برار کے علاقے میں تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلتے ہوئے لوگوں کا جینا حرام کر دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں یا تو ملک عنبر کا خاتمہ کر دیا جائے یا اسے کہیں اور بھاگ جانے پر مجبور کر دیا جائے گا تا کہ ان سارے علاقوں میں امن و امان قائم ہو۔''

ابوالفضل نے اکبر کی اس تجویز سے جب اتفاق کیا تب اکبر نے اپنے سارے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔ اس طلبی کے جواب میں سارے سالار اکبر اور ابوالفضل کے پاس جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔

جب راجہ مان سنگھ اور عزیز کوکا وہاں آئے اور وہ ابوالفضل کے پاس آ کر بیٹھ گئے تب اکبر نے پہلے مسکراتے ہوئے ان کی طرف دیکھا پھر راجہ مان سنگھ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں دیکھتا ہوں تم لوگ ابوالفضل سے اس طرح سے نہیں ملے جس طرح پہلے ملا کرتے تھے۔''

اس پر راجہ مان سنگھ مسکرا دیا۔ کہنے لگا۔

Marfat.com

"مہابلی! آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے ابوالفضل مجھ سے اور عزیز کوکا سے مل چکے ہیں اور ہم سے ملنے کے بعد یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔"

راجہ مان سنگھ کے اس جواب سے اکبر مطمئن ہو گیا تھا۔ اسی دوران دوسرے سالاروں کے علاوہ عادل خان اور اس کا نائب مشیر خان بھی داخل ہوئے۔ دونوں ابوالفضل سے مخالف سمت جا کر بیٹھ گئے تھے۔ اس موقع پر اکبر کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا اور عادل خان اور مشیر خان نے وہاں آنے کے بعد جب ابوالفضل سے کوئی مصافحہ نہ کیا اور نہ ہی ان سے ملے تو ان کی اس حرکت پر اکبر نے کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ تاہم ابوالفضل نے اسے خاصا محسوس کیا تھا۔ لیکن عادل خان اور مشیر خان دونوں اس سے ذرا ہٹ کر بیٹھ گئے تھے۔

جب سارے سالار وہاں آن جمع ہوئے تب اکبر تھوڑی دیر تک ان سب کا جائزہ لیتا رہا پھر ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"ابوالفضل تھوڑی دیر پہلے میری خدمت میں حاضر ہوا ہے اور سلطنت میں جو تبدیلیاں بڑی تیزی سے رونما ہو رہی ہیں ان کے متعلق اس نے مجھے آگاہ کیا ہے۔ انہی کی روشنی میں میں دو ایک روز تک لشکر کے ایک حصے کے ساتھ یہاں سے آگرہ کی طرف کوچ کر جاؤں گا اور حالات جو بڑی تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں ان پر گرفت کرنے کی کوشش کروں گا۔ میری غیر موجودگی میں ابوالفضل انہی علاقوں میں قیام کرے گا اور دکن کے اندر بدلتے ہوئے حالات پر نگاہ رکھے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اکبر خاموش ہوا، پھر باری باری اس نے عادل خان اور مشیر خان کی طرف دیکھا۔ ساتھ ہی اس کی آواز بلند ہوئی۔

"عادل خان اور مشیر خان! تم دونوں سے متعلق بھی میں نے ایک فیصلہ کیا ہے۔ تمہاری سرکردگی میں ایک خاصا بڑا لشکر رکھا جائے گا اور اس لشکر کو لے کر دونوں برار کا رخ کرو گے۔ ہمارے کچھ مخبران علاقوں تک تم دونوں کی راہنمائی کریں گے۔ اس لئے کہ برار میں ملک عنبر نے جو تباہی اور بربادی کا کھیل رچا رکھا ہے اور چاروں طرف سے لوگ اس کے خلاف شکایات لے کر آ رہے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ تم دونوں ملک عنبر کے خلاف حرکت میں آؤ اور اس کی سرکشی اور اس کی شکست و ریخت کو دبانے کی کوشش کرو تا کہ برار کے علاقے میں امن و امان قائم ہو جائے۔"

Marfat.com

یہاں تک کہنے کے بعد اکبر جب خاموش ہوا تو لمحہ بھر کے لئے عادل خان نے بڑے غور سے ابوالفضل کی طرف دیکھا پھر اکبر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"شہنشاہ معظم! آپ نے مجھے اور مشیر خان کو جو برار کی مہم کے لئے مقرر کیا ہے تو اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ آپ ہم دونوں کو ایک خود مختار حیثیت دیجئے گا۔ برار پر حملہ آور ہونے اور ملک عنبر کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے آپ یہاں ہمیں کسی کے ماتحت نہ رکھئے گا۔ اگر آپ ہمیں خود مختاری دیتے ہیں تو مجھے امید ہے کہ ہم اپنے طور پر آزادانہ کارروائیاں کر کے ملک عنبر کو بہت جلد اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

اکبر شاید عادل خان کے ان الفاظ کی تہہ تک پہنچ گیا تھا۔ مسکرایا، پھر کہنے لگا۔

"عادل خان! تمہاری اس تجویز پر عمل کیا جائے گا۔ گو میرے بعد اب ابوالفضل ان علاقوں میں مقیم ہو گا اور یہ علاقے ایک طرح سے اس کی ماتحتی میں رہیں گے۔ لیکن تم اور مشیر خان اپنی کارروائیوں میں آزاد ہو گے۔ ابوالفضل تمہاری کارروائیوں میں دخل اندازی نہیں کرے گا۔ لہٰذا برار کے علاقے میں ملک عنبر کے خلاف تم جس طرح چاہو حرکت میں آ سکو گے۔"

اکبر کے اس فیصلے سے عادل خان اور مشیر خان دونوں خوش ہو گئے تھے۔ اس کے بعد اکبر نے انتظامی امور کے علاوہ لشکر کی تقسیم سے متعلق بھی گفتگو کی۔ چنانچہ اس نے اس کے بعد وہ اجلاس ختم کر دیا۔ دو روز بعد اکبر لشکر کا ایک حصہ لے کر آگرہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ ابوالفضل نے وہیں قیام کئے رکھا۔ عادل خان اور مشیر خان دونوں اکبر کے فراہم کردہ لشکر کے ساتھ اسیر گڑھ سے برار کی طرف کوچ کر گئے تھے۔ ان کے لشکر کے اندر جو عورتیں تھیں ان کا قیام اسیر گڑھ ہی میں رکھا گیا تھا۔ کملا بھی اپنے بچوں کے ساتھ اسیر گڑھ ہی میں قیام کر گئی تھی۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

شہزادہ سلیم کو چونکہ اپنے باپ اکبر کے علاوہ اس کے مشیروں سے بھی بہت سی شکایات تھیں۔ اسی بناء پر اس نے الہ آباد میں باغیانہ رویہ اختیار کیا تھا جس کی بنا پر اکبر کے مشیر ایک عرصہ سے اکبر کو واپس آگرہ آ کر حالات کو قابو میں لانے کا مشورہ دے رہے تھے۔ لیکن اکبر چونکہ احمد نگر اور اسیر گڑھ کی تسخیر کے بغیر کسی قیمت پر آگرہ واپس جانا پسند نہیں کرتا تھا جس کی بنا پر حالات مزید خراب ہوئے۔

اکبر کو شہزادہ سلیم کی باغیانہ کارروائیوں کی مسلسل اطلاعات ملتی رہیں اور جب اس نے دکن کے حالات درست کر لئے تب اکبر نے آگرہ کا عزم کیا۔ سب سے پہلے اس نے یہ قدم اٹھایا کہ شہزادہ سلیم کے ایک ہم منصب کو اس کی طرف روانہ کیا۔ اس شخص کا نام شریف تھا۔ شریف نام کا یہ شخص شہزادہ سلیم یعنی جہانگیر کی نگاہوں میں بڑی وقعت رکھتا تھا۔ چنانچہ اکبر نے اسے ہی سلیم کو سمجھانے بجھانے کے لئے روانہ کیا۔

یہی شریف جب الہ آباد میں شہزادہ سلیم کی خدمت میں حاضر ہوا، شریف کے ذمہ کام تو یہ لگایا گیا تھا کہ وہ الہ آباد پہنچ کر شہزادہ سلیم کو اپنے والد کی طرف سے عائد کردہ فرائض کا احساس دلائے لیکن شہزادہ سلیم نے اسے بھی اپنا وزیر مقرر کر دیا۔

اب شہزادہ سلیم کو یہ خبر مل چکی تھی کہ اکبر دکن سے آگرہ لوٹ آیا ہے۔ چنانچہ اسے خدشہ ہوا کہ کہیں اس کا باپ اس کے خلاف عسکری کارروائی نہ کرے۔ چنانچہ اس نے اپنی عسکری تیاریوں میں اضافہ کر دیا تھا۔ اس نے بہت سے امراء کو خطابات سے نوازا۔ ایک خاصا بڑا لشکر تیار کیا تاکہ اکبر کے مقابلے میں اپنی حفاظت کا کام سرانجام دے سکے۔

اکبر 23 اگست 1602ء کو آگرہ پہنچا تو اس نے فوری طور پر سلیم سے مذاکرات کا آغاز کر دیا۔ لیکن شہزادہ سلیم کے مطالبات اتنے زیادہ اور اس نوعیت کے تھے کہ انہیں

Marfat.com

قبول کرنا اکبر کے بس میں نہ تھا۔

شہزادہ سلیم نے جب دیکھا کہ اس کے مطالبات پر غور نہیں کیا جا رہا تو اس نے اپنے لشکر کے ساتھ آگرہ کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ اس کے پاس اس وقت کم از کم 35 ہزار گھڑ سوار تھے۔ چنانچہ آگرہ کی طرف بڑھتے ہوئے وہ جہاں جہاں سے گزرا، تباہی مچاتا چلا گیا۔ اس دوران اکبر نے شہزادہ سلیم کو متعدد مصالحانہ پیغامات روانہ کئے لیکن سلیم نے کوئی پرواہ نہ کی۔ اکبر کی یہ پالیسی گو اس کے درباریوں کے نزدیک نہایت کمزور اور بزدلانہ تھی لیکن درحقیقت اس پالیسی کی بناء پر اکبر کی یہ کامیابی تھی کہ سلیم آگرہ کی طرف بڑھتے بڑھتے رک گیا اور واپس الہ آباد چلا گیا۔

شہزادہ سلیم نے اپنے باپ اکبر کے خلاف بس یہی بغاوت اور سرکشی کی تھی جس وقت اس نے الہ آباد میں قیام کیا ہوا تھا۔ وہ لوگ جو اکبر سے متعلق تحریریں رقم کرتے ہیں، خصوصیت کے ساتھ ڈرامے اور فلم کی کہانیاں لکھنے والے جو ظاہر کرتے ہیں کہ اکبر کے خلاف بغاوت شہزادہ سلیم نے انارکلی کی وجہ سے کی، یہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ بلکہ یہ ایک طرح سے اکبر اور شہزادہ سلیم پر الزام تراشی ہے۔ اس معاملے میں نہ کوئی انارکلی تھی اور نہ ہی کوئی اور وجہ۔ بس اس بغاوت کے ذمہ دار راجہ مان سنگھ، عزیز کوکا اور ابوالفضل تھے جو شہزادہ سلیم کو تخت و تاج سے محروم کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

بہرحال اکبر کے سمجھانے بجھانے پر جب شہزادہ سلیم نے آگرہ کی طرف اپنی پیش قدمی روک دی اور واپس الہ آباد چلا گیا، ردِعمل کے طور پر اکبر نے ایک فرمانِ خاص جاری کیا اور اس فرمان کے ذریعے اکبر نے سلیم کو بنگال اور اڑیسہ کا وائسرائے مقرر کر دیا تھا۔

اس موقع پر اکبر نے جو شہزادہ سلیم کو اختیارات تفویض کئے وہ کافی حد تک خود مختارانہ تھے لیکن اس کے باوجود سلیم نے اس عہدے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے الہ آباد کی حدود کو خیر باد کہنے سے بھی انکار کر دیا۔ چنانچہ ان حالات میں اس نے الہ آباد میں اپنے نام سے سکے جاری کر کے اکبر کی طرف روانہ کئے اور یہ ایک طرح سے شہزادہ سلیم کی طرف سے اپنے باپ اکبر کی توہین تھی۔

شہزادہ سلیم کو شہنشاہ اکبر سے جو شکایات تھیں، کسی حد تک درست تھیں۔ اس امر سے قطع نظر کہ بعد ازاں اکبر کے نرم رویہ کی وجہ سے سلیم کے عزائم میں شدت پیدا ہو گئی، اسے بڑا شکوہ یہ تھا کہ اسے چند درباریوں کے کہنے پر نا اہل اور حکومت کی ذمہ

Marfat.com

داریاں سنبھالنے کے ناقابل سمجھا جا رہا تھا۔ اسی بناء پر سلیم کی جگہ کسی متبادل شخص کو نائب سلطنت کی ذمہ داریاں سونپنے پر غور کیا جا رہا تھا۔

علاوہ ازیں سلیم کو یہ شکایات بھی تھیں کہ اسے اس کے شایانِ شان مناصب عطا نہیں کئے گئے حالانکہ وہ نہ صرف شاہی خاندان کا فرد تھا بلکہ اکبر کے بعد حکومت کی ذمہ داریاں اسی کو سنبھالنا تھیں۔

سلیم کو اپنے خلاف ہونے والی محلاتی سازشوں کا بھی اچھی طرح علم تھا۔ بعض امراء چاہتے تھے کہ اکبر کے بعد سلیم کی جگہ ایسا شخص تخت نشین ہو جو ان کا آلہ کار بنا رہے۔ بہ الفاظ دیگر وہ یہ چاہتے تھے کہ تمام طاقت اور اختیارات ان کے اپنے ہاتھ میں رہیں۔ ان تمام سازشوں میں راجہ مان سنگھ پیش پیش تھا۔ سلیم کو ہر لمحہ ان سازشوں کا علم ہوتا رہتا تھا لہٰذا وہ اپنی خودمختاری اور مستقبل کو سنوارنے کے لئے کوشاں رہنے لگا۔

شہزادہ سلیم کو اپنے باپ شہنشاہ اکبر سے یہ شکایت بھی تھی کہ اس نے کسی بھی لمحہ اپنے بیٹے کے مستقبل کے بارے میں ہمدردی سے غور ہی نہیں کیا تھا بلکہ اس کے قریبی امراء نے اسے جو بھی مشورہ دیا اس پر بلا تامل عمل کیا جاتا رہا۔ ان تمام حالات سے مجبور ہو کر سلیم نے باپ کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرنے کی ٹھان لی تھی۔

جب سلیم نے اپنے نام کے کندہ سکے جاری کئے تو اس کا واضح مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے باپ کے خلاف ایک متوازی حکومت قائم کرنے کا عزم کر چکا تھا۔ بہرحال اکبر نے اس وقت تک مصالحانہ انداز قائم رکھا۔

شہزادہ سلیم نے چونکہ الہ آباد سے نکل کر اکبر کی خواہش کے مطابق بنگال اور اڑیسہ جانے سے انکار کر دیا تھا۔ لہٰذا اکبر کو اندیشہ ہو گیا تھا کہ شہزادہ سلیم ضرور اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کر کے بزور تخت و تاج حاصل کرنے کی خاطر آگرہ کا رخ کرے گا۔ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اکبر نے تیز رفتار قاصد دکن کی طرف بھجوائے اور ابوالفضل کو طلب کیا۔ ابوالفضل جب آگرہ پہنچا تو اکبر نے ساری صورت حال اس کے سامنے رکھی۔ ابوالفضل تو پہلے ہی سازشی شخص تھا، وہ چاہتا تھا کہ دونوں باپ بیٹے کے درمیان ٹھنی رہے جس کے نتیجے میں اکبر سلیم کو تخت و تاج سے محروم کر دے اور راجہ مان سنگھ اور عزیز کوکا کی خواہش کے مطابق جہانگیر کے بیٹے خسرو کو تاج و تخت کا مالک بنا دیا جائے۔

چنانچہ جب اکبر نے ساری صورت حال اس کے سامنے رکھی تو ابوالفضل نے اکبر

Marfat.com

کو یقین دلایا کہ وہ ایک لشکر لے کر الہ آباد کا رخ کرے گا اور ہر صورت میں شہزادہ سلیم کو اکبر کے سامنے پیش کرے گا۔

اکبر نے اس تجویز سے اتفاق کر لیا تھا۔ چنانچہ الہ آباد کی طرف جانے کے لئے اکبر نے ابوالفضل کے لئے ایک لشکر کی نشاندہی کر دی تھی جبکہ ابوالفضل اس لشکر کے ساتھ شہزادہ سلیم کا مقابلہ کرنے کے لئے بڑی تیزی سے تیاریاں کرنے لگا تھا۔

OOO

دوسری طرف عادل خان اور مشیر خان دونوں لشکر کو لے کر خان دیش سے بڑی برق رفتاری کے ساتھ برار کی طرف بڑھے تھے۔ برار کے علاقے کی بڑی اہمیت تھی۔ اس کے ایک طرف سمندر پڑتا تھا۔ اس کے بائیں جانب خاندیش اور اس سے بھی بائیں جانب گجرات کا علاقہ تھا۔ جبکہ برار کے نچلی سمت احمد نگر کی سلطنت تھی۔ برار کے عام شہروں یں بالا پور، دریا پور، علیج پور، بلدانہ، مہکار اور نندر زیادہ اہم تھے۔ جہاں تک ملک عنبر کا تعلق تھا تو اس نے نندر، مہکار اور بلدانہ کے علاقوں میں تباہی اور بربادی کا کھیل جاری رکھا ہوا تھا۔ عادل خان اور مشیر خان اپنے لشکر کو لے کر خاندیش کی حدود سے نکل کر برار کے علاقے میں داخل ہوئے اور اپنا پہلا پڑاؤ انہوں نے دریا پور کے مقام پر کیا تھا۔

دریا پور شہر برار کی سرزمینوں کے وسطی حصے سے تھوڑا سا شمال کی جانب پڑتا تھا۔ عادل خان نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں چند دن پڑاؤ کیا اور اپنے مخبروں کو جنوب مشرق کے ان علاقوں کی طرف روانہ کیا جہاں ملک عنبر نے تباہی پھیلا رکھی تھی۔ ان مخبروں کے ذریعے عادل خان یہ جاننا چاہتا تھا کہ ملک عنبر نے اپنی قوت کا مرکز کہاں بنا رکھا ہے اور کس جگہ وہ ان سے ٹکرا سکتا ہے؟

یہ مخبر جب واپس آئے تب انہوں نے عادل خان کو اطلاعات دیں کہ ملک عنبر نے اپنی طاقت کا مرکز مہکار شہر کو بنا رکھا ہے اور بلدانہ سے لے کر مہکار اور جنوب تک نندر کے علاقے اس کی بربادی اور شکست و ریخت کا شکار بنے ہوئے ہیں۔

یہ خبریں ملنے کے بعد عادل خان اور مشیر خان دونوں نے دریا پور سے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا۔ بالا پور کو ایک طرف چھوڑتے ہوئے انہوں نے سیدھا جنوب میں مہکار شہر کا رخ کیا تھا۔

ملک عنبر کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ اکبر نے اپنا ایک لشکر عادل خان اور مشیر خان کی

Marfat.com

سرکردگی میں اس پر حملہ آور ہونے کے لئے بھیجا ہے اور اسے جب یہ خبریں ملیں کہ دریا پور سے عادل خان اور مشیر خان دونوں نے اپنے لشکر کے ساتھ مہکار شہر کا رخ کیا ہے تب ملک عنبر حرکت میں آیا اور مہکار شہر کے شمال میں وسیع میدانوں کے اندر اس نے اپنا پڑاؤ قائم کر لیا تھا۔ شاید وہیں عادل خان اور مشیر خان کے ساتھ ٹکرانا چاہتا تھا۔

عادل خان اور مشیر خان بھی انہی میدانوں میں پہنچے جہاں عنبر نے قیام کر رکھا تھا۔ دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کر لیا تھا۔ دو روز بعد ملک عنبر نے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کیں۔ وہ جنگ کی ابتداء کرنا چاہتا تھا۔ عادل خان اور مشیر خان بھی چونکہ اپنے لشکر کو ستانے کا موقع فراہم کر چکے تھے لہٰذا ملک عنبر پر ضرب لگانے کے لئے وہ بھی تیار ہو گئے تھے۔

ملک عنبر نے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے کے بعد جنگ کی ابتدا کی تھی۔ پھر دیکھنے والوں کی آنکھوں نے دیکھا کہ ملک عنبر اپنے لشکر کے ساتھ امن کی خوشبو بھرے سویروں میں فلاکتوں کے گھس آنے والے اندھے بگولوں، بے داغ نکھرے سنہری ماحول کو غلطاں و پیچاں کرتے بدانتقامی کے خونی لمحوں، زندگی کو شکن شکن کرتے دکھ کے وحشی بگولوں اور مرگ کی خونی صداؤں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

ملک عنبر کے حملہ آور ہونے پر عادل خان اور مشیر خان بھی حرکت میں آئے۔ جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی سماعت و بصارت اور ادراک کے ماوراء آتش و ورد کے بیابانوں، سمندر اور سبزے سے کشمکش کرتی سورج کی زرد شعاعوں اور سینے میں درد کے کرب کھڑا کرتے وقت کی رفتار کے بھیدیوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

عادل خان اور مشیر خان دونوں کے حملہ آور ہونے میں ایک کیمیائی تحریک، ایک کھولتی ہلچل اور آرزوؤں کے جلتے الاؤ کی سی سختی اور شدت تھی۔

مہکار شہر کے شمالی بیابانوں میں دونوں لشکروں کے اس طرح ٹکرانے سے بلندیوں، پستیوں اور لمحوں کی ہر آہٹ میں قضا رقص کرنے لگی تھی۔ ہر کوئی تقدیر کے ترکش کا کڑا تیر بن کر انفرادی اور اجتماعی شجاعت کا مظاہرہ کرنے لگا تھا۔ ہر دل کا سکون، ہر روح کا سرور، ہر آنکھ کی تسکین تلواروں اور ڈھالوں کی گونجتی خوفناک آوازوں میں معدوم ہونے لگی تھی۔ ملک عنبر کا خیال تھا کہ وہ عادل خان اور مشیر خان کو لمحوں کے اندر کنگال کر رکھ دے گا اور انہیں واپس آگرہ یا خاندیش کی طرف جانے پر مجبور کر دے گا۔ لیکن ہوں

Marfat.com

جوں جنگ طول پکڑتی گئی، ملک عنبر نے دیکھا اس کے لشکریوں کی تعداد نہ صرف یہ کہ بڑی تیزی سے کم ہونا شروع ہوگئی تھی بلکہ عادل خان اور مشیر خان نے تیز حملے کرتے ہوئے اس کی اگلی صفوں کا خاتمہ کر کے پچھلی صفوں کی طرف بڑھتے ہوئے اپنے لشکر کی فوقیت قائم کرنا شروع کر دی تھی اور اس صورت حال کی وجہ سے ملک عنبر کے لشکریوں کی حالت بڑی تیزی سے شام کے اداس لمحوں، نفس کی ملامتوں کے قصوں، ذلت آمیز لمحوں، گھٹی ہوئی کرب کی صداؤں، سنگین رات کے تلخی آمیز لمحوں اور جھوٹ وکذب کی حقارت سے بھی زیادہ المناک ہونا شروع ہوگئی تھی۔

ملک عنبر نے جب اندازہ لگایا کہ اس کے لشکر کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہوتی جا رہی ہے اور اگر جنگ اسی طرح جاری رہی تو نہ صرف یہ کہ اسے بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑے گا بلکہ وہ اپنے لشکر سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا تو وہ شکست قبول کرتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا۔

عادل خان اور مشیر خان نے آپس میں صلاح ومشورہ کرنے کے بعد ملک عنبر کا تعاقب نہیں کیا۔ اس لئے کہ ملک عنبر کے پاس اب بھی خاصا بڑا لشکر تھا۔ دوسرے ان دونوں کو یہ بھی خدشہ ہو گیا تھا کہ چونکہ ملک عنبر برار کے ان سارے علاقوں سے واقف تھا لہٰذا تعاقب کے دوران کہیں وہ کوئی جنگی چال چل کر ان کی کامیابی کو ناکامی میں نہ تبدیل کر دے۔

دوسری طرف مہکار شہر کے نواح میں ذلت آمیز شکست اٹھانے کے بعد ملک عنبر جنوب کی طرف بھاگا اور اس نے نندر شہر کو اپنا مرکز بنا کر اس کے شمالی حصوں میں اپنی کارروائیوں کی ابتداء کر دی تھی۔ عادل خان اور مشیر خان نے سب سے پہلے آگے بڑھ کر مہکار شہر پر قبضہ کیا۔ وہاں سے اپنے لشکر کے لئے رسد اور ضروریات کا سامان خاصی مقدار میں حاصل کر لیا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے مخبر جنوب کی طرف پھیلائے۔
جب ان مخبروں نے یہ خبریں دیں کہ ملک عنبر نندر شہر کے شمالی حصوں میں اپنی کارروائیوں کی ابتداء کر چکا ہے تب عادل خان اور مشیر خان اپنے لشکر کے ساتھ مہکار شہر سے روانہ ہوئے۔ اب انہوں نے انتہائی جنوب کی طرف نندر شہر کا رخ کیا تھا۔

OOO

اکبر نے ابوالفضل کو ایک خاصا بڑا لشکر دے کر الہ آباد کی طرف روانہ کیا تھا کہ وہ

Marfat.com

سلیم کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرے۔ ابوالفضل نے اسے اپنے لئے غنیمت کا موقع جانا کہ سلیم پر حملہ آور ہونے کے لئے اسے لشکر کی کمانداری سونپ دی گئی ہے۔ لہٰذا اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ شہزادہ سلیم سے ٹکرا کر نہ صرف یہ کہ اسے بدترین اور ذلت آمیز شکست سے دوچار کر دے گا بلکہ اسے گرفتار کرنے کے بعد بے بس کر کے اکبر کی خدمت میں پیش کرے گا تا کہ اکبر اسے ولی عہدی سے محروم کر کے اس کے بیٹے خسرو کو اپنی سلطنت کا وارث قرار دے۔

یہی عزائم لئے ابوالفضل جرار لشکر کے ساتھ بڑی تیزی اور برق رفتاری سے الہ آباد کی طرف بڑھا تھا۔

مغل سلطنت کے حالات چونکہ بڑی تیزی سے ابتر ہوتے جا رہے تھے لہٰذا مختلف عسکریت پسند لوگ اکبر اور شہزادہ سلیم کے درمیان تقسیم ہونا شروع ہو گئے تھے۔ انہی حالات کے تحت بھیر سنگھ جو عادل خان کے دوستوں میں تھا اور لاہور میں اس سے ملاقات بھی کر چکا تھا وہ بھی اپنے جنگجو ساتھیوں کے لئے الہ آباد میں شہزادہ سلیم سے مل گیا تھا۔

جب سلیم کو یہ خبریں ملیں کہ اکبر نے ایک لشکر ابوالفضل کی کمانداری میں اس پر حملہ آور ہونے اور اسے راہِ راست پر لانے کے لئے روانہ کیا ہے تب سلیم نے بھی اپنے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا۔ اس اجلاس میں بھیر سنگھ بھی موجود تھا۔ دوسری طرف اکبر نے یہیں تک اکتفا نہیں کیا۔ ابوالفضل کو روانہ کرنے کے ساتھ ہی ساتھ اس نے تیز رفتار قاصد عادل خان اور مشیر خان کی طرف بھی روانہ کئے تھے اور انہیں یہ حکم جاری کیا تھا کہ اگر وہ برار کی مہم سے فارغ ہو چکے ہوں تو وہ بھی اپنے دستے کے ساتھ شہزادہ سلیم کے خلاف ابوالفضل سے تعاون کریں۔

شہزادہ سلیم نے جب اپنے سارے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا اور ان سے ابوالفضل کا مقابلہ کرنے کے لئے ان کا ارادہ جاننا چاہا تب سب سے پہلے بھیر سنگھ نے ہی سلیم کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''اس موقع پر جو میں آپ کو مشورہ دوں گا وہ خلوص پر مبنی ہو گا۔ میں یہ چاہوں گا کہ آپ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ الہ آباد کے اندر ہی قیام رکھیں۔ مجھے ایک لشکر دے کر ابوالفضل کی طرف روانہ کریں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں ابوالفضل کا سر کاٹنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ میں نے اس سے پہلے لاہور شہر میں عادل خان

Marfat.com

سے وعدہ کیا تھا کہ میں ابوالفضل کا سر کاٹوں گا۔ جبکہ خود عادل خان نے بھی اس ملحد اور زندیق کی گردن کاٹنے کا عزم کیا تھا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بھیر سنگھ رکا۔ اس کے بعد سلیم کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا، آپ مجھ پر اعتماد اور بھروسہ رکھیں۔ میں ابوالفضل کو الہ آباد نہیں پہنچنے دوں گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بھیر سنگھ جب خاموش ہوا تب سلیم بول اٹھا۔

"بھیر سنگھ! تم جو پیش کش کر رہے ہو اس کے لئے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ لیکن ایک اور بات بھی نگاہ میں رکھو۔ شاید تمہیں خبر ہو چکی ہو گی کہ میرے باپ نے اب ابوالفضل کو روانہ کرنے کے ساتھ ساتھ تیز رفتار قاصد برار کی طرف روانہ کئے ہیں اور وہاں عادل خان اور مشیر خان کو یہ حکم جاری کیا ہے کہ اگر وہ برار کی مہم سے فارغ ہو چکے ہوں تو وہ بھی میرے خلاف ابوالفضل کے ساتھ شامل ہو جائیں۔"

سلیم جب خاموش ہوا تب بھیر سنگھ بول اٹھا۔

"اس میں لفظ اگر استعمال ہوا ہے اور اسی سے ہم نے فائدہ اٹھانا ہے۔ شاید آپ کو معلوم ہو گا عادل خان میرے بہترین دوستوں میں سے ہے۔ ایک طرح سے میرا بھائی بنا ہوا ہے۔ مشیر خان بھی مجھ سے اچھی طرح واقف ہے۔ مہابلی نے ان دونوں کے نام یہ پیغام بھیجا ہے کہ اگر وہ برار کی مہم سے فارغ ہو چکے ہوں تب ابوالفضل کے ساتھ مل جائیں۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اپنا ایک خاص آدمی عادل خان کی طرف برار روانہ کرتا ہوں اور اسے یہ پیغام بھیجتا ہوں کہ وہ خود کو اور اپنے لشکر کو برار میں اس وقت تک مصروف رکھے جب تک میں ابوالفضل سے نمٹ نہیں لیتا۔"

بھیر سنگھ کے ان الفاظ پر شہزادہ سلیم مسکرایا۔ کہنے لگا۔

"کیا اس طرح وہ تمہاری بات مان لے گا؟"

جواب میں بھیر سنگھ بھی مسکرایا۔ کہنے لگا۔

"مجھے سو فیصد یقین ہے وہ میری بات مانے گا۔ اس لئے کہ وہ خود بھی ابوالفضل کو اپنا بدترین دشمن خیال کرتا ہے بلکہ ایک موقع پر تو اس نے اس بات کا بھی اظہار کیا تھا کہ اگر کبھی حالات نے اس کا اور ابوالفضل کا آمنا سامنا کیا تو وہ ابوالفضل کی گردن ضرور کاٹے گا۔"

بھیر سنگھ کی اس گفتگو سے شہزادہ سلیم مطمئن ہو گیا تھا۔ چنانچہ بھیر سنگھ کے کہنے پر

Marfat.com

سلیم نے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ تو الہ آباد ہی میں قیام کئے رکھا جبکہ ایک لشکر اس نے بھیر سنگھ کی کمانداری میں دیا اور اسے ابوالفضل کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا تھا۔

ابوالفضل کو پورا یقین تھا کہ وہ شہزادہ سلیم کے لشکر کو شکست دینے اور شہزادہ سلیم کو گرفتار کر کے اکبر کے سامنے پیش کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اور وہ جانتا تھا کہ اگر وہ ایسا کر گزرا تو اس کے اسے دو فائدے ہوں گے۔ پہلا یہ کہ راجہ مان سنگھ اور عزیز کوکا سے کئے گئے وعدے کے مطابق وہ سلیم کی جگہ خسرو کو تاج و تخت کا مالک بنانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ اکبر کے دینِ الٰہی میں وہ خلیفہ اول تو تھا ہی، یہ کارروائی مکمل کر کے اکبر کی نگاہوں میں اس کی اور زیادہ تکریم اور عزت ہو جائے گی۔ بس انہی خیالات کو سامنے رکھتے ہوئے ابوالفضل ایک جرار لشکر لے کر روئیں روئیں میں صحراؤں کے آشوب، روم روم میں ویرانیوں کے ستم کھڑے کرتے جلتے استعاروں کی طرح الہ آباد کی طرف بڑھا تھا۔

دوسری طرف اسی کے انداز میں بھیر سنگھ بھی اسی کا رخ کئے ہوئے تھا اور اس کی اطلاع ابوالفضل کو ہو گئی تھی۔ ابوالفضل نے ارادہ کیا تھا کہ جونہی بھیر سنگھ اس کے سامنے آئے گا وہ پڑاؤ نہیں کرے گا۔ بس اسے دیکھتے ہی اس پر حملہ آور ہو جائے گا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ جونہی بھیر سنگھ اپنا لشکر لے کر ابوالفضل کے سامنے اس کی راہ روکنے کے لئے آیا، ابوالفضل فوراً حرکت میں آیا۔ وہ شعورِ ذات کے پیمانوں میں دہکتی آگ، آنکھوں کے حیرت کدوں میں رقص کرتے شعلوں اور ذہن کے تحیر میں برگشتہ کرتی بدبختیاں بھر دینے والے عذاب لمحوں کے تیز دھاروں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دوسری طرف بھیر سنگھ کو بھی اس کے مخبر اطلاع کر چکے تھے کہ ابوالفضل سامنا ہوتے ہی اس پر حملہ آور ہو جائے گا۔ لہٰذا بھیر سنگھ بھی جوابی کارروائی کرتے ہوئے کدورت بھری قہرمانیت کھڑی کرتے خشمگیں عناصر، پیچ در پیچ الیسے ترتیب دیتے جبر کے شور کرتے طوفانوں، لا حاصلی کے عذاب اور درد کے تاریک قلعوں کی اسیری کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ یوں کھلے میدانوں میں ابوالفضل اور بھیر سنگھ کے لشکریوں کے ٹکرانے کے باعث چاروں سمت نفس کی ملامتیں اور ہوس کی خواہشیں نفوذ کر گئی تھیں۔

بھیر سنگھ نے چونکہ شروع ہی میں ارادہ کر رکھا تھا کہ وہ ابوالفضل کی گردن کاٹے

Marfat.com

گا اور اپنے اس ارادہ کا اظہار اس نے شہزادہ سلیم سے بھی کیا تھا لہٰذا اپنے پہلے ہی حملے میں اس نے اپنے محافظ دستوں کو دگنا کر دیا اور جس لشکر کو اس نے آگے آگے لڑنے کے لئے متعین کیا تھا، پیچھے پیچھے وہ بھی صفیں چیرتا ہوا ابوالفضل کے لشکر کے وسطی حصے میں اس سمت بڑھا تھا جہاں ابوالفضل اپنے سالاروں اور لشکریوں کو ہدایات جاری کر رہا تھا۔

ابوالفضل کی بدقسمتی، اس کے لشکر کی اگلی صفیں نہ اپنا دفاع کر سکیں نہ بھیر سنگھ کو ابوالفضل کی طرف جانے سے روک سکیں۔ چنانچہ بھیر سنگھ اپنے محافظ دستوں کے ساتھ ابوالفضل کے سر پر جا پہنچا۔ ابوالفضل نے اپنا دفاع کرنا چاہا لیکن بھیر سنگھ نے حملہ آور ہو کر اس کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

جب ابوالفضل میدانِ جنگ میں مارا گیا اور اس کے لشکریوں کو خبر ہوئی کہ ابوالفضل کو قتل کر دیا گیا ہے تب اس کے لشکری سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس طرح ابوالفضل کو بھیر سنگھ کے ہاتھوں نہ صرف شکست کا سامنا کرنا پڑا بلکہ وہ اپنی زندگی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔

ابوالفضل اور بھیر سنگھ کے ٹکراؤ سے متعلق مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ 19 اگست 1602ء کو بھیر سنگھ اور ابوالفضل کا مقابلہ برکی سرائے کے قریب ہوا۔ بھیر سنگھ نے چونکہ پہلے ہی ابوالفضل کا سر کاٹنے کا تہیہ کیا ہوا تھا اس لئے اس نے جاتے ہی ابوالفضل کو جا لیا، اس پر کود پڑا اور ابوالفضل کا سر قلم کر دیا۔ جب ابوالفضل کا لشکر بھاگ گیا تو بھیر سنگھ نے ابوالفضل کا کٹا ہوا سر واپس جا کر سلیم کے سامنے پیش کر دیا۔

شہزادہ سلیم یعنی جہانگیر نے تزکِ جہانگیری میں بھی اس واقعہ کا ذکر نہایت فخر اور مسرت کے ساتھ کیا اور اس قتل کو خدا کی عنایت قرار دیا۔ اس طرح اکبر اپنے ایک دس ہزاری منصب کے حامل درباری اور قریبی دوست شیخ ابوالفضل سے محروم ہو گیا۔

تزکِ جہانگیری میں ذکر کرتے ہوئے جہانگیر اس واقعہ کو یوں بیان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے:

> "شیخ ابوالفضل ہندی اپنی فہم و فراست اور علم و فن کی وجہ سے معروف شخصیت کا حامل تھا۔ وہ بادشاہ کا انتہائی وفادار تھا۔ لیکن اس نے بادشاہ کے ہاتھوں اپنا ضمیر بھاری قیمت پر فروخت کر دیا تھا۔ شیخ

Marfat.com

ابوالفضل نے میرے لئے رسوائی کا سامان بہم پہنچایا اور میرے باپ کو بھی میرا دشمن بنا دیا۔ میں نے مجبور ہو کر اسے بھیر سنگھ سے قتل کرا دیا۔ اس کی موت کے بعد میرے اور والد کے تعلقات پھر خوشگوار ہو گئے۔ علاوہ ازیں شیخ ابوالفضل نبی کریم ﷺ کا بھی مخالف تھا۔ لہٰذا مجھ پر ایک مسلمان کی حیثیت سے اس کا قتل لازم آتا تھا۔"

اکبر کو اس قتل کا بے حد رنج ہوا۔ جب اکبر کو یہ اطلاع ملی تو اس نے بے ساختہ کہا:

"اگر سلیم کو تخت و تاج ہی درکار تھا تو ابوالفضل کو قتل کرنے سے کیا فائدہ۔ اسے چاہیے تھا کہ اس کی جگہ مجھے قتل کر دیتا۔"

اکبر کو شیخ ابوالفضل کے میدانِ جنگ میں قتل ہونے اور اس کا کٹا ہوا سر سلیم کے سامنے پیش ہونے کی اطلاع اس وقت ملی جب وہ کبوتر بازی میں مصروف تھا۔ ابوالفضل کے قتل کی اطلاع ملتے ہی وہ چیخنے لگا اور اپنے آپ میں نہ رہا۔ وہ شدید غم اور غصہ کی حالت میں تھا۔ حتیٰ کہ تین دن تک دربار میں بھی نہ گیا۔ اس دوران وہ نہ صرف شہزادہ سلیم کا بدترین مخالف ہو گیا بلکہ اس نے راجہ بھیر سنگھ کا سر قلم کرنے کا بھی حکم دیا تا کہ شیخ ابوالفضل کے قتل کا انتقام لے سکے۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اکبر نے پتر داس رائے رایاں کو مقرر کیا جس نے بھیر سنگھ کا رخ کیا۔ بھیر سنگھ اس وقت شہزادہ سلیم سے علیحدہ ہو کر اپنے علاقوں کی طرف جا چکا تھا۔ لہٰذا پتر داس نے بھیر سنگھ کو اڑاچ کے قلعے میں دھکیل دیا۔ اس ٹکراؤ میں راجہ بھیر سنگھ کی شکست یقینی ہو چکی تھی لیکن محض اتفاق کہ اسے بھاگ نکلنے کا موقع مل گیا۔

اکبر شیخ ابوالفضل کے قاتل بھیر سنگھ کا اس حد تک مخالف ہو چکا تھا کہ اس نے بھیر سنگھ کے بچ نکلنے کی وجوہات کی تحقیقات کرانے کا حکم صادر کیا۔ چنانچہ ایک بار پھر اس نے پتر داس کو بھیر سنگھ کے تعاقب میں بھیجا لیکن اس بار بھی ناکامی ہوئی۔

جہاں تک بھیر سنگھ کی گرفتاری کا تعلق تھا تو غالباً اکبر اور شیخ ابوالفضل کے لڑکے شیخ افضل کے علاوہ اور کوئی بھی اس میں دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔ اس لئے کہ دینِ الٰہی جاری کرنے کی وجہ سے لوگ ابوالفضل کے نہ صرف مخالف بلکہ اس کے قتل پر مطمئن اور خوش تھے۔

ان حالات میں اکبر اور شہزادہ سلیم کے تعلقات بہتر کرنے کے لئے شہزادہ سلیم کی

Marfat.com

سوتیلی ماں سلیمہ سلطانہ حرکت میں آئی اور دونوں کے معاملات میں اس نے مداخلت کی۔ سلیمہ سلطانہ نے جب دیکھا کہ اکبر اور شہزادہ سلیم کے درمیان نفرت کی خلیج مزید گہری ہوتی جا رہی ہے تو وہ اکبر کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سلیم کے پاس جا کر اسے سمجھانے اور حالات کو بہتر کرنے کی ابتداء کی۔ چنانچہ اکبر نے اپنی بیوی کو الہ آباد جا کر سلیم سے ملنے کی اجازت دے دی۔

چنانچہ فروری 1603ء میں سلیمہ سلطانہ الہ آباد کے لئے روانہ ہوئیں۔ شہزادہ سلیم نے اس کا نہ صرف پُر تپاک خیر مقدم کیا بلکہ اسے اس کے رشتہ کے مطابق عزت اور توقیر دی۔ چنانچہ الہ آباد میں قیام کے دوران سلیمہ سلطانہ نے کئی روز قیام کر کے شہزادہ سلیم کو سمجھایا اور اسے اعتماد میں لیتے ہوئے اس بات پر مجبور کیا کہ وہ اپنے باپ اکبر سے اپنے تعلقات کو بہتر اور استوار کرے گا۔

چنانچہ اپنی سوتیلی ماں سلیمہ سلطانہ سے سلیم نے وعدہ کیا کہ وہ اپنے باپ کی خدمت میں حاضر ہوگا۔ اس طرح سلیمہ سلطانہ مطمئن ہو کر آگرہ لوٹی اور اس نے اکبر کو بتایا کہ سلیم کے رویہ میں نمایاں فرق آ چکا ہے نیز وہ اکبر سے ملنے پر بھی آمادہ ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد شہزادہ سلیم نے الہ آباد سے روانگی سے قبل دیوانِ حافظ سے فال نکال لی اور اکبر سے ملنے کا ارادہ کر لیا۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ شہزادہ سلیم نے دیوانِ حافظ کے جس نسخہ سے فال نکالی، دیوانِ حافظ کا وہ نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں آج بھی موجود ہے۔

چنانچہ شہزادہ سلیم اپنے باپ سے ملنے کے لئے الہ آباد سے آگرہ کی طرف روانہ ہوا اور آگرہ سے ایک پڑاؤ پہلے اس کی دادی نے اس سے ملاقات کی۔ چنانچہ اس کی دادی ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر اکبر کے پاس لے گئی اور شہزادہ سلیم نے اپنی پیشانی اکبر کے پاؤں پر رکھ دی تھی اور روتے ہوئے اپنے جرم کا اقرار کر لیا۔ گو اکبر کو ابوالفضل کے قتل کا شدید صدمہ تھا اور ممکن تھا کہ اکبر شہزادہ سلیم کے اس جرم کو قلبی طور پر کبھی معاف نہ کرتا۔ تاہم اس نے سلیم کو اٹھایا اور گلے لگا لیا۔

چنانچہ 14 اکتوبر 1603ء کو اکبر نے سلیم کو حکم دیا کہ وہ ایک مہم کے لئے کوچ کرے۔ اس لئے کہ سلیم اب کئی دن آگرہ میں قیام کر چکا تھا لیکن اکبر نے جس اہم مہم کے خلاف اسے مقرر کیا تھا اس مہم پر جانے کی بجائے سلیم ناکافی قوت کا بہانہ کر کے فتح پور سیکری کے نواح میں گھومتا رہا۔ اس کے ساتھ ہی سلیم نے اکبر سے الہ آباد لوٹ جانے

Marfat.com

کی اجازت طلب کی تاکہ وہاں پہنچ کر اپنے لشکر کی خامیوں اور کمزوریوں کو دور کر سکے۔
اکبر جانتا تھا کہ سلیم حیلوں بہانوں سے وقت ٹالنا چاہتا تھا مگر اس نے سلیم سے کچھ نہ کہا تاکہ دوبارہ اعلانِ بغاوت کی راہ نہ چل نکلے۔ چنانچہ اکبر نے اسے الہ آباد جانے کی اجازت دے دی اور یہ اجازت ملتے ہی شہزادہ سلیم الہ آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔
الہ آباد پہنچنے کے بعد وہ پہلے کی طرح پھر عیش و عشرت میں مصروف ہو گیا جس کی وجہ سے اکبر کو شدید صدمہ ہوا۔ اکبر پہلے ہی دکن اور گجرات میں اپنے بیٹے دانیال اور مراد کی حرکتوں سے عاجز آ چکا تھا۔ دانیال ہر وقت نشہ میں غرق رہتا تھا۔ ادھر سلیم کا عالم یہ تھا کہ سب سے سخت شراب کی روزانہ دو بوتلیں بھی اسے نشہ میں لانے سے قاصر رہتی تھیں اور اسے مزید نشہ کے لئے افیون کھانا پڑتی تھی۔
سلیم کی پہلی بیوی جو راجہ مان سنگھ کی بہن اور خسرو کی والدہ تھی، سلیم کے ناروا سلوک سے تنگ آ کر خودکشی کر چکی تھی۔ اس لئے راجہ مان سنگھ نے نہ صرف سلیم سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی بلکہ اس کے خلاف بھی ہو چکا تھا۔ ان دنوں اکبر نے مان سنگھ کو بنگال اور اڑیسہ کی بغاوتیں فرو کرنے کے لئے روانہ کر دیا تھا اور وہاں قیام کے دوران بھی راجہ مان سنگھ اپنے بھانجے خسرو کے مفاد کے لئے کام کر رہا تھا۔ کیونکہ وہ اکبر کے بعد خسرو کی تخت نشینی کا زبردست حامی تھا۔
دریں اثناء الہ آباد میں شہزادہ سلیم کی کارروائیاں حد سے تجاوز کر چکی تھیں۔ وہ شب و روز ناؤ نوش میں مصروف رہتا تھا۔ اسے دورے بھی پڑنے لگے تھے۔ کچھ ہوش نہ رہتی وہ کیا کر رہا ہے۔ شہزادہ سلیم پر نگاہ رکھنے کے لئے ان دنوں اکبر نے اپنا ایک مخبر اس کی طرف روانہ کیا۔ چنانچہ سلیم نے اکبر کے خبر رساں کو زندہ دفن کروا دیا۔ کیونکہ اس نے اکبر کو سلیم کی کارروائیوں کی اطلاع دی تھی۔ ایک اور ملازم کو اتنا زدوکوب کیا کہ وہ مر گیا۔ اکبر کے ایک ملازم کو بھی موت کے گھاٹ اتروا دیا۔
جب اکبر کو شہزادہ سلیم کی ان کارروائیوں کی اطلاع ملی تو اس نے سلیم کی گوشمالی کا عزم کر لیا اور ارادہ کیا کہ وہ ایک لشکر لے کر بہ نفسِ نفیس آگرہ سے نکلے گا اور سلیم کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرے گا۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے وہ اپنی تیاریوں کو آخری شکل دینے لگا تھا۔

◎......◎

Marfat.com

★★★

مہکار شہر کے نواح میں عادل خان کے ہاتھوں بدترین شکست اٹھانے کے بعد ملک عنبر اب برار کے علاقوں کے جنوب میں نندر شہر کی طرف بھاگا تھا۔ وہاں قیام کر کے اس نے اپنی طاقت وقوت میں اضافہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ لیکن اس کی بدقسمتی کہ اس نے عادل خان اور اس کے لشکریوں پر نگاہ رکھنے کے لئے اپنے کوئی مخبر مقرر نہ کیے تھے اور اس کی اسی کمی اور کوتاہی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک روز نندر کے نواح میں عادل خان اس کے سر پر جا پہنچا اور رات کی گہری تاریکی میں عادل خان ملک عنبر پر بے سطوت و بے ننگ و نام کرتے قہر و ذلت کی یورش، زندگی کی طلب گاہوں میں فنا کا نزول، کڑکتی کروٹیں لیتی نوحہ گر صداؤں اور فنا کا رقص کرتے شہاب شعلہ عذاب کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

عادل خان کی طرف سے ملک عنبر پر یہ جان لیوا اور کمر توڑ دینے والا شب خون تھا۔ ملک عنبر نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ اپنا دفاع کرے لیکن اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ لہٰذا بچے کھچے لشکر کے ساتھ مزید جنوب کی طرف بھاگ گیا تھا۔ اسی دوران اکبر کی طرف سے عادل خان کو پیغام ملے کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ واپس مرکز کا رخ کرے۔ یہ احکامات ملنے کے بعد عادل خان اپنے لشکر کے ساتھ برار کے علاقوں سے نکل کر خان دیش کے علاقوں میں داخل ہوا اور وقت سے پہلے اس نے اسیر گڑھ کا رخ کیا۔ اس لئے کہ اس کے لشکر میں جس قدر عورتیں تھیں انہیں وہیں رکھا گیا تھا۔ خود اس کی بیوی اور بچے بھی اسیر گڑھ میں تھے۔ چنانچہ سب عورتوں کو ساتھ لینے کے بعد وہ آگرہ کا رخ کرنا چاہتا تھا۔

عادل خان جب اسیر گڑھ میں اس جگہ آیا جہاں اس کی بیوی کملا اور بچیوں نے

Marfat.com

قیام کیا ہوا تھا تو وہ دنگ رہ گیا۔ اس نے دیکھا وہاں اس کے دونوں بڑے بھائی آصف خان اور وزیر خان بھی موجود تھے۔ ان کی بیویاں اور بچے بھی ہمراہ تھے۔ سب سے پہلے تو سب نے مل کر شاندار انداز میں عادل خان کا استقبال کیا۔ پھر اس کو اس کی کامیابیوں پر مبارک باد دی۔ اس موقع پر سب سے پہلے آصف خان کی بیوی عادل خان کے سامنے آئی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے پھر انتہائی ندامت بھرے انداز میں عادل خان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"عادل! تم میرے چھوٹے بھائی ہو۔ میں مانتی ہوں ماضی میں میری طرف سے تمہارے حق میں کچھ زیادتیاں ہوئی ہیں۔ ان میں غلطی میری تھی۔ تم بے خطا تھے۔ میں اپنی غلطیوں، اپنی کوتاہیوں اور اپنی زیادتیوں کا اعتراف کرتی ہوں اور آج تمہارے سامنے ہاتھ جوڑتی ہوں کہ مجھے معاف کر دو۔ یہاں آنے کے بعد میں پہلے ہی تمہاری بیوی کملا دیوی سے معافی مانگ چکی ہوں اور وہ فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجھے معاف بھی کر چکی ہے۔ اس وقت میرے شوہر آصف خان بھی ہیں، وزیر خان بھی موجود ہیں، میرے اور وزیر خان کے بچے بھی موجود ہیں، وزیر خان کی بیوی بھی ہے۔ میں سب کے سامنے اپنے غلط رویے کی معافی مانگتی ہوں اور مجھے امید ہے تم مجھے معاف کر دو گے۔"

آصف خان کی بیوی کے ان الفاظ پر عادل خان شرمسار سا ہو گیا تھا۔ کچھ دیر بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

"آپ کو مجھ سے معافی نہیں مانگنی چاہئے۔ نہ ہی اس طرح ہاتھ جوڑنا چاہئیں۔ آپ میرے بڑے بھائی کی بیوی ہیں۔ اس لحاظ سے میری بڑی بہن ہیں۔ اور بڑی بہن ماں کی جگہ ہوتی ہے۔ جہاں چند لوگ اکٹھے ہوتے ہیں وہاں کئی مواقع پر ذہنی ہم آہنگی نہیں رہتی اور آپس کی نا اتفاقیاں ضرور جنم لیتی ہیں۔ میری عزیز بہن! یہی حال میرا اور آپ کا بھی ہوا۔ میں ان سارے حالات کو بھول چکا ہوں، فراموش کر چکا ہوں اور اب میرا دل آپ کی طرف سے بالکل صاف ہے۔ لہٰذا آپ کو نہ معذرت کرنے کی ضرورت ہے نہ اپنے ماضی کے رویے پر آپ کو معافی مانگنی چاہئے۔"

عادل خان کے ان الفاظ پر آصف خان کی بیوی اور سب لوگ خوش ہو گئے تھے۔ اس کے بعد سب دیوان خانے میں بیٹھ گئے تھے۔ یہاں تک کہ آصف خان نے عادل

Marfat.com

خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''عادل خان! میں اور وزیر خان آگرہ میں تم سے ملاقات کرنے کے بعد لاہور گئے اور ہم نے وہاں ایک ساتھ تین رہائش گاہوں کا اہتمام کرلیا ہے۔ وہاں تینوں بھائی مل کر رہیں گے۔ وزیر خان چاہتا تھا کہ ماموں کا مکان بیچ دیں اور جو رقم اس سے حاصل ہو وہ تمہارے حوالے کر دی جائے اس لئے کہ ہم دونوں بھائیوں نے مل کر فیصلہ کیا تھا کہ ماموں کے مکان کے مالک تم ہو گے۔ لیکن میں نے مکان بیچنے نہیں دیا۔ میرے عزیز بھائی! وہ تمہاری ملکیت ہے۔ وہاں جا کر اگر تم مکان اپنے پاس رکھنا چاہو تب بھی تمہاری مرضی اور بیچنا چاہو تب تمہیں اس کا اختیار ہو گا۔''

آصف خان کے ان الفاظ پر عادل خان خوش ہو گیا تھا۔ کچھ سوچا، ایک نگاہ اپنے پہلو میں بیٹھی اپنی بیوی کملا پر ڈالی۔ اس کے بعد بڑے بھائی آصف کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اب آپ مجھے یہ بتائیں کہ جو رہائش آپ نے میرے لئے لی ہے اس کے لئے مجھے کتنی ادائیگی کرنا ہو گی؟''

عادل خان کے ان الفاظ پر ایک غائر نظر وزیر خان نے عادل خان پر ڈالی۔ دونوں بھائی مسکرائے۔ پھر آصف خان، عادل خان کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''عادل! تم ہم دونوں بھائیوں سے چھوٹے ہو۔ چھوٹے بھائی کا بڑوں پر بہت حق ہوتا ہے۔ لہٰذا تمہارے لئے ہم نے جو اپنے ساتھ حویلی حاصل کی ہے، اس کی ادائیگی میں نے اپنی طرف سے کر دی ہے۔ اس کے بدلے تمہیں کچھ ادا نہیں کرنا پڑے گا۔ یوں جانو وہ حویلی بڑے بھائی کی طرف سے تمہارے لئے ایک تحفہ ہے۔''

آصف خان کے ان الفاظ پر عادل مسکرا دیا تھا۔ کملا کی بھی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ جواب میں عادل کچھ کہنا چاہتا تھا کہ آصف خان پھر بول اٹھا۔

''عادل! میرے عزیز بھائی! شہنشاہ اور اس کے بیٹے سلیم کے درمیان چپقلش، دوری، بغض اور نفرت بڑھتی جا رہی ہے اور یہ سب کچھ راجہ مان سنگھ، عزیز کوکا اور ابوالفضل کی وجہ سے ہے۔ اور اب سنا ہے اس میں خانِ اعظم بھی شامل ہو گیا ہے۔ جہاں تک ابوالفضل کا تعلق ہے وہ تو مارا جا چکا ہے۔ خس کم جہاں پاک کے مصداق ابوالفضل جاتا رہا ہے اور اس کے ساتھ ہی اکبر کے دینِ الٰہی کی خلافت بھی اپنے انجام

Marfat.com

کو پہنچ گئی ہے۔ اب لوگ شہزادہ سلیم کے حق میں زیادہ اور اکبر کے خلاف ہیں۔ اکبر کے خلاف جو بے زاری اور ناپسندیدگی کی لہر پھیلی ہے یہ اس کے دینِ الٰہی کی وجہ سے ہے۔ دونوں باپ بیٹے کے درمیان حالات اب اتنے ابتر ہو چکے ہیں کہ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرانے کا عزم کر چکے ہیں۔ ان حالات میں میرے بھائی! ہم یہ چاہیں گے کہ جو لشکر اس وقت تمہاری کمانداری میں ہے اسے لے کر آگرہ کا رخ کرتے ہیں اور لشکر کو وہاں مستقر میں بٹھانے کے بعد تینوں بھائی لاہور کا رخ کریں گے۔ اس لئے کہ ہم اکبر اور شہزادہ سلیم کے ٹکراؤ میں حصہ نہیں لینا چاہتے۔"

آصف خان کی اس گفتگو سے نہ صرف وزیر خان اور عادل خان نے اتفاق کیا تھا بلکہ ان تینوں کی بیویاں بھی ان کی حمایت کر رہی تھیں۔ چنانچہ ایک شب سب نے وہاں گزاری اور اگلے روز لشکر کے ساتھ وہ سب آگرہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

OOO

اکبر ایک خاصا بڑا لشکر لے کر اپنے بیٹے سلیم کی سرکوبی کے لئے روانہ ہونا چاہتا تھا کہ موسلا دھار بارشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا جس کی وجہ سے اکبر کو کوچ کرنے میں تاخیر کا سامنا کرنا پڑا۔ جب دوبارہ اس نے آگرہ سے الہ آباد کی طرف کوچ کرنا چاہا تو 17 ستمبر کو اکبر کی والدہ وفات پا گئیں۔ چنانچہ اکبر لشکر کے ساتھ الہ آباد کی طرف کوچ نہ کر سکا۔ دوسری طرف جب سلیم کو اطلاع ہوئی کہ اس کی دادی اس دارِ فانی سے کوچ کر گئی ہے تو وہ الہ آباد سے آگرہ پہنچ گیا تاکہ دادی کی وفات پر اپنے باپ سے اظہارِ تعزیت کر سکے۔

بعض مؤرخین کے مطابق شاید سلیم اس واقعہ کو بھی خاطر میں نہ لاتا۔ وہ صرف اس لئے آیا تھا کہ شاید اکبر کو اپنی ماں کی موت کا شدید صدمہ ہو اور اس کی صحت پر برا اثر پڑے۔ اس طرح سلیم انتظام و انصرامِ حکومت سنبھالنے کے قابل ہو جائے۔

الہ آباد سے آگرہ کی طرف جاتے ہوئے سلیم اپنے ساتھ بہت سے قیمتی تحائف بھی لایا جو اس نے اپنے باپ کی خدمت میں پیش کئے۔ مگر اکبر سلیم کی حرکات سے سخت بد دل اور نالاں ہو چکا تھا۔ چنانچہ سلیم جب آگرہ پہنچا اور اپنی دادی کی تعزیت کر چکا تو اکبر کے حکم پر سلیم کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس موقع پر اکبر نے ایک بار انتہائی غصہ کے عالم میں سلیم کے منہ پر تھپڑ بھی دے مارا تھا۔ اس کے بعد اسے ایسی جگہ محبوس کر دیا گیا

Marfat.com

جہاں نہ صرف وہ تنہا تھا بلکہ اسے شراب بھی میسر نہ آسکتی تھی۔

اکبر نے دس روز سلیم کو اس قید تنہائی میں رکھا۔ دس روز کے بعد اسے حبس سے نکالا گیا۔ اس موقع پر ممکن تھا کہ اکبر اس کو صوبوں کی گورنری اور شاہی وظائف سے بھی محروم کرنے سے متعلق سوچتا مگر اسی دوران اکبر کو دکن سے اپنے بیٹے دانیال کی علالت کی اطلاع ملی۔ اکبر کا تیسرا بیٹا مراد پہلے ہی وفات پا چکا تھا۔ اب جو دانیال کی علالت کی اطلاع ملی تو اکبر پریشان ہوگیا۔ لے دے کر اب اس کے پاس ایک ہی بیٹا سلیم رہ جاتا تھا۔ لہٰذا اکبر نے سلیم کے خلاف کارروائی کے سلسلے میں مصلحتاً ہاتھ روک لیا۔

اس کے بعد 28 اپریل 1605ء کو اکبر کا بیٹا دانیال برہان پور میں انتقال کر گیا۔ کہا جاتا ہے کہ کسی زیر عتاب ملازم نے اسے شراب میں زہر ملا کر ہلاک کر دیا تھا۔

انہی دنوں ایک انگریز نے آخری بار اکبر سے ملاقات کی۔ یہ انگریز ایک تاجر تھا۔ اس کا نام جون بلڈن ہالڈ تھا۔ اس نے اکبر تک رسائی حاصل کی تھی تاکہ اکبر سے نو ساختہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے لئے بعض تجارتی مراعات حاصل کرنے کی اجازت لے سکے۔ وہ پرتگالیوں کے مقابلے میں برابر کی مراعات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں وہ ملکہ الزبتھ سے بھی ایک خط لایا تھا تاہم اسے سفارتی حیثیت حاصل نہ تھی۔

اس نے اکبر کو اعلیٰ نسل کے 29 گھوڑے بھی پیش کئے اور اکبر نے اسے 500 پاؤنڈ کی مالیت کے قیمتی تحائف دیئے۔ اس موقع پر شہزادہ سلیم کے ساتھ اکبر کا رویہ چونکہ نرم ہو چکا تھا۔ لہٰذا سلیم نے اس انگریز تاجر کو تجارتی مراعات دینے کی حمایت کی۔ لیکن پرتگالی جو انگریزوں کو چور اور جاسوس کہتے تھے بعض وزراء کو رشوت دے کر اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے اکبر کی زندگی تک ایسٹ انڈیا کمپنی کو مراعات حاصل نہ ہونے دیں۔ یہ انگریز تاجر 1614ء میں وفات پا گیا۔ اسے آگرہ میں عیسائیوں کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا تھا۔

یہ انگریز تاجر جس نے ان دنوں اکبر سے ملاقات کی اور جس کا نام جون بلڈن ہالڈ تھا اس کے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ وہ بہت پست کردار کا آدمی تھا۔ دوسرے الفاظ میں وہ ایک بددیانت اور بدمعاش شخص تھا۔ اس نے اکبر کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہوئے یہ بتانا چاہا کہ وہ سفارتی وقار کا حامل تھا۔ ساتھ ہی اس نے کمپنی کو بھی نام نہاد مراعات کے ذریعے دھوکا دینے کی کوشش کی جو اسے کبھی حاصل نہ تھیں۔ حتیٰ

Marfat.com

کہ اس نے لندن میں ایسے بہت سے سوداگروں کو جو اس کے اپنے ملازم تھے، دھوکا دینے کی بھی کوشش کی۔ بہرحال وہ چار انگریزوں میں سے ایک تھا جنہوں نے اکبر کے ساتھ اس کی زندگی میں ملاقات کی اور بلاشبہ جون بلڈن ہالڈ باقی تین سے زیادہ چالاک اور مکار تھا۔

اسی دوران اکبر پیچش کے مرض میں بتلا ہو گیا۔ لہٰذا آگرہ کے اندر تاج و تخت کے لئے رسہ کشی شروع ہو گئی۔ شہزادہ سلیم کا بیٹا خسرو اب 18 سال کا ہو چکا تھا۔ اس کی حمایت اب تین نہایت با اثر درباری کر رہے تھے جن میں سے ایک خانِ اعظم، دوسرا راجہ مان سنگھ اور تیسرا عزیز کوکا تھا۔ ان کی ہر ممکن کوشش تھی کہ کسی نہ کسی طرح اکبر کو سلیم کی جگہ خسرو کو وارثِ تخت بنانے پر آمادہ کر لیں۔ بدقسمتی سے خسرو بھی اب اپنے ان تین با اثر حامیوں کی وجہ سے یہ محسوس کرنے لگا کہ بہرحال تخت و تاج اس کا ہی مقدر تھا۔

تین اکتوبر کو اکبر جب پیچش کے مرض میں مبتلا ہوا تو اس کی حالت بگڑنے لگی۔ وہ صاحب فراش ہو گیا۔ انہی دنوں ایک ایسا سخت واقعہ پیش آیا جس نے اکبر کے مرض میں اضافہ کر دیا اور اسے موت کی طرف دھکیل دیا۔ ہوا یوں کہ ان دنوں شہزادہ سلیم اور اس کے بیٹے خسرو کے ملازموں کے درمیان ہاتھیوں کی لڑائی پر زبردست جھگڑا ہوا جس کی وجہ سے باپ اور بیٹے کے باہمی تعلقات میں مزید کشیدگی پیدا ہو گئی۔ اکبر ان معاملات کا جائزہ لے رہا تھا کہ بیٹے اور پوتے کے جھگڑوں نے اکبر کی بیماری میں اضافہ کر دیا۔

ایک روز اکبر جب اپنی بیماری کی وجہ سے بے سدھ پڑا ہوا تھا اور شاہی طبیب اس کی دیکھ بھال کر رہے تھے کہ ہاتھ کے اشارے سے اس نے شاہی طبیب کو اپنے پاس بلایا۔ طبیب جب آگے بڑھ کر جھکا تو نحیف سی آواز میں اکبر نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

"اس مغنی کو بلایا جائے جسے لاہور سے میں آگرہ لے کر آیا تھا۔"

شاہی طبیب پیچھے ہٹ گیا۔ اکبر کا پیغام وہاں کھڑے مسلح جوانوں کو سنایا۔ کچھ مسلح جوان وہاں سے ہٹے اور تھوڑی دیر بعد وہ مغنی جو اکبر کے لاہور میں قیام کے دوران اس کے دربار میں حاضر ہوا کرتا تھا اور اکبر اسے اپنے ساتھ آگرہ لے آیا تھا۔ وہ اکبر کے

Marfat.com

سامنے آیا۔ اکبر اسے چند ثانیوں تک دیکھتا رہا۔ اس موقع پر ہلکا سا تبسم بھی اس کے چہرے پر نمودار ہوا۔ ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے قریب آنے کو کہا۔ مغنی جب قریب ہوا تب اکبر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''آج مجھے کوئی ایسا نغمہ، کوئی ایسی دُھن سناؤ جسے میں اپنی زندگی کا آخری نغمہ سمجھ کر سنوں۔ اس میں سازوں اور سازندوں کی ضرورت نہیں ہے۔ یہیں بیٹھ جاؤ اور سناؤ۔ میں آج دیکھتا ہوں کہ تم مجھے کیا سناتے ہو؟''

وہ مغنی جسے اکبر لاہور سے اپنے ساتھ لایا تھا، بڑا سیانا تھا اور اپنے فن میں پورا عبور رکھتا تھا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اکبر نے دینِ الٰہی جاری کیا ہوا ہے اور اس لحاظ سے وہ مذہبی معاملے میں بھٹکا ہوا ہے۔ چنانچہ اسی مناسب کو سامنے رکھتے ہوئے اس نے اکبر کے سامنے حمد پڑھنا شروع کی۔ اس حمد کا لب لباب اور مفہوم کچھ اس طرح تھا۔

''تجھے دیکھا میں نے مولیٰ کبھی صبحِ زرفشاں میں
تجھے دیکھا میں نے مالک کبھی شامِ رونہاں میں
میں نے آسمان میں جھانکا میں پھرا تیری زمین میں
میں نے جانا تُو ہی تُو ہے ہر مکاں اور لامکاں میں
تیری آرزو میں سالک تجھے ڈھونڈا صوفیوں میں
تیری جستجو میں راہب ایک سعیء رائیگاں میں
میں نے مانا ہے عبث تیری ذات کا احاطہ
تیرے ہیں نشان پھر بھی، ہر دشت بے نشاں میں
تجھے کہیں نہ ڈھونڈ پا کر میں گیا جو گلستاں میں
تجھے دیکھا میں نے آقا ہر گل کے رنگ و بُو میں
تیرے جلوے ہیں سحر میں نشاں تیرے ہیں شفق میں
تجھے دیکھا میں نے مولیٰ کبھی بحرِ بیکراں میں
سب راہی ہیں عدم کے فقط تُو ہی لافنا ہے
تُو ہے عیاں نہاں میں اور ہے نہاں عیاں میں''

یہاں تک کہتے کہتے اس مغنی کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ شاہی طبیب نے اسے رکنے کا اشارہ کیا تھا۔ کیونکہ اکبر کی حالت بگڑنے لگی تھی۔ اس پر مغنی اٹھ کر وہاں سے

Marfat.com

چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک اکبر کی ایسی ہی حالت رہی۔ پھر وہ سنبھلا۔

دوسری طرف راجہ مان سنگھ، عزیز کوکا اور خانِ اعظم نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اکبر اب چند دن کا مہمان ہے لہٰذا انہیں تخت و تاج کے وارث کے لئے آخری فیصلہ کر لینا چاہئے۔ چنانچہ خانِ اعظم، عزیز کوکا اور مان سنگھ نے یہ سازش تیار کی کہ جس دن سلیم اکبر سے ملنے کے لئے آئے اسی دن اسے پکڑ کر قید خانے میں ٹھونس دیا جائے اور اکبر کے بعد اس کے بیٹے خسرو کو تاج و تخت کا مالک بنا دیا جائے۔ لیکن سلیم کو پہلے ہی ان تینوں کی اس سازش کی اطلاع مل گئی تھی۔ لہٰذا وہ محل میں داخل ہوئے بغیر گھر واپس چلا گیا۔ چنانچہ راجہ مان سنگھ اور خانِ اعظم اور عزیز کوکا نے اس سازش میں ناکام ہوئے کے بعد درباریوں کا اجلاس طلب کیا جس میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ سلیم کو تخت کی وراثت سے محروم کر دیا جائے۔

جب انہوں نے یہ تجویز پیش کی تو انہوں نے دیکھا کہ اکثریت ان کے حق میں نہ تھی۔ لہٰذا خوف زدہ ہو کر انہوں نے وہ اجلاس ختم کر دیا۔ اس اقدام کے باعث شہزادہ سلیم یعنی جہانگیر کے حامی بھی حرکت میں آ گئے۔

سب سے پہلے ایک شخص رام داس نے خزانے پر راجپوت محافظ متعین کر دیئے۔ دوسری طرف کچھ سیّدوں نے سلیم کے حق میں نعرہ لگایا۔ ان حالات میں راجہ مان سنگھ اپنے بھانجے خسرو کے لئے وراثت حاصل نہ کر سکا۔ چنانچہ حالات سے خوفزدہ ہو کر وہ واپس بنگال جانے کی تیاریاں کرنے لگا لیکن اسی اثناء میں سلیم کے بعض مخالفین سلیم سے دو باتوں پر حلف لینے کے بعد اس کے حق میں ہو گئے۔ ایک تو یہ کہ تخت نشین ہونے کے بعد سلیم بہر حال اسلام کا مکمل تحفظ کرے گا۔ اور دوسرا یہ کہ وہ نہ صرف اپنے بیٹے بلکہ اس کے حامیوں اور سلیم کو اس کی پیدائشی وراثت یعنی تخت سے محروم رکھنے والوں کو بھی کوئی سزا نہ دے گا۔ اس طرح حالات شہزادہ سلیم کے حق میں ہو گئے تھے۔

کچھ دنوں بعد اکبر کو شدید بخار ہو گیا۔ 21 اکتوبر کو جب سلیم باپ کی عیادت کو گیا تو اکبر کی حالت تشویش ناک تھی۔ نقاہت کا عالم یہ تھا کہ ہوش میں ہونے کے باوجود بولنے سے قاصر تھا۔

جب سلیم اس کے کمرے میں پہنچا تو اکبر نے اسے اشارے سے شاہی عمامہ اور جبہ پہننے کے لئے کہا۔ اس کے بعد ہمایوں کی تلوار کمر سے باندھنے کا حکم دیا۔ سلیم نے

Marfat.com

حکم کی تعمیل کی اور اکبر کے کہنے پر کمرے سے باہر چلا گیا۔

اس کے بعد 25 اور 26 اکتوبر 1605ء کی درمیانی شب کو اکبر ٹھیک تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پا گیا۔

مؤرخین کا خیال ہے کہ اکبر نے وفات سے قبل توبہ کر لی تھی اور دینِ الٰہی کے سلسلے میں اس نے جو غیر معمولی اقدام کئے تھے ان پر نادم تھا اور وقتِ آخر دوبارہ اس نے اسلام کا دامن تھام لیا تھا۔

چونکہ نقاہت کی وجہ سے اس کی زبان کام نہ کرتی تھی اس کے باوجود بار بار اللہ کہنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ 26 اکتوبر کی صبح کو اکبر کو اسلامی رسم کے مطابق غسل دیا گیا اور خاص درباری اس کا جسد محل سے پانچ میل دور باغ میں لے گئے اور اسے وہاں دفن کر دیا گیا۔ اس جگہ کو آج کل اسکندرہ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اکبر کے جنازے میں تمام صوبوں کے حاکموں اور اعلیٰ عہدیداروں نے شرکت کی۔ شہزادہ سلیم نے بھی باپ کے جنازے کو کچھ دور تک کندھا دیا۔

اکبر نے اپنے مقبرے کی تعمیر اپنی زندگی ہی میں شروع کرا دی تھی جسے بعد ازاں سلیم نے مکمل کیا۔ جہاں اکبر کو دفن کیا گیا اس جگہ کا نام بہشت آباد رکھا گیا۔

اکبر کی وفات اور تدفین کے بعد عادل خان اور اس کے دونوں بڑے بھائی آصف خان اور وزیر خان اپنے اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ اس شاہراہ پر سفر کر رہے تھے جو آگرہ سے دہلی اور دہلی سے لدھیانہ ہوتی ہوئی لاہور شہر کا رخ کرتی تھی۔

(تمت بالخیر)

Marfat.com

Marfat.com

اسلم راہی ایم اے

Marfat.com